تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا



اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّہ

فتاوٰی رضویہ



جلد 22

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلٰی حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۲

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ———— ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ———— ۱۹۲۱ء



رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد ۲۲

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ترتیب فہرست ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تبویب جدید ——— 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج و تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام ایڈووکیٹ، مولانا غلام حسن

باہتمام و سرپرستی ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ——— ۶۹۲

اشاعت ——— جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ / اگست ۲۰۰۲ء

مطبع ———

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰   ۷۶۶۵۷۷۲
- مکتبۂ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار۔ لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل



پیش لفظ

الحمدُ للہ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہٖ تعالیٰ جل مجدہٗ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً بارہ ۱۲ سال کے مختصر عرصہ میں بائیسویں ۲۲ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الھبۃ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعۃ، کتاب القسمۃ، کتاب المزارعۃ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیۃ اور کتاب الحظر والاباحۃ کے حصہ اول پر مشتمل اکیس ۲۱ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد نمبر	عنوانات	اسئلہ جوابات	رسائل تعداد	سنین اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	″	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	″	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	″	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۴	۶۹۲
۶	″	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	″	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	″	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۲۵۹	۲	محرم الحرام [illegible] — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۲۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	″ (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعویٰ	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر،	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ۔	۳۳۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتبِ فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے اب تک شائع ہونے والی بیس۲۰ جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہذا اکیسویں۲۱ جلد سے مسائلِ حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی ممبئی نے جلد نہم کے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ عنایت اور اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمدُ للہ علٰی ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) حظر واباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کردی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظروالاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء وانتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات ومشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کردیا ہے۔

(ز) حظر واباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شاملِ اشاعت کردیا ہے۔

(ح) تبویبِ جدید کے بعد موجودہ ترتیب، سابق ترتیب سے مختلف ہوگئی ہے، لہذا پُوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تجرِ علمی کے پیشِ نظر ایسے مسائل بھی زیرِ بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہوسکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنفِ کتبِ کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والدگرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی

درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنّت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والدگرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب اور برادرِ اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف اربابِ علم میں معروف ہیں، مناظرہ و ردِّ بدمذہباں خصوصاً ردِّ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہلِ سنّت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

بائیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا دوسرا حصہ ہے جو ۲۴۱ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۶۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اس جلد میں بنیادی طور پر جن پانچ ابواب سے متعلق مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ظروف وزیورات

(۲) لباس ووضع قطع

(۳) دیکھنا اور چھُونا

(۴) سلام وتحیت وتعظیمِ سادات

(۵) داڑھی، حلق وقصر، ختنہ وحجامت

دیگر کئی ایک ابواب سے مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہذا راقم الحروف نے مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائلِ ضمنیہ کی ایک الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے، نیز اس جلد میں شامل پانچ مستقل ابواب سے مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے، تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطورِ ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقّت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (۱۳۳۷ھ)

سجدۂ تعظیمی کی حرمت کا مفصل بیان اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل وبراہین

(۲) لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی (۱۳۱۵ھ)

داڑھی کے وجوب، اس کی حد اور اس کو کتروانے یا منڈانے کی مذمت کا مدلل بیان

(۳) الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز (۱۳۰۹ھ)

مرد و عورت کون سی دھاتیں کس وزن تک استعمال کرسکتے ہیں نیز ان کا مدار جوتے اور ٹوپی کی حدِ جواز کا بیان۔

(۴) مروج النجاء لخروج النساء (۱۳۱۵ھ)

عورتوں کے شرعی پردہ کے احکام

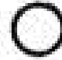
(۵) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین (۱۳۰۶ھ)

اس بات کا ثبوت کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہئے۔

(۶) ابر المقال فی قبلۃ الاجلال (۱۳۰۸ھ)

بوسۂ تعظیمی کے جواز کا بیان

ان میں سے مقدم الذکر دو رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی چار رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔



جمادی الاخرٰی ۱۴۲۳ھ
اگست ۲۰۰۲ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فہرست مضامین مفصل

ظروف وزیورات

لباس و وضع وقطع

ضمیمہ لباس و وضع قطع

دیکھنا اور چھونا

ضمیمہ دیکھنا اور چھونا

سلام وتحیت وتعظیم سادات

ترغیب وترہیب

رسم و رواج اور تہذیب و تمدن

آدابِ پیری مریدی

منطق

تصوف

خضاب

تقبیل ابہامین

حقہ

حقوق العباد

مرض و تداوی

بدگمانی

متفرقات



ظروف و زیورات

انگوٹھی، سونے، چاندی، تانبے، پیتل اور لوہے وغیرہ کے استعمال سے متعلق مسائل

مسئلہ ازمیرٹھ دروازہ کارخانہ داروغہ یادالٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا کرتوں اور صدریوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب کے شاگرد فارغ التحصیل کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کرتے شریف میں قریب گریبان چاندی کا پتر لگایا ہے اس قیاس پر بوتام مع زنجیر لگانا جائز ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں حرج نہیں کہ کتبِ فقہ میں سونے کی گھنڈیوں کی اجازت مصرح، فی الدرالمختار عن التاترخانیۃ عن السیرالکبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب[1] درمختار میں تاتارخانیہ کے حوالہ سے سیر کبیر سے منقول ہے کہ ریشم اور سونے کی گھنڈی کے استعمال میں کچھ حرج نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی اللباس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

اور گھنڈی اور بوتام ایک چیز ہے صرف صورت کا فرق ہے، اور جب سونا جائز تو چاندی بدرجۂ اولٰی جائز، مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محلِ نظر ہیں۔ کلماتِ ائمہ سے جب تک انکے جواز کی دلیل واضح کہ آفتابِ روشن کی طرح ظاہر وجلی ہو نہ ملے حکم جواز دینا محض جرأت ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے، شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اصل در استعمال ذہب وفضہ حرمت ست۔[1]

سونے اور چاندی کے استعمال کرنے میں اصل حُرمت ہے۔ (ت)

یعنی جب شرع مطہر نے حکمِ تحریم فرما کر ان کی اباحتِ اصلیہ کو نسخ کردیا تو اب ان میں اصل حرمت ہوگئی کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح وآشکار نہ ہو ہرگز اجازت نہ دی جائے گی بلکہ مطلق تحریم کے تحت میں داخل رہے گی ہذا وجہ۔

واقول ثانیا ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزیین مقصود ہوتا ہے بلکہ تزیین ہی مقصود ہوتا ہے اور ایسے ہی تزیین کو تحلی کہتے ہیں، اور علماء تصریح فرماتے ہیں مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پرتلے وغیرہ کے چاندی سے تحلی کسی طرح جائز نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

لایتحلی ای لایتزین۔ درر۔[2]

چاندی کا کوئی زیور (سوائے مخصوص اشیاء کے) نہ پہنے یعنی اس کے زیب وزینت کا فائدہ اٹھائے، درر (ت)

جب یہ زنجیریں مستثنیات سے خارج ہیں تو لاجرم حکمِ نہی میں داخل ہیں۔

واقول ثالثا اس طرح پر لگانا اگر حقیقۃً زنجیر پہننا نہیں تو پہننے سے مشابہ ہے اور محرمات میں شبہہ مثل یقین ہے۔

فی ردالمحتار التعلیق یشبہ اللبس فحرم لذٰلک لما علم ان الشبھۃ فی باب المحرمات ملحقۃ بالیقین رملی۔[3]

ردالمحتار میں ہے کہ لٹکانا پہننے کے مشابہ ہے اس لئے حرام ہے کیونکہ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ محرمات کے باب میں شبہہ یقین کا درجہ رکھتا ہے، رملی (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس فصل باب الخاتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[3] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۹

" ۵/ ۲۲۵

انصاف کیجئے تو یہ اس مسئلہ کا گویا صریح جزئیہ ہے، پھر علماء کی یہ تشریح ریشم کے بارے میں ہے جس کا صرف لبس یعنی پہننا اوڑھنا اور جس امر میں اُن کی مشابہت ہو ممنوع ہے باقی تمام طرق استعمال روا۔

فی شرح الملتقی للعلائی لاتکرہ الصلوۃ علی سجادۃ من الابریشم لان الحرام ھو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلوۃ الجواھر واقرہ القھستانی وغیرہ اھ[1] نقلہ العلامتان محشیا الدر ط وش واقراہ۔

علامہ علائی کی شرح ملتقی میں ہے ریشمی مصلّی پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس کا صرف پہننا حرام ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے باقی تمام طریقے حرام نہیں جیسا کہ صلوۃ الجواہر میں مذکور ہے، اسکو قہستانی وغیرہ نے برقرار رکھا ہے اھ اس کو دو علاموں یعنی علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے درمختار کے حواشی میں نقل کرتے ہُوئے قائم رکھا ہے۔ (ت)

پھر کیا گمان ہے اشیائے فضّہ کے باب میں جن کا صور معدودہ کے سوا استعمال مطلقاً ناروا۔ ردالمحتار میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان کما قدمناہ ولو بلا مس بالجسد ولذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ والساعۃ وقدرۃ التنباك التی یوضع فیہا الماء وان کان لایمسہ بیدہ ولا بفمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ[2] الخ۔

صرف چاندی کا استعمال خواہ کسی طریقے سے ہو اور خواہ جسم کے ساتھ نہ ہو تب بھی حرام ہے۔ لہذا چاندی کی انگیٹھی میں عود سلگانا، گھڑی باندھنا، حقہ کا وہ حصہ چاندی کا بنانا جس میں پانی ڈالا جاتا ہے یہ سب حرام ہیں اگرچہ وہ ہاتھ اور منہ سے مس بھی نہ ہونے پائیں کیونکہ اس مقصد کے لئے استعمال ہے جس کے لئے یہ بنائی گئی ہیں الخ (ت)

اور یہ خیال کہ اگر یہاں چار انگل کے عرض تک چاندی کا کام ہوتا جائز ہوتا کہ تابع تھا اُسی کی جگہ یہ زنجیریں ہیں انھیں بھی تابع ٹھہرا کر مباح ماننا چاہئے محض خیال محال ہے کام اور زنجیروں میں فرق بدیہی ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مذہب صحیح میں مرد کو ریشمی کمربند ناروا ہے کہ وہ پاجامہ کا تابع نہیں بلکہ مستقل جُداگانہ چیز ہے۔ درمختار میں ہے:

تکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح[3]۔ ریشمی کمربند کا استعمال مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۳۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸

[3] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے: ھو الصحیح لانھا مستقلۃ[1] (یہی صحیح ہے کیونکہ یہ ایک مستقل چیز ہے۔ ت)

جب کمربند یا انگرکھا یا پاجامہ کی غرض اُس سے متعلق ہے بلکہ جس طرح اس کا لبس معروف و معہود ہے وہ غرض بے اُس کے تمام نہیں ہوتی مستقل قرار پایا تو یہ زنجیریں جن سے کپڑے کو کچھ علاقہ نہیں، نہ اس کی کوئی غرض ان سے متعلق کیونکر تابع ٹھہر سکتی ہیں اور اگر بالفرض کام کی جگہ لگایا جانا پتّر کو بھی کام کے حکم میں کرے تو لازم کہ چاندی کے کنگن توڑے، چنپا کلی، جھومر وغیرہا زیور بھی جائز ہیں جبکہ وہ آستینوں، گریبان، ٹوپی وغیرہا میں کام کے قائم مقام ٹانکے جائیں بلکہ واجب کہ وہ زنجیریں اور یہ سب گہنے سونے کے بھی حلال ہوں کہ تابع قلیل ذہب و فضہ دونوں سے روا۔ ردّالمحتار میں ہے:

ویؤید عدم الفرق ما مر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع الخ[2]۔

فرق نہ ہونے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بمقدار چار انگشت سونے کی تاروں سے بُنا ہُوا کپڑا مباح ہے الخ۔ (ت)

غرض کوئی وجہ ان زنجیروں کے جواز کی نظر میں نہ آئی اور جب تک کلمات ائمہ سے اجازت نہ ثابت ہو حکم ممانعت ہے لما بینا۔

رہی وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریب گریبان مبارک چاندی کا پتّر لگایا فقیر کو کسی کتاب سے یاد نہیں، نہ عاداتِ بلاد اس کی مساعدت کریں کہ گریبانوں میں چاندی کے پتّر لگائے جاتے ہوں۔ ہاں یہ بیشک حدیث میں آیا ہے کہ حضور پُرنور سیدیوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جبّہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی،

کما فی حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما اخرجہ الائمۃ احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد و مسلم فی صحیحہ و ابوداؤد فی السنن[3]۔

جیسا کہ سیدہ اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں آیا ہے جس کو ائمہ کرام امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام مسلم نے صحیح میں اور امام ابوداؤد نے السنن میں اس کی تخریج فرمائی ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۸

[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۰

سنن ابی داؤد " " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵

مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۸-۳۴۷

اس کے جواز میں کسے کلام ہے خواہ ریشم کا کام ہو یا گوٹ سنجاف جبکہ کوئی بُوٹی یا ٹکڑا چار انگل عرض سے زائد نہ ہو، پتر کی حدیث کا پتا دینا ذمہ مدعی ہے کہ دیکھا جائے وُہ کس مرتبہ کی حدیث ہے اور اس کا مطلب کیا اور اس سے مدعی کو تمسک کہاں تک روا۔ سیدین علامتین طحطاوی و شامی حواشی در میں فرماتے ہیں:

الوارد عن الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لبس الجبۃ المکفوفۃ بحریر فلیس فیہ ذکر فضۃ ولا ذھب[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایسا جُبّہ زیبِ تن فرمایا جس پر ریشم کا کام کیا ہُوا تھا لیکن اس میں چاندی سونے کا ذکر نہیں۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے، اور اس شرف وعظمت والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲

یہ زیور علی بند اور پری بند جو حامل ہذا کے بدست مرسل ہے اس کو تحریر فرمائیں کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں بوجہ آواز نکلنے کے عورات کو اور مکان مسکونہ اگرچہ علیحدہ قطع رکھتا ہے مگر آمد و رفت ہم مستورات کی اور نیز ہمارے مکان ہی کے قطع جات ملصقہ میں غیر بھی رہتے ہیں۔ واللہ عندہ حسن الجزاء۔

الجواب

یہ زیور ہاتھ کا ہے اور اس میں وغیرہا ایسی اشیاء بھی نہیں جن سے زیادہ آواز پیدا ہو اتنی آواز تو ہاتھ کی چوڑیوں سے نکلتی ہے جبکہ بھنسی ہُوئی نہ ہوں اس کے پہننے میں کوئی حرج شرعی نہیں، آمد و رفت سے پاؤں کے گھنے بجتے ہیں نہ ہاتھ کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳

مرسلہ از چاندہ ضلع بجنور محلہ بتیا پاڑہ مکان محمد حسین خاں زمیندار

چُوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا، یا ناجائز ہیں؟

الجواب

جائز ہیں لعدم المنع الشرعی (اس لئے کہ کوئی شرعی مانع نہیں۔ ت) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب، وانما الاعمال بالنیات[2] (اعمال کا مدار ارادوں پر ہے۔ ت) بلکہ

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۶

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب،

لحرمة العقوق ولوجوب طاعة الزوج فیما یرجع الی الزوجیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ والدین اور شوہر کی نافرمانی حرام ہے اور شوہر کی فرمانبرداری بسلسلہ حقوق زوجیت واجب ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴: از گولڑہ ضلع راولپنڈی مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

زر بالکسر جس کو ہندی میں گھنڈی کہتے ہیں اور ابریشم و باکلابتو سیم و زر سے بنائی جاتی ہے جیسا کہ اطراف بمبئی وغیرہ میں سازصدریہ اور اطراف بخارا وغیرہ میں جبہ وچغہ کی گھنڈیاں ہوتی ہیں اور بوجہ تخلیط رشتہا و خیاطت ان کا تجزء ہو کر تحت تبعیت آجاتی ہیں بخلاف بٹن مروجہ سیم و زر کہ بظاہر حکم تبعیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس جگہ تبعیت بظاہر بافتگی و دوختگی وخلط سیم و زر مع غیر سیم و زر میں منحصر معلوم ہوتی ہے جیسے کہ عبارت طحطاوی سے مستفاد ہوتا ہے۔

قال فی المنتقی عن محمد لاباس ان تکون عروة القمیص وزرہ حریرا وھو کالعلم یکون فی الثوب ومعہ غیرہ فلاباس بہ وان کان وحدہ کرھتہ [1]

المنتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کُرتے کا گریبان اور اس کی گھنڈی (بٹن) ریشم کے ہوں، اور وہ کپڑے میں نشان نقوش کی طرح ہو اگر اس کے ساتھ کچھ اور ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر اکیلا ہو تو پھر کراہت ہوگی۔ (ت)

اور بٹن مروجہ ایک شے مستقل بصورت حلی سوراخ گریبان پیراہن میں معلق معلوم ہوتا ہے پس اگر اس کو حلی کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو ولایتحلی الرجل بذھب وفضة مطلقا الا بخاتم ومنطقة وحلیة سیف منہا ای فضة اذا لم یرد بہ التزیین [2] (کوئی شخص مطلقاً سونے اور چاندی کا زیور نہ پہنے مگر یہ کہ انگوٹھی، کمربند اور تلوار کا دستہ چاندی کا ہو یعنی یہ سب چیزیں چاندی کی جائز ہیں بشرطیکہ زیب و زینت اور نمائش کا ارادہ نہ ہو۔ ت) مانع اباحت ہے اور محض تعلیق کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو مضمون عبارت۔ والظاھر فی وجہہ ان التعلیق یشبہ اللبس فحرم لذلك لما علم ان الشبھة فی باب المحرمات ملحقة بالیقین [3] شامی (اس کی وجہ میں ظاہر یہ ہے کہ لٹکانا دراصل پہننے کے مشابہ ہے

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ باب فی اللبس دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۹-۱۸۰
[2] درمختار 〃 〃 〃 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰
[3] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

لہذا اس وجہ سے حرام ہے، کپڑے کے کنارے کے نقوش کی طرح ہے کیونکہ حرام کے باب میں شبہہ یقین کے ساتھ وابستہ ہے۔ (ت) حُرمت کی طرف لے جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بٹن مروجہ محض تبرعیتی ٹکڑہ سیم وزر کُرتے کے ساتھ معلق ہے نہ بافتہ نہ دوختہ نہ کسی اور چیز کا اس کے ساتھ خلط ہے پس اس کو تابع کہنے اور گھنڈی پر قیاس کرنے کی کیا دلیل ہے، مہربانی فرماکر اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں، و نیز جس علت تعلیق سے زنجیر ناجائز ہے وہی علت بٹن میں موجود ہے، پس کیا وجہ ہے کہ بٹن جائز ہو اور زنجیر بٹن ناجائز، و نیز اگر تابع کے یہ معنی ہیں کہ بٹن بدون کُرتے کے مستعمل نہیں ہوتا ہے تو یہ بات ازار بند میں بھی موجود ہے حالانکہ ازار بند ریشمی وغیرہ مکروہ ہے۔
واللہ اعلم۔ محمد عبدالرحمن بقلم خود

الجواب

درمختار میں ہے:

لاباس بعروۃ القمیص و زرہ من الحریر لانہ تبع[1]	قمیص کا گریبان اور اس کے بٹن ریشمی ہوں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ تابع ہیں (ت)

سیر کبیر پھر تاتارخانیہ پھر شرح علائی میں ہے:

لاباس بازرار الدیباج والذھب[2]	ریشم اور سونے کے بٹن میں کچھ حرج نہیں (ت)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

لاباس یلبس الثوب فی غیر الحرب اذا کان ازرارہ دیباجا او ذھبا[3]	جنگ کے علاوہ اگر ایسا کپڑا پہنے کہ جس کے بٹن ریشمی یا سونے کے ہوں تو کوئی حرج نہیں (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہاں چند فوائد قابلِ لحاظ ہیں:

اوّل: زِر کے لئے کپڑے میں سِلا ہونا ضرور نہیں بلکہ مخیط و مربوط و مغروز و مرکوز سب کو عام ہے ولہذا ائمہ لغت اُس کی تعریف میں صرف لفظ وضع اخذ کیا جس میں اصلاً تخصیصِ خیاطت نہیں۔ قاموس میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹
[2] " " " " " ۲/ ۲۳۹
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

الزِّر بالکسر الذی یوضع فی القمیص وبالفتح شد الازرار[1]

"الزِّر" اگر حرکتِ زیر کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے "وہ چیز جو کُرتے میں موضوع ہو یعنی رکھی جائے"۔ اور اگر یہ حرکتِ زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے ازار باندھنا۔ (ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن سیدۃ الزِّر الذی یوضع فی القمیص والجمع ازرار وزرور وازر القمیص جعل لہ زرا وازرہ شد علیہ ازرارہ وقال ابن الاعرابی زر القمیص اذا کان محلولا فشدہ وزر الرجل شد زرہ[2]

ابن سیدہ لغوی نے کہا کہ "زِر" وہ چیز ہے جو کُرتے میں لگائی جاتی ہے اس کی جمع اَزرار اور زُرُوْر ہے، اَزَرَّ القمیص اُس وقت کہا جاتا ہے جبکہ قمیص کے بٹن لگائے جائیں اور اَزَرَّہٗ اُس وقت کہا جاتا ہے جبکہ قمیص پر اس کے بٹن باندھے جائیں۔ ابن الاعرابی نے کہا جب قمیص کے بٹن کُھلے ہوں پھر انھیں باندھے تو اس وقت زرّ القمیص کہا جاتا ہے اور زرّ الرجل کا مفہوم یہ ہے کہ اُس نے بٹن باندھ دیے (جبکہ وہ کُھلے ہوں)۔ (ت)

طلحہ جرمی کا شعر بھی اس کا پتا دیتا ہے: ؎

کأنّ زرور القبطریۃ علقت
علائقھا منہ بجذع مقوّم[3]

گویا اس کی کپڑے لٹکا دیے گئے، اور اُن کی بندشیں سیدھے تنے سے پیوستہ ہیں۔

القبطریۃ ثیاب کتان بیض والکنایۃ للممدوح والعلائق جمع علاقۃ بالکسر بند۔

القبطریۃ السی کے سفید کپڑے اور ممدوح کی طرف اشارہ ہے۔ "علائق" جمع ہے اس کا واحد "عِلاقہ" ہے حرکت زیر کے ساتھ ہے بمعنی "بند" ہے۔

فی القاموس وتاج العروس العِلاقۃ بالکسر فی السوط ونحوہ کالسیف والقدح والمصحف والقوس وما اشبہ ذلک وعلاقۃ السوط

چنانچہ القاموس اور اسکی شرح تاج العروس میں ہے "العِلاقۃ" بحرکت زیر کوڑا اور اس چیز جیسے تلوار، پیالہ، مصحف، کمان اور اس کے مشابہ

---

[1] القاموس المحیط فصل الزاء من باب الراء مصطفی البابی مصر ۲/۳۹
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب وجوب الصلوۃ فی الثیاب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق ۴/۵۴
[3] تاج العروس فصل الزاء من باب الراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۳۶

ما فی مقبضہ من السیر[1] اھ ثم قالا اعلق القوس جعل لھا علاقۃ وعلقھا علی الوتد وکذٰلک السوط والمصحف والقدح[2]۔

اشیاء میں استعمال ہوتا ہے "علاقۃ السوط" وہ تسمہ جو اس کے دستہ میں لگا ہوا ہو اھ پھر دونوں (صاحب قاموس اور مصنف تاج العروس) نے کہا اعلق القوس اُس وقت کہا جاتا ہے جب کمان کو بندھن لگا کر کسی کیل وغیرہ پر لٹکا دے۔ اور یہی حال کوڑے، مصحف اور پیالے کا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ بحال خیاطت فی الثوب زر کو علاقہ سے کیا علاقہ۔ فتاوٰی والوالجی پھر شلبی علی التبیین میں ہے:

لا باس بان یلبس المحرم الطیلسان و لایزرہ علیہ فان زرہ یوما فعلیہ دم لانہ صار منتفعا بہ انتفاع المخیط[3]۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم (بحالتِ احرام) بڑی چادر پہنے لیکن اُسے گرہ نہ لگائے۔ پھر اگر پورا دن اُسے گرہ لگا رکھی تو اس پر دم (جانور ذبح کرنا) لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے پہنے ہوئے کپڑے کی طرح اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ (ت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط بیان محرماتِ احرام میں ہے:

(زر الطیلسان) ای ربطہ بالزر وعقدہ علی عنقہ[4]۔

بڑی چادر کو گرہ لگانا یعنی اسے گرہ لگا کر گردن پر باندھنا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ان زر الطیلسان یوما لزمہ دم لحصول الاستمساک بالزر مع الاشتمال بالخیاطۃ[5]۔

اگر بڑی چادر کو دن بھر گرہ لگائے تو اس صورت میں اُس پر دم (جانور ذبح کرنا) لازم آئے گا اس لئے کہ بوجہ گرہ لگانے اس کا تھم جانا (رک جانا) حاصل ہوا باوجودیکہ سلائی پر بھی شامل ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب القاف دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۱

[2] تاج العروس فصل العین من باب القاف دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۲

[3] شلبی علی التبیین کتاب الحج باب الجنایات المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۲/۵۴

[4] المسلک المتقسط شرح المنسک المتوسط فصل فی محرمات الاحرام دار الکتاب العربی بیروت ص ۸۱

[5] فتح القدیر کتاب الحج باب الجنایات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۴۴۳

یستحب لبس ازار ورداء فان زررہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ[1]

تہبند اور چادر کا پہننا مستحب ہے، پھر اگر اُسے گرہ لگائے یا اُسے کھولے یا اسے گرہ لگا کر باندھے تو اس نے بُرا کیا لیکن اس پر دَم نہیں (یعنی جانور ذبح کرنا لازم نہیں)۔ (ت)

ظاہر ہے کہ طیلسان وچادر میں گھنڈیاں سِلی نہیں ہوتیں اور الحام مذکورہ خیاطت پر موقوف نہیں بلکہ بلاخیاطت صورت ربط ہی زیادہ مقصود بالافادہ ہے کہ محرم کا مخیط سے احتراز تو معہود ومشہور اور بجائے خود مذکور ہے، ابوداؤد ونسائی وابن خزیمہ وابن حبان وحاکم سب اپنی صحاح میں اور امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قلت یارسول اللہ انی رجل اصید افاصلی فی القمیص الواحد قال نعم وازررہ ولو بشوکۃ[2]

(حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارگاہِ رسالت میں) عرض کی، میں ایک شکاری آدمی ہوں تو کیا ایک کُرتے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، ہاں (پڑھ سکتے ہو) لیکن اُسے باندھ لو اگرچہ کسی کانٹے ہی سے کیوں نہ ہو، مطلب یہ کہ اُسے جوڑ کر نماز پڑھو۔ (ت)

یہاں کانٹے کو بھی زِر فرمایا،

والاصل الحقیقۃ والعدول الی المجاز من دون ضرورۃ غیر مجاز۔

حقیقت، اصل ہے۔ اور بغیر کسی ضرورت (حقیقۃ چھوڑ کر) مجاز کی طرف جانا جائز نہیں۔ (ت)

تو بوتام یا بٹن نفسِ معنی زِر میں داخل ہیں نہ کہ اُن کا گھنڈی پر قیاس ہو۔

دوم: لفظ ذہب منسوج ومجر دونوں کو شامل، بلکہ وہ مجر میں اصل حقیقت پر ہے اور کلابتوں پر اُس کا اطلاق از قبیل تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے کہ اُس میں ریشم بھی ہوتا ہے اور گھنڈیاں انھیں منسوجات سے خاص نہیں بلکہ اُمراء کے یہاں سونے چاندی اور لعل ویاقوت کی بھی ہوتی — قال قائلھم (ان کے کسی کہنے والے نے کہا۔ ت): ؎

ترا نہ تکمہ لعل ست بر قبائے حریر ... شدست قطرۂ خون منت گریباں گیر

(ریشمی جُبّے پر تیرے لئے لعل وگوہر کی گھنڈیاں (بٹن) نہیں، میرے خون کے ایک قطرہ

---

[1] درمختار کتاب الحج فصل فی الاحرام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۳

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الرجل یصلی فی قمیص واحد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۲

شرح معانی الآثار " باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۰

نے تیرا گریبان پکڑ لیا۔ ت)

تکمہ فارسی میں زِر کا ترجمہ ہے جسے عربی میں بزیز، دَجّہ، جوزہ، جُوَیزہ، حبّہ بھی کہتے ہیں، اور وُہ حلقہ جسے اردو میں تکمہ بولتے ہیں، فارسی میں انگلہ اور عربی میں عروہ و وعلہ ہے تو سیر کبیر و ذخیرہ و تاتارخانیہ و درمختار و عالمگیریہ وغیرہا کے نصوص مذکورہ سونے کے بٹن کا خاص جزئیہ ہیں، ولا کلام لاحد بعد صرائح النصوص (صریح اور واضح نصوص کے بعد کسی کو کلام کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ت)

سوم: یہیں سے کھل گیا کہ یہ بٹن بھی گھنڈیوں کی طرح تابع ہیں کہ علماء نے مطلقاً زِر کو تابع بتایا اور زِر انھیں میں شامل مگر تکثیر فوائد کے لئے معنی تابع پر بحث کریں اصلاً کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ تبعیت کے لئے دوختہ یا بافتہ یا نفس ذات تابع میں سیم و زر و ابریشم کا کسی چیز سے مخلوط ہونا ضرور ہو ہاں تابع کی متبوع سے معیت چاہئے نہ کہ خود اجناس مختلفہ سے ترکب۔ متونِ مذہب میں تصریح ہے کہ انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل جائز ہے اور شراح اس کی یہی تعلیل فرماتے ہیں کہ وہ تابع ہے حالانکہ وہ دوختہ بافتہ مخلوط کچھ نہیں، نیز تصریح ہے کہ جبہ وغیرہ میں ریشم کا ابرہ یا استر مرد کو ناجائز ہیں کہ دونوں مقصود ہیں اور اس کے اندر ریشم کا حشو جائز کہ وہ تابع ہے حالانکہ یہی نہ بافتہ ہے نہ مخلوط، اس کے جمے رہنے کو دو تین ڈورے ڈالتے ہیں اور اگر نہ ڈالیں جب بھی یقیناً حکم نہ بدلے گا کہ علماء نے حشویت پر مدارِ جواز رکھا ہے اور وُہ بغیر ڈورے پڑے بھی حشو ہے تو دوختہ بھی نہ ہوا۔ جامع صغیر محرر مذہب و ہدایہ و کنز و وافی و وقایہ و نقایہ و غرر و اصلاح و ملتقی و درر وغیرہا میں ہے:

حل مسمار الذھب یجعل فی جُحر الفص[1] (نگینے کے سوراخ میں سونے کی کیل لگانا جائز ہے۔ ت)

ہدایہ و تبیین الحقائق و مجمع الانہر و جامع الرموز و تکملہ و البحر و شرح نقایہ برجندی و در وغیرہا میں ہے:

لاباس بمسمار الذھب یجعل فی جُحر الفص ای فی ثقبہ لانہ تابع کالعلم فی الثوب فلایعد لابسالہ[2] (پتھر کے نگینے یعنی اس کے سوراخ میں سونے کی کیل لگانے میں کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ تابع ہے کپڑے کے نقش و نگار کی طرح، لہذا آدمی اسے پہننے والا شمار نہیں کیا جاتا (تاکہ ممانعت پیدا نہ ہو)۔ ت)

محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر عالمگیریہ پھر ردالمحتار میں ہے:

لوجعل القز حشو القباء فلاباس بہ لانہ تبع ولوجعلت ظھارتہ (اگر جبّہ میں ریشم کی بھرتی ہو تو کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ وہ تابع ہے۔ ہاں اگر ابرہ یا استر

[1] کنز الدقائق کتاب الکراہیۃ ص ۳۶۸   [2] الہدایۃ کتاب الحظر والاباحۃ ۴/ ۴۵۵

او بطانتہ فھو مکروہ لان کلیھما مقصود[1]۔

ریشمی ہو تو مکروہ ہے، کیونکہ اس لئے کہ وہ دونوں مقصود ہیں۔ (ت)

بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے:

لاباس بلبس الجبۃ المحشوۃ من الخز[2]۔

جس جُبّے میں ریشم کی بھرتی ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

عبارۃ طحطاوی عن المنتقی عن محمد میں یہی تابع و مستقل کا تفرقہ بنایا گیا ہے کہ یہ شے مستقل نہیں بلکہ دوسرے کے ساتھ ہے اور تنہا ہوتی تو ناروا ہوتی کہ تابع نہ رہتی خود مستقل ہوجاتی اس کے بعد فقیر نے مجمع الانہر میں اس معنی کی تصریح دیکھی روایت مذکورہ کا تتمہ یہ نقل کیا کہ امام محمد نے فرمایا:

لانہ اذا کان ھو غیرہ فاللبس لایکون مضافا الیہ بل یکون تبعا فی اللبس[3]۔

اس لئے کہ جب تابع غیر متبوع ہو تو پہننا اس کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ پہننے میں (متبوع کے) تابع ہوگا۔ (ت)

صاف روشن ہوگیا کہ غیر سے مراد وہی متبوع ہے نہ یہ کہ گھنڈی تکمے آنچل پلّو میں ریشم دوسری چیز کے ساتھ مخلوط کرکے لگائیں جب تو جائز ہو اور غیر مخلوط اگرچہ چار انگل سے زائد ہو ممنوع ٹھہرے یہ قطعاً باطل ہے کہ تصریحات تمام کتب کے خلاف ہے بلاشبہہ خاص ریشمی کپڑے کے گوٹ سنجاف پلیٹ کنٹھا ترنج اور ان کے مانند اور توابع سب جائز ہیں جبکہ چار انگل عرض سے زائد نہ ہوں اور یہ وہم کسی عاقل کو نہ گزرے گا کہ کپڑا اگرچہ خالص ریشم کا ہو سینے میں ڈورا تو اس کے ساتھ ہوگا یہی معہ غیرہ ہوگیا حالانکہ یہی کیا ضرور کہ ریشم کی گوٹ وغیرہ سُوت کے ڈورے سے سییں بلکہ ریشم سے سییں، جیسا کہ اکثر یہی متعارف ہے جب بھی قطعاً بشرط مذکور جائز ہے کیا کوئی اس قید کا پتا بلکہ اس کی ہوا کسی کتاب سے دے سکتا ہے کہ سُوت سے سیلو تو روا اور ریشم سے تو ناروا، ہرگز نہیں، اور حشو کے ریشم کو تو کہئے اس کے ساتھ ایک تاگے کی بھی حاجت نہیں، کما عرفت (جیسا کہ تو نے معلوم کرلیا۔ ت)

چہارم: سونے چاندی خواہ کلابتوں کے بٹن یا آنچل پلوّوں پر روپہلے سنہرے کلابتوں یا کامدانی

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

[3] مجمع الانہر ″ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۳۲

کا کام حُلی سے مشابہ نہیں بلکہ خود حُلی ہیں۔ درمختار میں ہے:

المنسوج بذھب یحل اذا کان ھذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل[1]

سونے کے تاروں سے بُنا ہوا کپڑا جائز ہے جبکہ اس کی مقدار چار انگل ہو ورنہ مردوں کے لئے جائز نہیں (جبکہ زائد ہو)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الحلی کما فی القاموس مایتزین بہ ولا شك ان الثوب المنسوج بالذھب حلی[2]

جس شَی سے زیب وزینت کی جائے وہ حُلی (زیور) ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور اس میں کوئی شک وشُبہہ نہیں کہ جو کپڑا سونے کے تاروں سے بُنا گیا وہ حُلی (زیور) میں شمار ہے۔ (ت)

مگر یہ حلیہ ہی شرع نے جائز فرمایا ہے جبکہ تابع قلیل ہو ولہذا ردالمحتار میں اُسے حُلی بتا کر مسئلہ شرح کی تائید قنیہ سے نقل فرمائی:

لاباس بالعلم المنسوج بالذھب للنساء فاماللرجال فقدر اربع اصابع ومافوقہ یکرہ[3]

اگر سونے کے تاروں سے کپڑے پر نقش ونگار بنائے جائیں تو عورتوں کے لئے اس کے استعمال کرنے میں کچھ حرج نہیں لیکن مردوں کے استعمال کے لئے (شرط یہ ہے کہ) اس کی مقدار بقدر چار انگشت ہو، اور اس سے زائد مکروہ ہے۔ (ت)

عبارات متون لایتحلی الرجل بذھب[4] الخ (مرد کے لئے سونا پہننا جائز نہیں الخ۔ ت) میں تحلی باشیائے مستقلہ کا ذکر ہے نہ کہ توابع کا، ولہذا چاندی کی انگوٹھی پٹی پر تلے مستقل ہی چیزوں کا استثناء فرمایا، عام مراد ہوتا تو خود انھیں کی بالاتفاق تصریحات اباحت علم منسوج بالذھب قدر اربع اصابع وزرو عروۂ ذہب وغیرہا کا صریح مناقض ہوتا۔ یہیں سے ظاہر ہوا کہ سونے کے بٹن اور کلابتوں کی گھنڈیوں میں فرق ضائع ہے وہ اگر حلی ہیں تو یہ کیا نہیں اور لایتحلی (جائز نہیں۔ ت) کے استثناء میں اُن کا ذکر نہیں تو ان کا بھی نہیں، یُوں ہوتا تو گھنڈیاں بھی ممنوع ہوجاتیں۔

پنجم: قطع نظر اور تنقیحات مسئلہ تعلیق سے جب حقیقت لبس تابع قلیل میں معاف ہے تو

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۹
[2] ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴
[3] " " " " " " " " ۵/۲۲۴
[4] درمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

شبہہ لبس کہ تعلیق میں ہے بدرجہ اولٰی۔ ہدایہ و کافی و تبیین وغیرہا میں ہے:

وھذا لفظ الامام النسفی فی الکافی اجمعنا ان القلیل من الملبوس حلال وھو الاعلام فکذا القلیل من اللبس والاستعمال والجامع انه انموذج لنعیم الاٰخرة ترغیبا فیما ھو فی الاٰخرة لامقصود[1]

الکافی میں امام نسفی کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ ہم نے اس پر اتفاق کیا کہ تھوڑا ملبوس جائز ہے، اور وہ کپڑے کے نقش و نگار ہیں، اور اسی طرح تھوڑا پہننا اور استعمال کرنا بھی (جائز ہے) اور (دونوں میں) جامع یہ ہے کہ یہ طریقہ تعلیم آخرت کے لئے نمونہ ہے تاکہ امورِ آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو لہذا بالذات مقصود نہیں (جیسا کہ دلائل و شواہد سے معلوم ہوتا ہے)۔ (ت)

ششم: ہمارا دعوٰی نہ تھا کہ ہر چیز جو دوسرے کے ساتھ استعمال میں آتی ہو مطلقاً تابع ہے تو مسئلہ شلوار بند (جس میں اختلاف کثیر اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب جواز جیسا کہ واقعات امام صدر شہید و فتاوٰی صغرٰی و فتاوٰی ذخیرہ و محیط و غایۃ البیان و بعض شروح جامع صغیر و شرح قدوری و فتاوٰی منصوریہ و شرح نقایہ برجندی و مجمع الانہر وغیرہا میں نص فرمایا اور رغیۃ الفقہاء و جامع الرموز و تاتارخانیہ و طحطاوی وغیرہا میں اسی پر جزم و اعتماد کیا کما فصلناہ کل ذٰلک فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اِن سب باتوں کو (اپنے مشہورِ زمانہ) فتاوٰی رضویہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت)) یہاں وارد نہیں بلکہ تبعیت اس لئے ہے کہ لبس اُس کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ ہدایہ و تبیین و برجندی و در کی عبارتیں گزریں لانه تابع کالعلم فی الثوب فلا یعد لابسا له[2] (اس لئے کہ وہ تابع ہے جیسا کہ کپڑے کے نقش و نگار، پھر اُسے پہننے والا شمار نہیں کیا جاتا۔ ت)
شرح ملتقی کی عبارت گزری:

اللبس لایکون مضافا الیه بل یکون تبعا فی اللبس[3]

پہننا اس کی طرف منسوب نہیں بلکہ وہ پہننے میں تابع ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۶/۱۵-۱۳
الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۴
[2] " " " " " " ۴/۴۵۵
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۳۳

وانما جاز منه ما کان تبعا لان اللبس لایکون مضافا الیہ[1] | اور اس کا وہ حصہ جائز ہے جو تابع ہو، اس لئے کہ پہننا اس کی طرف منسوب نہیں (ت)

ہفتم: زنجیروں کے لئے نہ زر کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا نہ جواز پر کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفسہا ہیں، نہ زِر کی طرح کپڑے کی کوئی غرض اُن سے متعلق، نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کہ تابع ثوب ٹھہریں، نہ اُن سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی فائدہ مقصود، اور وہ زیور زناں سے کمال مشابہ ہیں، اُن کی ہیأت وحالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف اُن کے کنڈوں میں بالیاں پرو کر ان کو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں میں لاکر کانٹا ڈال کر ملا دیتے ہیں وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ اُن سے علاوہ تزیّن ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے یہ اُنھیں اٹھا کر سہارا دئے رہیں اسی لئے ان کو "سہارے" کہتے ہیں، اور ان زنجیروں کی لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت سہاروں کے اُن کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے اشبہ ہیں اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخل ملبوس ہیں بلکہ اُن کا صرف زینت کے لئے بالذات مقصود اور کپڑے کی اغراض سے محض بے تعلق و نامستہلک ہونا جھومر کی طرح اُن کے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے اور مذہب وفقہ میں اصل حرمت ہے تو جب تک صریح دلیل سے جواز ثابت نہ ہو زنجیروں پر عدمِ جواز ہی کا حکم دیں گے۔ ہدایہ میں ہے:

الاصل فیہ التحریم[2] | اصل اس کی حرمت ہے (یعنی سونے، چاندی میں اصل یہ ہے کہ دونوں مردوں کے لئے حرام ہیں اور عورتوں کے لئے جواز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

الفضۃ والذھب من جنس واحد والاصل الحرمۃ فیھما[3] اھ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ | سونا، چاندی ایک ہی جنس ہیں۔ اور ان دونوں میں اصل، حرمت ہے (یعنی بلحاظ اصل دونوں حرام ہیں) (اور یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے) یہ میری تحقیق اور عندیہ ہے، لیکن واقعی اور صحیح علم میرے رب کے پاس ہے، کیونکہ اللہ تعالٰے سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۸

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

[3] تبیین الحقائق " " المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶/ ۱۶

مسئلہ از پیلی بھیت کچہری ککٹری مرسلہ جناب مولوی عرفان علی صاحب رضوی برکاتی بیسلپوری
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے یا ناجائز؟ برتقدیرِ اول کیا بجنے اور نہ بجنے والے ہر قسم کے زیورات سونے اور چاندی کے بلاتخصیص جائز ہیں؟ جائز وناجائز ہر دوصورتوں میں کتبِ فقہ کی دو ایک عبارتیں اور کم سے کم دو تین حدیثیں نقل فرما دیجئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب

عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔

قال اللہ تعالٰی اومن ینشؤا فی الحلیۃ[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا وہ جو زیور میں پروان چڑھے۔(ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الذھب والحریر حل لاناث امتی وحرام علی ذکورھا۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن زید بن ارقم والطبرانی فی الکبیر[2] عنہ و عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام ہیں (ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت زید بن ارقم سے اور امام طبرانی نے الکبیر میں ان سے اور حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

بلکہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے، بعض صالحات کہ خود اور ان کے شوہر دونوں صاحب اولیاءِ کرام سے تھے ہر شب بعد نمازِ عشا پورا سنگار کرکے دُلھن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انھیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور ولباس اتار کر مصلے بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں، اور دُلھن کو سجانا تو سنتِ قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آئیں، یہ بھی سنت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۱۸
[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۵۱۲۵ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۲۱۱

لوكان اسامة جارية لكسوته وحليته انفقه رواه احمد وابن[1] ماجة عن ام المؤمنين رضي الله تعالى عنها بسند حسن۔

اگر حضرت اسامہ لڑکی ہوتے تو میں انھیں زنانہ کپڑے اور زیور پہناتا یہاں تک کہ وہ انھیں استعمال کرتے، چنانچہ مسند احمد اور محدث ابن ماجہ نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے سند حسن کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

بلکہ عورت کا باوصفِ قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔ حدیث میں ہے:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يكره تعطر النساء وتشبههن بالرجال[2]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے تعطر (یعنی بے زیور رہنے) کو اور مردوں سے مشابہت بنانے والی عورتوں کو ناپسند فرماتے۔ (ت)

(حدیث مذکور میں لفظ "تعطر" استعمال ہوا ہے جس کا معنی "خوشبو لگانا" ہے، مگر) مجمع البحار میں ہے:

قيل اراد تعطل النساء باللام وهي من لاحلى عليها ولاخضاب، واللام والراء يتعاقبان[3]

کہا گیا ہے کہ لفظ مذکور سے "تعطل النساء" حرف لام کے ساتھ مراد ہے اور اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جو نہ تو زیور پہنے ہوں نہ خضاب لگائے ہوں، پس یہاں لام اور راء ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے فرمایا:

يا علي مر نساءك لايصلين عطلا[4] رواه ابن اثير في النهاية۔

اے علی! اپنے مخدرات کو حکم دو کہ بے گہنے نماز نہ پڑھیں۔ (امام ابن اثیر نے النہایہ میں اسکو روایت فرمایا۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الشفاعۃ فی التزویج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳
مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۳۹
[2] نہایۃ لابن اثیر باب العین مع الطاء تحت لفظ "عطر" المکتبۃ الاسلامیہ ۳/۲۵۶
[3] مجمع بحار الانوار " " " تحت لفظ "عطر" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/۶۲۱
[4] نہایۃ لابن اثیر " " تحت لفظ عطل المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۳/۲۵۷

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں "کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے"۔

مجمع البحار میں ہے:

عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کرھت ان تصلی المرأۃ عطلا ولوان تعلق فی عنقھا خیطا[1]۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورتوں کے بغیر زیور نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتیں (اور فرمایا کرتیں) اگر اور کچھ نہ ہو تو ایک ڈوراہی گلے میں لٹکا لے۔ (ت)

بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الآیۃ[2]۔

عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں۔

اور فرماتا ہے:

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن[3]۔

عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھیں کہ اُن کا چھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔

فائدہ: یہ آیہ کریمہ جس طرح نامحرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے یونہی جب آواز نہ پہنچے اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا نہ کہ پہننے کو، بخلاف جہل وہابیہ کہ بجتا گہنا پہننا ہی حرام کہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کاٹھیاواڑ مسئولہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک شخص لوہے اور پیتل کا زیور بیچتا ہے اور ہندو مسلمان سب خریدتے ہیں اور ہر قوم کے ہاتھ

---

[1] مجمع بحار الانوار باب العین مع الطاء تحت لفظ عطل مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۶۲۲/۳
[2] القرآن الکریم ۳۱/۲۴
[3] " ۳۱/۲۴

وہ بیچتا ہے، غرضکہ یہ وہ جانتا ہے کہ جب مسلمان خریدکریں گے تو اس کو پہنیں گے، تو ایسی چیزوں کا فروخت کرنا مسلمان کے ہاتھ جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) کانسہ جو بشکل پیتل ہوتا ہے استعمال کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مسلمان کے ہاتھ بیچنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۲) کانسہ کے برتن میں حرج نہیں اور اس کا زیور پہننا مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار اسمٰعیل صاحب یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت ان مسائل میں:

(۱) سونے یا چاندی کی گھڑی جیب میں رکھنے کی مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں، نیز اس قسم کی گھڑی جیب میں پڑی ہے اور نماز ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وہ اشیاء جن پر سونے چاندی کا پانی چڑھا ہو جسے گلٹ کہتے ہیں مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) سونے کی گھڑی جیب میں ہو تو نماز میں حرج نہیں کہ جیب میں رکھنا پہننا نہیں، جیسے جیب میں اشرفیاں پڑی ہوں، ہاں سونے کی گھڑی یا چاندی کی گھڑی میں وقت دیکھنا مرد و عورت سب کو حرام ہے کہ عورتوں کو پہننے کی اجازت ہے نہ کہ اور طرق استعمال کی۔

(۲) کرسکتا ہے، سونے یا چاندی کا پانی وجہ ممانعت نہیں، ہاں اگر وہ شے فی نفسہٖ ممنوع ہو تو دوسری بات ہے جیسے سونے کا ملمع کی ہوئی تانبے کی انگوٹھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰ از بارکپور محلہ مرغی محال متصل کنجڑا محال مرسلہ حافظ محمد جعفر صاحب پیش امام ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تانبے، پیتل کے برتن میں طعام تناول و پانی نوش فرمایا کرتے تھے یا کسی دوسری چیز کے برتن میں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تانبے، پیتل کے برتنوں میں کھانا پینا ثابت نہیں، مٹی یا کاٹھ کے برتن تھے اور پانی کے لئے مشکیزے بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲ سید صفدر علی صاحب ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی، موضع خورد مئو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) سونے یا چاندی یا پیتل یا جست یا تانبے یا لوہے کی منہال نیچہ میں لگا کر حقہ پینا جائز ہے؟

(۲) لیشب یا کسی دوسرے پتھر کی منہال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) سونے یا چاندی کی منہال حرام ہے باقیوں میں حرج نہیں۔

(۲) لیشب وغیرہ پتھروں کی منہال جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳، ۱۴ از گونڈل کاٹھیاوار مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) لڑکیوں کو زیور کے لئے کان چھدوانے کا کوئی خاص حصہ مقرر ہے یا جس حصہ میں زیور پہننا چاہیں وہ حصہ چھدوا سکتی ہیں؟

(۲) عورتیں ناک کا پھول دہنی طرف پہنیں یا بائیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) کوئی خاص حصہ مقرر نہیں، ہاں مشابہت کفار سے بچنا ضرور ہے، بعض طریقے خاص کفار کے یہاں ہیں جیسے یہاں اُنڑ کہتے ہیں اُن سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس میں کوئی تخصیص شرعی نہیں جدھر چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵، ۱۶ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضور پُرنور اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ قبلہ مدظلہ العالی کہ:

(۱) چھلا چاندی یا پیتل کا پہننا کیسا ہے؟ اور اس کے پہننے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) مسجد میں امام کو بدن دبوانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) تانبہ، پیتل، کانسہ، لوہا تو عورت کو بھی پہننا ممنوع ہے اور اس سے نماز اُن کی بھی مکروہ ہے، اور چاندی کا چھلا خاص لباس زنان ہے مردوں کو مکروہ، اور مکروہ چیز پہن کر نماز بھی مکروہ۔ مرد کو چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز[۱۳۰۹ھ]

(سونے اور چاندی کی اشیاء کو استعمال کرنے کے بارے میں مزید مختصر کلام)

مسئلہ ۱۷: از اکولہ صوبہ برار مرسلہ حافظ یقین الدین صاحب ۲۷ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھنڈی تکمہ یا بند کے عوض انگرکھے کرتے میں چاندی سونے کے بوتام بے زنجیر کے لگانے جائز ہیں یا نہیں؟ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے اور سونے چاندی کا استعمال مرد کو مطلقاً حرام ہے، یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ اگر غلط ہے تو چاندی سونے کی کیا کیا چیزیں استعمال کرنی مرد کو جائز ہیں؟ اور چاندی کی انگوٹھی میں کیا کیا شرطیں ہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سونے چاندی کے بوتام بطور مذکور لگانے جائز ہیں جن کا جواز سیر کبیر و ذخیرہ وملتقی و تتارخانیہ و درمختار و طحاوی و ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ سے ثابت، درمختار میں ہے:

فی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب۔[۱]

تتارخانیہ میں سیر کبیر سے نقل کیا گیا ہے کہ ریشم اور سونے کی گھنڈیوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں (ت)

---

[۱] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۹

عالمگیری میں ہے:

لاباس بلبس الثوب فی غیر الحرب اذا کان ازرارہ دیباجا او ذھبا کذا فی الذخیرۃ۔[1]

جنگ کے بغیر ایسا کپڑا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کی گھنڈیاں ریشم یا سونے کی ہوں۔ اسی طرح ذخیرہ میں مذکور ہے (ت)

اور سونے چاندی کا استعمال مرد کو مطلقاً حرام ہے صحیح نہیں، شرع مطہر نے جہاں بے شمار صورتوں کی ممانعت فرمائی ہے وہاں بہت سی صورتوں کی اجازت بھی دی ہے، مثلاً:

(۱) سونے کی گھنڈیاں کما سمعت انفا (جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ت)

(۲) سونے کا تکمہ،

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ عن المنتقی لاباس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع[2] الخ، وستسمع ان فی اللبس ترخیص الحریر ترخیص النقدین بل بیانیك نص المسئلۃ عن رد المحتار۔

درمختار میں شرح وہبانیہ نے "المنتقی" سے نقل کیا ہے کہ قمیص کا تکمہ اور اس کی گھنڈیاں ریشمی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ تابع کی حیثیت رکھتی ہیں الخ، عنقریب تم سنوگے کہ ریشم کے پہننے میں رخصت دینا سونے چاندی (نقدین) کے استعمال کرنے کی سی رخصت ہے، عنقریب فتاوٰی شامی کے حوالہ سے تمہارے پاس اس مسئلہ کی تصریح آئے گی۔(ت)

(۳) انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل، فی الدر حل مسمار الذھب فی حجر الفص[3] (پتھر کے نگینے میں سونے کی کیل لگانا جائز ہے۔ت)

(۴) چاندی کی انگشتری میں سونے کے دندانے،

فی رد المحتار کالاسنان المتخذۃ من الذھب علی حوالی خاتم الفضۃ فان الناس یجوزونہ من غیر نکیر

رد المحتار میں ہے کہ جیسے سونے کے دندانے چاندی کی انگوٹھی کے آس پاس لگے ہوں تو جائز ہے کیونکہ لوگ بغیر کسی انکار کے اس کو جائز کہتے ہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۳۳۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۹

[3] " " " ۲/۲۴۰

ویلبسون تلك الخواتم[1] | اور اس قسم کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ (ت)

(۵) کواڑوں یا صندوقچی یا قلمدان وغیرہا میں سونے کی کل میخیں یا برنجیں اور خود یہ چیزیں گوٹے چاندی کی ہوں تو عورتوں کو بھی ناجائز یہ بعینہٖ اسی صورت کی نظیریں ہیں کہ انگرکھا کرتا تاش بادلے کا حرام اور گھنڈی بوتام سونے کے روا کہ یہ قلیل و تابع ہیں،

فی الھندیۃ لاباس بمسامیر ذھب و فضۃ ویکرہ الباب منہ[2] | ہندیہ میں ہے سونے یا چاندی کی کیلیں لگانے میں کوئی حرج نہیں البتہ سونے چاندی کا دروازہ بنانا مکروہ ہے۔ (ت)

(۶) یونہیں چاندی سونے کے کام کے دوشالے، چادر کے آنچلوں، عمامے کے پلوؤں، انگرکھے، کرتے، صدری، مرزائی وغیرہا کی آستینوں، دامنوں، چاکوں، پردوں، تولیوں، جیبوں پر ہو گریبان کا کنٹھا، شانوں پشت کے پان ترنج، ٹوپی کا طرّہ، مانگ، گوٹ پر کام، جوتے کا کنٹھا گپھا، کسی چیز میں کہیں کیسی ہی متفرق بوٹیاں یہ سب جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی تنہا چار انگل کے عرض سے زائد نہ ہو اگرچہ متفرق کام ملاکر دیکھیں تو چار انگل سے بڑھ جائے اس کا کچھ ڈر نہیں کہ یہ بھی تابع قلیل ہے، اور اگر کوئی بیل بوٹا تنہا چار انگل عرض سے زیادہ ہو تو ناجائز کہ اگرچہ تابع ہے مگر قلیل نہیں اور کوئی مستقل چیز بالکل مغرق یا ایسے گھنے کام کی ہو کہ مغرق معلوم ہو تو بھی ناروا اگرچہ خود اس کی ہستی ایک ہی انگل عرض کی ہو کہ یہ اگرچہ قلیل ہے مگر تابع نہیں، جیسے ریشم یا لچکے پٹھے کے تعویذ یا ریشمیں کمربند یا جوتے کی اڈیوں پنجوں پر مغرق کام یا ریشم یا سونے چاندی کے کام سے مغرق ٹوپی، ہاں ایک قول پر آنچل پلو مطلقاً حلال ہیں خواہ کتنے ہی چوڑے ہوں اس میں کارچوبی دوشالے یا بنارسی عمامے والوں کے لئے بہت وسعت ہے مگر زیادہ قوت اسی پہلے قول کو ہے کہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو،

فی الدرالمختار یحرم لبس الحریر علی الرجل الاقدر اربع اصابع کاعلام الثوب و ظاھر المذھب عدم | درمختار میں ہے کہ مرد کے لئے ریشم پہننا حرام ہے البتہ چار انگل کی مقدار ممنوع نہیں جیسے کپڑے پر نقوش وغیرہ بنالینا۔ اور ظاہر مذہب یہ ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ کراچی ۵/۳۳۵

ومثله لو رقع الثوب بقطعة
دیباج وظاهر المذهب عدم جمع
المتفرق ومقتضاه حل الثوب
المنقوش بالحرير تطريزا ونسجا
اذا لم تبلغ كل واحدة من نقوشه
اربع اصابع وان زادت بالجمع
مالم يكن كله حريرا قال ط وهل
حكم المتفرق من الذهب و
الفضة كذلك يحرر[1] قال في
القنية وكذا في القلنسوة في ظاهر
المذهب يجوز قدر اربع اصابع
وفي التبيين عن اسماء رضي الله تعالى
عنها انها اخرجت جبة طيالسة عليها
لبنة شبر من ديباج كسرواني وفرجاها
مكفوفان به فقالت هذه جبة
رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم كان يلبسها وفي القاموس
كف الثوب كفا خاط حاشيته و
لبنة القميص نيقته وفي الهندية
يكره ان يلبس الذكور قلنسوة
من الحرير او الذهب او
الفضة او الكرباس الذي
خيط عليه ابريسم كثيرا وشئ
من الذهب او الفضة اكثر من قدر اربع اصابع اھ
وبه يعلم حكم العرقية المسماة بالطافية

طول میں زیادہ ہوں، اور یہی حکم ہے اس کپڑے
کا جس کو ریشمی پیوند لگایا گیا ہو، اور ظاہر مذہب
میں متفرق کو جمع کرنا نہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ کپڑے
پر ریشمی نقوش خواہ بنائے گئے ہوں یا بُنے ہوئے
ہوں جائز ہیں جبکہ اس کا کوئی نقش بھی چار انگلیوں
کی مقدار تک نہ پہنچنے پائے اگرچہ جمع کرنے سے
زیادہ ہوجائیں بشرطیکہ سارا ریشمی نہ ہو۔ علامہ طحطاوی
نے فرمایا متفرق سونے چاندی کا جو حکم پہنچا ہے وہ
یوں ہی تحریر کیا جاتا ہے۔ قنیہ میں ہے اسی طرح
ظاہر مذہب کے مطابق ٹوپی میں چار انگشت کے
برابر کی مقدار جائز ہے۔ تبیین میں سیدہ اسماء رضی اللہ
تعالٰی عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے (زیارت
کرانے کے لئے) ایک طیالسی جُبّہ باہر نکالا کہ جس پر
بالشت کی مقدار کسروانی ریشم کا گریبان تھا اس کے
دونوں اطراف ریشم سے مخطوط تھے، پھر
مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے جو آپ زیب تن فرمایا کرتے
تھے۔ قاموس اللغات میں ہے "کَفُّ الثوب"
اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کا کنارہ مخطوط ہو۔
فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ مردوں کا سونا چاندی یا
ریشمی لباس پہننا یا ایسی سوتی ٹوپی پہننا جس پر
بہت سے ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا سونا چاندی
چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہو تو یہ عمل مکروہ ہے
(عبارت مکمل ہوگئی) اور اس سے عرقیہ جسکو طافیہ
کہا جاتا ہے کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے، جب

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۴

جمع المتفرق للتفرق ولو فی عمامة وکذا المنسوج بذھب یحل اذا کان اربع اصابع والا لا یحل للرجل وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف ھو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی زماننا اھ[1] ملخصا، وفی ردالمحتار العلم عندنا یدخل فیه السجاف وما یخیط علی اطراف الاکمام وما یجعل فی طوق الجبة وھو المسمی قبة وکذا العروة و الزر ومثله فیما یظھر طرة الطربوش ای القلنسوة مالم تزد علی عرض اربع اصابع وما علی اکتاف العباءة وعلی ظھرھا وما فی اطراف الشاش سواء کان تطریزا بالابرة اونسجا وما یرکب فی اطراف العمامة المسمی صجقا فجمیع ذلک لاباس به اذا کان عرض اربع اصابع وان زاد علی طولھا و

کو متفرق کو جمع نہ کیا جائے اگرچہ پگڑی میں ہو، اسی طرح سونے کی تاروں سے بُنے ہوئے کپڑے کا استعمال جائز ہے جبکہ بمقدار چار انگشت ہو، ورنہ مرد کے لئے جائز نہیں، سراج میں سیر کبیر کے حوالہ سے منقول ہے نقوش علی الاطلاق جائز ہیں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ مصنف نے فرمایا کہ یہ چار انگلیوں کی قید کے مخالف ہے جو پہلے گزر چکی ہے اس میں بڑی رخصت ہے اس شخص کے لئے جو ہمارے دور میں اس میں مبتلا ہو گیا ہے (ملخص مکمل ہوا) فتاوٰی شامی میں ہے ہمارے نزدیک نقوش میں نقش ونگار پردے کے بھی داخل ہیں اور وہ جس کو آستینوں پر سلائی کی گئی ہو اور جو کچھ طوق جبہ پر کام کیا گیا جس کو "قبہ" کہا جاتا ہے اور اسی طرح تکمہ اور گھنڈی۔ اور یہی حکم ظاہر ہوتا ہے ٹوپی کے کناروں پر نقش ونگار کا جبکہ وہ چوڑائی میں چار انگشت کی مقدار سے زیادہ نہ ہوں، اور جو کچھ گدڑی کے کناروں اور اس کی پشت پر ہو اور جو کچھ سنہری نقش دار لباس کے کناروں پر کام کیا ہوا ہو، خواہ سوئی کے ساتھ بیل بوٹے بنائے گئے ہوں، چاہے بُنے ہوئے ہوں یا پگڑی کے کناروں میں جس کو "صجق" کہا جاتا ہے جوڑے گئے ہوں ان سب میں حرج نہیں بشرطیکہ چوڑائی میں بمقدار چار انگلی ہوں اگرچہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۸-۳۹

فاذا کانت منقشۃ بالحریر وکان احد نقوشہا اکثر من اربع اصابع لاتحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشہا علی اربع اصابع وفی الہندیۃ تکرہ عصابۃ المفتصد وان کانت اقل من اربع اصابع لانہ اصل بنفسہ کذا فی التمرتاشی[1] اھ ملتقطا اقول وما وقف فیہ ط وامر بتحریرہ فھو بحمد اللہ تعالٰی محرر عندی لاشبہۃ فیہ و لقد رأیتنی کتبت علٰی ھامش نسختی رد المحتار عند قولہ وھل حکم المتفرق الخ ما نصہ اقول معلوم ان الحریر والذھب والفضۃ کلھا متساویۃ فی حرمۃ اللبس حیث حرم فالترخیص فی لبس الحریر ترخیص فیھما واللہ تعالٰی اعلم[2] اھ ثم رأیت العلامۃ الشامی ذکر بعد نحو ورقتین عین ما ذکرتہ وللہ الحمد حیث قال قد استوی کل من الذھب والفضۃ والحریر فی الحرمۃ فترخیص

اس پر ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگلیوں کی مقدار سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور اگر کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں کی مقدار سے بڑھ جائیں۔ فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے پچھنے لگوانے والے کی پٹی اگرچہ چار انگلیوں کی مقدار سے کم ریشمی ہو تب بھی اس کا استعمال مکروہ ہے (اس لئے کہ وہ تابع نہیں، بلکہ خود بذاتہ اصل ہے، یونہی تمرتاشی میں مذکور ہے (طحطاوی کی عبارت پوری ہوگئی)، میں (مراد صاحب فتاوی) کہتا ہوں کہ جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا اور اس کی تحریر کا حکم دیا تھا بحمد اللہ تعالٰی وہ میرے نزدیک محرر ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں، بیشک میں نے رد المحتار کے اپنے نسخہ کے حاشیہ میں علامہ موصوف کے قول ھل حکم المتفرق الخ جس کی موصوف نے تصریح فرمائی، لکھا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو معلوم ہے کہ ریشم، سونا اور چاندی پہننے کی حرمت برابر ہے کیونکہ سب کا استعمال کرنا حرام ہے لہذا ریشم کی رخصت ان سب کی رخصت ہے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا کہ انھوں نے دو اوراق کے بعد بالکل وہی کچھ ذکر کیا جو کچھ میں نے ذکر کیا تھا۔ اللہ تعالٰی ہی لائق حمد وثنا ہے۔ چنانچہ انھوں نے

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۶-۲۲۵

[2] جد الممتار علی رد المحتار

العلم والکفاف من الحریر ترخیص لھما من غیرہ ایضا بدلالۃ المساواۃ ویؤید عدم الفرق مامر من اباحۃ الثوب المنسوج من ذھب اربعۃ اصابع وکذا کتابۃ الثوب بذھب او فضۃ[1] الخ فھذا تحریرہ و للہ الحمد۔

فرمایا سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرام ہونے میں مساوی اور برابر ہیں، لہذا ریشمی نقش ونگار اور کفاف (کناروں کا مخلوط ہونا) کی رخصت دینا بعینہٖ سونے چاندی کی رخصت دینا ہے، کیونکہ دلالت حرمت میں یہ سب برابر ہیں، پس اس بات کی تائید گزشتہ عدم تفریق سے ہوتی ہے کہ سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا بمقدار چار انگشت مباح ہے اور سونے چاندی کی کتابت (تحریر) کا بھی یہی حکم ہے الخ، لہذا یہ ان کی تحریر ہے۔ خدا ہی کے لئے حمد وستائش ہے۔ (ت)

ان عبارات سے یہ بھی واضح ہوا کہ چاندی سونے کے کام بشرائط مذکورہ ہر طرح جائز ہیں خواہ اصل کپڑے کی بناوٹ میں ہوں یا بعد کو کلابتوں کامدانی وغیرہ سے بنائے جائیں خواہ کوئی جدا چیز، جیسے فیتوں، لیس، پیچک، بانکڑی وغیرہا ٹانکی جائے، ہاں یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ عورتوں یا بدوضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا ٹانکنا مکروہ ہوگا اگرچہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے، علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو اُن کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔

فی فتاوی الامام قاضیخان الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من ذی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیرا جرلا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2]۔

امام قاضی خان کے فتاوی میں ہے کہ موچی اور درزی اگر بدکار لوگوں کی وضع کے مطابق جوتے اور کپڑے تیار کرنے کی اُجرت مانگے اور اسے اس کام پر بہت زیادہ اُجرت دی جائے تو اس کے لئے یہ کام کرنا مستحب نہیں رہتا کیونکہ اس میں گناہ پر مدد کرنا پایا جاتا ہے۔ (ت)

(۷) وہ کپڑے پہننے جن پر سونے چاندی کے پانی سے لکھا ہو جائز ہے۔

(۸) یونہی جائز الاستعمال برتنوں وغیرہ پر ان کا ملمع،

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں " " " " " مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

فی الهندیة لایکرہ لبس ثیاب کتب علیها بالفضة والذهب وکذلك استعمال کل مموہ لانه اذا ذوب لم یخلص منه شیئ کذا فی الینابیع[1] اھ وفی الدر حل کتابة الثوب بذهب او فضة والمطلی لاباس به بالاجماع اھ[2] ملخصا۔

فتاوی ہندیہ میں ہے ایسے کپڑے پہننے مکروہ نہیں کہ جن پر سونے یا چاندی سے کتابت کی گئی ہو اور اسی طرح تمام ملمع کاری والے کپڑوں کے استعمال کا یہی حکم ہے کیونکہ جب اُسے ڈھالا جائے تو اس سے کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ ینابیع میں یہی مذکور ہے۔ درمختار میں ہے کہ کپڑے پر سونے چاندی کی کتابت جائز ہے اور ملمع کاری میں بالاجماع کوئی مضائقہ نہیں اھ ملخصاً (ت)

(۹) اسی طرح کسی چیز میں چاندی سونے کے تار یا پتر جڑے ہونا بشرطیکہ وہ شیئ جس عضو سے استعمال میں آتی ہے اُس عضو کی جگہ سے جُدا ہوں مثلاً گلاس یا کٹورے میں وہاں منہ لگا کر پانی نہ پئیں، تخت، پلنگ، کرسی، کاٹھی میں موضع نشست پر نہ ہوں، رکاب میں پاؤں اُن پر نہ رہے، لگام، تلوار، نیزہ، تیر کمان، بندوق، قلم، آئینہ کے گھر میں ہاتھ کی گرفت سے الگ ہوں، ٹوپی میں چاندی سونے کے پھول جائز کہ وہ جسم لگنے کی جگہ نہیں، چھڑی میں نیچے کی شام روا اُوپر کی ناجائز کہ وہ ہاتھ رکھنے کی جگہ ہے حقہ میں چاندی سونے کی مہنال حرام کہ پینے میں اس سے منہ لگتا ہے مگر دہن نے سے نیچے سر کی ہو کر اسے منہ ہاتھ نہ لگایا جائے تو روا۔ وعلٰی ہذا القیاس اشیائے کثیرہ جنھیں بعد علم قاعدہ فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے اسی قبیل سے ہیں کواڑوں، صندوق، قلمدان، انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیلیں جن کا ذکر اُوپر گزرا۔

فی الدرالمختار حل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضة والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشترط ان یتقی موضع الفضة بفم وجلوس و نحوہ وکذا الاناء المضبب بذهب او

درمختار میں ہے جس برتن پر چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو اس سے پانی پینا جائز ہے اور چاندی کی ملمع کاری والی زین پر سوار ہونا اور اسی نوع کی کرسی پر بیٹھنا بھی جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ جہاں چاندی پیوستہ ہو وہاں منہ نہ لگایا جائے اور نہ اس جگہ بیٹھے اور نہ سوار ہو۔ اسی طرح سے

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۷

فضة والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرأۃ و مصحف بہما کما لو جعلہ فی نصل سیف او سکین او قبضتہما او لجام او رکاب لم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ[1] اھ ملخصا و فی رد المحتار قولہ مفضض وفی حکمہ المذہب قہستانی قولہ ای مزوق وفسرہ الشمنی بالمرصع بہا قال فی غرر الافکار یجتنب فی المصحف و نحوہ موضع الاخذ وفی السرج و نحوہ موضع الجلوس و فی الرکاب موضع الرجل و فی الاناء موضع الفم ونحوہ فی ایضاح الاصلاح ویجتنب فی النصل والقبضۃ واللجام موضع الید فالحاصل ان المراد الاتقاء بالعضو الذی یقصد الاستعمال بہ ففی الشرب لما کان المقصود الاستعمال بالفم اعتبر الاتقاء بہ دون الید، ولا یخفی ان الکلام فی المفضض والا فالذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان ولو بلامس

جس برتن سے سونا چاندی پیوستہ ہوں اور وہ کرسی جس پر یہ دونوں لگے ہوئے ہوں شیشہ اور مصحف جن پر سونے چاندی کا زیور لپٹا ہو۔ تلوار یا چھری کی دھار یا ان دونوں کے دستے۔ لگام یا رکاب پر سونا چاندی لگے ہوں لیکن بوقتِ استعمال ان سے ہاتھ مس نہ ہوں، تو یہ سب جائز ہیں۔ ردالمحتار میں ہے مصنف کا قول ای مزوق، علامہ شمنی نے اس کی تشریح "المرصع" (یعنی اس پر چاندی کا جڑاؤ ہو) سے فرمائی یعنی وہ جس پر چاندی جڑی ہوئی ہو۔ غرر الافکار میں فرمایا مصحف اور اس جیسی کسی چیز (جس پر ہاتھ رکھنے والی جگہ پر سونا چاندی پیوستہ ہو) تو اس کے پکڑنے میں پرہیز کرے اور سونے چاندی کو مس نہ کرے۔ اسی طرح زین یا کرسی جس کے بیٹھنے کی جگہ پر سونا چاندی لگا ہو تو اس سے پرہیز کرے یعنی اس پر نہ بیٹھے اور رکاب میں پاؤں والی جگہ سونا چاندی ہو تو پاؤں نہ رکھے، اور برتن میں منہ لگانے کی جگہ سونا چاندی ہو تو منہ نہ لگائے یعنی استعمال نہ کرے، اور اسی طرح ایضاح الاصلاح میں ہے تیر کے پھل، تلوار کے دستے اور لگام کو بھی بایں وجہ ہاتھ نہ لگائے اور اس سے بچے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ اس حصہ جسم اور عضو کو بچایا جائے جو کسی شے کے استعمال کرنے میں مقصود ہوتا ہے، چونکہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶ و ۲۳۷

بالجسد بخلاف القصب الذی یلف علی طرف قبضة النتی فانه تزویق فهو من المفضض فیعتبر اتقاؤہ بالید والفم ولایشبه ذلک مایکون کله فضة کما هو صریح کلامهم وهو ظاهر قوله المضبب ای مشدد بالضباب وهی الحدیدة العریضة التی یضبب بها وضبب بالفضة شد بها مغرب قوله وحلیة مرأة الذی فی المنح والهدایة وغیرهما حلقة بالقاف قال فی الکفایة والمراد بها التی تکون حوالی المرأة لاما تاخذ المرأة بیدها فانه مکروہ اتفاقا اھ ملتقطا[1] وفی الهندیة لاباس بالمضبب من السریر اذا لم یقعد علی الذهب والفضة وکذا الثغر[2] اھ ملخصا۔

پینے کے لئے منہ کا استعمال مقصود ہوتا ہے لہذا اس کے بچاؤ کا اعتبار ہوگا نہ کہ ہاتھ کا، اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کلام سونے اور چاندی کی ملمع کاری میں ہے ورنہ جو چیز تمام کی تمام چاندی کی ہو اس کا استعمال تو سرے سے حرام ہے خواہ استعمال ہاتھ سے ہو یا بغیر ہاتھ لگائے ہو بخلاف اس کانے کے جو تمباکو کے کانٹے کے کنارے پر لپیٹ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ "تزویق" ہے جو مفضض میں شامل ہے، لہذا ہاتھ اور منہ سے اس کے بچاؤ کا اعتبار ہوگا اور یہ اس کے مشابہ نہیں جو تمام چاندی ہو، جیسا کہ فقہائے کرام کا صریح کلام ہے اور یہی ظاہر ہے۔ مصنف کا ارشاد "المضبب یعنی ضباب کے ساتھ باندھا ہوا، اور ضباب وہ چوڑا لوہا ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو باندھا جاتا ہے، "ضُبّب بالفضة" کے معنی ہیں چاندی کے ساتھ باندھا گیا (مغرب)، قوله حلیة المرأة، منح الغفار اور ہدایہ وغیرہ میں یہ لفظ حلقة صرف قاف کے ساتھ ہے۔ الکفایہ میں فرمایا کہ اس سے شیشے کا آس پاس (یعنی چاروں اطراف) مراد ہیں نہ کہ وہ جگہ جس کو عورت اپنے ہاتھ سے پکڑتی ہے کیونکہ وہ تو بالاتفاق مکروہ ہے (ملخص مکمل ہوا) فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ سونے چاندی کے تاروں سے جڑا اور کسا ہوا تخت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ سونے چاندی والی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کرے۔ (ت)

یہاں تک جن چیزوں کا جواز بیان ہوا یہ سب اور ان کے سوا بعض اور بھی چاندی سونے دونوں کی جائز ہیں، اور بعض اشیاء وہ ہیں کہ سونے کی حرام اور چاندی کی جائز۔ انھیں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸ و ۲۱۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیة الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۴

میں انگشتری ہے جس سے سائل نے سوال کیا، شرعاً چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی کہ وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے اگرچہ بے حاجت مُہر اس کا ترک افضل اور مُہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنّت ہے، ہاں تکبّر یا زنانہ پن کا سنگار یا اور کوئی غرض مذموم نیت میں ہو تو ایک انگوٹھی کیا اس نیت سے اچھے کپڑے پہننے بھی جائز نہیں اس کی بات جُدا ہے یہ قید ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ سارا دار مدار نیت پر ہے،

فی الدرالمختار یتحلی الرجل بخاتم فضة اذا لم یرد به التزین و یحرم بغیرھا و ترك التختم لغیر ذی حاجة افضل و کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجة لا[1] ملتقطا، وفی الھندیة لبس الثیاب الجمیلة مباح اذا لم یتکبر و تفسیرہ ان یکون معھا کما کان قبلھا کذا فی السراجیة[2] اھ اقول وبما فسرت التزین ظھر الجواب عما اورد العلامة الشامی علی استثنائه انه سیاق ان ترك التختم لمن لا یحتاج الی الختم افضل وظاھرہ انه لا یکرہ للزینة بلا تجبر[3] اھ یعنی ان

درمختار میں ہے کہ آدمی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے بشرطیکہ نیت زیب و زینت کی نہ ہو اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں پہننا حرام ہے، جس کو پہننے کی ضرورت نہ ہو اس کیلئے انگوٹھی نہ پہننا زیادہ بہتر ہے، اور جو کام تکبر کی وجہ سے کیا جائے مکروہ ہے اور جو کام کسی ضرورت کے تحت کیا جائے وہ مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ اچھا لباس پہننا مباح ہے جبکہ تکبر نہ کیا جائے، اور تکبر نہ ہونے کی تشریح یا علامت یہ ہے کہ عمدہ لباس پہننے کے بعد بھی وہی حالت و کیفیت ہو جو پہلے تھی، یونہی سراجیہ میں بھی مذکور ہے، میں کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے "تزئین" کی تشریح کی ہے اسکے استثنائے تزئین پر علامہ شامی کے اشکال کا جواب واضح ہو گیا کہ عنقریب آئیگا کہ بغیر حاجت انگوٹھی نہ پہننا (ترک تختم) انگوٹھی پہننے سے بہتر ہے اس سے ظاہر ہے کہ زینت کیلئے پہننا مکروہ نہیں اھ یعنی اس مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر حاجت انگوٹھی پہننے سے زیب زینت کے علاوہ کوئی غرض نہیں ہوتی، مجھے یاد ہے کہ میں نے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲۴۲/۲

[2] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۳/۵

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۲۹/۵

المسئلة تقيد الجواز من دون حاجة
الختم وح لم يبق غرض الا التزين
ورأيتني كتبت على هامشه مانصه اقول
قد فرقوا في مسئلة الاكتحال بين الزينة
والجمال فهلا يراد مثل بها فيباح التجمل
دون التزين اھ[1] وحاصل ما اشرتُ اليه
ان الزينة تطلق ويراد بها ما يعم
الجمال وهو جائز بل مندوب اليه بنية
حسنة فان الله جميل يحب الجمال
وهو اثر ادب النفس وسماحتها وتطلق
ويراد بها ما ينحو التخنث
والتصنع مثل المرأة وهو مذموم
ودليل على ضعف النفس ودناءتها
ويرشدك الى الاطلاقين قول
علمائنا لا يكره دهن شارب
ولا كحل اذا لم يقصد الزينة[2]
وقولهم كما في الفتح بالخضاب
وردت السنة ولم يكن
لقصد الزينة[3] مع قوله تعالى
قل من حرم زينة الله[4]، فليكن

اس کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں
کہتا ہوں) اہلِ علم نے سُرمہ کے مسئلے میں زینت
اور جمال کے درمیان فرق کیا ہے، پس یہی معنی
مماثل یہاں کیوں نہیں مراد لیا جاتا۔ لہذا تجمل کیلئے
یہ کام مباح ہو نہ کہ زیب وزینت کے لئے اھ،
جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا حاصل
یہ ہے کہ کبھی لفظِ زینت بول کر اس سے وہ معنی
مراد لیا جاتا ہے جو لفظِ جمال سے لیا جاتا ہے
اور وہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت
اچھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند
کرتا ہے یہ ادبِ نفس اور اس کے حصہ کا اثر
ہے کبھی لفظِ زینت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور
اس سے تخنث (ہیجڑا پن) اور تصنع (بناوٹ و
نمائش) کا مفہوم مراد ہوتا ہے، جیسا کہ یہ جذبہ
عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے، اور یہ
مذموم ہے اور نفس کی کمزوری، کمینگی اور گھٹیا پن
کی علامت ہے، پس علمائے کرام کی طرف سے
ان الفاظ کے دونوں اطلاق کی وضاحت تمہاری
راہنمائی کرے گی۔ مونچھوں کو تیل لگانا اور سُرمہ
آنکھوں میں لگانا مکروہ نہیں جبکہ زیب وزینت

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار

[2] الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ١/١٥٢

[3] فتح القدیر " باب ما یوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٢/٢٧٠

[4] القرآن الکریم ٧/٣٢

المراد هٰهنا هو المعنی الثانی فلا ایراد ولا تخالف واللہ تعالٰی الموفق ھٰذا فی ردالمحتار التختم سنۃ لمن یحتاج الیہ کما فی الاختیار وانما یجوز التختم بالفضۃ لوعلی ھیأۃ خاتم الرجال اما لو لہ فصان او اکثر حرم اھ[1] ملخصاً۔

مقصود نہ ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ خضاب لگانے کا ذکر حدیث میں وارد ہوا ہے جبکہ زینت کے ارادہ سے نہ ہو باوجودیکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "کس نے اللہ تعالٰی کی زینت کو حرام ٹھہرایا ہے" اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ عورتوں کے لئے انگوٹھی پہننا سنّت ہے انھیں اس کی ضرورت اور احتیاج ہوتی ہے جیسا کہ الاختیار میں ہے چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ انگوٹھی مردانہ وضع کی ہو اور اس کے نگینے دو یا دو سے زیادہ ہوں تو اس کا استعمال ممنوع اور حرام ہے اھ ملخصاً (ت)

(۱۰) یونہی چاندی کی پیٹی

(۱۱) کمربند

(۱۲) تلوار کا پرتلا جائز

فی الدرالمختار ولا یتحلی الرجل بذھب وفضۃ مطلقا الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منھا ای الفضۃ اھ[2]، وفی ردالمحتار وحمائلہ من جملۃ حلیتہ شرنبلالیۃ اھ قلت ومثلہ للطحطاوی عن ابی السعود عن الشرنبلالی عن البزازیۃ وعنھا نقل فی الھندیۃ وقال فی الغرائب لاباس باستعمال منطقۃ حلقتھا فضۃ[3]

درمختار میں ہے کوئی آدمی مطلقاً سونے اور چاندی کا زیور نہ پہنے بجز چاندی کی انگوٹھی کے، یا کمربند (پیٹی یا بیلٹ) اور تلوار کا دستہ بھی استعمال کرنا مذکورہ دھاتوں کے سے جائز ہے اھ ردالمحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ تلوار کا پرتلا از قسم زیور ہے، شرنبلالیہ۔ قلت (میں کہتا ہوں) یوں ہی طحطاوی میں مذکور ہے، ابوالسعود بحوالہ شرنبلالی اس نے فتاوٰی بزازیہ سے اس سے فتاوٰی ہندیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ الغرائب میں فرمایا ایسے کمربند (پیٹی یا بیلٹ کے استعمال کرنے میں حرج نہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی اللبس دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۸۰

(۱۳) ہلتے دانتوں میں چاندی کا تار باندھنا

(۱۴) افتادہ دانت کی جگہ چاندی کا دانت لگانا جائز۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی کے نزدیک سونے کے تار اور دانت بھی روا۔

فی الدر المختار لایشد سنہ المتحرک بذھب بل بفضۃ وجوزھما محمد[1] اھ وفی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ جدع اذنہ او سقط سنہ فعند الامام یتخذ ذٰلک من الفضۃ فقط وعند محمد من الذھب ایضاً[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ ہلتے ہوئے دانت چاندی سے نہ کہ سونے کی تاروں سے مضبوط نہ کئے جائیں لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سے جائز قرار دیا ہے، فتاوٰی شامی میں تاتارخانیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کان کٹ جائے یا دانت گر جائے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف چاندی کے بنا کر لگائے جائیں جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے کے لگانے بھی جائز ہیں اھ ملخصاً۔ (ت)

(۱۵) صاحبین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما حالت جہاد میں سونے چاندی کے خَود، زرہ، دستانے بھی جائز رکھتے ہیں مگر امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ناجائز،

فی الدر المختار استثنی القھستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منھما فی الحرب للضرورۃ[3] اھ وفی خزانۃ المفتین لاباس بالجوشن والبیضۃ من الذھب و الفضۃ فی الحرب[4] اھ وفی ردالمحتار قال فی الذخیرۃ قالوا ھذا قولھما[5] الخ۔

درمختار میں ہے قہستانی وغیرہ نے جنگی ضرورت کے پیش نظر سونے چاندی کا خَود، زرہ اور دستانوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔ خزانۃ المفتین میں ہے جنگ میں سونے چاندی کی زرہ اور خَود کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اھ۔ ردالمحتار میں ہے کہ ذخیرہ میں فرمایا گیا کہ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ قول امام صاحب کے دو (مایہ ناز) شاگردوں قاضی امام ابویوسف اور امام محمد کا ہے الخ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

[2] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱

[3] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۵

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۸

اس تفصیل سے بحمد اللہ تعالٰی اُس تحریم مطلق کا بطلان بھی واضح ہوا اور تمام امورِ مسئولہ کا جواب بھی لائح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸: از مارہرہ مطہرہ مسئولہ ابوالقاسم حضرت سیّد اسمٰعیل حسن صاحب دامت برکاتہم ۲۷ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم و زر کے چراغ میں بغرض بعض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہے مراد نہیں ہوتا بلکہ قوتِ عمل وسرعت اثر وتنبیہ موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب

دونوں ممنوع ہیں، علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں،

قال العلامۃ الوانی المنہی عنہ استعمال الذہب والفضۃ اذالاصل فی ھذا الباب قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ھٰذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم ولما بین ان المراد من قولہ حل لاناثہم مایکون حلیا لہن، بقی ماعداہ علی حرمتہ سواء استعمل بالذات اوبالواسطۃ اھ واقرہ العلامۃ نوح و ایدہ باطلاق الاحادیث الواردۃ فی ھذا الباب اھ ابوالسعود ومنہ تعلم حرمۃ استعمال ظروف فناجین القھوۃ والساعات من الذھب والفضۃ[1] اھ ملخصًا۔

علامہ وانی نے فرمایا کہ سونے چاندی کا استعمال ممنوع ہے اس لئے کہ اصل اس باب میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے: یعنی سونا، چاندی دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں البتہ ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں، اور جب یہ بیان کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد "حل لاناثہم" (ان کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ت) سے مراد وہ سونا چاندی ہے جو عورتوں کے لئے بطور زیور ہو، تو پھر اس کے علاوہ باقی سونا چاندی خواہ بالذات استعمال کیا جائے یا بالواسطہ، اپنی حرمت پر رہے گا اھ، علامہ نوح نے اسی کو برقرار رکھا اور مطلق حدیثوں سے اس کی تائید کی جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں، ابوسعود کی عبارت پوری ہوئی، لہٰذا اس سے قہوہ کی پیالیوں اور سونے چاندی کی گھڑیوں کی حرمت معلوم ہوئی، تلخیص پوری ہوگئی۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۶۲

علامہ شامی رد المحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: وھو ظاھر[1] (اور یہ ظاہر ہے۔ ت) اُسی میں ہے:

الذی کلہ فضۃ یحرم استعمالہ بای وجہ کان کما قدمناہ ولو بلامس بالجسد ولذا حرم ایقاد العود فی مجمرۃ الفضۃ کما صرح بہ فی الخلاصۃ ومثلہ بالاولی ظرف فنجان القھوۃ والساعۃ وقدرۃ التنباك التی یوضع فیھا الماء وان کان لایمسھا بیدہ ولا بفمہ لانہ استعمال فیما صنعت لہ[2] الخ۔

جو چیز مکمل چاندی ہے، جس طریقے سے بھی اس کا استعمال کیا جائے حرام ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اگرچہ جسم سے مس نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ چاندی کی انگیٹھی میں "عود" جلانا حرام ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی تصریح کی گئی اور یہ بطریق اولیٰ اسی کی طرح ہے کہ قہوے کی پیالیاں، گھڑی اور حقہ کے زیریں حصہ کا استعمال جس میں پانی ڈالا جاتا ہے اگرچہ اُسے ہاتھ یا منہ سے مس نہ کرے اس لئے کہ جس مقصد کے لئے یہ چیزیں بنائی گئیں اُن میں ان کا استعمال ہو رہا ہے الخ (ت)

اور یہ عذر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لئے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہئے،

لما فی الدر المختار ان ھذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراھۃ[3]۔

اس دلیل سے کہ درمختار میں ہے کہ یہ حکم تب ہے جب ابتداءً جس مقصد کے لئے چیز بنائی گئی لوگوں کے تعارف کے مطابق اس میں استعمال کی جائے ورنہ کراہت نہ ہوگی۔ (ت)

نامقبول ہے کہ **اولاً** عند التحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہے لاطلاق الاحادیث والادلۃ کما مر (اس لئے کہ اس باب میں احادیث اور دلائل بغیر کسی قید کے مطلق ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ ت) کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو، پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں کھانا کھانا یا اُس کی رکابی میں پانی پینا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں،

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۹
[2] " " " " ۵/ ۱۹-۲۱۸
[3] درمختار " " " ۲/ ۲۳۶

ما ذکرہ فی الدرمن اناطۃ الحرمۃ بالاستعمال فیما صنعت لہ عرفا فیہ نظر فانہ یقتضی انہ لوشرب او اغتسل بانیۃ الدھن او الطعام انہ لایحرم مع ان ذلک استعمال بلاشبھۃ داخل تحت اطلاق المتون و الادلۃ الواردۃ فی ذلک الخ[1]۔

جو کچھ درر میں بیان فرمایا کہ حرمت کا مدار عرفاً اس کی بناوٹ کے مطابق استعمال کرنے پر ہے، اس پر ایک اشکال ہے اس لئے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی پانی پیئے یا غسل کرے تیل اور کھانے کے برتن میں تو حرمت نہ ہو حالانکہ یہ بلاشبہہ استعمال ان متون اور دلائل کے اطلاق کے نیچے داخل ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں الخ (ت)

ثانیاً استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے یہ چراغ اُس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں، اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع لہ موجود ہے اور حکم تحریم سے مفر مفقود، ہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ حرج نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویہ الذی لایخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ مستھلک فلا عبرۃ ببقائہ لونا[2] انتھی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

رہی وہ ملمع سازی کہ جس کا چھٹکارا نہ ہو تو بالاجماع اس کے ہونے میں کچھ حرج نہیں اس لئے کہ وہ اصالتاً ہلاک شدہ ہے لہٰذا اس کی رنگت کا باقی رہنا معتبر نہیں۔ عبارت پوری ہوئی، اور اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف جائے رجوع اور ٹھکانہ ہے (ت)

مسئلہ ۱۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردوں کو چاندی کا چھلّا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

حرام ہے،

فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الذھب والفضۃ انھما محرمان علٰی

سونے چاندی کے متعلق حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۷

[2] البنایۃ فی شرح الھدایۃ کتاب الکراھیۃ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۹۸

ذکر امته[1] قلت ولا یجوز القیاس علی خاتم الفضة لانه لایختص بالنساء بخلاف مانحن فیه فینھی عنه الاتری الی ما فی رد المحتار عن شرح النقایة انما یجوز التختم بالفضة لو علی ھیئة خاتم الرجال اما لو له فصان او اکثر حرم[2] انتھی ولان الخاتم یکون للتزین وللختم اما ھذا فلا شیئ فیه الا التزین وقد قال فی الدر المختار لایتحلی الرجل بفضة الا بخاتم اذا لم یرد به التزین[3] اھ ملخصا، وفی الکفایة قوله الا بالخاتم ھذا اذا لم یرد به التزین[4] انتھی، واللہ تعالٰی اعلم۔

پر حرام ہیں، میں کہتا ہوں اس کو چاندی کی انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں (کہ یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے) کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں بخلاف اس کے جس کی ہم بحث کر رہے ہیں (یعنی چاندی کا چھلا) کہ اس سے مردوں کو منع کیا جائے گا، کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاوٰی شامی میں شرح نقایہ کے حوالے سے آیا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہیئت کے مطابق ہو تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے اھ اور اس لئے کہ انگوٹھی زیب، وزینت اور مُہر کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا، حالانکہ درمختار میں فرمایا کہ مرد سوائے انگوٹھی کے چاندی کا کوئی زیور نہ پہنے اور اس سے بھی زیب وزینت مراد نہ ہو، تلخیص پوری ہوگئی، کفایہ میں ہے کہ مصنف کا یہ کہنا "الا بالخاتم" اس استثنہاد کا جواز اس وقت ہے جبکہ انگوٹھی پہننے سے زیب وزینت کا ارادہ نہ ہو، عبارت پوری ہوگئی اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو چاندی کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے، اور بے ضرورتِ مہر اُس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

مُہر کے لئے چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جسے مہر کی ضرورت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۷۲
[2] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۱
[3] درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰
[4] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الکراہیۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۴۵۷

ہوتی ہو بے شبہہ مسنون ہے، اور سونے کی یا ایک مثقال سے زیادہ چاندی کی حرام، اور پورے مثقال بھر میں روایتیں مختلف، اور حدیث سے صریح ممانعت ثابت، تو اسی پر عمل چاہئے، اور بے ضرورتِ مُہر ایسی انگشتری پہننا مکروہ تنزیہی یعنی بہتر یہ کہ بچے، اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کی ہیئت انگشتری زنانہ سے جدا ہو ورنہ محض ناجائز، جیسے ایک سے زیادہ نگ ہونا کہ یہ صورت عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے،

فی ردالمحتار التختم سنة لمن یحتاج الیه کما فی الاختیار قال القهستانی وفی الکرمانی نهی الحلوانی بعض تلامذته عنه وقال اذا صرت قاضیا فتختم وفی البستان عن بعض التابعین لایتختم الا ثلثة امیر او کاتب او احمق وظاهره انه یکره لغیر ذی الحاجة لکن قول المصنف افضل کالهدایة وغیرها یفید الجواز وعبر فی الدرر باولی وفی الاصلاح باحب فالنهی للتنزیه[۱] الخ وفیه قوله ولا یزیده علی مثقال قیل ولا یبلغ به المثقال ذخیرة اقول ویؤیده نص الحدیث السابق من قوله علیه الصلوٰة والسلام ولا تتمه

فتاوی شامی میں ہے جس شخص کو مُہر لگانے کی ضرورت ہو اُسے انگوٹھی پہننا سنت ہے جیسا کہ "الاختیار" میں ہے قہستانی نے فرمایا کہ کرمانی میں ہے شمس الائمہ حلوانی نے اپنے بعض شاگردوں کو انگوٹھی پہننے سے منع کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ جب تو قاضی بن جائے گا تو پھر مُہر کی ضرورت کی وجہ سے انگوٹھی پہن لینا، بستان میں بعض تابعین سے مروی ہے کہ صرف تین آدمی انگوٹھی پہنتے ہیں (ایک امیر، دوسرا کاتب اور تیسرا بے وقوف۔ اس کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ جو صاحبِ ضرورت نہ ہو اس کے لئے انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، لیکن مصنف کا قول ہدایہ وغیرہ کی طرح زیادہ عمدہ ہے جو جواز کا فائدہ دیتا ہے، چنانچہ درر میں لفظ "اولیٰ" اور اصلاح میں لفظ "اَحبّ" سے تعبیر کی گئی یعنی نہ پہننا زیادہ پسندیدہ ہے، لہذا نہی تنزیہہ کے لئے ہے الخ اور اسی میں ہے کہ مصنف کا قول "ولا یزیدہ علی مثقال" یعنی مثقال سے زیادہ نہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا کہ مثقال تک نہ پہنچے (ذخیرہ)، میں کہتا ہوں

---

[۱] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۱

مثقالاً[1] انتھی ، وفی الھندیۃ عن المحیط ینبغی ان تکون فضۃ الخاتم المثقال ولایزاد علیہ وقیل لایبلغ بہ المثقال وبہ ورد الاثر[2] انتھی ، وفی الخلاصۃ انما یجوز التختم بالفضۃ اذا کان علی ھیئۃ خاتم الرجال اما اذا کان علی ھیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فصان او ثلثۃ یکرہ استعمالہ للرجال[3] انتھی ، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث سابق کی تصریح اس کی تائید کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انگوٹھی پوری مثقال نہ ہو، عبارت پوری ہوئی۔ فتاوٰی ہندیہ میں محیط کے حوالے سے مذکور ہے مناسب یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی صرف ایک مثقال ہو اس سے زیادہ نہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ مثقال تک بھی نہ پہنچے، چنانچہ اثر میں یہی وارد ہوا ہے، عبارت پوری ہوئی۔ خلاصہ میں ہے چاندی کی انگوٹھی پہننا اس وقت جائز ہے جبکہ مردانہ انگوٹھیوں جیسی ہو لیکن اگر عورتوں کی انگوٹھیوں جیسی بنی ہو کہ اس میں دو یا تین نگینے ہوں تو ایسی انگوٹھی کا مردوں کو استعمال کرنا مکروہ ہے، عبارت پوری ہوئی۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد و زن کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ جزئیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کی نظر سے نہ گزرا مگر ظاہر یہ ہے والعلم عند اللہ (اور اعلم اللہ تعالٰی کے پاس ہے۔ ت) کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد و زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہئے فان المنسوج کغیرہ ولا شك ان النعال من انواع الملبوسات والنساء والرجل سواء فی کراھۃ لبس النحاس۔

اس لئے کہ بنی ہوئی چیز غیر بنی ہوئی کی طرح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جوتا پہنی ہوئی چیزوں کی اقسام میں داخل ہے۔ اور مرد، عورتیں تانبے کے استعمال کے مکروہ ہونے میں برابر ہیں، یعنی دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ (ت)

ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کے لئے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل السابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۷۰

نہ اس کی کوئی بُوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو، یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بُوٹی چار انگل یا کم کی تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے، خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہئے،

وفی الفتاوی الهندیة یکره ان یلبس الذکور قلنسوة من الحریر والذهب والفضة والکرباس الذی خیط علیه ابریسم کثیر او شیئ من الذهب او الفضة اکثر من قدر اربع اصابع[1] انتهی،

قال العلامة الشامی وبه یعلم حکم العرقیة المسماة بالطاقیة فاذا کانت منقشة بالحریر وکان احد نقوشها اکثر من اربع اصابع لا تحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشها علی اربع اصابع بناء علی ما مر من ان ظاهر المذهب عدم جمع المتفرق[2] انتهی،

وقد قال العلامة الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذهب والفضة والحریر فی الحرمة فترخیص الحریر ترخیص غیره ایضا بدلالة المساواة ویؤید عدم الفرق ما مر من اباحة الثوب المنسوج من ذهب اربعة اصابع[3] اھ

فتاوٰی ہندیہ میں ہے مردوں کے لئے ریشم یا سونے یا چاندی کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے اور اسی طرح وہ سوتی کہ جس پر زیادہ تر ریشم کی سلائی کی گئی ہو ——————— یا چار انگلیوں سے زیادہ سونا چاندی لگا ہو انتہی،

علامہ شامی نے فرمایا کہ اس سے پگڑی اور ٹوپی کے نچلے کپڑے کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے کہ جس کو "طاقیہ" کہتے ہیں، جب اس میں ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگشت سے زیادہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں سے زیادہ ہو جائیں، یہ اس بناء پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ ظاہر مذہب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں انتہی، حالانکہ

علامہ شامی نے یہ بھی فرمایا کہ سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرمت میں برابر ہیں، لہذا ریشم میں رخصت دوسری چیزوں کی رخصت کی طرح ہے بدلالت مساوی ہونے کی وجہ سے۔ اور گزشتہ کلام سے عدم فرق کی تائید ہوتی ہے کہ سونے کے تاروں سے بُنا ہوا کپڑا چار انگلی تک مباح ہے اھ ملخصاً

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

[3] ردالمحتار " " " " " " " " " ۵/ ۲۲۶

ملخصا، فافهم وتثبت اذبه تحرر ماکان العلامۃ الطحطاوی متوقفا فیہ، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

لہذا سمجھئے اور ثابت رہئے، اس سے وہ بھی تحریر ہوگیا جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا، اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اسکا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے (ت)

مسئلہ ۲۲ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے، چاندی، گلٹ، ریشم کی چین گھڑی میں لگانا اور اُسے لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

سونے چاندی کے چین تو مطلقاً منع ہے اگرچہ انگرکھے میں نہ لگائی جائے صرف کھونٹی میں لٹکائیں یا گھڑی کے بکس ہی میں گھڑی رکھیں، اور جو چیز ممنوع ہے اس کے ساتھ نماز میں کراہت آئے گی، اور گلٹ میں اگر چاندی زائد یا برابر ہے تو اس کا حکم بھی چاندی کا ہے اور اگر تانبا غالب ہے تو اُس میں اور ریشم کی چین میں جبکہ وہ انگرکھے میں نہ لگائی جائیں کوئی حرج نہیں۔ رہا انگرکھے میں لگانا، اگر یہ لگانا پہننے کے مشابہ ٹھہرے تو مکروہ ہوگا اور اس سے نماز بھی مکروہ کہ پہننا تانبے اور ریشم کا ممنوع ہے اور جو ممنوع کے مشابہ ہے مکروہ ہے، اور اگر پہننے کے مشابہ نہ ٹھہرے تو نہ اس میں حرج نہ نماز میں کراہت۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام اسی طرف ناظر کہ یہ پہننے سے مشابہ نہیں مگر فقیر کو اس میں تامل ہے اور وہ خود بھی اس پر جزم نہیں رکھتے اور اسے لکھ کر تامل کا حکم فرماتے ہیں تو بہتر اس سے احتراز ہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳ و ۲۴ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان دو مسئلوں میں:

(۱) ٹوپی جس پر ریشم یا کلابتون کا کام ایسا ہو جس نے نصف سے زائد کپڑا چھپالیا ہو اس کا پہننا جائز یا حرام؟ اور جس کا تمام کپڑا چھپالیا ہو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ازار بند ریشم کا مرد کو جائز یا حرام اور اس کے پاجامہ میں ہونے سے نماز کا کیا حال؟

الجواب

(۱) مغرق کہ تمام کپڑا کام میں چھپ گیا ہو یا ظاہر ہو تو خال خال کہ دُور سے دیکھنے والے کو سب کام ہی نظر آئے مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ وہ ٹوپی عرض میں چار ہی اُنگل یا اس سے بھی کم ہو یُونہی اگر اس میں کوئی بیل بُوٹا چار اُنگل عرض سے زائد ہو تو بھی ناجائز اگرچہ سارے کپڑے میں صرف یہی ایک بُوٹی ہو، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو مطلقاً جائز اگرچہ نصف سے زائد کپڑا کام میں چھپا ہوا گرچہ متفرق بُوٹیاں جمع کرنے سے چار اُنگل عرض سے زائد کو پہنچے،

کل ذٰلک محقق فی فتاوٰنا مستفاداً من رد المحتار وغیرہ من الاسفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار وغیرہ کتب معتبرہ سے استفادہ کرتے ہوئے اس تمام کی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں کر دی گئی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) مذہب صحیح پر ناجائز ہے کما فی العٰلمگیریۃ والطحطاویۃ وغیرھما (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیریہ اور طحطاویہ وغیرہما میں ہے۔ ت)

اور ناجائز کپڑا پہن کر نماز مکروہ تحریمی کہ اسے اتار کر پھر اعادہ کی جائے۔

کما ھو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع نعم الجواز بمعنی الصحۃ حاصل وھو معنی ما فی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ عن جامع الفتاوٰی عن محمد بن سلمۃ من صلی مع تکۃ ابریسم جاز وھو مسیئ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ فقہ کے متعدد مقامات سے معلوم ہے ہاں جواز اگر صحت کے معنی میں ہو تو صحت حاصل ہے اور یہی معنی مراد ہے جو ہندیہ میں تاتارخانیہ سے بحوالہ جامع الفتاوٰی محمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ جس نے ریشم کے ازار بند کے ساتھ نماز ادا کی جائز ہے مگر وہ گنہگار رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوہے یا تانبے کا چھلا یہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ اس گمان سے پہنتے ہیں کہ ہمیں مہاسے وغیرہ کو مفید ہونا ہے انھیں بھی جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

چاندی سونے کے سوا لوہے پیتل، رانگ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں چہ جائیکہ مردوں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۲

کے لئے، اور عوام کا یہ اختراعی خیال ممانعت شرع کو رفع نہیں کرسکتا کہ اگر ناجائز چیز کو دوا کے لئے استعمال کرنا جائز بھی ہو تو وہاں کہ اس کے سوا دوا نہ ملے، اور یہ امر طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے اخبار سے معلوم ہوا اور یہاں دونوں امر متحقق نہیں،

فی الشامیۃ عن الجوھرۃ التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء[1] انتھی، وفیھا عن غایۃ البیان التختم بالذھب والحدید والصفر حرام[2] الخ وفی الدر المختار کل تداوی لایجوز الا بطاھر وجوزہ فی النھایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ[3] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔ فقط۔

فتاوٰی شامی میں جوہرہ کے حوالے سے مذکور ہے لوہے، پیتل، تانبے اور قلعی کی انگوٹھی مردوں اور عورتوں کو پہننا ممنوع ہے انتہی۔ اسی میں غایۃ البیان کے حوالے سے ہے سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، درمختار میں ہے کہ کسی دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر جبکہ پاک ہو۔ نہایہ میں اس حرام دوا کے استعمال کرنے کو جائز قرار دیا ہے کہ جس کے متعلق کوئی مسلمان طبیب بتائے کہ اس میں شفا ہے اور کوئی ایسی مباح دوا نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہوسکے الخ۔ اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ فقط (ت)

رسالہ

الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز

ختم شد

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۹

[2] " " " " " "

[3] درمختار " " فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲۶

لباس و وضع و قطع

لحاف، توشک، عمامہ، ٹوپی، جُوتے، وضع و قطع اور رنگ وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۲۶: از کلکتہ دھرم تلا ۹ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریشمی کپڑا مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نہ بلکہ حرام ہے، حدیث میں اُس پر سخت وعیدیں وارد۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تلبسوا الحریر فانه من لبسه فی الدنیا لم یلبسه فی الاٰخرة۔[1] رواه الشیخان عن امیر المؤمنین عمر

ریشم نہ پہنو کہ جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں نہ پہنے گا۔ (اس کو بخاری ومسلم نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۷
صحیح مسلم " باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ الخ " " ۲/۱۹۱
الترغیب والترہیب بحوالہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ترہیب الرجال من لبسہم الحریر مصطفی البابی مصر ۳/۹۲

والنسائی وابن حبان والحاکم وصححه عن ابی سعید الخدری والحاکم عن ابی هریرة و ابن حبان عن عقبة بن عامر رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔

کیا ہے۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (ت)

نسائی کی ایک روایت میں ہے فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من لبسه فی الدنیا لم یدخل الجنة[1] رواه عن امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنه۔

جو دنیا میں ریشم پہنے گا جنت میں نہ جائے گا۔ (امام نسائی نے اس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما یلبس الحریر من لاخلاق له فی الاٰخرة۔ رواه الشیخان[2] واللفظ للبخاری رضی الله تعالٰی عنه۔

ریشم وہ پہنے گا جس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں (اس کو شیخین (بخاری ومسلم) نے روایت کیا اور الفاظ امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔ ت)

ایک حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من لبس ثوب حریر البسه الله عزّوجل یوم القیٰمة ثوبا من النار۔ رواه احمد[3] و الطبرانی عن جویریة رضی الله تعالٰی عنها۔

جو ریشم پہنے گا اللہ عزوجل اُسے قیامت کے دن آگ کا کپڑا پہنائے گا (امام احمد وطبرانی نے اس کو سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترهیب بحوالہ النسائی ترهیب الرجال من لبسهم الحریر الخ حدیث ۲۰ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۰۰

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب لبس الحریر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۷

صحیح مسلم " باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة " " " ۲/ ۲۹۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث جویریة بنت الحرث المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۴

المعجم الاوسط عن جویریة رضی اللہ عنہا حدیث ۱۷۰، ۱۷۱ المکتب الفیصلیة بیروت ۲۴/ ۶۵

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

من لبس ثوب حریر البسہ اللہ تعالٰی یوما من نار لیس من ایامکم ولکن من ایام اللہ تعالٰی الطوال[1] رواہ الطبرانی، وقال اللہ تعالٰی وان یوما عند ربك کالف سنۃ مما تعدون[2]

جو ریشم پہنے اللہ تعالٰی اسے ایک دن کامل آگ پہنائے گا وہ دن تمہارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے اُن لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن (اس کو امام طبرانی نے روایت کیا) جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے میں نے حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے اپنے دہنے ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا لیا پھر فرمایا :

ان ھذین حرام علٰی ذکور امتی۔ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السوال (اس سوال کے جواب میں آپ (رحمکم اللہ تعالٰی) کا کیا ارشادِ گرامی ہے۔ ت) :

پائجامے دو طرح کے فی زماننا اکثر مروج و مستعمل ہیں : اوّل غرارہ دار فراخ پائچہ جس کا استعمال بیشتر بزرگانِ دین کرتے ہیں اور اکثر علماء و صلحاء و اولیائے امت کے لباس میں داخل ہے۔

دوم پائچہ عوام مومنین اور بعض خواص علماء خصوصاً پچھاں کی طرف کے باشندے استعمال کرتے ہیں، ان دونوں میں سے کون باعتبار شرع شریف کے افضل و استر ہے اور کس کے استعمال کی بابت شرع سے صریح رخصت ہوسکتی ہے ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ حذیفہ موقوفاً ترہیب الرجال من لبسہم الحریر الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۹۹
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۷
[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الحریر للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵

الجواب

اصل سنّت مستمرہ فعلیہ حضور پُرنور سیّد المرسلین صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ازار یعنی تہبند ہے، اگرچہ ایک حدیث میں مروی ہوا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہ سے عرض کیا: حضور پاجامہ پہنتے ہیں؟ فرمایا:

اجل فی السفر والحضر وفی اللیل والنہار فانی امرت بالستر فلم اجد شیئا استر منہ۔ رواہ ابویعلی[1] وابن حبان فی الضعفاء والطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی الافراد والعقیلی فی الضعفاء عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہاں سفر وحضر میں شب و روز پہنتا ہوں اس لئے کہ مجھے ستر کا حکم ہُوا ہے میں نے اس سے زیادہ ساتر کسی شیئ کو نہ پایا (اس کو ابویعلٰی اور ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور امام طبرانی نے الاوسط میں اور امام دارقطنی نے الافراد میں اور امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مگر یہ حدیث بشدت ضعیف ہے،

حتی ان اباالفرج اوردہ علی عادتہ فی الموضوعات، والصواب کما بیّنہ الامام السیوطی، واقتصر علیہ الحافظ ابن حجر وغیرہ انہ ضعیف فقط، تفرد بہ یوسف بن زیاد الواسطی واہ۔

یہاں تک کہ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی عادت کے مطابق اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے، لیکن ٹھیک بات جیسا کہ امام سیوطی نے بیان فرمائی، اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسی پر اکتفار کیا وہ یہ ہے کہ وہ صرف ضعیف ہے، چنانچہ یوسف بن زیاد واسطی اسے روایت کرنے میں متفرد (یعنی تنہا) ہے اور وہ کمزور ہے۔ (ت)

ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُسے خریدنا بسندِ صحیح ثابت ہے،

رواہ الائمۃ احمد والاربعۃ وابن حبان وصححہ عن سوید بن قیس

ائمہ کرام مثلاً امام احمد، دیگر چار ائمہ اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا ہے اور سوید بن قیس کے حوالہ

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ ابویعلٰی والمعجم الاوسط للطبرانی کتاب اللباس باب فی السراویل دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۲۲

واحمد والنسائی فی قصۃ اخری عن مالك بن عمیرۃ الاسدی رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

سے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ امام احمد اور امام نسائی نے ایک دوسرے قصّے میں حضرت مالک بن عمیرہ اسدی کے حوالہ سے روایت کی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (ت)

اور ظاہر یہی ہے کہ خریدنا پہننے ہی کے لئے ہوگا، بہرحال اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم زمانۂ اقدس میں باذنِ اقدس پاجامہ پہنتے کما فی الھدٰی والمواھب وشرح سفر السعادۃ وغیرھا (جیسا کہ الھدٰی، المواہب اور شرح سفر السعادۃ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت) امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ روزِ شہادت پاجامہ پہنے ہوئے تھے کما فی تھذیب الامام النووی وغیرہ (جیسا کہ تہذیب الاسماء امام نووی وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے کہ سیدنا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام روزِ مکالمۂ طور اُون کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے،

رواہ الترمذی واستقربہ والحاکم وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان علی موسی یوم کلمہ ربہ کساء صوف وکمۃ صوف وجبۃ صوف وسراویل صوف وکانت نعلاہ من جلد حمار میت[1]

اس کو امام ترمذی نے روایت کرتے ہوئے برقرار رکھا اور حاکم نے روایت کرکے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کی تصحیح فرمائی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے اللہ تعالٰے نے کلام فرمایا تو اُس دن وہ اون کی بنی ہوئی چادر، اونی جبّہ اونی ٹوپی اور اونی شلوار میں ملبوس تھے البتہ اُن کے جُوتے مردہ گدھے کی کھال کے بنے ہوئے تھے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے کہ سب میں پہلے جس نے پاجامہ پہنا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالٰے وسلامہٗ علیہ ہیں،

رواہ ابونعیم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

ابونُعیم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ

[1] جامع الترمذی کتاب اللباس باب ماجاء فی لبس الصوف امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶-۲۰۷

تعالٰی علیه وسلم اول من لبس السراویل ابراھیم الخلیل[1]

تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان وارشاد ہے کہ سب سے پہلے جس نے شلوار پہنی وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی اُمت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ خود بھی پہنیں اور اپنی عورتوں کو بھی پہنائیں کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

رواہ الترمذی والعقیلی والضعفاء و ابن عدی والدیلمی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجهه بلفظ اللھم اغفر للمتسرولات من امتی یایھا الناس اتخذوا السراویلات فانھا من استر ثیابکم وحصنوا بھا نساءکم اذا خرجن[2] وفی الحدیث قصة وفی اسانیدہ مقال ربما یتقوی بتعدد طرقه خلافا لصنیع ابی الفرج۔

ترمذی نے اس کو روایت کیا اور عُقیلی نے کتاب الضعفاء میں ابن عدی اور دیلمی نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کی: اے اللہ! میری امت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کی بخشش فرما، اے لوگو! پاجامہ (یعنی شلوار) پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے لباس میں سب سے زیادہ ستر پوش لباس ہے شلوار سے اپنی عورتوں کو محفوظ کرو جب وہ باہر نکلیں، اور حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے مگر اس کی سندوں میں اشکال پایا جاتا ہے۔ بسا اوقات متعدد سندوں اور طُرق کی وجہ سے حدیث قوی ہوجاتی ہے لیکن اس میں علامہ ابوالفرج ابن جوزی کا اپنی کارکردگی کی وجہ سے اختلاف ہے۔ (ت)

بالجملہ پاجامہ پہننا بلاشبہہ مستحب بلکہ سنّت ہے،

ان لم یکن فعلا فقولا والا فلا اقل من الاستنان تقریرا کما علمت۔

اگر فعلی سنّت نہ بھی ہو تو قولی سنت ضرور ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو کم از کم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریری سنّت تو لامحالہ ہے، جیسا کہ تم نے جان بھی لیا۔ (ت)

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ذکر ما کان من امر ابراہیم علیہ السلام بعد ذلک داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۴۹
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۸

[2] کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۴۱۸۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۴۶۳
الکامل لابن عدی ترجمہ ابراہیم بن زکریا المعلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۵۵
الموضوعات لابن جوزی کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۳/ ۴۶

لاجرم فتاوٰی عالمگیریہ میں فرمایا :

لبس السراویل سنۃ وھو من استر الثیاب للرجال والنساء کذا فی الغرائب[1]

پاجامہ (شلوار) سنّت ہے اور یہ مردوں عورتوں دونوں اصناف کے لئے زیادہ ستر پوش ہے۔ یونہی الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور روایات میں کوئی تخصیص پائچہ فراخ و تنگ کی نظر سے نہ گزری، یہ عاداتِ قوم و بلد پر ہے مگر فراخ کے یہ معنے کہ عرض کے پائچے نہ غرارے دار جس میں کلیاں ڈال کر گھیر بڑھایا جاتا ہے یہ مردوں کے لئے بلاشبہہ ناجائز ہے کہ ان بلاد میں کلیوں دار پائچے خاص لباسِ عورات ہیں اور عورتوں سے تشبیہ حرام۔ مرد اگر پہنتے ہیں تو وہی زنانے یا نقال یا بدوضع فساق، ان لوگوں سے بھی مشابہت ممنوع ہے، کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا من معتمدات المذھب (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ مذہب کی معتبر کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ ت) یونہی طول میں نہ ٹخنوں سے زائد ہو کہ لٹکتے ہوئے پائچے اگر براہِ تکبر ہوں تو حرام و گناہِ کبیرہ ورنہ مردوں کے لئے مکروہ و خلافِ اولٰی۔ ہندیہ میں ہے :

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب[2]

مرد کا اپنے تہبند کو ٹخنوں کے نیچے تک لٹکانا اگر بربنائے تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

یکرہ للرجل لبس السراویل المخرفجۃ وھی التی تقع علی ظھر القدمین کذا فی الفتاوی العتابیۃ[3]۔

مردوں کے لئے ایسے پاجاموں کا استعمال مکروہ ہے جو المخرفجہ یعنی پاؤں کی پشت سے نیچے تک ہوں، یونہی فتاوٰی عتابیہ میں بھی مذکور ہے (ت)

گھٹنوں کے قریب ہو جیسا کہ آج کل جُہّال وہابیہ نے اختراع کیا ہے کہ فراخ پائچے جب اتنے چھوٹے ہوں گے تو بیٹھنے لیٹنے میں ران کا کوئی حصہ کُھل جانا مظنون بلکہ مشاہد ہے، شرع مطہر کی عادت کریمہ ہے کہ ایسی جگہ جب ایک مقدار کو فرض فرماتی ہے اس کی تکمیل و توثیق کے لئے ایک حدِ معتدل تک اُس سے زیادت کو سنّت بتاتی ہے عورتوں کا سارا پاؤں عورت تھا تو انھیں ایک بالشت ازار یا پائچے لٹکانے کا حکم عزیمت اور دو بالشت تک رخصت ہوئی کہ قدم ہی تک رکھتیں تو حرکات میں بعض حصہ ساق یا

---

[1] و [2] و [3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

کعب کھل جاتا۔

روی النسائی و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کم تجر المرأۃ من ذیلھا قال شبرا قالت اذا ینکشف عنہا قال فذراع لایزید علیہ[1]

نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عورت اپنے دامن کو کتنی مقدار تک گھسیٹ سکتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بالشت تک۔ عرض کی گئی کہ پھر تو اس کا پاؤں کھل جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ پھر ایک ہاتھ تک، اس سے زائد نہ ہو۔ (ت)

یونہیں مرد کا ستر عورت گھٹنے کے نیچے تک ہے تو فراخ پائچہ جب وہیں تک ہوگا حرکات میں کوئی حصہ زانو یا ران منکشف ہوجائے گا لہٰذا نیم ساق تک عزیمت اور کعبین تک رخصت ہوئی کہ تقریباً وہی ایک اور دو بالشت کا حساب ہے۔

فی المواھب وشرحہ للعلامۃ الزرقانی حاصل ما ذکر فی ذٰلک فی الاحادیث ان للرجال حالین حال استحباب وھو ان یقتصر بالازار وغیرہ علٰی نصف الساق وحال جواز وھو الی الکعبین وکذٰلک النساء حالان حال استحباب وھو ما یزید علٰی ماھو جائز للرجال بقدر ذراع الخ[2]

مواہب لدنیہ اور اس کی شرح جو علامہ زرقانی نے لکھی ہے میں مذکور ہے کہ جو کچھ حدیثوں میں اس سلسلے میں ذکر کیا گیا اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لئے دو حالتیں ہیں، ایک حالتِ استحباب ہے اور وہ یہ ہے کہ ازار وغیرہ (تہبند) میں نصف پنڈلی تک اکتفا کرے، دوسری حالتِ جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ ٹخنوں تک ہو۔ اور یونہی عورتوں کے لئے بھی دو حالتیں ہیں، ایک حالتِ جواز ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنی مقدار مردوں کے ہاں زائد ہے اس پر بمقدار ایک ہاتھ اضافہ کرے الخ (ت)

یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چُست بدن سے سلے، کہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس ۲/۲۰۶ و سنن النسائی کتاب الزینۃ ذیول النساء ۲/۲۹۸
سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب ذیل المرأۃ کم یکون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الذیل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۲

[2] المواھب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب الخلاصۃ فی طول الازار المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۳۱
شرح الزرقانی علی المواھب " " " " " دارالمعرفۃ بیروت ۵/۹

یہ سب وضع فساق ہے، اور ساتر عورت کا ایسا چُست ہونا کہ عضو کا پُورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہونگے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اُوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کُرتیاں۔

ردالمحتار میں ہے:

فی الذخیرۃ وغیرھا ان کان علی المرأۃ ثیاب فلاباس ان یتأمل جسدھا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث نصف ما تحتھا وفی التبیین قالوا ولاباس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حینئذ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من تأمل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ ولانہ متی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا[1] اھ ملخصًا۔

ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ سب کچھ عیاں ہونے لگے۔ التبیین میں ہے کہ ائمہ کرام نے فرمایا جب عورت لباس پہنے ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ لباس ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو اس کے جسم کو ظاہر کرنے لگے (اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر اس طرف نہ دیکھا جائے۔ مترجم) حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح اور ظاہر ہوگیا تو ایسا شخص (جو غیر محرم کو بغور دیکھ کر لطف اندوز ہونے والا ہے) جنّت کی خوشبو تک نہ پائیگا اور اس لئے کہ لباس سے انداز قد و قامت ظاہر ہو تو اس لباس کو دیکھنا مخفی اعضا کو دیکھنے کے مترادف ہے اھ ملخصًا (ت)

نہ بہت اُونچے گھٹنوں کے قریب ہوں کہ تنگ پائچوں میں اگرچہ احتمال کشف نہیں مگر پاؤں کے لباس میں جو حد مسنون ہے اُس سے تجاوز یہ افراط ہُوا۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رسالہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں:

ہمبریں قیاس سراویل کہ در عجم متعارف ست

اسی پر "سراویل" کو قیاس کرنا چاہئے کہ جو دیار عجم

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۴

وآں را شلوار می گویند بمقدار ازار آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد واگر زیر شتالنگ باشد یا دو سہ چین واقع شود بدعت و گناہ است[1]

میں مشہور ہے جس کو شلوار کہتے ہیں، پس یہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازار مبارک کی مقدار کے مطابق ہو، لیکن اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین شکن نیچے واقع ہو جائے تو بدعت اور گناہ ہے۔ (ت)

یہ افراط بدعتِ وہابیہ ہند ہے تو اُن سے تشبیہ مکروہ۔ غرض ڈھیلے پائچے جب اُن قباحتوں اور تنگ ان شناعتوں سے پاک ہوں تو دونوں شرعاً مرخص و پسند اور دائے مستحب میں کافی و پسند ہیں ہاں غالب عادات علماء و اولیاء میں وہی عرض کے پائچے دیکھے گئے اور انھیں کو اصل سنتِ فعلیہ یعنی تہبند سے زیادہ مشابہت، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پائچوں کا کعبین سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہِ عُجب و تکبّر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔

اخرج الامام الهمام محمد بن اسمٰعیل البخاری فی صحیحه قال حدثنا عبد الله بن یوسف قال اخبرنا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لا ینظر الله یوم القیٰمة

امام ہمام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تخریج فرمائی اور فرمایا ہم سے عبداللہ ابن یوسف نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا انھوں نے ابوالزناد سے اس نے اعرج سے اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی قیامت کے روز اس

[1] آداب اللباس

الیٰ من جر ازارہ بطرا[1] قلت و بنحوہ روی ابوداؤد و ابن ماجۃ من حدیث ابی سعید الخدری فی حدیث عبداللہ بن عمر انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جر ثوبہ مخیلۃ لم ینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ[2] الحدیث واخرج الامام العلام مسلم بن الحجاج القشیری فی صحیحہ قال حدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن نافع وعبداللہ بن دینار و زید بن اسلم کلھم یخبرہ عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لاینظر اللہ الیٰ من جر ثوبہ خیلاء[3] قلت وبمثلہ روی البخاری والنسائی والترمذی فی صحاحھم بالاسانید المختلفۃ والالفاظ المتقاربۃ۔

شخص پر نظرِ شفقت نہیں فرمائے گا جس نے از راہِ تکبر اپنے تہبند کو زمین پر گھسیٹا قلت (میں کہتا ہوں) یونہی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں روایت کیا، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تکبر سے ازار لٹکائے (یعنی زمین پر گھسیٹے) تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، الحدیث۔ امام علام مسلم بن حجاج قشیری نے اپنی صحیح میں تخریج کرتے ہوئے فرمایا ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کیا اس نے کہا میں نے حضرت امام مالک کے سامنے پڑھا۔ امام مالک نے نافع، عبداللہ بن دینار اور زید بن اسلم سے روایت کی ان سب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی اس کی طرف نہیں دیکھے گا (یعنی اس کی طرف نگاہِ رحمت نہیں فرمائے گا) جو از راہِ تکبر اپنا کپڑا لٹکائے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اسی جیسی حدیث بخاری، نسائی اور ترمذی نے اپنی اپنی کتابوں (صحاح) میں مختلف سندوں اور قریبی ویکساں الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب جر ثوبہ من الخیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جر ثوبہ من الخیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱
سنن ابی داؤد " باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸
سنن ابن ماجہ " باب من جر ثوبہ من الخیلاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۳
[2] صحیح البخاری " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰
صحیح مسلم " باب تحریم جر الثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۰
الجامع الترمذی " باب ماجاء فی کراہیۃ الازار امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶

اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے،

لاباس بہ کما یرشدك الیہ التقیید بالبطر والمخیلۃ۔

تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف "البطر والمخیلۃ" (اترانا اور تکبر کرنا) کی قید لگانا تمھاری راہنمائی کر رہا ہے۔ (ت)

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم)! میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔ فرمایا: تو اُن میں سے نہیں ہے جو ایسا براہِ تکبر کرتا ہو۔

اخرج البخاری فی صحیحہ قال حدثنا احمد ابن یونس فذکر باسنادہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ فقال ابوبکر یارسول اللہ احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاھد ذٰلك منہ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لست ممن یصنعہ خیلاء[1] **قلت** وبنحوہ روی ابوداؤد والنسائی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی۔ فرمایا ہم سے احمد ابن یونس نے بیان کیا۔ پھر اس کی اسناد سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: جس شخص نے ازراہِ تکبر اپنا کپڑا لٹکایا اور نیچے گھسیٹا تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! میرا تہبند ایک طرف نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی پوری حفاظت کرتا ہوں (یعنی حفاظت میں ذراسی کوتاہی یا لاپروائی ہو جائے تو تہبند ایک طرف لٹک جاتا ہے)، آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہو جو طرزِ تکبر سے ایسا کرتے ہیں (یعنی علتِ تکبر نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے ازار کے لٹک جانے سے کوئی حرج نہیں۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (ت)

حدیث بخاری ونسائی میں ہے کہ،

ما اسفل الکعبین من الازار ففی النار[2]۔

ازار کا جو حصہ لٹک کر ٹخنوں سے نیچے ہو گیا وہ آگ میں ہوگا۔ (ت)

---

[1] الصحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰

[2] ؎ 〃 〃 〃 〃 ۲/۸۶۱

اور حدیث طویل مسلم و ابوداؤد میں :

ثلثة لایکلمهم الله یوم القیمة ولاینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب[1]۔

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن نہ تو اُن سے کلام فرمائیگا نہ اُن کی طرف نگاہ کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا بلکہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا : (۱) اِزار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھُوٹی قسم کھا کر اپنے اسباب کو رائج کرنیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے) (ت)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں ،

فی الفتاوی العالمگیریة اسبال الرجل ازاره اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیه کذا فی الغرائب[2]۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے اِزار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (ت)

بالجملہ اسبال اگر براہِ عُجب و تکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلافِ اولٰی، نہ حرام و مستحقِ وعید۔ اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پُشتِ پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بلکہ خود حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ثابت ہے ،

روی ابوداؤد فی سننه قال حدثنا مسدد نا یحیی عن محمد بن ابی یحیی حدثنی

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سُننِ ابوداؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے یحیٰی نے اس نے محمد بن ابی یحیٰی سے روایت

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹

[2] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراھیة الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

عکرمة انہ رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیة ازارہ من مقدمہ علٰی ظہر قدمہ ویرفع مؤخرہ قلت لم تاتزر ھذہ الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتزرھا[1] قلت ورجال الحدیث کلھم ثقات عدول ممن یروی عنھم البخاری کما لایخفی علی الفطن الماھر بالفن۔

کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب اِزار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پُشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے، میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا میں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو اسی طرح اِزار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام راوی ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں، ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں، جیسا کہ ذہین، فہیم اور ماہرِ فن پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم می شود کہ بلند داشتن ازار از جانب پس کافی ست در عدمِ اسبال آھ[2]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدمِ اِسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے اھ (ت)

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق تک پائچوں کا ہونا بہتر و عزیمت ہے اکثر ازارِ پُرانوار سیدالابرار صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یہیں تک ہوتی تھی۔

فی صحیح مسلم حدثنی ابوالطاھر قال انا ابن وھب قال اخبرنی عمر بن محمد عن عبداللہ ارفع ازارك فرفعتہ ثم قال زد فزدت فما زلت اتحرھا بعد فقال بعض القوم الی این

صحیح مسلم شریف میں ہے: مجھ سے ابوالطاہر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے ابن وہب نے بتایا، اس نے کہا مجھے عمر بن محمد نے حضرت عبداللہ کے حوالے سے بتایا (ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا تھا) اپنا ازار اوپر کیجئے، میں نے اُوپر کیا، پھر فرمایا مزید اُوپر کیجئے۔ پھر اس کے بعد

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ؍؍ فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۳/ ۵۵۶

فقال انصاف الساقین[۱]، وفی حدیث ابی سعیدؓ الخدری مما رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ازرۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ[۲] الحدیث۔

ہمیشہ میں اُسے کھینچا رہا، پھر لوگوں نے پوچھا آپ کس حد تک اوپر کرتے رہے؟ ارشاد فرمایا دو پنڈلیوں کے نصف تک۔ اور حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حدیث میں آیا ہے جو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی۔ راوی نے فرمایا میں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مسلمانوں کا تہبند دونوں پنڈلیوں کے نصف تک ہونا چاہئے۔ الحدیث (ت)

امام نووی فرماتے ہیں:

فالمستحب نصف الساقین والجائز بلاکراھۃ ماتحتہ الی الکعبین[۳] فی الفتاوی العالمگیریۃ ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق[۴] واللہ تعالٰی اعلم۔

مستحب ہے کہ ازار (تہبند) پنڈلیوں کے نصف تک ہو، اور بغیر کراہت جائز ہے کہ نیچے ٹخنوں تک ہو۔ اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ مناسب ہے کہ ازار ٹخنوں سے اُوپر نصف پنڈلی تک ہو۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۲۹-۳۰ ۲۱ شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کُرتہ شریف کتنا نیچا تھا، اور گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا یا دائیں بائیں، اور چاک مبارک کُھلی تھی یا دوختہ، اور بٹن لگے تھے یا گھنڈی، اور کون سی رنگت کا مرغوب تھا؟

(۲) عمامہ شریف کے گز کا لانبا تھا اور وہ گز کتنا لانبا تھا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

---

[۱] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جرالثوب خیلاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۵

[۲] سنن ابن ماجہ 〃 موضع الازار این ھو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴

[۳] شرح الصحیح المسلم للنووی کتاب اللباس باب تحریم جرالثوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۹۵

[۴] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

علیہ وسلم بر سینہ بود۔[1]

مبارک کُرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔(ت)

دامن کے چاک کھُلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھُلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

انہا اخرجت جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ لہا لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج۔[2]

سیّدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیالسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم سے بھری ہوئی تھیں۔(ت)

اُس زمانہ میں گھنڈی تکمے ہوتے جن کو زِر وعروہ کہتے، بٹن ثابت نہیں، نہ ان میں کوئی حرج ہے، رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے، اور محبوب تر سفید۔ حدیث میں ہے:

البسوا الثیاب البیض فانہا اطہر و اطیب وکفنوا فیہا موتاکم۔ رواہ احمد[3] والاربعۃ الا عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں، اور اپنے اموات کو سفید کفن دو۔ (امام احمد اور دیگر ائمہ اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

(۲) عمامہ اقدس کے طول میں کچھ ثابت نہیں۔ امام ابن الحاج مکی سات ہاتھ یا اس کے قریب کہتا ہے، اور حفظِ فقیر میں کلماتِ علماء سے ہے کہ کم از کم پانچ ہاتھ ہو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ۔ اور شیخ عبدالحق کے رسالہ لباس میں اکتیس ہاتھ تک لکھا ہے۔ اور ہے یہ کہ یہ امر عادت پر ہے، جہاں علماء و عوام کی جیسی عادت ہو اور اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہو اُس قدر اختیار کریں،

فقد نص العلماء ان الخروج عن العادۃ شہرۃ ومکروہ۔[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اہلِ علم نے تصریح فرمائی ہے کہ معاشرے کی عادت سے باہر ہونا باعثِ شہرت اور مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴

[2] صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث سمرہ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۷

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۸۲

الجواب

(۱) قمیص مبارک نیم ساق تک تھا، مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ و ردائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی انصاف الساقین[1]

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند، یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے بتصحیح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین[2]

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ایسا کُرتہ زیبِ تن فرمایا جو ٹخنوں سے ذرا اوپر تک لمبا تھا۔ (ت)

اور کم طول کا بھی وارد ہے، بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیر الکم[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ایسا سُوتی کُرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم برسینہ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار بر آں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند[4]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا، چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے (ت)

اُسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲/۴۲۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۴/۱۹۵

[3] شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۱۵۴

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۴۴

مسئلہ ۳۱: ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

علمائے شرع شریف اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ چُوڑی دار پائجامہ پہننا کیسا ہے اور جو اشخاص بوتام لگا کر پہنتے ہیں پنڈلیوں کو چپٹا ہُوا اور تعبیر کرتے ہیں کہ یہ پائجامہ شرعی ہے۔ یہ قول ان کا صحیح ہے یا غلط؟ یعنی اُسے شرعی پائجامہ کہنا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

چُوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں:

سراویل کہ در عجم متعارف است کہ اگر زیر شتالنگ باشد یا دو سہ چین واقع شود بدعت وگناہ است[1]

شلوار جو عجمی علاقوں میں مشہور و معروف ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین انچ (شکن) نیچے ہو تو بدعت اور گناہ ہے۔ (ت)

یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چپٹا ہُوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں، آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جُوتے سلوائے نہ سیے اگرچہ اس میں اجر کثیر ملتا ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلک کثیرا اجرلا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2]

اگر موچی یا درزی سے جب فاسقوں کی وضع کے مطابق کوئی چیز بنوانے یا سلوانے کیلئے اجارہ کیا جائے اور اس کام کے لئے اسے بہت اجرت دی جائے تو اس کے لئے یہ کام کرنا بہتر نہیں اس لئے کہ یہ گناہ کے سلسلے میں امداد ہے۔ (ت)

تو یہ پاجامہ بھی اس راہ سے شرعی نہ ہوا اگرچہ ٹخنوں سے اونچا ہونے میں حدِ شرع سے متجاوز نہیں، شرعی کہنا اگر صرف اسی حیثیت سے ہے تو وجہ صحت رکھتا ہے، اور اگر مطلقاً مرضی و پسندیدہ شرع مراد جیسا کہ ظاہر لفظ کا یہی مفاد تو صحیح نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] آداب اللباس

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰

مسئلہ ۳۲: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ احمد خاں صاحب ۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایڑی والی جُوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؛ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لئے بہت خوب ہے، خیر، جیسا شریعت میں حکم ہے باسند بحوالہ کتاب ارشاد فرمائیں۔

الجواب

ناجائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المشتبہات من النساء بالرجال والمشتبہین من الرجال بالنساء، رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں اور اُن مردوں پر جو عورتوں سے تشبّہ کریں (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل۔ رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

اللہ تعالٰی اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

---

[۱] صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبہین بالنساء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴
سنن ابی داؤد باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰
جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی المتشبہات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۹

[۲] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

درمختار میں ہے :

غزل الرجل علی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1]

عورت کے انداز سے مرد کا بال گوندنا مکروہ ہے۔ (ت)

ردّ المحتار میں ہے :

لما فیہ من التشبہ بالنساء[2]

اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

انما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیأۃ خاتم الرجال اما لو لہ فصان او اکثر حرم قہستانی[3]

فقہی اعتبار سے چاندی کی ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے جو مردوں کے لئے مروج ہو لیکن اگر اس میں دو یا دو سے زائد نگینے ہوں تو ایسی انگوٹھی کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے، قہستانی۔ (ت)

بلکہ بحمد اللہ تعالٰی خاص اس جزئیہ میں حدیث حسن وارد۔ سنن ابوداؤد میں ہے :

حدثنا محمد بن سلیمان لُوَین و بعضہ قراءۃ علیہ عن سفین عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ قال قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[4] محمد بن سلیمان بن حبیب الاسدی بالتصغیر ثقۃ من العاشرۃ تقریب[5]، والبقیۃ ائمۃ جلۃ معروفون و قد کان

(ہم سے محمد بن سلیمان لُوَین نے بیان کیا، اس کا کچھ حصہ میں نے اس کے سامنے پڑھا اس نے سفیان، اس نے ابن جریج، اس نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی اور کہا۔ ت) یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے۔ فرمایا : رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے مردانی عورتوں پر۔ (محمد بن سلیمان بن حبیب اسدی (یہ تصغیر کے ساتھ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۲

[3] ردالمحتار " " فصل فی اللبس " ۵/۲۳۱

[4] سنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰

[5] تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی ترجمہ ۵۹۴۴ حرف المیم فصل س دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۸۲

الحکم بالصحۃ لولا عنعنۃ ابن جریج ہے) دسویں طبقہ کا معتبر راوی ہے، تقریب۔ لاجرم قال المناوی فی التیسیر والقاری فی المرقاۃ اسنادہ حسن۔[1] باقی چند مشہور جلیل القدر ائمہ ہیں۔ حدیث پر صحت کا حکم ہوتا اگر ابن جریج کی روایت میں عنعنہ نہ ہوتا بیشک علامہ مناوی نے التیسیر میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ اس کی سند حسن ہے (ت)

مرقاۃ میں ہے:

تلبس النعل ای التی تختص بالرجال[2] واللہ تعالٰی اعلم۔ تلبس النعل یعنی عورت اگر ایسا جوتا پہنتی ہے جو مردوں کے لئے مختص ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۳ کیا ہے حکم شرع شریف میں نسبت پہننے ٹوپی سچی یا جھوٹی سلمہ ستارہ یا ریشم کی۔

الجواب

چار انگل سے زائد ناجائز اور اس کا استعمال ممنوع ہے اور متفرق ریشم کا کام ہو خواہ سونے چاندی کا جمع نہ کیا جائے گا جب تک مثل مغرق کے نظر نہ آتا ہو۔ اور جھوٹے کام کا جزء یہ اس وقت نظر میں حاضر نہیں اگر سونا چاندی غالب یا مساوی ہے تو اس کا حکم سونے چاندی ہی کے مثل ہے اور مغلوب ہے یا صرف تانبا تاہم ظاہراً خالی کراہت سے نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ نسا۔ یا فساق کی وضع مخصوص ہو کہ اس صورت میں کراہت یقینی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رومال ریشمیں مرد کے واسطے استعمال کرنا یعنی ہاتھ میں یا کندھے پر رکھنا جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاتھ میں لینا، جیب میں رکھنا، اس سے منہ پوچھنا یہ سب جائز (اگر بہ نیت تکبر نہ ہو کہ اس نیت سے تو کوئی روا نہیں) اور کندھے پر ڈالنا مکروہ تحریمی۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لعن اللہ الرجلۃ من النساء مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۹۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الرجل حدیث ۴۴۷۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۴۶

نزدیک ریشم کا پہننا ہی مرد کو ممنوع ہے نہ کہ باقی طرق استعمال، اور رومال حسبِ معمول کندھے پر ڈالنا ایک نوعِ لبس ہے، ہاتھ یا جیب میں رکھنا پہننا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

التعلیق یشبہ اللبس فحرم لذٰلک لما علم ان الشبھۃ فی باب المحرمات ملحقۃ بالیقین رملی، والظاھر ان المراد بالکیس المعلق نحوکیس التمائم المسماۃ بالحمائلی فانہ یعلق بالعنق بخلاف کیس الدراھم اذا کان یضعہ فی جیبہ مثلا بدون تعلیق وفی الدر المنتقی ولا تکرہ الصلٰوۃ علی سجادۃ فی الابریسم لان الحرام ھو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوہ فلیس بحرام کما فی صلٰوۃ الجواھر واقرہ القھستانی وغیرہ۔[1]

لٹکانا حرام شَی کا، پہننے کے مشابہ ہے اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ محرمات کے باب میں شبہہ، یقین کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، رملی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ تھیلے سے مراد لٹکایا ہوا ہے جیسے تعویذات کا تھیلا کہ جس کو حمائلی کہا جاتا ہے کیونکہ اسے گلے میں لٹکایا جاتا ہے بخلاف اس کے کہ دراہم کا تھیلا (بٹوہ) جبکہ اسے بغیر لٹکائے جیب میں رکھا جاتا ہے۔ درمنتقی میں ہے کہ ریشمی مصلّی (جائے نماز) پر نماز ادا کرنا مکروہ نہیں اس لئے کہ ریشم کا پہننا حرام ہے لیکن پہننے کے سوا اور طریقوں سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں جیسا کہ صلٰوۃ الجواہر میں مذکور ہے اور قہستانی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وفی القنیۃ دلال یلقی ثوب الدیباج علٰی منکبیہ للبیع یجوز اذا لم یدخل یدیہ فی الکمین وقال عین الائمۃ الکرابیسی فیہ کلام بین المشائخ اھ ووجہ الاول ان القاء الثوب علی الکتفین انما قصد بہ الحمل دون الاستعمال فلم یشبہ اللبس المقصود للانتفاع، تأمل۔[2]

قنیہ میں ہے کہ دلال نے ریشمی کپڑا بیچنے کیلئے کندھوں پر اُٹھایا تو یہ جائز ہے جبکہ دونوں ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے۔ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا اس میں مشائخ کرام کی گفتگو ہے (یعنی اعتراض اور اختلاف ہے) اھ۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ کندھوں پر لٹکانے سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ پہننا لہٰذا یہ پہننے کے مشابہ نہیں جو انتفاع سے مقصود ہے، غور کیجئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/۲۲۶

اسی میں ہے :

الحرام ھو اللبس دون الانتفاع اقول ومفادہ جواز اتخاذ خرقۃ الوضوء منہ بلا تکبر اذ لیس بلبس لاحقیقۃ ولا حکما بخلاف اللحاف والتکۃ وعصابۃ المفتصد تامل[1]۔ ھذا ما ظھر لی، واللہ تعالٰی اعلم۔

حرام صرف پہننا ہے صرف فائدہ اٹھانا حرام نہیں، میں کہتا ہوں اس کا مفاد (حاصل) یہ ہے کہ ریشمی رومال سے اعضائے وضو پونچھنا اگر بلا تکبر ہو تو جائز ہے اس لئے کہ یہ نہ حقیقۃً پہننا ہے نہ حکماً، بخلاف لحاف، تکمہ اور فصد کی پٹی کے۔ غور و فکر کیجئے اھ، یہ وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵ از ریاست کوچ بہار ملک بنگال مدرسہ محسنیہ راجشاہیہ مرسلہ مولوی خلیل اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ مذکورہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

مخدوم و مکرم من زاد مجدکم بعد از السلام علیکم ملتمس ہوں کہ مرسلہ گرامی بنا بر طلب نمونہ پارچہ ریندی پہنچ کر باعث سرفرازی ہوا حسب فرمائش عالی پارچہ مذکورہ کا کسی قدر نمونہ مرسل ہے میرا اپنا مسلک یہ ہے کہ پارچہ مذکورہ شرعاً مباح الاستعمال ہے اور میں نے یہ مسلک بہت تحقیق اور بڑی جستجو اور قال اقول کے بعد اختیار کیا ہے، حضرت مخدومنا و شیخنا ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے حضور میں ایک بزرگ کے ساتھ جو اباحت استعمال کے قائل تھے میرا زبانی مباحثہ ہوا میں مدعی حرمت کا تھا آخر محاکمہ مولانائے مغفور سے انھیں کا مدعا صحیح ثابت ہوا یہاں کے ایک بنگالی مولوی صاحب نے آج کل اس کے حرام ہونے کا بہت بڑا زور شور سے ایک فتوٰی لکھا ہے بلکہ زہر اگلا ہے کہ مباح کہنے والے کو یکبارگی کافر بنا دیا ہے نعوذ باللہ!

مخفی باد کہ وجہ حرمت جامہ ریندی درایۃً وروایۃً ہیچ وجہ بر نمی آرد وآں از قسم حریر منصوص الحرمۃ فی القرآن والحدیث نیست چہ عند التعمیق والتفتیش بوضوح می پیوندد کہ ماہیت حریر و ثوب مسطور الصدر یکے نبود بلکہ فرقے درمیان می باشد غذائے کرم آبریشم برگ تو دست

واضح رہے کہ ریندی کپڑے کی حرمت کی کوئی وجہ عقلاً نقلاً دکھائی نہیں دیتی اور وہ ریشم کی اس قسم سے نہیں جس کی حرمت قرآن و حدیث میں صراحۃً موجود ہے کیونکہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ریشم اور مذکورہ کپڑے میں کوئی مماثلت نہیں بلکہ دونوں کے درمیان فرق ہے اس لئے کہ ریشم کے کیڑے کی

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۶

كما قال الناظم الگنجوى ؎

كرمے كہ از تود و از برگِ تود
زحلوا و ز ابريشم آورد سود

تود ہماں توت است اہل راجشاہی کہ منبت و مخزن ابریشم ست زراعت توت مے کنند و کرم ابریشم را می خورانند و می پرورند چنانچہ ایں ہمہ بچشم سر دیدہ ام و می بینم و غذائے کرم جامہ مذکور ورق بیدانجیر ست کہ ہندی آں را رینڈی ست وعلاوہ براں وجہ حرمت حریر تفاخر و تنعم و زینت و نفاست و تشبہ بالاکاسرہ والجبابرہ و اخوات آں ست و ایں ہمہ در حریر یافتہ شود نہ در رینڈی و علٰی فرض المحال اگر آں جامہ از قسم ابریشم ہم باشد پس وجہ عدم حرمت آں ایں خواہد بود کہ مراد از حریر منصوص حریر جید باشد نہ ردی بحکم ضابطہ اصول المطلق ینصرف نظرًا الٰی فردہ الکامل ھذا ما خطر ببالی الکسیر و اللہ تعالٰی اعلم بحقائق الاشیاء نمقہ العبد المشتاق الٰی ربہ الجلیل ابواسمٰعیل محمد خلیل اللہ المدرس الاول فی المدرسۃ المحسنیۃ الراجشاھیۃ تجاوز اللہ عن ذنوبہ۔

خوراک توت کے پتے ہیں، جیسا کہ مولٰنا نظامی گنجوی نے فرمایا:

"وہ ایسا کیڑا ہے کہ توت اور اس کے پتوں سے، اس نے حلوے اور ریشم کا فائدہ عنایت کیا۔"

"تود" وہی درخت توت ہے جو ریشم کی پیداوار کا ذریعہ ہے چنانچہ راجشاہی کے باشندے توت کی باقاعدہ کاشت کرتے ہیں اور ریشم پیدا کرنے والے کیڑوں کو بطور خوراک کھلاتے ہیں اور ان کیڑوں کی پرورش کرتے ہیں، یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دیکھ رہا ہوں اور مذکورہ کپڑے کے کیڑے کی خوراک بیدانجیر ہے کہ ہندی میں اس کو رینڈی کہتے ہیں اس کے علاوہ ریشم کی وجہ حرمت، تفاخر، تنعم، زیب و زینت، نفاست اور اکاسرہ جبابرہ یعنی متکبر اور سرکش لوگوں سے مشابہت ہے (کہ وہ نرم و نازک ملائم نفیس ریشم کو برائے تکبر و غرور اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھتے ہیں) اور یہ چیز توت کے اصلی ریشے میں پائی جاتی ہے نہ کہ رینڈی میں، لیکن اگر بفرضِ محال وہ کپڑا از قسم ریشم ہی ہو تو پھر اس کے حرام نہ ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ ریشم جس کی حرمت منصوص ہے اس سے اعلٰی و عمدہ ریشم مراد ہے نہ کہ ردی اور گھٹیا۔ اور اہلِ اصول کے قاعدہ کے مطابق جب مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا "فردِ کامل" مراد ہوگا۔ پس یہ عدم حرمت کی چند وجوہات میرے شکستہ دل میں کھٹکی تھیں جو بیان ہوئیں، اللہ تعالٰی حقائق اشیاء کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ اس کو رب جلیل کا شوق رکھنے والے بندے نے لکھا جو ابواسمٰعیل محمد خلیل اللہ مدرس اول مدرسہ محسنیہ راجشاہیہ میں ہے اللہ تعالٰی اس کے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ (ت)

بارِ دوم از حیدرآباد دکن محلہ سلطانپور مرسلہ سید عبدالرزاق صاحب وکیل ہائی کورٹ و سیکریٹری اسٹیٹ نواب فخر الملک بہادر وزیر جوڈیشل و پولس ڈیپارٹمنٹ

بدیں عبارت بعالی خدمت عالی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قبلہ، جو نمونہ کپڑے کا پیش ہے کہا جاتا ہے یہ ٹسر ہے، ٹسر اور ریشم کی تعریف ذیل میں ہے:

ریشم: ریشم کے کیڑے پرورش کئے جاتے ہیں جب اُن کے انڈے بچے ہو کر بڑے ہوتے ہیں تو پانی میں اُن کو جوش دیا جاتا ہے جب وہ گھل جاتے ہیں تو اُن سے تار نکالا جاتا ہے وہی ریشم ہے۔

ٹسر: ٹسر کے کیڑے اس ملک میں بھی ہوتے ہیں جیسے بیر کے درخت کے کیڑے، یہ مثل ریشم کے کیڑوں کے پرورش نہیں کئے جاتے بلکہ قدرتاً ایک بونڈی میں پرورش پاتے ہیں، جب وہ خود بخود ہونے کے بعد مر جاتے ہیں تو بونڈی سے تار نکال لئے جاتے ہیں وہی ٹسر ہے۔

ریشم کی چمک اور ملائمت ٹسر میں نہیں ہوتی، اور چنیا سلک عورتوں کے لباس کے کام میں نہیں آتا، اور یہ کپڑا مثل چھلواری کے متعدد بار دُھل سکتا ہے اور چھلواری سے مضبوط ہوتا ہے، اکثر علماء و مشائخ اسے پہنتے ہیں، مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں بھی علماء و خطباء کو پہنتے دیکھا گیا، اب یہ شبہہ پیدا ہو رہا ہے کہ شرعاً اس خاص کپڑے کا پہننا درست ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ہم نے حریر، دیبا خز، قز کے احکام صحیح بخاری و مسلم و مشکوۃ شریف و ہدایہ و فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں تفصیل سے دیکھے لیکن یہ تشفی نہیں ہوئی کہ یہ خاص کپڑا مشروع ہے یا نہیں؟ لہٰذا صرف اس قدر دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کپڑا جو اس کے ساتھ پیش ہے مشروع ہے اور اس سے نماز جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل اس کپڑے کا بہت رواج ہو رہا ہے اس لئے مسلمانوں کو شک و شبہہ سے بچانے کے لئے اس خاص کپڑے کے جواز یا عدمِ جواز کا فتوٰی ضرور ہے۔

الجواب

اللّٰھم لک الحمد، جو کپڑا فقیر نے دیکھا اور اس کے متعلق بیان سائل نظر سے گزرا، اس نے صورۃً وصفۃً حریر سے مشابہت نہ پائی۔ یہ بہت خشن، کثیف، ردی، اکثر معمولی کپڑوں سے بھی گری حالت میں ہے اسے نعومت، ملاست، نظافت، ابراش، تزین و تکبر و تفاخر سے کچھ علاقہ نہیں۔ قیمت میں بھی سُنا گیا ہے کہ بہت ارزاں ہے۔ وہ کرم جس سے یہ پیدا ہوتا ہے مسموع ہوا کہ وہ دُود القز کے علاوہ اور کیڑا ہے، اس کی غذا ورقِ فرصاد یعنی برگِ تُوت ہے اور اس کی ورق الخروع یعنی برگ بیدانجیر جسے ہندی میں انڈی اور دیار بنگالہ میں رینڈی کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ کپڑا وہاں انھیں ناموں

سے مستثنیٰ ہے۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قل اٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ○[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن لوگوں سے فرمادیں (یعنی دریافت کریں) کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو؟ (ت)

وقال تعالیٰ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ○[۲]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (لوگو!) تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[۳]

اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس لئے کہ ان دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اس کو مباح کہنے میں ہے اس لئے کہ یہی اشیاء میں اصل ہے۔ (ت)

اشباہ میں ہے:

فی الھدایۃ من فصل الحداد ان الاباحۃ اصل انتھی ویظھر ھذا الاختلاف فی المسکوت عنہ ویتخرج علیھا ما اشکل حالہ فمنھا الحیوان المشکل امرہ

ہدایہ کی فصل حداد میں ہے کہ اباحت اصل ہے انتہی اور جس چیز سے سکوت ہے (یعنی مسکوت عنہ) میں یہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے، اباحت پر ان مسائل کی تخریج کی جاتی ہے کہ جن کا حال معلوم کرنا مشکل ہو،

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

[۲] " ۱۶/ ۱۱۶

[۳] ردالمحتار بحوالہ الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان کتاب الاشربہ ۵/ ۲۹۶

والنبات المجہول وسمیتہ۔[1] پس ان میں سے ایک تو وہ حیوان ہے جس کا معاملہ مشتبہ ہو اور دُوسرے وہ نامعلوم جڑی بُوٹیاں ہیں اور اُن کا زہریلا ہونا ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

قولہ والنبات المجہول الخ یعلم منہ شرب الدخان[2]

مصنّف کا ارشاد ہے والنبات المجہول الخ اس سے دُھواں نوشی کا حکم معلوم ہوجاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الذی یظھران ھذہ الدودۃ ان کانت غیر مائیۃ المولد وکان لھا دم سائل فھی نجسۃ والا فطاھرۃ فلا یحکم نجاستھا قبل العلم بحقیقتھا۔[3]

وہ جو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان کیڑوں کی جائے پیدائش پانی نہیں اور ان میں بہنے والا خُون ہے تو وہ ناپاک ہیں بصورتِ دیگر پاک ہیں لہذا ان کی حقیقت معلوم ہونے سے قبل ان پر نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

ادعائے تحریم کے لئے لازم ہے کہ شرع سے خاص اس کپڑے کی حرمت پر دلیل قائم ہو یا ثبوت کافی دیا جائے کہ شرعاً حریر اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جائے اگرچہ دُود القز کا غیر ہو اگرچہ اُس میں کوئی وجہ تزیّن و تفاخر و تشبہ بالجبابرۃ والاکاسرۃ کی نہ ہو و دُونھما خرط القتاد (اور ان دو کے بغیر صرف کانٹوں پر ہاتھ پھیرنا ہے یعنی سوائے تکلیف کچھ حاصل نہیں۔ ت) (یہ ایک مثال ہے جو کسی کام کے غیر حصول کے لئے بیان کی جاتی ہے۔ مترجم)

بالجملہ جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحتِ اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔

قال اللہ تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔[4] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پیدا کیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول قاعدہ ھل الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۷-۹۸
[2] غمز عیون البصائر " " " " " " " " ۱/ ۹۸
[3] ردالمحتار کتاب الطہارت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰
[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دستار کے شملہ کہاں تک رکھنا مسنون ہے اور کہاں تک رکھنا مباح ہے اور کہاں تک رکھنا ممنوع وغیر مشروع حرام ہے اگر کسی شخص نے ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھا دوسرے نے بولا ڈیڑھ ہاتھ شملہ رکھنا حرام ہے، آیا یہ کہنا بموجب شرع کے ہے یا نہیں؟ آیا یہ قائل گنہگار ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

شملہ کی اقل مقدار چار انگشت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ، اور بعض نے نشستگاہ تک رخصت دی یعنی اس قدر کہ بیٹھنے سے موضع جلوس تک پہنچے، اور زیادہ راجح یہی ہے کہ نصف پشت سے زیادہ نہ ہو جس کی مقدار تقریباً وہی ایک ہاتھ ہے، حد سے زیادہ داخلِ اسراف ہے، اور بہ نیتِ تکبر ہو تو حرام، یونہی نشست گاہ سے بھی نیچا مثلاً رانوں یا زانو تک یہ سخت شنیع وممنوع، اور بعض انسان بدوضع آوارہ رندوں کی وضع ہے۔ ڈیڑھ ہاتھ کا شملہ اگر بہ نیتِ تکبر نہ ہو تو اسے حرام کہنا نہ چاہئے خصوصاً اس حالت میں کہ بعض علماء نے موضع جلوس تک بھی اجازت دی مگر حرام کہنے والے کو گنہگار بھی نہ کہیں گے جبکہ اس نے حرام بمعنی عام یعنی ممنوع لیا ہو جو مکروہ تحریمی کو شامل ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

اقل مقدار عذبہ چہار انگشت ست وطول آں تجاوز از نصف ظہر بدعت ست و داخل اسبال و اسراف ممنوع واگر بطریق تکبر وخیلاء باشد حرام والا مکروہ مخالف سنّت[1]

پگڑی کے شملہ کی کم سے کم مقدار چار انگلیوں کے برابر ہے اور شملے کو اتنا لمبا رکھنا کہ آدھی پشت سے بھی آگے چلا جائے بدعت ہے، کپڑا لٹکانے میں اسراف ہے جو ممنوع ہے، اور اگر تکبر اور تفاخر کے طور پر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ اور خلافِ سنّت ہے۔ (ت)

دستور اللباس میں ہے:

از فتاوٰی حجۃ وجامع آوردہ کہ الذنب ستۃ انواع للقاضی خمس وثلثون اصابع وللخطیب احدی وعشرون اصابع وللعالم سبع وعشرون اصابع وللمتعلم سبعۃ عشر اصبعا وللصوفی سبع اصابع وللعامی اربع اصابع[2]

فتاوٰی حجۃ اور جامع میں نقل کیا گیا ہے کہ شملہ کی چھ اقسام ہیں: (۱) قاضی کے لئے ۳۵ انگشت کے بمقدار (۲) خطیب کے لئے بمقدار ۲۱ انگشت (۳) عالم کے لئے بمقدار ۲۷ انگشت (۴) متعلم کیلئے بمقدار ۱۷ انگشت (۵) صوفی کیلئے بمقدار ۷ انگشت (۶) عام آدمی کے لئے بمقدار ۴ انگشت۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس فصل دوم مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/۵۴۵

[2] دستور اللباس

شرح شرعۃ الاسلام میں ہے :

قال فی خزانۃ الفتاوی والمستحب ارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط الظھر ومنھم من قال الی موضع الجلوس ومنھم من قدر بالشبر۔[1]

خزانۃ الفتاوٰی میں فرمایا، پگڑی کا شملہ دو کندھوں کے درمیان نصف پشت تک لٹکانا مستحب (موجبِ ثواب) ہے۔ اور بعض اہل علم نے فرمایا: سرین تک ہو جبکہ بعض نے اس کی مقدار صرف ایک بالشت بتائی ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے :

یرسل الذیل بین الکتفین الی قدر الشبر اوموضع القعود اونصف الظھر وھو وسط مرضی والکل مروی۔[2]

شملہ دو کندھوں کے درمیان ایک بالشت کی مقدار لٹکائے (اور چھوڑے) یا سرین تک ہو یا نصف پشت تک ہو اور یہ متوسط اور پسندیدہ طریقہ ہے اور یہ سب کچھ مروی ہے (ت)

شرح علامہ علی قاری میں ہے :

الاول اشھر واکثر واظھر والکل قد جمعتہ فی رسالۃ مستقلۃ اھ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پہلا قول اکثر اور زیادہ مشہور ہے اور زیادہ ظاہر ہے اور ان سب اقوال کو میں نے ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷ مسئولہ مولوی حکیم امجد علی صاحب ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

زعفران اور کُسم اگر دوسرے رنگوں میں تھوڑے شامل کردئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر تھوڑے ملائے کہ مستہلک ہوگئے اور اُن کا رنگ نہ آیا تو حرج نہیں،

اذ لاحکم للمستھلک ویشیر الیہ کلام التنویر کرہ لبس

جو چیز نیست و نابود ہوجائے تو اس کے لئے کوئی حکم نہیں۔ صاحبِ تنویر کا کلام اسی طرف

---

[1] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن اللباس مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۸۳-۲۸۴

[2] عین العلم الباب السابع فی الاتباع فی المعیشۃ مطبع امرت پریس لاہور ص ۲۴۸

[3] شرح عین العلم لملا علی قاری (بین السطور) " " " " " " ص ۲۴۸

المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اشارہ کرتا ہے معصفر اور زعفرانی سُرخ اور زرد رنگ مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۸

نیا کپڑا یا جُوتا استعمال کرنے پر کیا پڑھے اور کون سے روز استعمال کرے؟ درزی کو کون سے روز سِلنے کو دے؟

الجواب

بسم اللہ کہہ کر پہنے اور پہن کر پڑھے:

الحمد للہ الذی کسانی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ[2]۔

سب تعریف اور ستائش اُس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری قوت وطاقت (بچاؤ و تحفظ) کے بغیر مجھے اسکے پہننے کی توفیق بخشی (ت)

اور کپڑے کے استعمال یا درزی کو دینے کے لئے کوئی خصوصیت نہیں، ہاں منگل کے دن کپڑا قطع نہ کیا جائے، مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا:

"جو کپڑا منگل کے روز قطع کیا جائے وہ جلے یا ڈوبے یا چوری ہوجائے۔" واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹

از کالج علیگڈھ کمرہ ۶۱ مرسلہ عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی کوٹ پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں؟

الجواب

دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص وشعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح[3]۔

افرنگیوں کا لباس صحیح قول کی بنا پر کفر ہے۔ (ت)

ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اوّل میں، اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰

[2] عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول اذا استجد ثوباً حدیث ۲۷۱ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ص ۷۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثامن من الانواع الستین السخریۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۳۰

نہیں جبکہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو فان کل بلدۃ و عوائدھا (کیونکہ ہر شہر اور اس کے رہنے والے۔ ت) خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً، سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت و خون واقع ہوا بالآخر مجبوری مانی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ حافظ نبو علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کمہ تالاب متوسط ضلع ناگپور

۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ خام رنگ مثلاً سرخ، سبز، نیلا، پیلا ایسے رنگ کے کپڑے پہن کر نماز جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

عورت کو ہر قسم کا رنگ جائز ہے جب تک اس میں کوئی نجاست نہ ہو، اور مرد کے لئے دو رنگوں کا استثناء ہے معصفر اور مزعفر یعنی کسم اور کیسر۔ یہ دونوں مرد کو ناجائز ہیں اور خالص شوخ رنگ بھی اسے مناسب نہیں، حدیث میں ہے:

ایاکم والحمرۃ فانھا من زی الشیطان[1]۔ سرخ رنگ سے بچو اس لئے کہ وہ شیطانی صورت اور ہیئت ہے۔ (ت)

باقی رنگ فی نفسہٖ جائز ہیں کچے ہوں یا پکے، ہاں اگر کوئی کسی عارض کی وجہ سے ممانعت ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے، جیسے ماتم کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا حرام ہے کما فی الھندیۃ[2] (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ میں ہے۔ ت) بلکہ ماتم کے لئے کسی قسم کی تغییر وضع حرام ہے کما فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ لعلی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح المشکوٰۃ میں ہے۔ ت) ولہذا ایام محرم شریف میں سبز لباس جس طرح جاہلوں میں مروج ہے ناجائز و گناہ ہے اور اودا یا نیلا یا آبی یا سیاہ اور بدتر و اخبث ہے کہ روافض کا شعار اور ان کی تشبّہ ہے اسی طرح اُن ایام میں سُرخ بھی ناصبی خبیث بہ نیت خوشی و شادی پہنتے ہیں یُونہی ہولی کے دنوں میں چُنریاں اور بسنت کے دنوں میں بسنتی کہ کفار ہنود کی رسم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۴۸/۸
کنز العمال بحوالہ ابن جریر عن قتادہ حدیث ۴۱۱۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۴/۱۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۳/۵

مسئلہ ۴۱: از موضع میرپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ یوسف علی ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ لباسِ مسنون کیا ہے اور روایت مشہورہ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرمایا ہے اور قمیص بلا بٹن یعنی گھنڈی دار پہنتی ہیں تو بھی مسنون ہوا اور جب یہ مسنون ہوا تو اگر کوئی شخص پاجامہ پہنے یا قمیص یا بٹن پہنے یا چین لگائے یا کالر لگائے یہ سب خلافِ سنت ہیں تو کیا وہ مخالفِ سنت کہلایا جائے گا اور مثلاً آپ نے یعنی حضورِ اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نانِ جویں ہی تناول فرمائی ہیں اور دعوت میں جیسی بھی تو کیا جو شخص اپنے مکان پر نانِ گندم کھائے اور نانِ جو نہ کھائے تو مخالفینِ سنت میں داخل ہوگا؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سُننِ زوائد ہیں بہ نیتِ اتباع اجر ہے ورنہ:

قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[1] فرما دیجئے اللہ تعالٰی کی زیب وزینت کس نے حرام ٹھہرائی جو اس نے بندوں کے لئے نکالی (یعنی ظاہر فرمائی) اور ستھری روزی۔ (ت)

ہاں یہ ضرور ہے کہ کفّار یا بدمذہبوں یا فسّاق کی وضع نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲: از بریلی شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ شریف کے گز کا باندھا تھا اور کس طرح باندھا تھا جیسا کہ عرب شریف کے لوگ باندھتے ہیں یا یہاں کے لوگ باندھتے ہیں اور حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند باندھا تھا کہ پاجامہ پہنا تھا اور حضور کے کُرتہ شریف میں گھنڈی لگی تھی یا بٹن اور کُرتہ شریف میں چاک کھُلے تھے یا نہیں؟ گھنڈی آپ کے کُرتہ مبارک میں سامنے تھی یا اِدھر اُدھر؟

الجواب

عمامہ میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم نہ ہو نہ چھ گز سے زیادہ، اور اس کی بندش گنبد نما ہو جس طرح فقیر باندھتا ہے، عرب شریف کے لوگ جیسا اب باندھتے ہیں طریقہ سنت نہیں اسے اعتجار کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

کہ بیع میں سر کھلا ہے، اور اعتجار کو علمائے نے مکروہ لکھا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تہبند باندھا اور پاجامہ خریدنا اور پاجامہ پہننے کی تعریف فرمانا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں۔ کرتہ مبارک میں بٹن ثابت نہیں۔ چاک دونوں طرف تھے۔ صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰے عنہما کی حدیث میں ہے:

وفرجیہا مکفوفین بالدیباج۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے کُرتہ مبارک کے دونوں چاک ریشم سے سِلے ہوئے تھے۔ (ت)

گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا، اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بر سینۂ مبارک وی بود چنانکہ احادیث بسیار بر آں دلالت دارد۔[2]

آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کا گریبان آپ کے مقدس سینے پر تھا جیسا کہ بہت سی حدیثیں (ارشاداتِ صحابہ کرام) اس پر دلالت (اور راہنمائی) کرتی ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برسینہ بود۔[3] واللہ تعالٰے اعلم

تحقیق یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے مبارک کا گریبان سینۂ اقدس پر تھا۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۳: از برٹس گائنا ڈمرارا پترس حال ویع الیسٹ بنگ مسئولہ عبدالغفور بتاریخ ۲۴ صفر المظفر روز شنبہ ۱۳۳۴ھ

زرد رنگ کپڑا مرد کو پہننا کیسا ہے خصوصاً جو شخص اپنے کو عالم کہے اور پھر زرد کپڑا پہنتا ہو۔

الجواب

زعفران کا رنگا ہُوا کپڑا مرد پر حرام ہے اور کسی طرح کا زرد رنگ حرام نہیں، ہاں اگر وہ کسی ایسی وضع مخصوص

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] اشعۃ اللمعات " الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۴۴

[3] " " " " " " ۳/ ۵۴۴

پر ہے جس سے انگشت نمائی وشہرت ہو تو مطلقاً مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل سنی حنفی قادری رضوی ۴ ارجب المرجب ۱۳۳۴ھ

رومال خالص ریشمی کپڑے کا مرد استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

رومال سے مراد اگر ہاتھ میں لینے کا ہے تو کرسکتا ہے اور اگر اوڑھنے کا ہے تو نہیں۔

مسئلہ ۴۵ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مخمل اور کمخواب سوتی یا ریشمی کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس طرف اکثر مسلمان مخمل کی ٹوپی اور سدری وغیرہ پہنتے ہیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

کمخواب یا مخمل سوتی مرد کو جائز ہے اور ریشمی ناجائز؛ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶ مرسلہ صاحب علی طالب علم ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

(۱) عورت نے اپنے خاوند کو اپنے ساتھ لٹا کر اپنا لحاف ریشمی یا چادر ریشمی خاوند کو بھی اُڑھا دی تو کیا یہ استعمال ریشمی کپڑے کا بہ تبع عورت کے، مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مرد کو مخمل پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ناجائز ہے اور اوڑھنے میں تبعیت کے کوئی معنی نہیں، دونوں مستقل ہیں، اور یہ تبعیت کی کوئی صورت نہیں کہ مِلک عورت کی ہے یا بنا اس کے لئے، ہاں ریشمی توشک پر لیٹنا امام کے نزدیک جائز ہے۔

(۲) ریشمی مخمل ناجائز ہے سوتی جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷ از بنارس محلہ پرکنڈہ مسئولہ مولانا مولوی عبدالحمید صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۵ھ

عورات کو پاجامہ ٹخنا کھول کر پہننا چاہئے یا ڈھانک کر؟

الجواب

عورات کے گٹے ستر عورت میں داخل ہیں، غیر محرم کو اُن کا دیکھنا حرام ہے، عورت کو حکم ہے کہ اسکے پائچے خوب نیچے ہوں کہ چلنے میں ساق یا گٹے کھلنے کا احتمال نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعضاء عورۃ الحرۃ الساقان مع الکعبین والثدیان[1] الخ۔

آزاد (شریف زادی) عورت کا محلِ ستر (چھپانے کی جگہ) ٹخنوں سمیت دو پنڈلیاں اور دو چھاتیاں ہیں الخ (ت)

مالک وابوداؤد ونسائی وابنِ ماجہ ام المؤمنین ام سلمہ اور ترمذی ونسائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

حدیث ام المؤمنین انہا قالت لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین ذکر الازار فالمرأۃ یارسول اللہ قال ترخی شبرا قالت اذن تنکشف عنہا قال فذراع لاتزید علیہ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی حدیث ہے کہ انھوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ جبکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہبند کا ذکر فرمایا یارسول اللہ! عورت کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ بالشت بھر (اپنا تہبند) لٹکائے رکھے۔ عرض کی: پھر اس کا پاؤں برہنہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ایک ہاتھ چھوڑدے (یعنی لٹکادے) لیکن اس سے زیادہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: ازموضع گھورنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا مرسلہ نذیر احمد صاحب ۶ جمادی الاولٰی

لباس مسنون مرمردان وزنان چیست وخلافش مثلاً شیروانی وچپکن واچکن وکوٹ انگریزی وفارسی وپاجامہ انگریزی ودھوتی دہ گزی وکلاہ ترکی وانگریزی وغیرہ ازلباس مردان وبڈی ہندوان کہ طولش تاکمر وببدن چسپاں بود وشامیز کہ پیراہن درازست زیر ساڑی دہ گزی می پوشد وساڑی دہ زراع وغیرہ ازلباس زنان رواست۔

مردوں اور عورتوں کے لئے کون سا لباس سنّت ہے اور اس کے مخالف کون سا لباس ہے۔ مثلاً شیروانی، چپکن، اچکن، کوٹ انگریزی اور فارسی، پاجامہ انگریزی۔ دس گز دھوتی۔ ترکی اور انگریزی ٹوپی وغیرہ جو مردوں کا لباس ہے۔ اور ہندوؤں کی "بڈی" کہ جس کی درازی کمر تک ہوتی ہے۔ اور وہ جسم سے پیوستہ ہوا کرتی ہے۔ اور "شامیز"

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الذیل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ باب ماجاء فی ذیول النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۸
جامع الترمذی ابواب اللباس " " امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب ذیل المرأۃ کم یکون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۴

یا نہ ؟ کو لمبا پیراہن ہے جو ساڑھی کے نیچے دس گز کا پہنتے ہیں، اور ساڑھی کی مقدار دس ہاتھ وغیرہ ہوتی ہے۔ یہ عورتوں کا لباس ہے۔ کیا یہ دونوں جائز ہیں یا نہیں ؟

الجواب

کلیہ در لباس آنست کہ در وے رعایت سہ امرے باید کرد، یکے اصل او حلال باشد، ہمچو لباس ریشمیں یا زری یا رنگین معصفر و زعفران کہ مرد را مطلقاً روا نیست، دوم رعایت ستر آنچہ کہ متعلق بستر است چنانچہ مرد را زیر جامہ و زنان آزاد را از سر تا پا ہمہ لباس پیش اجانب وانچہ پشت و شکم از ناف تا زیر زانو پوشد پیش محارم واگر تنہا پیش شوہر خود است حاجت ہیچ ستر ندارد الا حیاء و از فروع اینہم ست کہ لباس بوضع ستر آنچناں چسپیدہ کہ ہیأت آں عضو را نماید کما ذکرہ فی رد المحتار حققناہ فی ما علقناہ علیہ، سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق فساق و ایں بر دو گونہ است یکے آنکہ شعار مذہب ایشاں باشد ہمچو زنار ہنود و کلاہ مخصوص نصارٰی کہ ہیٹ نامند لبس اینہا کفر بود و اگر شعار مذہب نیست از خصوصیات قوم آنہا آنست ممنوع و ناروا باشد حدیث صحیح من تشبہ بقوم فھو منھم[1]

قاعدہ کلیہ، لباس پہننے میں یہ ہے کہ اس میں تین امور کی رعایت کرنی چاہیے۔ ایک یہ کہ اصل میں اس کا استعمال کرنا جائز ہو، مثلاً جیسے ریشمی یا سنہری لباس، یا سُرخ یا زرد، زعفرانی رنگ کا لباس کہ علی الاطلاق مرد کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔ (دوسری بات) ستر کی رعایت ہو اُس لباس میں کہ جس کا ستر سے تعلق ہے۔ جیسے مرد کے لئے زیر جامہ۔ اور آزاد عورتیں سر سے لے کر پاؤں تک غیر محرم (اجنبی) مردوں کے سامنے مکمل لباس پہنے ہوں۔ البتہ محرم مردوں کے رُوبرو، پشت اور ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک پردہ پوش ہوں۔ ہاں اگر تنہا شوہر کے پاس ہو تو پھر اہتمام ستر کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر شرم و حیاء مانع ہو تو الگ بات ہے۔ اور اس کے ذیلی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ لباس محلِ ستر پر کچھ اس طرح چسپاں ہو کہ اس عضو کی ہیئت نہ دکھائی دے۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ذکر فرمایا اور میں نے اس کے حواشی میں اس کی تحقیق کردی۔ (تیسری بات) لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

درصورت اُولےٰ محمول بر ظاہر خود ست
و در ثانیہ بر زجر و تہدید و در ثانیہ امر
باختلاف ممالک و مراسم مختلف شود مثلاً
در بنگالہ ساڑی عام ست مر زنان مسلمات و
مشرکات را پس از باب تشبّہ نباشد اچکن
و چکن و شیروانی از تراشہائے جدیدہ است
و جدّت در عادت ممنوع نیست تا مشتمل بر ممنوع
شرعی نباشد و در رنگ ملبوس مردان کہ انگرکھا
نامند نو پیدا ست فاما منع شرعی با خود ندارد
مگر آنگاہ کہ چاک پردہ اش جانب راست باشد
کہ بوجہ مشابہت ہنود حرام ست کوٹ انگریزی
ممنوع ست و کوٹ فارسی ندیدہ ام و اگر خصوصیت
بقوم کفرہ یا فسقہ دارد نیز ممنوع ست ہمچناں
زیر جامہ انگریزی کہ پتلون نامند اگر مانع سجود
باشد خود کبیرہ مردود باشد ورنہ بوجہ مشابہت
ممنوع بود لباس مسنون ازار ست یعنی تہبند
و ایں دھوتی بدو وجہ ممنوع ست یکے لباس
ہنود دوم اسراف بے سود کہ بجائے دہ گز سہ چار
گز کافی بود، کلاہِ ترکی ابتدائے او در نیچریاں
شد آناں را بہرہ از اسلام نیست اگر ہم چناں
می ماند دریں ممالک حکم جوازش نبودی کہ ایں جا
ترکان نیند بیدیناں باو عادی اند مگر حالا مشاہدہ
است کہ در بسیارے از مسلمانان نیز ایں
تپ سرخ سرایت کردہ پس شعار نیچریت نماند
اہلِ علم و تقویٰ را از و احتراز باید کہ تا حال وضع علمأ

صورت اور فاسقوں کے طرز و طریقے پر نہ ہو۔ اور
اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ ان کا مذہبی شعار
ہو، جیسے ہندوؤں کا زنّار اور عیسائیوں کی خصوصی
ٹوپی کہ "ہیٹ" کہتے ہیں، پس ان کا استعمال
کفر ہے۔ اور اگر اُن کے مذہب کا شعار تو نہیں
لیکن اُن کی قوم کا خصوصی لباس ہے تو اِس
صورت میں بھی اُس کا استعمال ممنوع (ناجائز
ہے) چنانچہ حدیث صحیح میں فرمایا: جو کسی قوم سے
مشابہت اختیار کرے وُہ اسی میں شمار ہے۔
پس پہلی صورت میں یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔
لیکن دوسری صورت میں ڈانٹ ڈپٹ اور
ڈرانے پر محمول ہے۔ اور امر ثانی میں اختلاف
ممالک اور مراسم کی بنا پر مختلف ہو جاتا ہے مثلاً
بنگلہ دیش میں ساڑھی ایک عام لباس ہے
جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی شامل ہیں
(لہٰذا اس میں کسی ایک کی کوئی خصوصیت نہیں)
لہٰذا اس حالت میں از قبیل تشبّہ نہیں۔ اچکن،
چکن اور شیروانی یہ ایک جدید (نیا) لباس ہے
اور عادۃً "جدت" ممنوع نہیں بشرطیکہ کسی ممنوعِ
شرعی میں شامل نہ ہو۔ نیز شکل مردانہ لباس
کہ جس کو "انگرکھا" کہتے ہیں یہ بھی ایک جدید
پیداوار ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اپنے اندر
ممانعت شرعی نہیں رکھتا، مگر جبکہ اس کے پردے
کا چاک دائیں طرف ہو تو پھر ہندوؤں کی مشابہت
کی وجہ سے حرام ہے۔ اور کوٹ انگریزی پہننا منع

وصلحاء شدہ است ہمچناں حال شیروانی کہ
کہ اگرچہ عوام را از ہردو ممانعت برآمد خواص را
ازو احتراز باید، و بڈی و شامیز معلوم نشد چیست
بہمہ کلیہ کہ بالا گفتہ ایم رجوع باید کرد اگر وضع مخصوص
کفار یا فساق ست احتراز لازم ست و نکتہ دیگر
یاد باید داشت کہ در ملک و شہر خود ہرچہ وضع
مسلمانان باشد او را ترک گفتن و وضع دیگر کہ موجب
شہرت و انگشت نمائی باشد اختیار کردن نیز
مکروہ ست علما فرمودہ اند الخروج عن عادۃ
البلد شھرۃ و مکروہ[1] لباس مسنون مرزنان و
مرداں را چادر و تہبند وجبہ و قمیص بود و سراویل
یعنی زیر جامہ نیز کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم اگرچہ نپوشید پوشندگان را ستود و
خریدن خود ثابت ست زنے در راہ می گزشت
الیش لغزیش برفتاد سید عالم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم روئے ازاں سو گردانید حاضران عرضہ
داشتند کہ او زیر جامہ دارد فرمود اللھم
اغفر للمتسرولات[2] الٰہی زنان زیر جامہ پوش
را مغفرت کن مرداں را فرمودی کہ ازار تا نیم ساق
دارند و کعبین را زنہار نپوشند زناں را یک وجب
فرو ہشتن رخصت داد عرضہ کردند اذاً ینکشفن
یا رسول اللہ ایں گاہ در مشی وغیرہ احتمال انکشاف
ست فرمود یک ذراع و بیش ازیں نے نیز از

ہے۔ اور کوٹ فارسی میں نے نہیں دیکھا۔ اگر کافروں
یا فاسقوں سے کوئی خصوصیت رکھتا ہو تو پھر اس کا
استعمال بھی ناجائز ہے۔ اور اسی طرح زیر جامہ
انگریزی کہ جس کو "پتلون" کہتے ہیں، اگر سجدہ
کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے تو پھر گناہ کبیرہ قابلِ رَد
ہے۔ ورنہ (کمتر یہ ہے) کہ بوجہ مشابہت ممنوع ہے۔
لباسِ مسنون ازار یعنی تہبند ہے۔ اور دھوتی دُو
وجوہ کی بنا پر ممنوع قابلِ ترک ہے، ایک، اس لئے
کہ ہندوؤں کا لباس ہے۔ دوسری وجہ، بیفائدہ
اسراف (فضول خرچی) ہے۔ کیونکہ دس گز کی بجائے
صرف چار گز ہی کافی ہے۔ ترکی ٹوپی کہ اسکی ابتداء
نیچریوں سے ہوئی اور ان کا اسلام میں کوئی حصہ
نہیں۔ اگر یہی حالت رہتی تو ان ممالک میں اس کا
جواز نہ ہوتا کیونکہ یہاں کوئی ترکی نہیں، صرف بے دین
اس کے استعمال کی عادت رکھتے ہیں۔ لیکن اب
دیکھنے میں یہ آیا ہے (اور یہ مشاہدہ ہوا ہے)
کہ بہت سے مسلمانوں میں بھی یہ سُرخ بخار سرایت
کر گیا ہے، لہٰذا اب نیچریت کا شعار نہیں رہا، پس
اہلِ علم اور اصحابِ تقوٰی کو اس سے پرہیز کرنا
چاہئے یہاں تک کہ علماء اور صلحاء کا معمول ہو جائے۔
اسی طرح شیروانی کہ اگرچہ عوام کو دونوں سے
ممانعت نہیں لیکن خاص لوگوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔
بڈی اور شامیز کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ یہ دونوں

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۵۸۲

[2] کنز العمال بحوالہ البزار، عق، عد، ق فی الادب وغیرہ حدیث ۴۱۸۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۴۶۳

[3] سنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۲ و سنن النسائی ۲/ ۲۹۸ و سنن ابن ماجہ ص ۲۶۴ و جامع الترمذی ۱/ ۲۰۶

لباس زنان خمار بود کہ با و سرمی پوشیدند و نطاق کہ بر کمر بالائے ازار می بستند۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیا چیز ہیں۔ لیکن اُسی ضابطہ کلیہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اگر کافروں یا فاسقوں کی وضع ہو تو پرہیز کرے۔ (یہاں) ایک اور نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے ملک اور شہر میں عام مسلمانوں کی جو وضع اور طرز و طریقہ ہو اُسے چھوڑ دینا اور دوسری وضع جو تشہیر اور انگشت نمائی کا سبب ہے اُسے اختیار کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ علمائے کرام فرماتے ہیں اپنے شہر کی عادت اور طریقہ کار سے باہر ہوجانا وجہ شہرت اور مکروہ ہے۔ پس مردوں اور عورتوں کا مسنون لباس چادر، تہبند، جُبّہ، کُرتہ ہے۔ شلوار یعنی زیر جامہ، اگرچہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے نہیں پہنا لیکن پہننے والوں کی تعریف فرمائی اور آپ کا اسے خریدنا ثابت ہے۔ ایک عورت راہ سے گزر رہی تھی کہ اس کا پاؤں پھسلا اور گرگئی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ چنانچہ حاضرین نے عرض کی کہ یہ عورت شلوار پہنے ہوئے تھی، آپ نے یہ دُعا مانگی "اے اللہ! شلوار پہننے والی عورتوں کو بخش دے۔" اور مردوں کو حکم دیا کہ تہبند نصف پنڈلی تک رکھیں اور ٹخنوں کو کبھی نہ ڈھانپیں، اور عورتوں کو "ازار" ایک بالشت چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام) پھر تو برہنہ ہوجائیں گی، یعنی اے اللہ کے رسول! پھر تو ان کے چلنے میں برہنگی کا امکان ہے۔ ارشاد فرمایا، اچھا ایک ہاتھ لٹکا رکھیں لیکن اس سے زیادہ نہ ہو۔ اور عورتوں کے لباس میں دوپٹہ (خمار) بھی ہے کہ اس سے سر ڈھانپتی ہیں اور تسمہ (نطاق) جو کمر پر تہبند کے اوپر باندھتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰: از اردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

ایسا لباس پہننا جس سے فرق کافر و مسلمان کا نہ رہے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔[1]

جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اُن ہی میں سے ہے۔ (ت)

بلکہ اُس میں بہت صورتیں کفر ہیں، جیسے زنار باندھنا، بلکہ شرح الدرر للعلامہ عبدالغنی النابلسی بن اسمٰعیل رحمہما اللہ تعالٰی میں ہے:

---

[1] سنن ابی داود کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح[1]۔ یعنی صحیح مذہب یہ ہے کہ فرنگیوں کی وضع پہننا کفر ہے۔ (ت)

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

امرأۃ شدت علٰی وسطھا حبلا وقالت ھذا زنار تکفر[2]۔ کسی عورت نے اپنی کمر میں رسّی باندھی اور کہا یہ جنیو ہے کافرہ ہوگئی۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱: از جبیب گنج ضلع علیگڑھ مرسلہ روح اللہ منشی ریاست ۶ رشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ معمولی جاپانی اور ولایتی کپڑے سلک کے بنے ہوئے جس میں کچھ بے چمک اور کچھ مختلف چمکدار ہوتے ہیں کچھ نرم ہوتے ہیں کچھ نہیں ہوتے حریر میں داخل ہیں اور اُن کا استعمال مرد و زن کو ناجائز ہے یا نہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب

سلک کو بعض نے کہا کہ انگریزی میں ریشم کا نام ہے، اگر ایسا ہو بھی تو اعتبار حقیقت کا ہے نہ کہ مجرد نام کا، بربنائے تشبیہ بھی ہوتا ہے جیسے 'ریگ ماہی' مچھلی نہیں، 'جرمن سلور' چاندی نہیں۔ جو کپڑے رام بانس یا کسی چھال وغیرہ جیسے غیر ریشم کے ہوں اگرچہ صناعی سے اُن کو کتنا ہی نرم اور چمکیلا کیا ہو مرد کو حلال ہیں اور اگر خالص ریشم کے ہوں یا بانا ریشم ہو اگرچہ تانا کچھ ہو تو حرام ہیں، یہ امر اُن کپڑوں کو دیکھ کر یا اُن کا تار جلا کر یا واقفین سے تحقیق کرکے معلوم ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مخمل کا کپڑا مرد کے لئے پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جس مخمل پر ریشم کا رُواں پُورا چھایا ہُوا ہوتا ہے اس کا پہننا مرد کو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: از احمد آباد گجرات پانچ پیلی مرسلہ حکیم انوار حسین صاحب صفدری ۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

علمائے کرام اہلسنّت وجماعت ادام اللہ فضلھم کا اس بات میں کیا ارشاد ہے کہ سُرخ اور

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع التاسع من انواع الستین السخریۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۳۰
[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۷

زرد (پیلا) رنگ کا کپڑا پہننا مرد کو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نماز درست ہے نہیں؟ اگر پہننا مکروہ ہے تو اس میں کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ بعض احادیث سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سُرخ جُبّہ زیب تن فرمانا ثابت اور زرد ملبوس رنگنا ظاہر، مثلاً:

عن جابر بن سمرة قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لیلۃ مقمرة اضحیان فجعلت انظر الیہ والی القمر وعلیہ حلۃ حمراء فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ رواہ الدارمی والترمذی[1]۔

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا، میں نے خود حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کو (ایک دفعہ) چاندنی روشن رات میں دیکھا تو پھر آپ کو اور چاند کو مسلسل دیکھنے لگا، اور آپ اس وقت سُرخ جبّہ پہنے ہوئے تھے (پھر آخر میں نے یہ نتیجہ نکالا) کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین ہیں (یعنی آسمانی چاند سے مدنی چاند کا حُسن بڑھا ہوا ہے) اس کو دارمی اور ترمذی نے روایت کیا (ت)

[کسی نے کیا خوب فرمایا ؎

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں اُن کے چہرے کو
میں اُن کے نقشِ پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں — مترجم]

نیز:

عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یلبس بردة الاحمر فی العیدین والجمعۃ[2] (مواھب) وعن یحیٰی بن عبد اللہ بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصبغ بالورس والزعفران ثیابہ حتی عمامتہ (ابوداؤد)[3]۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے، فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم دونوں عیدوں اور روزِ جمعہ سُرخ جوڑا پہنا کرتے تھے (مواہب اللدنیہ) اور حضرت یحیٰی بن عبد اللہ بن مالک سے روایت ہے، فرمایا: حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کُسم اور زعفران (یعنی سُرخ اور زرد رنگ) سے اپنے کپڑے یہاں تک کہ اپنی دستار مبارک بھی رنگین

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء الرخصۃ فی لبس الحمرة الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲
[2] المواہب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتبۃ الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۵
[3] " " " " " " بحوالہ ابوداؤد " " " " " "

کرتے تھے۔ (ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔)۔ (ت)

اور بعض احادیث سے اس کی نہی پیدا و ہویدا، مثلاً:

عن ابن عمر قال رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ الباس الکفار فلا تلبسھما (مسلم[1]) ومعلوم ان ذٰلک یصبغ صباغا احمر (مواھب[2]) وفی الصحیح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن التزعفر[3]۔

حضرت عبداللہ بن عمر (اللہ تعالٰی اُن دونوں سے راضی ہو) سے روایت ہے کہ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے میرے جسم پر کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے دو کپڑے ملاحظہ فرمائے تو ارشاد فرمایا: یہ کافروں کا لباس ہے لہذا اسے نہ پہنو (مسلم)، اور یہ معلوم ہی ہے کہ وہ سُرخ رنگ سے رنگین کئے ہوئے تھے (مواہب لدنیہ)، اور صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زعفرانی (زرد) رنگ سے رنگین کئے ہوئے کپڑوں سے منع فرمایا (یعنی اس رنگ سے رنگین کئے ہُوئے کپڑے مت استعمال کرو)۔ (ت)

معصفر و مزعفر کی کیا تشریح ہے؟ موجودہ ولایتی پختہ و خام الوان بھی معصفر و مزعفر کے حکم میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب

کُسم کا رنگا ہوا سُرخ اور کیسر کا زرد جنھیں معصفر و مزعفر کہتے ہیں، مرد کو پہننا ناجائز و ممنوع ہے اور اُن سے نماز مکروہِ تحریمی، اور ان کے سوا اور رنگت کا زرد بلا کراہت مباح خالص ہے، خصوصاً زرد جُوتا مورثِ سرور و فرحت،

قالہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما واستند بقولہ تعالٰی صفراء فاقع لونھا تسر النظرین[4]۔

چنانچہ زرد جُوتے کے متعلق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالٰی کے اس قول "اُس گائے کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے" سے استدلال فرمایا۔ (ت)

---

[1] المواھب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴
صحیح مسلم کتاب اللباس باب نہی عن لبس الرجل الثوب المعصفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۳

[2] المواھب اللدنیۃ النوع الثانی فی اللباس باب لبس الثوب الاحمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب نہی الرجل عن التزعفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۸

[4] القرآن الکریم ۲/ ۶۹

اور خالص سرخ غیر معصفر میں اضطرابِ اقوال ہے اور صحیح و معتمد جواز بلکہ علامہ حسن شرنبلالی نے فرمایا: اس کا پہننا مستحب ہے، حق یہ کہ احادیثِ نہی سُرخ معصفر کے بارے میں ہیں جیسے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور سوال اور احادیثِ جواز سرخ غیر معصفر میں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سُرخ جوڑا پہننا بیانِ جواز کے لئے ہے۔ منتخب الفتاوٰی میں ہے:

قال صاحب الروضة یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والاخضر بلاکراھة[1]۔

مصنّفِ روضہ نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے لئے سُرخ اور سبز کپڑا پہننا بغیر کراہت جائز ہے۔ (ت)

حاوی میں متعدد کتب سے نقل کیا:

یکرہ للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر ای الاحمر حریرا کان او غیرہ اذا کان فی صبغه دم والا فلا[2]۔

"معصفر" (کُسم کے رنگ سے سُرخ کیا ہوا) اور "مزعفر" (زرد زعفرانی رنگ)، "مورس" (ورس سے رنگا ہوا) اور ویسے سُرخ کپڑا خواہ ریشمی ہو یا نہ ہو جبکہ اس کے رنگ کرنے میں خون کی آمیزش ہو۔ مردوں کے لئے ان سب کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر خون کی آمیزش نہ ہو تو پھر کراہت نہیں۔ (ت)

مجمع الفتاوٰی میں ہے:

لو صبغ بالشجر البقم لایکرہ ولو صبغ بقشر الجوز عسلیا لایکرہ اجماعا[3]۔

اگر کپڑا درخت "بقم" سے رنگ لیا تو اس کا استعمال مکروہ نہیں۔ نیز اگر اخروٹ کے چھلکے سے شہد جیسی رنگت کرلی تو بالاتفاق مکروہ نہیں۔ (ت)

تحفۃ الاکمل علامہ حسن شرنبلالی میں جواز کی نقول کثیرہ لکھ کر فرمایا:

وجدنا نص الامام الاعظم علی الجواز ودلیلا قاطعا علی الاباحة وھو اطلاق الامر باخذ الزینة ووجدنا فی الصحیحین

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سے ہم نے جواز کی تصریح پائی اور اباحت پر ایک دلیل قاطع۔ اور زیب و زینت اختیار کرنے کے بارے میں ایک "مطلق امر" ہے (یعنی بغیر کسی قید اور پابند کرکے علی وجہ الاطلاق

---

[1] ردالمحتار بحوالہ منتخب الفتاوٰی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۸
[2] ردالمحتار بحوالہ الحاوی الزاہدی " " " " " " " ۵/۲۲۸
[3] ردالمحتار بحوالہ مجمع الفتاوٰی " " " " " " " ۵/۲۲۸

موجبہ وبہ تنتفی الحرمۃ والکراھۃ بل یثبت الاستحباب اقتداء بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

زیبا کش کا حکم دیا گیا) اور بخاری و مسلم میں ہم نے اس کا موجب (سبب) پالیا۔ لہذا اس سے حرمت اور کراہت ختم (منتفی) ہوگئی۔ بلکہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء (پیروی) کرتے ہوئے استحباب ثابت ہوگیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا النقول مع ما ذکرہ عن المجتبٰی والقھستانی وشرح ابی المکارم تعارض القول بکراھۃ التحریم ان لم یدع التوفیق محمل التحریم علی المصبوغ بالنجس اونحو ذٰلک۔[2]

یہ متعدد نقول بشمول ان اقوال جو المجتبٰی، قہستانی اور شرح ابی المکارم میں مذکور ہیں کراہت تحریمی کے معارض اور متصادم ہیں جبکہ دونوں میں اس طرح موافقت اور مطابقت نہ پیدا کی جائے کہ قول بالحرمۃ کا بنئے اور محل یہ ہے کہ رنگ کرنے میں نجاست یا اسی جیسی کسی ممنوع اور ناپاک چیز کی ملاوٹ ہو، اور اگر یہ نہ ہو تو پھر قول بالجواز ہے (یعنی دونوں قولوں میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں)۔ (ت)

بایں ہمہ انصاف یہ کہ شدت اختلاف کے باعث احتراز اولٰی، اور اعتراض بے جا۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الامام الغزالی فی الاحیاء فی شروط المنکر ان یکون کونہ منکرا معلوما بغیر اجتہاد فکل ما ھو فی محل الاجتہاد فلاحسبۃ فیہ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے "احیاء علوم الدین" میں ارشاد فرمایا: منکر کی شرائط میں یہ ہے کہ اس کا منکر ہونا بغیر اجتہاد معلوم ہو، پھر جو محل اجتہاد میں ہو، ملّا اس کو منکر گمان نہیں کرتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۴: عین الیقین طالب علم مدرسہ منظر اسلام محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا کیا ہے، دہنی طرف سے یا بائیں طرف سے اور کس طرف سے شروع کرنا کیسا ہے؟ مع دلیل۔

---

[1] ردالمحتار بحوالہ تحفۃ الاکمل کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۸

[2] " " " " " ۵/ ۲۲۸

[3] الحدیقۃ الندیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۱۵۶

الجواب

حدیث میں ہے:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ[1]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر بات میں دہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں۔

لہذا مناسب یہ ہے کہ عمامہ کا پہلا پیچ سر کی دہنی جانب جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵: از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد ثناء اللہ صاحب طالب العلم ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ مسنونہ دستار باندھنے کا کیا دہنے سے یا بائیں طرف سے، اور کس طرف سے شروع کرنا چاہئے؟

الجواب

دہنی جانب پہلا پیچ لے جائیں۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی تنعلہ[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کام میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ جوتا پہننے میں بھی۔ (ت)

مسئلہ ۵۶: از بلبی ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ مسجد جھنگری

مسئولہ مولنا مولوی حمد اللہ صاحب قادری محمودی ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعض صوفیہ بے علم شملہ ثانیہ کو بدعت سیئہ کہتے ہیں، فقیر کے تلمیذ مولوی اسرار محمد کا بیان ہے کہ یہ جو بعض لوگ جزء اخیر دستار کو بالائے دستار کشادہ رکھتے ہیں جائز ہے کہ دلیل امتناع موجود نہیں تو اصل اباحت پر باقی ہے یہ اصول فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے، فقیر نے اپنے تلمیذ کی تائید کی، اس بارے میں فیصلہ مفصلہ تحریر فرمائیں۔ والسلام

الجواب

حدیث سے میرے خیال میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو شملے چھوڑے ہیں،

---

[1] و [2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲

اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ کیفیۃ الوضوء دار الفکر بیروت ۲/ ۳۶۱

مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۰۲

خیال ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سر پر دستِ اقدس سے عمامہ باندھا اور دو[2] شملے چھوڑے، اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سر پر اپنے دستِ انور سے عمامہ باندھا اور آگے پیچھے دو[2] شملے چھوڑا۔ سنن ابی داؤد[1] میں ہے، تو یہ سنّت ہوا نہ کہ معاذ اللہ بدعت سیئہ۔ فقیر اسی سنّت کے اتباع سے بارہا دو[2] شملے رکھتا ہے مگر شملہ ایک بالشت سے کم نہ ہونا چاہیے، یہ جو بعض لوگ طرّہ کے طور پر چند انگل اونچا سر پر چھوڑتے ہیں اس کا ثبوت میری نظر میں نہیں، نہ کہیں ممانعت، تو اباحت اصلیہ پر ہے، مگر اس حالت میں کہ یہ کسی شہر میں آوارہ وفساق لوگوں کی وضع ہو تو اس عارض کے سبب اُس سے احتراز ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ والسلام۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب العمائم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸

دیکھنا اور چھُونا

پردہ، حجاب، سترِ عورت، زنار، مُشت زنی، دیوّثی، خلوت اور بلوغ وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جیسا مرد کے واسطے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے ویسا ہی عورت کو غیر مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے یا کچھ فرق ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے کچھ فرق نہیں،

فان نظر کل الی عورۃ الاٰخر محرم قطعا وکذا الی غیر العورۃ ان لم یؤمن الشھوۃ ھو الصحیح فی الفصلین درمختار[1] عن التاتارخانیۃ عن المضمرات اما عند الامن فالمنع لخوف الافتتان لفساد الزمان وفیہ ایضا

کیونکہ ہر ایک کا دوسرے کی عورت (یعنی مقامِ ستر) کو دیکھنا قطعی حرام ہے اور اسی طرح غیر جائے ستر کو دیکھنا بھی حرام ہے جبکہ شہوت سے امن نہ ہو، دونوں صورتوں میں یہی صحیح ہے، درمختار میں تاتارخانیہ سے بحوالہ المضمرات ہے اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر خوفِ فتنہ کی وجہ ممانعت ہے، اور یہ فساد زمانہ کی وجہ سے ہے

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۲

یتفق الفصلان فافھم | اور اسی میں یہ بھی ہے کہ دونوں صورتیں برابر ہیں
واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ | لہذا اس کو سمجھ لیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۸ از گلگت چھاؤنی جونال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زلق لگانے کا اللہ پاک کیا گناہ فرماتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ فعلِ ناپاک حرام وناجائز ہے، اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ وکنیزِ شرعی بتائی ہیں اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ:

فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العٰدون[1] | جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈھے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حدیث میں ہے: ناکح الید ملعون[2] جلق لگانے والے پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص جوان تیز خواہش ہو کہ نہ زوجہ رکھتا ہو نہ شرعی کنیز اور جوشِ شہوت سخت مجبور کرے اور اُس وقت کسی کام میں مشغول ہوجانے یا مردوں کے پاس جابیٹھنے سے بھی دل نہ بٹے غرض کسی طرح وہ جوش کم نہ ہو یہاں تک کہ یقین یا ظنِ غالب ہوجائے کہ اس وقت اگر یہ فعل نہیں کرتا تو حرام میں گرفتار ہوجائے گا تو ایسی حالت میں زنا ولواطت سے بچنے کے لئے صرف بغرضِ تسکینِ شہوت نہ کہ بقصدِ تحصیلِ لذّت وقضائے شہوت اگر یہ فعل واقع ہو تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالٰی مواخذہ نہ فرمائے گا، پھر اس کے ساتھ ہی واجب ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو فوراً نکاح یا خریداری کنیزِ شرعی کی فکر کرے ورنہ سخت گنہگار ومستحقِ لعنت ہوگا، یہ اجازت اس لئے نہ تھی کہ اس فعلِ ناپاک کی عادت ڈال لے اور بجائے طریقہ پسندیدہ خدا ورسول اسی پر قناعت کرے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

اما الاستمناء فحرام الا عند شروط ثلثۃ ان یکون عزبا وبہ شبق وفرط شہوۃ (بحیث لولم یفعل | مُشت زنی حرام ہے مگر تین شرائط کے ساتھ جواز کی گنجائش ہے: (۱) مجرد ہو اور غلبہ شہوت ہو۔ (۲) شہوت اس قدر غالب ہو کہ بدکاری، زنا،

---

[1] القرآن الکریم ۷۰/ ۳۱

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۹۱
الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث نمبر ۱۰۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۵۷

ذٰلک لحملہ شدۃ الشھوۃ علی الزنا او اللواط والشرط الثالث ان یرید بہ تسکین الشھوۃ لاقضاءھا[1] اھ مزیدا من شرحھا الحدیقۃ الندیۃ۔

یا لونڈے بازی وغیرہ کا اندیشہ ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس سے محض تسکینِ شہوت مقصود ہو نہ کہ حصولِ لذت۔ طریقہ محمدیہ کی عبارت مکمل ہوگئی جس میں اسکی شرح حدیقہ ندیہ سے کچھ اضافہ بھی شامل ہے۔(ت)

تنویر الابصار میں ہے:

یکون (ای النکاح) واجبا عند التوقان[2]

غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قلت وکذا فیما یظھر لوکان لایمکنہ منع نفسہ عن النظر المحرم او عن الاستمناء بالکف فیجب التزوج وان لم یخف الوقوع فی الزنا[3]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں اور اسی طرح جو کچھ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حالت ایسی ہو کہ یہ اپنے آپ کو نظرِ حرام اور مشت زنی سے نہ روک سکے تو شادی کرنا واجب ہے، اگرچہ زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اللہ تعالٰی ہی بڑا عالم ہے(ت)

مسئلہ ۵۹: از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، جو شخص اپنا ستر غلیظ کھول کر خواہ مخواہ ہر شخص کے سامنے آئے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فاسق، فاجر سخت، تعزیرِ شدید کا مستحق ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی کہ،

لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ۔ رواہ البیھقی فی شعب[4] الایمان عن الحسن مرسلًا عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ

دیکھنے والا اور جس کی طرف دیکھا گیا دونوں ملعون ہیں (یعنی ان پر اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی ہے) امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان میں بغیر سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسن کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الصنف السابع من الاصناف التسعۃ الاثمار بالید مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۲/ ۲۵۵
الحدیقۃ الندیۃ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۴۹۱
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۵
[3] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۰
[4] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۷۷۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۲

مسئلہ ۶: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ دام ظلہم العالی ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ مسلمہ سے پردہ جو آیا ہے وہ جس مصلحت سے معلوم ہے اگر ایسا موقع ہو کہ باہم فاحشہ اور غیر فاحشہ مسلمہ قرابت اخت علّتی کی رکھتے ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اگر کبھی بتقاضائے محبتِ خُون اسے اپنے سے مل لینے دے تو کیا مرتکب کبیرہ ہوگی؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

قولِ علماء:

لاینبغی للمرأۃ الصالحۃ ان تنظر الیھا المرأۃ الفاجرۃ کما فی السراج الوھاج والھندیۃ و ردالمحتار[1]

یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے، جیسا کہ سراج وہاج، فتاوٰی ہندیہ اور ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

اور اسی طرح ارشادِ الٰہی عزوجل:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر تجھے شیطان (بُری مجلس سے اٹھ کر چلے جانا) بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ (کم از کم مزید تو) نہ بیٹھو۔ (ت)

ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں بُرا اثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل،

والمھاجرۃ لامثال ھذا لایعد من القطع المنھی عنہ فقد صح مثلہ عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فی اقل من ھذا منھم عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اس قسم کے چھوڑنے کو اس انقطاع میں شمار نہیں کیا جاتا کہ حدیث میں جس کی نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے کم درجے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس نوع کی کارروائی بصحت ثابت ہے ان میں سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں (ت)

ہاں یہ حکم احتیاطی ہے اگر نادراً کبھی کچھ دیر کو اُسے مل لینے دے تو کبیرہ نہیں کما یدل علیہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ باب النظروالمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

قولھم لاینبغی (جیسا کہ اس پر ان کے قول "مناسب نہیں" سے دلیل دی جاسکتی ہے) مگر احتیاط ضروری ہے جب دیکھے کہ اب کچھ بھی بُرا اثر پڑتا معلوم ہوتا ہے فوراً انقطاعِ کلی کرے اور اس کی صحبت کو آگ جانے۔ اور انصاف یہ ہے کہ بُرا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا اور جب پڑجاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدرے دشوار ہے لہٰذا امانِ سلامت جُدا رہنے ہی میں ہے و باللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق میسر آتی ہے۔ ت)۔

مولانا قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

تا توانی دُور شو از یارِ بد — یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمیں برجاں زند — یارِ بد برجان و ایماں زند[1]

(جب تک ممکن ہو بُرے یار (ساتھی) سے دُور رہو کیونکہ بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے اس لئے کہ خطرناک سانپ تو صرف جان یعنی جسم کو تکلیف یا نقصان پہنچاتا ہے جبکہ بُرا ساتھی جان اور ایمان دونوں کو برباد کردیتا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت جوان یا بُڑھیا کسی عالمِ شریعت، واقفِ طریقت، جامع شرائط سے بیعت کرے اور اپنے پیر سے فیض لے حجابِ شرعی تو ہو یعنی کُل بدن چُھپا ہوا بلا چہرے کے مگر حجابِ عُرفی نہ ہو تو یہ بیعت کرنے اور اس طریق سے فیض لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

پردہ کے باب میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے، جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے،

فی الدرالمختار تمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ۔[2]

درمختار میں ہے کہ جوان عورت کو اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے چہرہ کشائی سے روکا جائے۔ (ت)

---

[1] گلدستہ مثنوی بکھرے موتی نذیر سنز لاہور ص ۹۴ و ۹۵

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۶

اُسی میں ہے :

اما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی۔[1] لیکن ہمارے زمانے میں جوان لڑکی کو نقاب کشائی سے منع کیا گیا ہے، قہستانی۔ (ت)

اور بڑھیا کے لئے جس سے احتمالِ فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں،

فیہ ایضا اما العجوز التی لاتشتہی فلا بأس بمصافحتہا ومس یدہا ان امن۔[1] اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایسی بوڑھی عورت جو نفسانی یعنی جنسی خواہش نہ رکھتی ہو اس سے مصافحہ کرنے اور اس کے ہاتھ کو مَس کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینانِ خاطر حاصل ہو۔ (ت)

مگر ایسے خاندان کی نہ ہو جس کا یُوں بھی سامنے آنا اُس کے اولیاء کے لئے باعثِ ننگ و عار یا خود اس کے واسطے وجہِ انگشت نمائی ہو،

فانا قد امرنا ان ننزل الناس منازلہم کما فی حدیث اُم المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وفی حدیث مرفوع ایاک وما یسوء الاذن۔[3] اس لئے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کریں جیسا کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں آیا ہے، اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اپنے آپ کو ان باتوں سے بچاؤ جو کانوں کو بُری لگیں (ت)

خصوصاً جبکہ اُس کے سبب جانب اقربا سے احتمال ثوران فساد ہو فان الفتنۃ اکبر من القتل (کیونکہ فتنہ برپا کرنا قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۲: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی اپنے پیر و مرشد کے پَیر چوم لے بطور بزرگی کے تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، ابوداؤد[4] وغیرہ کی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ حدیث وفد عبد القیس

---

[1][2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۱-۴۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[3] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

[4] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم[1] (جیسا کہ وفد عبدالقیس وغیرہ کی حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم سے مروی ہے۔ت) اس بارہ میں فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے مفصل کلام لکھا کہ ہمارے مجموعہ فتاوٰی میں منسلک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی شیخ احمد جان صاحب مرحوم مرسلہ محمد احمد صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نہایت نیک بخت ہے وہ چاہتی ہے کہ کسی بزرگ عالم شریعت اور واقفِ طریقت سے بیعت حاصل کرکے صفائی قلب اور صفائی باطن حاصل کروں، مگر اس کا خاوند اس کارِ خیر سے بند کرتا ہے۔ آیا اگر وہ عورت اپنے خاوند کی چوری کسی صالح بزرگ سے بیعت حاصل کرے تو درست ہے یا نہیں اور بلا اطلاع اپنے خاوند کے تعلیم سلوک باطنیہ کی اپنے پیر سے جا کرلے تو درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا یوم الحساب (بیان فرماؤ تاکہ بروزِ قیامت اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب

عالم عامل عارف کامل کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کرنے اور اس سے علمِ دین و راہِ سلوک سیکھنے کیلئے شوہر کی اجازت درکار نہیں، نہ اس باب میں اُس کی ممانعت کا لحاظ لازم جبکہ اُس کے حقوق میں کسی خلل کا اندیشہ نہ ہو،

فی کتاب الجہاد من البحر والنہر والدر وغیرھا انما یلزمھا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ[2]

چنانچہ البحرالرائق، النہرالفائق، الدر اور اُن کے علاوہ دیگر کتابوں کتاب الجہاد میں ہے کہ عورت پر مرد کی اطاعت ان معاملات میں ضروری ہے کہ جن کا مرجع نکاح اور اس کے متعلقات ہوں۔

ہاں امرِ غیر واجب عینی کے سیکھنے کو پیر کے گھر بے اذنِ شوہر جانے کی اجازت نہیں ہوسکتی بلکہ واجب کیلئے بھی جبکہ شوہر کے توسط سے سیکھ سکتی ہو۔

والمسألۃ دائرۃ فی الکتب سائرۃ وقد فصلناھا بتوفیق اللہ تعالٰی فی کتاب النکاح من فتاوٰنا۔

یہ مسئلہ کُتبِ فقہ میں دائر یعنی گھومنے والا اور سائر یعنی چلنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳

[2] الدرالمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳۹

بلکہ اجنبی مردوں کے پاس بے ضرورت شرعیہ باذن شوہر جانے کی اجازت نہیں،

حتی لو اذن کانا عاصیین کما فی الخلاصة[1] والاشباہ والدر وغیرھا من الاسفار الغر وان بغیت التفصیل فعلیك بفتاوٰنا ومن لم یعرف ناس زمانہ فھو جاھل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حتی کہ اگر شوہر، بیوی کو بغیر ضرورت شرعی باہر جانے کی اجازت دے تو بصورتِ عمل میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے جیسا کہ خلاصہ، الاشباہ، الدّر اور دوسری بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ اگر تمہیں تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے فتاوٰی سے رجوع کریں۔ اور جو شخص اپنے زمانے کے لوگوں کی معرفت نہیں رکھتا وُہ بڑا جاہل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۴ از شہر کہنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص غیر منکوحہ عورت بالغہ سے خدمت لے اور کوئی شَے اس لحاظ سے کہ مجھے ملے اور میں دل خوش کروں اور پاؤں دباؤں اور آپس میں باتیں کروں، اور ایک ہی مکان میں رہنا اور عورت مذکورہ غیر محرم ہو تو یہ سب جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو عورت حدِ شہوت کو نہ پہنچے یعنی ہنوز نو برس سے کم عمر کی ہے یا حدِ فتنہ سے نکل گئی یعنی ضعیفہ بُڑھیا بدصورت کریہہ منظر ہے اس سے جائز خدمت لینی اگرچہ خلوت میں بھی ہو حرام نہیں، اور جو عورت اجنبیہ ان دونوں صورتوں سے جُدا ہے وہ محلِ اندیشہ فتنہ ہے اس سے خلوت حرام ہے، اور اگر بلا خلوت روٹی پکانے وغیرہ کے کام پر ہے تو مضائقہ نہیں۔ باقی رہا پاؤں دبانا دبوانا، اس سے تنہائی میں باتیں کرکے نفس خوش کرنا یہ خود صریح حرام اور شیطانی کام ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۶۵ از ایوان کچہری فوجداری مجسٹریٹ مرسلہ بخشش اللہ خاں ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورات طوائف پیشہ خواہ وہ بلا نکاح ایک کی پابند ہوں یا نہ ہوں اُن سے اور اُن کے ذکور سے اختلاط و اتحاد رکھنا اور شادی اور مجلسوں میں اپنے مکانات پر اُن کو بطور برادرانہ بُلانا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ طوائفوں کے سامنے کرنا اور جو لوگ شامل و شریک اُن طوائفوں کے رہتے ہیں اُن کو بہ نیت ترقی اعزاز و افتخار ایک دسترخوان پر اور دیگر اہل اسلام کو بھی اُن کے ساتھ کھلانا پلانا اور ایسے ذکور واناث کے یہاں خود جاکر کھانا اور دوسروں کو طوائفوں کی دعوتوں میں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

لے جانا اور جو مسلمان ایسے برتاؤ کو اچھا نہ سمجھتا ہو اُس کو بُرا کہنا بلکہ اس رواج کے قائم دائم اپنی کوشش کرنا یہ سب جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور عورتوں کو نابالغ بچوں کو فحش گیت گانے یا فحش کلام کرنے سے منع نہ کرنا کس درجہ کا گناہ ہے؟ کتاب سے بیان فرماؤ رحمٰن سے ثواب پاؤ گے۔

الجواب

ایسی حرکات نہایت شنیع و ناپاک اور ایسے اشخاص سراسر خطاکار و بیباک اور ایسے برتاؤ معاذ اللہ باعثِ عذاب و ہلاک ہیں، رنڈی اگرچہ بلانکاح ایک کی پابند ہو علانیہ فاحشہ زانیہ اور اس کے مرد قلتبان و دیوث ہیں، یہ سب کے سب ہر وقت اللہ عزوجل کے غضب میں ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تفتح ابواب السماء نصف اللیل فینادی مناد ھل من داع فیستجاب لہ ھل من سائل فیعطی ھل من مکروب فیفرج عنہ فلایبقی مسلم یدعوا اللہ بدعوۃ الا استجاب اللہ عزوجل لہ الا زانیۃ تسعی بفرجھا او عشار۔ رواہ احمد بسند مقارب والطبرانی فی الکبیر واللفظ لہ عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے کوئی دُعا کرنے والا ہے کہ اُس کی دُعا قبول فرمائی جائے۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اُسے عطا کریں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اُس کی مشکلکشائی ہو۔ اُس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دُعا کرتا ہے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی قبول فرماتا ہے مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے یا لوگوں سے بے جا محاصل تحصیلنے والا۔ (امام احمد نے اس کو سند مقارب کے ساتھ روایت کیا، اور امام طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کی اور الفاظ اسی کے ہیں۔ حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمائی۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر۔ رواہ الطبرانی[2] عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔

تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی۔ (امام طبرانی نے اس کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۳۳۵۷ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲/۱۰۵
مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی کتاب الزکوٰۃ باب فی العشارین والعرفاء دارالکتاب بیروت ۳/۸۸

[2] مجمع الزوائد " " کتاب النکاح باب فیمن یرضی لاھلہ بالخبث ۴/۳۲۷

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ و الدیوث ورجلۃ النساء۔ رواہ الحاکم[1] فی المستدرک والبیہقی فی الشعب بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو آزار دینے والا اور دیوث اور مردبنے والی عورت۔ (حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب میں صحیح سند کے ساتھ اسے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہ لوگ کہ ان بدکار عورتوں ان دیوث مردوں سے دوستی رکھتے ہیں روزِ قیامت انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحب رجل قوما الاجعلہ اللہ معہم۔ رواہ النسائی[2] عن امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اسے انھیں کے ساتھ کردے گا (اسے نسائی نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتہم۔ رواہ الطبرانی[3] فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن ابی قرصافۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو جس قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ (طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

المرء مع من احب۔ رواہ الشیخان[4] عن ابن مسعود عن انس رضی اللہ تعالٰی

آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوگا (اس کو امام بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ

---

[1] المستدرک للحاکم | کتاب الایمان | دارالفکر بیروت | ۱/۷۲
شعب الایمان | حدیث ۱۰۷۹۹ | دارالکتب العلمیہ بیروت | ۷/۴۱۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ ۶/۱۴۵ و کنزالعمال حدیث ۴۴۴۲۲ | ۱۵/۸۶۰

[3] المعجم الکبیر | حدیث ۲۵۱۹ | المکتبۃ الفیصلیۃ | ۳/۱۹

[4] صحیح البخاری | کتاب الآداب | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۹۱۱
صحیح مسلم | کتاب البر والصلۃ باب المرء مع من احب | | ۲/۳۳۲

عنھما، ھو متواتر۔

تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، یہ حدیث متواتر ہے۔ ت)

اُن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سُن لیجئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اوّل مادخل النقص علٰی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللہ ودع ماتصنع فانہ لایحل لك ثم یلقاہ من الغد وھو علٰی حالہ فلا یمنعہ ذٰلك ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذٰلك ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داوٗد وعیسی ابن مریم ذٰلك بما عصوا وکانوا یعتدون ○ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ○ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد[1] واللفظ لہ والترمذی وحسنہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ اُن میں ایک شخص دوسرے سے ملتا اُس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں پھر دوسرے دن اُس سے ملتا اور وہ اپنے اُسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اُس کو اُس کے ساتھ کھانے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا جب اُنھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی اُنھیں خطا والوں کے مثل ہوگیا، پھر فرمایا بنی اسرائیل کے کافر لعنت کیے گئے داوٗد و عیسٰے بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ہے اُن کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کام سے نہ روکتے تھے البتہ یہ سخت بُری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ (امام ابوداؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں، امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بُھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ تحت آیۃ لعن الذین کفروا الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

تفسیر احمدی میں ہے :

هم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلهم ممتنع[1]

ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروی ہوا اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی الٰہی! بُرے تو بُرے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا:

انهم لم یغضبوا بغضبی واکلوهم وشاربوهم رواه ابن ابی الدنیا[2] وابوالشیخ عن ابراهیم عن عمر الصنعانی۔

اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا اُنھوں نے اُن پر غضب نہ کیا اور اُن کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے (ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ابراہیم سے انھوں نے عمر صنعانی سے اسکو روایت کیا۔ت)

ایسے لوگ شرعاً مستحق تذلیل واہانت ہیں، اور نماز کی امامت ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیم و تکریم ہے، شرع مطہر جس کی اہانت کا حکم دے اس کی تعظیم کیونکر روا ہوگی۔ ولہٰذا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ سب موجودین سے علم میں زائد ہو اسے امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی تعظیم ہو حالانکہ شرعاً اسکی توہین واجب ہے۔ مراقی الفلاح و فتح المعین و طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[3]

امام کے طور پر کسی فاسق کو برائے امامت آگے کرنا جائز اور درست نہیں خواہ وہ بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم نہیں بلکہ از رُوئے شرع اس کی توہین ضروری ہوتی ہے۔ (ت)

اپنی عورتوں کو رنڈیوں کے سامنے بے پردہ و حجاب کرنے والے ان سے میل ملاقات کرانے والے یا سخت احمق مجنون بدعقل ہیں یا زرے بے حیا بے غیرت بے شرم۔ عورت موم کی ناک بلکہ رال کی پڑیا بلکہ بارود کی ڈبیا ہے آگ کے ایک ادنیٰ سے لگاؤ میں بھک سے ہوجانے والی ہے عقل بھی ناقص اور دین بھی ناقص اور طینت میں کجی اور شہوت میں مرد سے سو حصہ بیشی، اور صحبتِ بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ زیر آیت واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد مطبع کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸
[2] فیض القدیر بحوالہ ابن ابی الدنیا تحت حدیث ۲۱۳۶ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۹۹
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

ہے، پھر ان نازک شیشیوں کا کیا کہنا جو خفیف ٹھیس سے پاش پاش ہوجائیں۔ یہ سب مضمون یعنی عورات کا ناقصات العقل والدین اور کج طبع اور شہوت میں زائد اور نازک شیشیاں ہونا صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوئے ہیں، اور صحبتِ بد کے اثر میں تو بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث جلیل کہ مشکوٰۃ حکمت نبوت کی نورانی قندیل ہے، فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل صاحب المسك وکیر الحداد لایعدمك من صاحب المسك اما ان تشتریه او تجد ریحه وکیر الحداد یحرق بیتك او ثوبك او تجد منه ریحا خبیثة[۱] وفی حدیث ان لم یصبك من سواده اصابك من دخانه۔ رواه البخاری عن ابی موسٰی الاشعری والثانی لابی داؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اچھے مصاحب اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے مُشک والا اور لوہار کی بھٹی کہ مُشک والا تیرے لئے نفع سے خالی نہیں، یا تو تُو اس سے خریدے گا کہ خود بھی مُشک والا ہو جائے گا ورنہ خوشبو تو ضرور پائے گا اور لوہار کی بھٹی تیرا گھر پُھونک دے گی یا کپڑے جلا دے گی یا کچھ نہیں تو اتنا تو ہوگا کہ تجھے بدبُو پہنچے، اگر تیرے کپڑے اس سے کالے نہ ہوئے تو دُھواں تو ضرور پہنچے گا۔ (امام بخاری نے اسے حضرت ابوموسٰی اشعری سے روایت کیا ہے اور پچھلی حدیث ابوداؤد ونسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کی ہے۔ (ت)

فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے شیطان ملعون بے حیا ہے اور اللہ عزوجل کمال حیا والا، بیحیائی کی بات سے حیا والا ناراض ہوگا اور وہ بے حیاؤں کا استاد انھیں اپنا مسخرہ بنائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجنة حرام علٰی کل فاحش ان یدخلها[۲] اخرجه ابن ابی الدنیا فی فضل الصمت و ابونعیم فی الحلیة عن عبد اللہ بن عمرو

جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔ (محدث ابن ابی الدنیا نے فضل الصمت میں اور محدث ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو

---

[۱] صحیح البخاری کتاب البیوع باب فی العطار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۲
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹
[۲] موسوعة رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۳۲۵ موسسة الکتب الثقافیه بیروت ۵/۲۰۶

رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ ت)

یونہی بے ضرورت وحاجتِ شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی بھی ناجائز وخلافِ حیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار۔ رواہ الترمذی[1] والحاکم والبیہقی فی الشعب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند صحیح۔

حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحش بکنا بے ادبی ہے اور بے ادبی دوزخ میں ہے۔ (ترمذی اور حاکم نے اس کی روایت فرمائی اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں سندِ صحیح کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق۔ احمد[2] والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شرم اور کم سخنی ایمان کی دو شاخیں ہیں اور فحش بکنا اور زبان کا طرار ہونا نفاق کے دو شعبے ہیں (امام احمد اور ترمذی نے اس کی روایت اور تحسین فرمائی اور حاکم نے بتصحیح اس کی روایت کی اور سب نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ماکان الفحش فی شیئ قط الا شانہ وماکان الحیاء فی شیئ قط الا زانہ۔ احمد[3] والبخاری

فحش جب کسی چیز میں دخل پائے گا اسے عیب دار کردے گا اور حیا جب کسی چیز میں شامل

---

[1] جامع الترمذی — کتاب البر والصلۃ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۲۲
المستدرک للحاکم — کتاب الایمان — دار الفکر بیروت — ۱/ ۵۲
[2] جامع الترمذی — کتاب البر والصلۃ — آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۲۳
المستدرک للحاکم — کتاب الایمان ۱/ ۵۲ — ومسند احمد بن حنبل عن ابی امامہ باہلی — ۵/ ۲۶۹
[3] سنن ابن ماجہ — کتاب الزہد باب الحیاء — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳۱۸
مسند احمد بن حنبل عن انس — المکتب الاسلامی بیروت — ۳/ ۱۶۵

فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔

ہوگی اس کا سنگار کردے گی (امام احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

البذاء شوم۔ اخرجه الطبرانی عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔[1]

فحش بکنا منحوس ہے۔ (طبرانی نے ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اسے روایت کیا ہے۔ت)

یحیٰی بن خالد نے کہا:

اذا رایت الرجل بذی اللسان وقحا دل علٰی انه مدخول فی نسبه۔ حکاه المناوی فی التیسیر[2]۔

جب تو کسی کو دیکھے کہ فحش بکنے والا بے حیا ہے تو جان لے کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ (مناوی نے تیسیر میں اس کی حکایت فرمائی۔ت)

بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے، تو اپنے نابالغ بچوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا اُن کے لئے معاذ اللہ جہنّم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے۔

قال الله تعالٰی یایها الذین اٰمنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة علیها ملئکة غلاظ شداد لایعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خُو فرشتے موکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک عادتوں کی توفیق دے اور بُری عادتوں بُری باتوں سے پناہ بخشے آمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] الجامع الصغیر برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۳۱۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر ،، ،، تحت حدیث ۳۱۹۵ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۴۳۶

[3] القرآن الکریم ۶۶/۶

مسئلہ ۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کسی لڑکے کو اپنے ماں باپ اور بہنوں کے ایک مکان کی موجودگی میں اُسی مکان کی کوٹھری میں کسی غیر عورت کے ساتھ زناکاری اور ہم مجلس ہونا کیسا ہے یعنی ماں باپ کو اس کی حرکت کا متحمل ہونا چاہئے یا نہیں، کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

زناکاری یا اجنبیہ عورت سے خلوت جہاں ہو حرام ہے خصوصاً باپ کے محل حضور میں دوسرا کبیرہ سخت واشد اور اس میں شامل ہے یعنی باپ کے ساتھ گستاخی اس کو ایذا رسانی۔ ایسے شخص کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ "وہ اور دیوث جنت میں نہ جائیں گے"۔[1] باپ کو ایسی حرکت ناپاک کا تحمل کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ جہاں تک حدِ قدرت ہو باز رکھے، نہ باز رہے تو گھر سے دُور کرے ورنہ اس کی آفت اس پر بھی آئے گی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (خدا کی پناہ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ تا ۷۱ از شہر کہنہ ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) زید اپنی زوجہ کو پردہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ دیور، بہنوئی وغیرہ سے پردہ جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) زید کی زوجہ پردہ کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنے کنبہ میں ایسے قریب رشتہ کے پردہ کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ رسم بزرگوں سے جاری ہے میں ہرگز پردہ نہ کروں گی بدیں وجہ دیگر اشخاص کے گھر کی نسبت اور مثال دیتی ہے کہ یہ لوگ بھی اس طریقہ کے پابند نہیں ہیں میں کیونکر پابندی کروں۔

(۳) وہ ہی لوگ جن کو کہ ایسے قریب کے رشتہ کے پردہ سے انکار ہے درپردہ فتنہ وفساد ہیں بلکہ مسماۃ کو ترغیبِ بد دینے والے اور کہنے والے ہیں کہ ایسے نوایجاد طریقوں سے اب یہ گھر برباد ہوگا۔ اُن شخصوں کا یہ خیالِ بد کیسا ہے اور اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو کہ رشتہ میں دیور وبہنوئی وغیرہ ہیں پردہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں بلکہ طعن کرتے ہیں کہ یہ خوب نیا رسم جاری ہے۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲

(۵) زوجہ زوج سے اسی سبب سے کہتی ہے کہ تم مجھ کو طلاق دے دو ورنہ میں پردہ ہرگز نہ کروں گی ان لوگوں سے، تو اُس زوجہ کو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھپی زاد، خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ عورت کیلئے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھا سکتی اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے، ولہذا جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا ایک صحابی انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا:

الحمو الموت۔ رواہ احمد والبخاری[1] عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جیٹھ دیور تو موت ہیں (امام احمد اور بخاری نے اسے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔(ت)

خصوصاً جو وضع لباس وطریقہ پوشش اب عورات میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یُوں تو خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے اور اگر بالفرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان امور کی پُوری احتیاط رکھے کپڑے موٹے سر سے پاؤں تک پہنے رہے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں تلووں کے سوا جسم کا کوئی بال بھی نہ ظاہر ہو تو اس صورت میں جبکہ شوہر ان لوگوں کے سامنے آنے کو منع کرتا اور ناراض ہوتا ہے تو اب یُوں سامنے آنا بھی حرام ہو گیا عورت اگر نہ مانے گی اللہ قہار کے غضب میں گرفتار ہوگی جب تک شوہر ناراض رہے گا عورت کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اللہ کے فرشتے عورت پر لعنت کرینگے اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہوگی جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا تجاوز صلوتھم اٰذانھم العبد الاٰبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط وامام قوم

تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے اُوپر نہیں اُٹھتی، آقا سے بھاگا ہوا غلام جب تک پلٹ کر نہ آئے، اور عورت کہ سوئے اور اس کا شوہر اس سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخلون رجل بامرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷
مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۹ و ۱۵۳
جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۹

وھم لہ کارھون۔ رواہ الترمذی[1] وحسنہ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ناراض ہو اور جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کے عیب کے باعث اس کی امامت پر راضی نہ ہوں (امام ترمذی نے اس کو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کی تحسین فرمائی۔ ت)

حدیث ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل امر قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان۔ رواہ ابن ماجۃ[2] وابن حبان بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

تین آدمیوں کی نماز اُن کے سروں سے بالشت بھر اُوپر بلند نہیں ہوتی، ایک وہی امام، اور عورت کہ سوئے اور شوہر ناراض ہے، اور دو بھائی کہ آپس میں علاقہ محبت قطع کئے ہوں۔ (ابن ماجہ اور ابن حبان نے بسندِ حسن اسے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یقبل اللہ لھم صلاۃ ولا تصعد لھم الی السماء حسنۃ العبد الأبق حتی یرجع الی موالیہ فیضع یدہ فی ایدیھم والمرأۃ الساخط علیھا حتی یرضی والسکران حتی یصحو۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] وابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحھما عن جابر

تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی نہ کوئی نیکی آسمان کو چڑھے، بھاگا ہُوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کی طرف پلٹ کر اپنے آپ کو اُن کے قابو میں دے، اور عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے، اور نشے والا جب تک ہوش میں آئے۔ (طبرانی نے "الاوسط" میں ابن خزیمہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب من ام قوما وھم لہ کارھون امین کمپنی دہلی ۱/۴۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

الترغیب والترھیب بحوالہ ابن ماجہ وابن حبان الترھیب من امامۃ الرجل القوم الخ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۴

[3] المعجم الاوسط حدیث ۹۲۲۷ عن جابر بن عبداللہ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۰/۱۰۷-۱۰۸

صحیح ابن خزیمہ حدیث ۹۴۰ المکتب الاسلامی ۲/۶۹ و موارد الظمآن حدیث ۱۲۹۷ ص ۳۱۵

الترغیب والترھیب بحوالہ المعجم الاوسط وابن خزیمہ وابن حبان الترغیب من شرب الخمر ۳/۲۶۱

بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا باتت المرأۃ ھاجرۃ فراش زوجھا لعنتھا الملٰئکۃ حتی تصبح۔ رواہ البخاری[1] ومسلم والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
جب عورت اپنے شوہر کا بچھونا چھوڑ کر سوئے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کریں (اسے امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المرأۃ اذا خرجت من بیتھا وزوجھا کارہ لذلک لعنھا کل ملک فی السماء وکل شیئ تمر علیہ غیر الجن والانس حتی ترجع۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے شوہر کو ناگوار ہو جب تک پلٹ کر نہ آئے آسمان میں ہر فرشتہ اُس پر لعنت کرے اور جن و آدمی کے سوا جس جس چیز پر گزرے سب اس پر لعنت کریں (طبرانی نے الاوسط میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرأۃ سألت زوجھا الطلاق من غیر بأس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔ رواہ احمد[3] و
جو عورت بے ضرورت شرعی خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنّت کی بُو حرام ہے (امام احمد،

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب اذا باتت المرأۃ مہاجرۃ فراش زوجہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۲
صحیح مسلم " باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا الخ " " " ۱/ ۴۶۴
[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۱۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۱/ ۳۱۴
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق کراہیۃ الخلع للمرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹
مسند امام احمد عن ثوبان رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۷۷
المستدرک للحاکم کتاب الطلاق کراہیۃ سوال الطلاق عن الزوج " " ۲/ ۲۰۰

ابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم واقروہ عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی۔ ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بخاری ومسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا، پھر ان سب نے اسے برقرار رکھتے ہوئے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المختلعات ھن المنافقات [1]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خاوندوں سے طلاق مول لینے والیاں وہی منافقہ ہیں۔ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸ تا ۱۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خبب علی امرئ زوجتہ او مملوکہ فلیس منا [2]۔ رواہ احمد والبزار وابن حبان والحاکم وقال صحیح واقروہ عن بریدۃ وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

جو کسی شخص پر اس کی زوجہ یا اس کی باندی غلام کو بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (امام احمد، بزار، ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور سب نے اسے برقرار رکھتے ہوئے حضرت بریدہ سے روایت کیا۔ ابوداؤد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

رہا اس پر طعن کرنا اور نئی رسم بتانا یہ حکمِ خدا و رسول پر طعنہ ہے، ان لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر چاہیے اور حکمِ شرع کے مطابق اپنی ناجائز رسم کی سند پکڑنی اور جاہل بزرگوں کا حوالہ دینا یہ کافروں کی خصلت تھی، ان سب پر توبہ فرض ہے، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۹۳۵ عن عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۳۹

[2] مسند امام احمد عن بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۲

الترغیب والترھیب بحوالہ احمد وبزار وابن حبان کتاب النکاح مصطفی البابی مصر ۳/ ۸۲

موارد الظمآن حدیث ۱۳۱۸ المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۲۰

المعجم الاوسط حدیث ۴۸۳۴ ۵/ ۴۲۰ وسنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/ ۳۴۷

رسالہ

مُرُوجُ النّجا لِخُرُوجِ النّساء

۱۳۱۶ھ

(عورتوں کے نکلنے کے بارے میں خلاصی کی چراگاہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۷۴ تا ۲۷۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں،

(۱) عورات کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد وعورات ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں بُرقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اُس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اُس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں، مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے، مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اُس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اُس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم ہیں تو جانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز ؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں، ایک اُس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اُس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز ؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین و غیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم اور غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

(۱۲) . ں گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیاتِ شرعیہ ہو رہے ہیں اُس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح سے جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے اسے حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اُس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اُس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اُس کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں اُن میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع و عدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے ؟

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نا محارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سُنتی ہیں اور ایسے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اُس ذاکر یا واعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں فقط بیّنوا توجروا عند اللہ الوھاب (بیان کرو اللہ وہاب سے اجر پاؤ گے۔ت) مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہٖ عزمجدہ شقوق مذکورہ وغیر مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں وباللہ التوفیق۔

اوّل: اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس اُن کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دُنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمع فساق نہ ہو، تقریب ممنوع شرعی نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، زنان فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو، چوبے شربت کے شیطانی گیت نہوں، سمدھنوں کی گالیاں سُننا سنانا نہو، نامحرم دولھا کو دیکھنا دکھانا نہو، رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہو۔

دوم: اجانب کے یہاں جہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت اُن کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذن سے، اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ذیل کے، اور ان میں بھی حتی الوسع تستر و تحرز اور فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم: کسی کے مکان سے مراد اُس کا مکان سکونت ہے نہ مکان ملک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز، بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا ناجائز۔

چہارم: محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ[ع] جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ

ع اراد الحد المتفق علیہ من اٰئمتنا واحترز بہ عن اللعان عند ابی یوسف فانہ عندہ حرمۃ ابدیۃ۔

کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی نہ بہنوئی یا پھوپھا یا خالو کہ بہن پھوپھی خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنانِ جوان خصوصاً حسینوں کو بلاضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے اور برعکس رواجِ عوام بیاہیوں کو کنواریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے، نہ اُتنا خوف، نہ اُس قدر لحاظ اور نہ اُن کا وہ رعب، نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد، لیس الخبر کالمعاینة (خبر معاینہ کی طرح نہیں ہوتی۔ ت) تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضے بھاری اور صلاح و تقوٰی پر اعتماد سخت غلط کاری، مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا اذ لاحول ولا قوۃ الا باللہ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبتِ نفسانی میں سَو گُنی، ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو، ایک آگے ایک پیچھے، تقبل شیطان و تدبر شیطان[1]۔ والعیاذ باللہ العزیز الرحمٰن اللھم انی اسألك العفو والعافیة فی الدین والدنیا والاٰخرة لی وللمؤمنین و للمؤمنات جمیعا، اٰمین! اللہ عزیز و رحمٰن بچائے۔ یا اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں اپنے لئے اور تمام مومنین و مومنات کے لئے معافی و عافیت طلب کرتا ہوں، آمین! (ت)

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے حرمت کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم نامحرم ہی ہیں کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب وہ اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت نہ ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل، تو یوں بھی حرج نہیں اس قید کے بعد استثناء یک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف، وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب ندب من رای امرأة فوقعت فی نفسہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۹

15

اس کے اخراج کو کافی' اور اگر مجمع محلِ جلوت ہے تو بے حاجتِ شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات وبطالات وخطیات وجہالت کا جلسہ ہو۔ جیسے سَیر وتماشے، باجے تاشے، ندیوں کے پن گھٹ، ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ، بےنظیر کے میلے، پھول والوں کے جھیلے، نوچندی کی بلائیں، مصنوعی کربلائیں، عَلم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہ کے بلوے۔ ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں، نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنھیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

رویدك انجشة رفقا بالقواریر[1] انجشہ! دیکھنا، شیشیوں کو آہستہ لے چل۔(ت)

اور محلِ حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرطِ تستر وتحفظ وتحرز فتنہ اجازت یک روزہ راہ بلکہ بتحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وُہ سب یعنی مکانِ غیر وغیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی ۹ صورتیں ہیں:

(۱) قابلہ (۲) غاسلہ (۳) نازلہ (۴) مریضہ (۵) مضطرہ (۶) حاجہ (۷) مجاہدہ (۸) مسافرہ (۹) کاسبہ۔

قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو دردزہ ہو یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذنِ شوہر ضرور جبکہ مہر معجل نہ ہو' یا تھا تو پا چکی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے اسی طرح زچہ ومریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ: کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے، غرض ایسی کوئی حالت واقع ہُوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن وامان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شق نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷
مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۲۷

15
15

علیہ وسلم تمتع حج بلکہ تمتع حج ہے۔

مجاہدہ: جب عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیرِ عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذنِ مولیٰ، ہر پسر بے اذنِ والدین، ہر پردہ نشین بے اذنِ شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعتِ جہاد و سلاح و زاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفرِ جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دُور نوکر ہے اپنے پاس بُلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اُترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر ہے جو ہر کر خبرگیری نہیں کرتا، نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے، نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت، نہ بیت المال منتظم، نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت، نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت، نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکر کرلے جیسے سینا پینا، ورنہ اس گھر میں نوکری کرلے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے، ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیرزال بدشکل کریہہ النظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں: شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاہدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رؤیت ہلال رمضان و سماعِ طلاق و عتق وغیرہا میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام و نکاح معاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول بامول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ: جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعوٰی نہیں ہوسکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعوٰی کیا اور جواب دہی میں جانا ضرور۔

یہ صورتیں بھی علمائے شمار فرمائیں، مگر بحمد اللہ تعالٰی پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکمِ شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول۔ یہ بیان کافی و صافی، بحمد اللہ تعالٰی تمام صُوَر کو حاوی و وافی، بعونہٖ تعالٰی اب جواب جزئیات ملاحظہ ہو۔

جواب سوال اول: وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صُوَر کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا۔

جواب سوال دوم: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصور استثناء۔

جواب سوال سوم: زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورۂ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر وبحرالرائق والاشباہ وغمز العیون وطریقہ محمدیہ ودرمختار وابوالسعود وشرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفٰے رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضٰی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو وحدیث خولہ بنت الیمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا،

فلتنظر نفس ما ذا ترٰی۔ (پس ہر جان کو غور کرنا چاہئے جو کچھ غور کرنا ہے۔ت)

اور اگر شادیاں اُن فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہرحال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب سوال چہارم: نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب سوال پنجم: وہ مکان اگر اس زنِ محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جواب سوال ششم: اگر وہ مکان اُن زنان محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گزرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب سوال ہفتم: اللّٰھم انی اعوذبک من الفتن والاٰفات وعوار العورات (اے اللہ! فتنوں، آفتوں اور عورتوں کے مکر سے تیری پناہ۔ت) یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے، علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرما دیا:

وفیما عدا ذٰلک وان اذن کانا عاصیین منہ[1] — ان کے ماوراء میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر فی الحظروالاباحۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

اس نفی کا عموم سب کو شامل، پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی، اور اس کی مثال خانیہ[1] وغیرہا میں خالہ و عمہ و خواہر سے دی، نیز علماء نے قابلہ و غاسلہ کا استثناء کیا اور یہ ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ و غاسلہ کے ذکر کے کوئی معنے نہ تھے احادیث ثلٰثہ مشارٌ الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں[2]، حدیثین اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں[3]۔ حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اُس کا پھول پڑا جلادی[4] رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر (جمیع احادیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا) عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں ولذا لم یکمل منھن الا قلیل (عورتوں سے کوئی کام کامل نہ ہو مگر قلیل۔ت) لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور نار شہوات و خلاعات کہ ان میں رجال سے سو حصّہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا مخلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت اب جو چنگاریاں اُڑیں گی دین، ناموس، حیا، غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی، سلمٰی پارسا ہے ہاں پارسا ہے و بارک اللہ، مگر جانِ برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں، کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں، جب قیموں سے جُدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل فانما خلقت من ضلع اعوج[5] کج سے بنی کج ہی چلے گی، آپ نادان ہے تو شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تثقیفِ زناں کی پروا نہیں یا حالاتِ زماں سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے ؂

معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

(مجھے معذور رکھ کہ تُو نے اسے دیکھا نہیں۔ت)

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب النکاح باب النفقۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۹۴

[2] المعجم الکبیر مروی عن عبداللہ بن عمر حدیث ۱۳۲۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۱۷

[3] " " " خولہ بنت الیمان " ۶۳۲ " " " ۲۴/ ۲۳۶

المعجم الاوسط حدیث ۷۱۲۶ مکتبۃ المعارف الریاض ۸/ ۶۴

[4] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الاذکار باب ماجاء فی مجالس الذکر دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۷۷، ۷۸

[5] صحیح البخاری کتاب الانبیاء ۱/ ۴۶۹ و کتاب النکاح ۱/ ۷۷۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵

مجمع زناں کی شناعات وہ ہیں کہ لاینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر (جن کا ذکر نامناسب ہے چہ جائیکہ لکھا جائے۔ ت) جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجاتِ شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں، غرض احادیثِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماعِ نساء میں خیر واصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جوابِ سوال ہشتم ونہم: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاطِ اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہ اُن سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جوابِ سوال دہم: ملک کا حال وہی ہے جو اُوپر گزرا، اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جبکہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہرگونہ اندیشۂ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع وباطل ہو، اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اُس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکان مغصوب ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجا لایا ہو تو واجب، انھیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنصِ قطعی قرآن عظیم حرام ہے، اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو مرد ہیں سَوتن کی شرکت بھی ضررِ رساں اور جہاں ساس، نند، دیورانی، جٹھانی سے ایذا ہو تو ان سے بھی جُدا رکھنا حقِ زناں، والتفصیل فی ردالمحتار۔

جوابِ سوال یازدہم: یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جوابِ سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی، اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کرسکتے، اور انھیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علماء نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں جب زمانہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرمادیا۔

جوابِ سوال دوازدہم: اگر جانے ہیں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انھیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز، اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کرسکیں گے تو جانا واجب، جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو، اور اگر نہ یہ نہ وہ تو محلِ عار وطعن وبدگوئی وبدگمانی سے احتراز لازم، خصوصاً مقتدا کو، ورنہ بشرائط معلومہ جبکہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ، اگرچہ تحریم نہیں، مگر حدیث ابن عمر

رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ شہنا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے نقل کیا اُس سے احتراز کی طرف داعی خصوصًا نازک دل عورتوں کے لئے حدیث انجشہ ابھی گزری اور صلاح پر اعتماد نری غلطی ہے

بساکیں آفت از آواز خیزد

(بہت دفعہ آواز سے آفت آپڑتی ہے۔ت)

حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جواب سوال سیزدہم: جواب پنجم ملاحظہ ہو، عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جایئے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب سوال چہاردہم: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دے کر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہوجائے گا' والّالا۔

جواب سوال پانزدہم: الرجال قوامون علی النساء[1] (مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ت) مرد کو لازم کہ اپنی اہلیہ کو حتی المقدور مناہی سے روکے یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[2] (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔ت) عورت بحال نافرمانی دوہری گناہگار ہوگی، ایک گناہ شرع، دوسرے گناہ نافرمانی شوہر، اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل، مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مثیر فتنہ نہ ہو والفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ت) مگر تجسس واتباع عورات و دخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب سوال شانزدہم: عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴

[2] " ۶۶/ ۶

[3] " ۲/ ۲۱۷

میں اصلاً محذورِ شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارمِ زن کے یہاں ہو بلکہ اگر واعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل و ناعاقل و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدیث موضوع، نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسندِ عوام اور نہایت مراد جمعِ حطام، یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہالِ مغرور کے اشعار گائیں تو شعراء بے شعور کے انبیاء کی توہین، خدا پر اتہام اور نعت و منقبت کا نام بدنام، جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام، آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پُرملال، فانا ﷲ وانا الیہ راجعون۔ اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سُنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقتِ ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنانِ زماں، تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر مگر مروّجِ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لغط شرعاً ممنوع و غلط، اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائطِ معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکانِ غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اُسی مجمع زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہفتم یہ شرائط عام تر، اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالم سنّی متدیّن ماہر اور عورتیں جا کر حسبِ آدابِ شرع بحضورِ قلب سمع میں مشغول رہیں اور حالِ مجلس و سابق و لاحق و ذہاب و ایاب بلکہ جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ، معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظ تام و تحرز تمام پر اطمینان کافی و وافی ہو، اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان، تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں نہ اجانب فھذا مما استخیر اللہ تعالٰی فیہ (یہ وہ جس میں اللہ تعالٰی سے خیر کی دعا ہے۔ ت)

وجیز کردری میں فرمایا: عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے[1]، جس کا حاصل کراہت تنزیہی۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا: وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ، جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی، اور انصاف کیجئے تو عورت کا بسترِ کامل و حفظِ شامل اپنے گھر کے پاس مسجد میں صلحاء محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جاکر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۵۶

مکانِ اجانب و احاطہ مقبوضہ اباعد میں جاکر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا پھر اسے علماء نے بلحاظ زمان مطلقاً منع فرمادیا باآنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں، مصلے سے الگ بیٹھی خیر و دعاء مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولٰی بالمنع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سدِ باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوھن الغرف[1] عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو۔ یہ وہی طائرِ نگاہ کے پر کترتے ہیں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلٰی و سلمٰی پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ زناں کو مجمع نابایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن (بدگمانی میں حفاظت ہے۔ ت) ؎

نگہ دارد آں شوخ درکیسہ دُر　　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

(نگاہ رکھ لے ہوشیار آدمی جیب میں موتی والے، کیونکہ جیب کترے ہر ایک کو جانتے ہیں۔ ت)

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے، اور مطابق بھی ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامۂ ناس خصوصاً نساء میں بڑا ہنر آن ہوی جوڑ لینا طوفان لگادینا ہے کاجل کی کوٹھڑی کے پاس ہی کیوں جائیے کہ دھبا کھائیے، لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دربا ہی جلا دیا جائے ع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم، اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں ما بہ باس کے اندیشہ سے مالا باس بہ کہہ کر منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اُس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جانِ برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیے ع ماکل مرۃ تسلم الجرۃ (مٹکا ہر مرتبہ سالم نہیں رہتا۔ ت) ع

---

[1] تاریخ بغداد　ترجمہ یحیٰی بن زکریا　نمبر ۷۵۲۰　دار الکتاب العربی بیروت　۲۲۴/۱۴

ہر بار سبو ز چاہ سالم نرسد (پھوا مٹکا ہر بار کنویں سے سالم نہیں پہنچتا۔ت)

اکل وشرب وغیرہما کی صدہا صورتوں میں اطبار لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائیگا خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علمار کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لئے ہے پھر سوا چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹوں، کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ناترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو وشکم وساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں، اور زیادہ بانکپن ہوا تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا خاص ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ اُن رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بااینہمہ وہ رؤف ورحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضار کا ستر کیا لعینہٖ واجب تھا حاشا بلکہ وہی دواعی وسد باب، پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہوجائینگے، شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلاً مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے، بہرحال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل۔ لہٰذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ وذاکر وہ بشر طیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے، واللہ سبحٰنہٗ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ مروج النجا لخروج النساء ختم شد

مسئلہ از الموڑہ محلہ نقاری ٹولہ متصل تحصیل مرزا قاسم بیگ عنایت بیگ ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

جناب مولانا صاحب مخدوم ومطاع بندہ زاد اللہ اشفاقہم بعد از تسلیم مع التکریم مدعایہ ہے کہ ایک لڑکی ہے اُس نے اپنے نان ونفقہ کا دعوٰی کیا ہے اور اُس لڑکی کو اس کے خاوند نے مار کر نکال دیا اس نے اپنے نان ونفقہ کا دعوٰی کیا ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اُس لڑکی کا دعوٰی کیا فوجداری میں صاحب مجسٹریٹ نے یہ حکم دیا کہ بڑے سول سرجن کا ملاحظہ کراؤ تو اس میں یہ ہے کہ اگر بڑا ڈاکٹر ملاحظہ کرے تو اس میں نکاح سے باہر ہوگی یا نہ ہوگی، دیکھنا بڑے ڈاکٹر کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بڑا ڈاکٹر خواہ چھوٹا، مسلمان ہو خواہ غیر مذہب کا، اپنا ہو خواہ پرایا، باپ ہو خواہ بیٹا، غرض

شوہر کے سوا کوئی مرد ہو اُسے دکھانا حرام قطعی ہے سخت گناہ شدید ہے۔ اول تو نان نفقہ کے دعوے میں عورت کا ستر عورت دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ضرورت ہو بھی کہ مرد دعوٰی کرے یہ عورت مرد کے قابل نہیں تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ حاکم کسی مسلمان عورت کو حکم دے کہ وہ دیکھ کر بیان کرے مرد کو دکھانا مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹ مرسلہ محمد اکرم حسین از دوہری بوساطت مولانا حامد حسین صاحب رامپوری مدرس اول مدرسہ اہلسنّت بریلی ۵ اجمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زن و شو کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتی کہ فرج و ذکر کو بلکہ بہ نیتِ صالحہ موجب ثواب و اجر ہے کما نص علیہ سیدنا الامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصریح فرمائی۔ ت) البتہ بحالتِ حیض و نفاس زیرِ نافِ زن سے زیرِ زانو تک چھونا منع ہوتا ہے علٰی قول الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہ یفتی (امام اعظم اور قاضی امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کے مطابق یہ حکم ہے اور اسی کے مطابق فتوٰی دیا جاتا ہے۔ ت) اسی طرح اور عوارضِ خاصہ مثل صوم و اعتکاف و احرام وغیرہا کے باعث اُن عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے، اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اُس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں لانقطاع النکاح بالموت (اس لئے کہ موت واقع ہو جانے سے نکاح منقطع ہو جاتا ہے۔ ت) اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مُردہ کا بدن چھو سکتی اُسے غسل دے سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو،

لبقاء النکاح فی حقہا بالعدۃ نص علٰی ذٰلک فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرھما من معتمدات الاسفار۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ عدت کی وجہ سے عورت کے حق میں اس کا نکاح باقی رہتا۔ ہے چنانچہ تنویر الابصار اور درمختار اور ان کے علاوہ دیگر متعدد بڑی کتب میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۰ ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ کون کون اشخاص ہیں کہ جن سے نکاح حرام اور

وہ کون کون ہیں جن سے پردہ کرنا درست نہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پایئے۔ ت)

الجواب

پردہ صرف اُن سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں اور کبھی کسی حالت میں اُن سے نکاح ناممکن ہو جیسے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔ ان کے سوا جن سے نکاح کبھی درست ہے اگرچہ فی الحال ناجائز ہو جیسے بہنوئی جب تک بہن زندہ ہے یا چاچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹے، یا جیٹھ، دیور ان سے پردہ واجب ہے۔ اور جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کبھی حلال نہیں ہوسکتا مگر وجہِ حُرمت علاقہ نسب نہیں بلکہ علاقہ رضاعت ہے جیسے دُودھ کے رشتے سے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا۔ یا علاقہ صِہر ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب ہے نہ نادرست ہے کرنا نہ کرنا دونوں جائز، اور بحالتِ جوانی یا احتمالِ فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب، خصوصًا دودھ کے رشتے میں کہ عوام کے خیال میں اُس کی ہیبت بہت کم ہوتی ہے جن سے نکاح حرام ہے ان کی بعض مثالیں اوپر گزریں اور پوری تفصیل آٹھ دس ورق میں آئے گی کتب فقہ میں مفصل مسطور ہے جو خاص امر درپیش ہو اُسی سے سوال کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱: نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں؟ اور مقتضی احتیاط کیا ہے؟

الجواب

اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے۔ اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیا تم دونوں اندھی ہو کیا تم اسے دیکھ نہیں رہی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ خلوت اجنبیہ کے ساتھ جائز اور زنانِ شوہردار پر پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔ احادیث امیر المومنین عمر وعبداللہ بن عمرو وجابر بن سمرہ وعامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰے عنہم میں مرفوعًا وارد:

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء احتجاب النساء من الرجال امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۱

الا لایخلون رجل بامرأة الا کان ثالثھما الشیطان[1] وفی الاشباہ وتحرم الخلوۃ بالاجنبیۃ ویکرہ الکلام معھا۔

سُن لو یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے پاس اکیلا نہیں بیٹھتا مگر حال یہ ہوتا ہے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے (لہٰذا وہ یعنی اُنھیں بُرائی میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے)

اور الاشباہ والنظائر (کتبِ فقہ میں ہے) کہ غیر محرم عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنا (اور خلوت اختیار کرنا) شرعاً حرام ہے، اور اس سے باتیں کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے۔ (ت)

اور زنانِ حرام کو بنصِ قرآن ستر واجب، اور جوان عورت کو اس زمانہ میں حجاب لازم،

فی الدرالمختار وینظر من الاجنبیۃ الی وجھھا فحل النظر مقید بعدم الشھوۃ والا فحرام وھذا فی زمانھم اما فی زماننا فمنع من الشابۃ قھستانی وغیرہ انتھی[3] ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کسی اجنبیہ (غیر متعلقہ) عورت کو (مرد) دیکھ سکتا ہے لیکن اس دیکھنے کا جائز ہونا اس قید سے مقید ہے کہ دیکھنے والا بشہوت دیکھے ورنہ عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے، اور یہ حکم بھی اُن کے زمانے میں تھا (مراد یہ کہ زمانہ سابق میں تھا) لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔ قہستانی وغیرہ میں یہی مذکور ہے انتہی ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲ ازمحلہ شہر کہنہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ تفضل حسین صاحب

علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص نامحرم عورتوں سے اپنی پیٹھ اور ہاتھ اور ہر وقت نہانے کے ملوائے اور وقت سونے کے اپنے پیر دبوائے اور ناچنے والی عورتوں کو یعنی طوائفوں کو مرید کرے اور مال اُن لوگوں کا کھائے، اور بعد مرید کرنے کے وہ طوائفیں جو کام کرتی تھیں وہی کام کرتی رہیں اس شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] جامع الترمذی کتاب الرضاع باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۰
جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ " " ۲/۳۹
موارد الظمآن کتاب المناقب حدیث ۲۲۸۲ المطبعۃ السلفیہ ومکتبتہا ص ۵۶۸
المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبۃ عمر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/۱۱۴-۱۱۵
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الانثٰی ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۷۵
[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۱-۲۴۲

الجواب

نامحرم عورتوں سے ہاتھ اور پیٹھ اور پنڈلیاں ملوانا یا دبوانا اگر نہ تو تنہائی میں ہو نہ محلِ فتنہ ہو تو حرج نہیں ورنہ گناہ ہے، اور رنڈیوں سے اگر توبہ لے کر مرید کرے اور انھیں ہدایت کرے اور وہ نہ مانیں تو انھیں دُور کرے اور ان کا حرام مال کسی حال میں نہ لے تو جائز ہے، مگر آج کل جو یہ طریقہ رائج ہے کہ دنیا پرست پیر رنڈیوں کو بلا توبہ مرید کرلیتے ہیں اور انھیں توبہ کی ہدایت نہیں کرتے اور اُن کے نہ ماننے پر بقدر مقدور اُن پر سختی نہیں کرتے اُن سے بیزاری وجدائی نہیں کرتے اُن کا حرام مال کھاتے ہیں ایسے پیر ضرور سخت شدید فاسق ہیں جو ایسا ہو اُس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: از سنبھل محلہ کوٹ ضلع مراد آباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کے شوہر سے عورت کو پردہ کرنا فرض ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل مثل حکم اجنبی ہے بلکہ اُس سے بھی زائد کہ وہ جس بے تکلفی سے آمد ورفت ونشست وبرخاست کرسکتا ہے غیر شخص کی ایسی ہمت نہیں ہوسکتی لہٰذا صحیح حدیث میں ہے:

قالوا یا رسول اللہ اذ أیت الحمو قال الحمو الموت[1] — صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! جیٹھ، دیور اور ان کے مثل رشتہ دارانِ شوہر کا کیا حکم ہے، فرمایا: یہ تو موت ہیں۔

خصوصًا ہندوستان میں بہنوئی کہ باتباعِ رسومِ کفارِ ہند سالی بہنوئی میں ہنسی ہوا کرتی ہے، یہ بہت جلد شیطان کا دروازہ کھولنے والی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: مسئولہ محمد حسین سوداگر کھیم پور ضلع کھیری، اودھ بر دکان محمد ضامن علی سوداگر ۴ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

علماءِ دین اس مسئلہ میں کیا فتوٰی دیتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک طوائف سے تعلقات ناجائز کئے جس کو عرصہ آٹھ برس کا ہوگیا، شروع زمانہ میں طوائف قسم کی رُو سے پابند کی گئی مگر بعد کو عہد شکنی کی، ایک سال تک غیر پابندی کے ساتھ تعلقات رہے لیکن بعد کو پھر طوائف نے بہ کوشش خود پابندی اختیار کی، ظاہرہ ہرچند کوشش کی لیکن اس وقت تک پابند ظاہر ہے، اس درمیان میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اس

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب لایخلونّ رجل بامرأۃ الّا ذو محرم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷
جامع الترمذی ابواب الرضاع ۱/ ۱۳۹ و مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر ۴/ ۱۴۹ و ۱۵۳

وقت تک بعمر دس گیارہ ماہ ہے وہ شخص اس ناجائز تعلق سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے مگر احباب لوگ رائے دیتے ہیں کہ اگر لڑکی اپنی عمر کو پہنچ کر اپنے پیشہ میں رہی تو اس شخص کا نامۂ اعمال خراب ہوگا لہذا اُس شخص کو یہ دریافت طلب ہے کہ دفعۃً وہ شخص تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کرے، تو شرع سے اسکے ذمہ گناہ عائد ہوگا یا نہیں، اگر صریح گناہ ہے تو اس کی بریت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے اس شخص کے بیوی اور بچے بھی موجود ہیں اس وجہ سے وُہ نکاح سے بھی علٰحدہ رہنا چاہتا ہے اور وہ شخص عرصہ سات برس سے اُسی طوائف کے مکان پر مقیم ہے کبھی گاہے گاہے مہینہ پندرہ روز کو بتلاش روزگار باہر بھی چلاجاتا ہے طوائف اور اس کے دیگر عزیز و اقارب کا مکان ایک ہی ہے لیکن اس کی نشست و برخاست کی سرحد علیحدہ ہے اس میں کسی کا گزر نہیں بے پردگی ضرور ہے بہرحال جوکچھ احکام شرعی ونیز علمائے دین کی رائے ہو بوالپسی ڈاک دستخط ثبت فرماکر احقر کے نام روانہ فرمائیں تاکہ اُس شخص کو اس سے نجات ملے، اور وہ شخص اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے توبہ بھی کرتا ہے فقط۔

الجواب

اللہ عزوجل ہدایت دے، شخص مذکور پر فرض قطعی ہے کہ فورًا فورًا یا تو اس عورت سے نکاح کرلے یا ابھی ابھی اُسے جُدا کردے جتنی دیر میں کرے گا استحقاقِ عذابِ الٰہی اس پر برابر رہے گا اور بے اس کے اس کی توبہ ہرگز مقبول نہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ:

المستغفر من الذنب و ھو مقیم علیہ کالمستھزئ بربہ۔ رواہ البیھقی[1] فی شعب الایمان و ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جو گناہ پر قائم رہ کر توبہ کرے وہ اپنے رب جل جلالہ سے (معاذ اللہ) تمسخر کرتا ہے (امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت فرمائی۔ت)

اور وہ لڑکی شرعًا اس کی لڑکی نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: للعاھر الحجر[2]

---

[1] شعب الایمان حدیث ۷۱۷۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۴۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول الموصی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۳۹

((بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو) اور زانی کے لئے کنکر و پتھر ہیں (یعنی اس سے نسب ثابت نہیں)) اور جب یہ توبہ کرے گا وہ اگر گناہ کرے گی اس کا وبال اس پر عائد نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی [1] کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی (روزِ قیامت)۔ (ت)

ہاں اگر یہ گناہ سے بچ کر آئندہ کسی تدبیر سے لڑکی کو گناہ سے بچا سکے تو ضرور ہے کہ ایسا کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶: از مارواڑ موضع کنوڑہ علاقہ بھاونگر مسئولہ مولوی فضل امیر امام مسجد روز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر مسجد کے اندر وعظ یا میلاد کی محفل ہوتی ہو تو کیا عورتوں کو مسجد کے اندر باپردہ آنے کی اجازت ہے یا کہ نماز پڑھنا عورتوں کو مسجد کے اندر جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

عورتیں نمازِ مسجد سے ممنوع ہیں اور واعظ یا میلاد خواں اگر عالم سُنّی صحیح العقیدہ ہو اور اُس کا وعظ و بیان صحیح و مطابقِ شرع ہو اور جانے میں پُوری احتیاط اور کامل پردہ ہو اور کوئی احتمالِ فتنہ نہ ہو اور مجلسِ رجال سے دُور اِن کی نشست ہو تو حرج نہیں مگر مساجد کے جانے میں ان شرائط کا اجتماع خیال و تصور سے باہر شاید نہ ہوسکے، ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل [2] (جو کوئی اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو نادان (اور ناسمجھ) ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷: از بنارس چھاؤنی محلہ دبٹوری محال تھانہ سکرور رسیدہ مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ ایسے شخص کے سامنے جو ابھی جوان ہو اور وہ پیری مریدی کرتا ہو تو عورتوں کو بلا پردہ جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جبکہ خود پیر صاحب خواہش سے مجبور کرکے بلاتے ہیں۔

الجواب

بے پردہ بایں معنٰی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے اُن میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جُز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وُہ پیر ہو یا عالم، یا عامی جوان ہو، یا بُوڑھا، اور اگر بدن موٹے اور ڈھیلے کپڑوں سے ڈھکا ہے، نہ ایسے باریک کہ بدن یا بالوں کی رنگت چمکے، نہ ایسے تنگ کہ بدن کی حالت دِکھائیں اور جانا تنہائی میں ہو اور پیر جوان نہ ہو، غرض کوئی فتنہ نہ فی الحال ہو نہ اس کا اندیشہ ہو تو علم دین امور راہ خدا سیکھنے کے لئے جانے اور بلانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸ ماہِ صفر کے آخر چہار شنبہ کو عورتیں بطورِ سفر شہر سے باہر جائیں اور قبروں پر نیاز وغیرہ دلائیں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہرگز نہ ہو سخت فتنہ ہے، اور چہار شنبہ محض بے اصل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹ مسئولہ مسلمانان جام جودھپور کاٹھیاوار معرفت شیخ عبدالستار صاحب پوربندر کاٹھیاواڑ متصل قندیل ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سُنائی دیتی ہے، یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محلِ فتنہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی بروز شنبہ تاریخ ۱۰ رجب ۱۳۳۴ھ

بھو اپنے خسر کا پردہ کرے یا نہ کرے، اسی طرح جیٹھ دیور کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں جائز ہے، اس کا ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب، اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب اگر کریگی گنہگار ہوگی، اور محارم غیر نسبی مثل علاقہ مصاہرت و رضاعت اُن سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز، مصلحت و حالت پر لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علمائے نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا، اور جہاں معاذ اللہ مظنہ فتنہ ہو پردہ واجب ہو جائے گا، واللہ یعلم المفسد

من المصلح[1] (اللہ تعالٰی فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱ تا ۱۰۲ از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۸ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک شخص اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ کبھی تو ایک دالان میں تنہا رات کو سوتا ہے اور در دروازہ دالان کا موٹی چکوں سے پردہ دار ہوتا ہے باہر سے اندر کا کچھ حال کسی کو نظر نہیں آتا اور چراغ وغیرہ بھی نہیں ہوتا، سوتے وقت اندھیرا کرلیا جاتا ہے، اور کبھی کوٹھری کے اندر ایک شخص اور کوٹھری کے باہر دوسرا شخص اور تیسرا کوئی نہیں، اس طرح سے سوتے ہیں، اور کبھی تنہا ایک مکان میں۔

(۲) روزانہ کے برتاؤ بالکل ایسے ہیں جیسے میاں بی بی کے، ان دونوں کے بہت قریبی لوگوں سے جو سُنا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم کو مسائل شریعت معلوم نہیں ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں نے آپس میں خفیہ نکاح کرلیا ہے۔ یہ اُن لوگوں کا بیان ہے جو اُس مکان میں یا تو ہمیشہ رہتے ہیں یا کبھی جاکر دو چار روز رہتے ہیں اور حالات دیکھتے ہیں۔ کیا ان دونوں شخصوں کا ایسا تخلیہ جائز ہے اور اُن دونوں یا ایک کے کسی رشتہ دار کو جو چھوٹا ہو اس معاملہ سے منع کرنا چاہئے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ ان دونوں کو اس بات سے منع کیا جائے گا تو بہت سخت مخالف اور رنجیدہ منع کرنے والے سے ہوں گے، فقط۔

الجواب

(۱) اس کی اجازت نہیں اگرچہ وہ اس پر حرام ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک شیطان جسمِ انسانی میں اس کے خون کی طرح رواں دواں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲) ایسے برتاؤ سے ان پر احتراز لازم ہے، حدیث میں ہے،

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف

جو کوئی اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر صدقِ دل سے یقین رکھتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

التھمۃ[1] | کہ وہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے (تاکہ بلاوجہ بدنام نہ ہو جائے)۔ (ت)

علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ چاہیے، یونہی حقیقی رضاعی بہن سے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از بنارس محلہ پیر کنڈہ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب ۷ شعبان ۱۳۲۵ھ

عورتوں کا بیان میلاد شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زنانی محفل میں باوازِ بلند نثر و نظم پڑھنا اور نظم خوش آوازی و لحن کے ساتھ پڑھنا اور مکان کے باہر سے ہمسایہ کے مردوں اور نامحرموں کا سُننا تو ایسا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

عورت کا خوش الحانی سے باواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اُس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔ نوازل امام فقیہ ابواللیث میں ہے:

نغمۃ المرأۃ عورۃ[2] | عورت کا خوش آواز کرکے کچھ پڑھنا "عورۃ" یعنی محلِ ستر ہے۔ (ت)

کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے:

لاتلبی جھرا لان صوتھا عورۃ[3] | عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے اس لئے کہ اسکی آواز قابلِ ستر ہے (ت)

امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ علی مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار علامہ شامی میں ہے:

لاتجیزلھن رفع اصواتھن و لا تمطیطھا ولا تلیینھا وتقطیعھا لمافی ذٰلک من استمالۃ الرجال الیھن وتحریک الشھوات منھم ومن ھذا لم یجز | عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انھیں لمبا اور دراز کرنا، ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور ان میں تقطیع کرنا (یعنی کاٹ کاٹ کر تحلیلی عروض کے مطابق اشعار کی طرح آوازیں نکالنا)، ہم ان سب کاموں

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹
[2] ردالمحتار بحوالہ النوازل باب شروط الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۷۲
[3] ردالمحتار ,, الکافی ,, ,, ,, ,, ,, ,,

ان تؤذن المرأۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ ان سب باتوں میں مردوں کا اُن کی طرف مائل ہونا پایا جائے گا۔ اور اُن مردوں میں جذباتِ شہوانی کی تحریک پیدا ہوگی۔ اسی وجہ سے عورت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اذان دے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴: از قصبہ باراں ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ قاضی امتیاز علی صاحب ۶ شوال ۱۳۳۵ھ

زانی اور دیوث سے کہاں تک احتراز کرنا چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زانی و دیوث فاسق ہیں اُن کے پاس اُٹھنے بیٹھنے میل جول سے احتراز چاہیے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں کبھی شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵ و ۱۰۶: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائل مفصلہ ذیل میں کہ:

(۱) وہ شخص کتنے ہیں جن سے عورتوں کو پردہ نہ کرنا جائز ہے؟

(۲) کتنے شخص ایسے ہیں جن سے عورتوں کو گفتگو کرنا اور ان کو اپنا آواز سنانا جائز ہے؟

الجواب

(۱) تمام محارم مگر رضاعی محارم سے جوان عورت کو پردہ اولٰی ہے، اور ممکن ہو تو محارمِ صہری سے بھی۔

(۲) تمام محارم اور حاجت ہو اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۷: از ڈاکخانہ چینگانگ محلہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

یہاں کے مسلمان اپنی عورتوں کو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھیجتے ہیں اور غیر محرم آدمیوں سے کلام اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۷۲

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

ہنسی مذاق کرتی ہیں بالکل ہی بے دریغ و بے پردہ ہے، اگر اُن لوگوں کو کوئی عالم وعظ نصیحت کرے تو اسکو تمسخر و استہزاء کرتے ہیں اور طعن لعن کرتے ہیں۔ حسبِ شریعت اُن لوگوں پر کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ لوگ دیوث ہیں اور دیوث کو فرمایا کہ اس پر جنت حرام ہے، دیوثی بھی فقط اس فعل تک ہے، وہ جو سائل نے بیان کیا کہ احکامِ شریعت کے ساتھ تمسخر و استہزاء اور عالم پر طعن و لعن کرتے ہیں یہ تو صریح کفر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ ایمان سے نکل جاتے ہیں اور اُن کی عورتیں نکاح سے۔

قال اللہ تعالیٰ اباللہ وایٰتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔ لہٰذا معذرت نہ کرو اور بہانے نہ بناؤ، بلاشبہہ تم ایمان کے بعد کافر ہوگئے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸ از چنور ضلع مراد آباد تحصیل۔ مرسلہ اشرف علی خاں ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مجلوق ہے وہ اپنے اس فعل سے نہیں مانتا ہے ہرچند اس کو سمجھایا ہے آپ تحریر فرمائیں کہ اُس کا کیا حشر ہوگا! اور اُس کو کیا دعا پڑھنا چاہئے جس سے اس کی عادت چھوٹے۔

الجواب

وہ گنہگار ہے، عاصی ہے، اصرار کے سبب مرتکب کبیرہ ہے، فاسق ہے، حشر میں ایسوں کی ہتھیلیاں گابھن اُٹھیں گی جس سے مجمع اعظم میں اُن کی رُسوائی ہوگی اگر توبہ نہ کریں اور اللہ معاف فرماتا ہے جسے چاہے اور عذاب فرماتا ہے جسے چاہے۔ اُسے چاہئے لاحول شریف کی کثرت کرے اور جب شیطان اس حرکت کی طرف بلائے فوراً دل سے متوجہ بخدا ہو کر لاحول پڑھے نماز پنجگانہ کی پابندی کرے نماز صبح کے بعد بلاناغہ سورۂ اخلاص شریف کا ورد رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) اگر پیر ضعیف نہیں ہے جوان ہے اور مستورات اپنی خوشی سے بے پردہ اس کی خدمت کریں ہاتھ پیر دابیں جائز ہے؟

(۲) اگر لڑکیاں جوان جن کی صرف ماں مرید ہے وہ لڑکیاں مع اپنی ماں کے پیر کے اور پیر کی اولاد کے سامنے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

آئیں شوہر یا رشتہ دار کی اجازت اس پر ہے وہ پیر اور وہ عورت اور رشتہ دار اور شوہر سب کو جائز ہے یا حرام ہے ؟

الجواب

(۱) اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ پیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر سامنے آنا بے ستری سے ہے کہ کپڑے باریک ہیں جن سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بال یا گلے یا کلائیوں کا کوئی حصہ کھلا ہے تو سب کو حرام ہے، اور ستر کامل کے ساتھ ہو اور خلوت نہ ہو اور احتمال فتنہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ :

تخمیناً ماہ سوا ماہ شادی سے قبل دولھا اور دلھن کو اُبٹن ملا جاتا ہے اس کے لئے اپنے خویش و اقارب برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں دولھا خود بالغ ہو یا نابالغ ان کو اکثر وہ عورتیں جن سے رشتہ مذاق کا ہوتا ہے وہی بدن وغیرہ سارے بدن میں اُبٹن لگاتی ہیں اور اس کے بعد سب کو گڑ تقسیم کیا جاتا ہے، یہ اسراف ہے یا نہیں ؟

الجواب

اُبٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں اُبٹن ملنا بھی گناہ و ممنوع نہیں، ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا ناجائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی یہ حرام اور سخت حرام ہے، اور عورت و مرد کے مذاق کا رشتہ شریعت نے کوئی نہیں رکھا یہ شیطانی و ہندوانی رسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲ از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب سب انسپکٹر ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

عورتیں باہم گلا ملا کر مولود شریف پڑھتی ہیں اور ان کی آوازیں غیر مرد باہر سنتے ہیں تو اب ان کا اس طریقہ سے مولود شریف پڑھنا ان کے حق میں باعث ثواب کا ہے یا کیا ؟

الجواب

عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ ان کی آواز نامحرم سنیں باعثِ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳ مسئولہ تاج محمد صاحب محلہ مرزا واری از اجین ملک مالوہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں بارہ کہ مسماۃ ہردلعزیز طوائف بالغہ نے جلسِ عام سو دو سو آدمی میں مسمّی دلگداز خاں سے بخوشی خاطر نکاح کیا قاضی صاحب شریعت پناہ کے نائب حسبِ قاعدہ شہر تشریف لائے اور باقاعدہ نکاح پڑھایا، دو روز منکوحہ مذکورہ ناکح مذکور کے گھر رہی اور پھر چار کوس مقام پرکہ وہاں دلگداز خاں کا قیام ہے وہ اُسے لے گیا اُدھر مسماۃ ہردلعزیز کی نائکہ مسماۃ دلکش نے بصلاح وکیل دلاور خاں بنام دلگداز خاں فراری کا مقدمہ قائم کرکے ذریعہ پولیس دلگداز خاں کو پھنسا دیا اب دلاور خاں وکیل باوجود علم نکاح کے مسماۃ دلکش سے روپیہ محنتانہ معقول رقم کھا کر تدابیر اس قسم کی کر رہے ہیں کہ مسماۃ ہردلعزیز دلگداز خاں سے علیحدہ کی جائے اور سپرد نائکہ ہوکر پیشہ حرام کاری کرے، دوران تحقیقات میں مسماۃ ہردلعزیز کو بھی ورغلا دیا ہے کہ وہ اب یہ کہتی ہے کہ میں نے بخوشی خود نکاح نہیں کیا بلکہ مجھے نشہ پلا دیا تھا اور کچھ قسم تعلیم گواہان وغیرہ جھوٹی کاروائی وکیل موصوف ونیز چند پیروکاران مسلمان منجانب مسماۃ دلکش بطمع زر وبعض بسلسلہ تعلقات ناجائز کر رہے ہیں اگر ان کی کوشش سے ایسا ہوگیا کہ مسماۃ ہردلعزیز کا نکاح ناجائز قرار پایا اور وہ سپرد اس نائکہ کے ہوگئی اور طوائف کا پیشہ کرنے لگی اور اس کے بطن سے حرام کاری کی لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی اولاد در اولاد تا قیامت حرامکاری کرتی رہی تو اس کا مواخذہ بروز حشر کس سے ہوگا عند اللہ جواب دیں فقط۔

الجواب

ایسی بات پُوچھنا فضول ہے کوئی چھپا ہوا مسئلہ ہوتا تو احتمال ہوتا کہ ان کو معلوم نہیں حکم بتا دیا جاتا اور جو لوگ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر دیدہ ودانستہ علانیہ ایسے کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوی کا کیا اثر ہوگا، جان رہے ہیں کہ اللہ واحد قہار کا غضب اپنے سر لے رہے ہیں پھر فتوے سے کیا متاثر ہو سکتے ہیں، ہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں سے قطعاً قطع تعلق کرلیں اور ان سے سلام کلام میل جول یک لخطہ چھوڑ دیں، ایسا نہ ہو کہ اُن کی آگ میں یہ بھی جل جائیں،

قال اللہ تعالٰی وامّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]، وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں شیطان بُھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

مسئلہ ۱۱۴ مرسلہ نظام خاں از دیوان محلہ گھر گھر ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا کہتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نکاح میں ایک بہن ہے دوسری کے ساتھ وہ زنا کا مرتکب ہے اور لڑکی کا باپ اور دادا احرام کرنے والے کو رکھے ہوئے ہیں اور ہر قسم کی اُن کی مدد کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کے معاون پڑھے لکھے ہیں شریعت سے واقف ہیں مگر اس فعل سے باز نہیں رکھتے اگر یہ تاکید کریں یقیناً یہ لوگ اپنے فعل ناشائستہ سے باز رہیں، ایسی حالت میں یہ لوگ دائرۂ اسلام سے باہر ہوئے یا نہیں؟ اُن سے سلام کلام، ان کا چھوا کھانا، ان کے پیچھے نماز، ان کی بیمار پرسی، ان کے جنازے کی نماز، اُن کو مٹی دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ اگر واقعی ہے اور اس میں بدگمانی کو دخل نہیں تو وہ مرد و عورت زانی و زانیہ ہیں۔ اور وہ، اُس کے معاون اور شنیع کبیرہ پر راضی ہونے والے، بندوبست نہ کرنے والے دیّوث ہیں۔ دیوث پر لعنت آئی ہے، اُسے امام بنانا ناجائز ہے، اس سے سلام کلام ترک کر دینا مناسب ہے مگر اتنی بات سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوئے، نہ اُن پر مرتدین کے احکام آسکیں جب تک معاذ اللہ اس کبیرہ کو حلال نہ جانیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از شہر محلہ گنگھی ٹولہ مسئولہ نبی بخش ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر عورتیں منہار کو بلا کر پردہ میں سے ہاتھ نکال کر منہار کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چوڑیاں پہنتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض عورتیں اپنے مردوں کے سامنے منہار کے ہاتھ سے چوڑیاں پہنتی ہیں اور بعض شخص خود اپنی موجودگی میں بلا پردہ کے اپنی عورت کو چوڑیاں پہناتے ہیں، یہ چوڑیاں غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خواہ پردہ میں سے یا بلا پردہ کے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

حرام حرام حرام ہے، ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے، جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے روا رکھتے ہیں دیّوث ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از شہر بریلی مسئولہ ننھے میاں صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت بسبب ناداری کے ایک معتبر جگہ پر ملازم ہے اور زید اور اس کی عورت شریف القوم ہے کپڑا اس طرح پر نہیں استعمال کیا جاتا کہ جس سے ستر کو

نقصان پہنچے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز زید کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے کہ اُس کی عورت غیر محرم کے یہاں بے پردہ رہتی ہے، اگر زوجۂ زید ملازمت نہ کرے تو صرف تنخواہِ زید کافی بسر اوقات کو نہیں ہوسکتی ہے۔

الجواب

یہاں پانچ شرطیں ہیں:

(۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔

(۲) کپڑے تنگ وچست نہ ہوں جو بدن کی ہیأت ظاہر کریں۔

(۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔

(۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔

(۵) اُس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ نہ ہو۔

یہ پانچ شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو حرام۔ پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو ضرور اس پر بھی الزام ورنہ نہیں،

قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]

واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ (وزن) نہ اٹھائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۱ از ناتھ دوارہ ریاست اودیپور ملک میواڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے شروع، جو بے حد رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (ت)

ے اے کارساز قبلۂ حاجات کارہا
آغاز کردہ ایم رسانی بانتہا

اے کارساز اور اے حاجتوں میں قبلہ (کی حیثیت رکھنے والے) ہم نے کاموں کی ابتداء تو کردی لیکن انتہا اور تکمیل تک پہنچا دینا (تیرا کام) ہے۔ (ت)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہٖ محمد و اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

جملہ تعریف وستائش اُس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اچھا انجام اُن خوش نصیب حضرات کے لئے ہے جو اُس سے ڈرتے رہتے ہیں، اور درود وسلام اُس کے برگزیدہ رسول محمد کریم پر ہو اور ان کی سب اولاد اور تمام ساتھیوں پر ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب جو کہ علم فقہ و حدیث سے واقف ہیں لوگوں کو پند و وعظ بھی کیا کرتے ہیں مگر ان کی مستورات نہایت بدعت و شرک میں مبتلا ہوتی ہیں جس کا اظہار مندرجہ ذیل ہے کہ محرم شریف کی تاریخ ۱۲ کو مستورات کو جمع کرکے اور اُن سے چندہ جمع کرواکر چند اشیاء بازار سے خود جاکر مع مستورات کے خرید کرکے لانا، چاول خام و پھل و مٹھائیاں و نخود بریاں و بھوگی جوار و عطر و اگربتی وغیرہم مہیا کرکے قبرستان میں مع مستوراتِ مذکورہ کے لے جانا اور وہاں جاکر ایک سفید چادر کا زمین پر بچھانا اور کل اشیاء مذکورہ بالا کو چادر کے چاروں کونہ پر جمع کرنا اور وہاں حضرت محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے اہلبیت و شہیدانِ کربلا کو اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روح مطہر کو حاضر جان کر وہاں مع جملہ مستورات کے سینہ زنی و ماتم پُرسی کروانا اور خود بھی بے پردگی کرنا بعدہٗ نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ ان اشیاء مذکورہ بالا پر فاتحہ وغیرہ دے کر تقسیم کرنا اور اولاد و دیگر امور کے بارے میں دُعا کرنا اور اُن مستورات کے خاوندوں کا اُن کو ہدایت نہ کرنا ایسے شخص کے بارہ میں اللہ و رسول کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کو شرع شریف میں کیا کہنا لازم آتا ہے اور مسلمانوں کو ایسے آدمیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے، براہِ مہربانی جیسا حکم موافق شرع کے ہو وُہ مع حدیث و فقہ حوالہ و آیت کلام اللہ و حدیث کے ارقام فرماویں تاکہ مستورات خوفِ خدا کرکے باز آئیں، اللہ تعالٰے آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

عورات کا قبرستان جانا ممنوع ہے، اور سینہ زنی حرام ہے، اور یہ طریقہ بدعت ہے، اور بے پردگی فاحشہ ہے، ایسا شخص مبتدع ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہئے۔

مسئلہ ۱۱۸ از شہر بالجتی گنواں ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاءِ شرع متین جن کی بیویاں تعزیہ دیکھنے دروازہ پر جائیں یا نویں محرم الحرام کو تنہا یا دیگر عورات کے ہمراہ یا خورد سالہ بچے کے ہمراہ یا تمام شب تعزیہ دیکھیں اور خاوند محافظ گھر رہیں اُن کا نکاح رہا؟ ایسی بیویوں کی اولاد حلالی ہے یا نہیں؟

الجواب

عورتوں کا گھر سے نکلنا خصوصًا تماشہ دیکھنے کو ناجائز ہے اور مردوں کا اسے روا رکھنا بے غیرتی ہے مگر اس سے نکاح یا اولاد میں کوئی خلل نہیں آتا۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۱۹ ، ۱۲۰ از موضع پاکڑی ضلع گوڑگانوہ ڈاک خانہ ڈھینیہ مسئولہ محمد حسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

(۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں خود بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بیہوش ہوجاتی ہیں اُچھلتی کُودتی ہیں اور اللہ کی آواز مکان سے باہر دُور دُور سُنائی دیتی ہے، ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ صورت محض خلافِ شرع و خلافِ حیا ہے، ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

سلام وتحیّت وتعظیمِ سادات

مصافحہ، معانقہ، بوسۂ دست وپا وقبر، طوافِ قبر اور سجدۂ تعظیمی وغیرہ

مسئلہ ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید کہتا ہے کہ معانقہ ہر وقت میں حرام اور مصافحہ کرنا مسنون۔ عمرو کہتا ہے کہ معانقہ کرنا وقت آمد ورفت سفر اور یوم عید اور ہنگامِ خوشی اور خصوصاً معانقہ کرنا ایک دلیل قوی بنا بر افزونی اخلاص ومحبت مابین اہلِ اسلام ہے، جب زید معتقد اس امر کا ہے کہ معانقہ حرام اور مصافحہ مسنون زید مرتکب گناہ صغیرہ کا ہے یا گناہ کبیرہ کا، پس جس شخص پر گناہ کبیرہ عاید ہوا یا صغیرہ تو اُس پر توبہ جلسۂ عام میں آئی یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت) فقط۔

الجواب

کپڑوں کے اوپر معانقہ جہاں خوفِ فتنہ، شہوت نہ ہو بلاریب مشروع ہے اس کے جواز پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع، اور سفر وغیر سفر میں بشرائط مذکورہ مطلقاً جائز، تخصیص سفر کی حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، نہ کہ استغفر اللہ مطلقاً حرام ہو۔ ابوجعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال سئلت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم وصالح ودھم وان اول من عانق خلیل اللّٰہ ابراھیم۔[۱]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معانقہ کا مسئلہ دریافت کیا، ارشاد فرمایا تحیت ہے اُمتوں کی اور اچھی دوستی ہے اُن کی اور بیشک پہلے جس نے معانقہ کیا اللہ کے خلیل ابراہیم ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس حدیث میں صریح تائید ہے عمرو کے قول کی کہ معانقہ ایک دلیل قوی ہے افزونی محبت پر۔
شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصاً نزد قدوم از سفر الخ۔[۲]

اگر کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو گلے ملنا جائز ہے خصوصاً جبکہ آدمی سفر سے آئے الخ (ت)

درمختار میں ہے:

وکرہ تحریما تقبیل الرجل ومعانقتہ فی ازار واحد، وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ولوکان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ وعلیہ المتون[۳] انتہی ملخصاً۔

کسی مرد کو بوسہ دینا اور اس سے گلے ملنا ایک چادر میں مکروہ تحریمی ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک ازار میں بوسہ دینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر وہ کُرتہ پہنے ہو یا جُبّہ تو بغیر کسی کراہت کے بالاجماع جائز ہے۔ ہدایہ میں اس کی تصحیح فرمائی اور اسی کے مطابق سارے متون میں انتہی ملخصاً۔ (ت)

اور ایسا ہی شیخ محقق نے کافی سے نقل کیا:

حیث قال وگفتہ اند کہ خلاف در جائیست کہ برہنہ تن باشند اما با قمیص و جبہ لاباس بہ است باجماع

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں نے کہا ہے کہ معانقہ وغیرہ میں اس جگہ اختلاف ہے کہ جہاں ننگے ہوں، لیکن اگر کُرتہ یا جبہ پہنے ہوں

---

[۱] الضعفاء الکبیر للعقیلی حدیث ۱۱۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۵۵/۲
[۲] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۰/۴
[۳] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲۴۴/۲

وھو الصحیح کذا فی الکافی[1]

تو پھر بالاجماع کوئی حرج نہیں، اور یہی صحیح ہے، یونہی کافی میں مذکور ہے۔ (ت)

البتہ اگر دونوں ننگے بدن ہوں تو اس صورت کو بعض روایات میں مکروہ کہا ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یُوں بھی کچھ حرج نہیں بیشک جہاں خوفِ فتنہ ہو مثلاً عورت یا امرد خوبصورت سے معانقہ کرنا خصوصاً جبکہ بنظرِ شہوت ہو تو اس صورت کی کراہت وعدمِ جواز میں کسی کو کلام نہیں شرح وقایہ کی کتاب الکراہیۃ میں ہے:

وکرہ تقبیل الرجل وعناقہ فی ازار واحد وجاز مع قمیص ومصافحتہ ش عطف علی الضمیر فی جاز ھذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بھما فی ازار واحد واما مع القمیص فلاباس بالاجماع والخلاف فیما یکون للمحبۃ واما بالشھوۃ فلاشک فی الحرمۃ اجماعاً[2] انتہی۔

کسی مرد کو بوسہ دینا اور ایک چادر میں اُس سے گلے ملنا مکروہ ہے البتہ کرتہ پہنے ہوں تو جائز ہے اور مصافحہ کرنا بھی جائز ہے (تشریح) "مصافحتہ" اس عبارت کا عطف "جاز" کی ضمیر پر ہے، اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے، لیکن امام ابویوسف نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب پر رحم فرمائے بوسہ دینا اور معانقہ کرنا، اگر ایک چادر میں ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر قمیص پہنے ہو تو پھر بالاتفاق کچھ مضائقہ نہیں، اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام پیار و محبت کے انداز میں ہو لیکن اگر شہوت سے ہو تو پھر اجماعاً حرمت میں کوئی شک نہیں انتہی۔ (ت)

جن روایتوں میں معانقہ سے نفی آئی ہے ان میں جمعاً بین الاحادیث یہی صورت مقصود۔ امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کہ اہلِ سنّت کے پیشوا ہیں اس معنی کی تصریح فرمائی کما ذکرہ الشیخ المحقق فی شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں بیان فرمایا۔ ت) سو اس صورت میں مصافحہ بھی نادرست ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) احادیث کثیرہ میں وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے بارہا بحالتِ سفر اور بلا سفر معانقہ فرمایا اور اسے جائز رکھا، صحیح ترمذی میں عائشہ صدیقہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۱

[2] شرح الوقایۃ کتاب الکراہیۃ مسئلۃ التقبیل والاعتناق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۵۴ تا ۵۶

رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ تشریف آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور بوسہ دیا،

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قدم زید بن حارثۃ المدینۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بیتی فاتاہ فقرع الباب فقام الیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عریانا یجر ثوبہ واللہ ما رأیتہ عریانا قبلہ ولا بعدہ فاعتنقہ وقبلہ[1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب زید بن حارثہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اُس وقت حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام میرے گھر میں تشریف فرما تھے، جب حضرت زید نے آکر دروازے پر دستک دی تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام برہنہ ہی اٹھ کر اُسی حالت میں اُن سے ملنے تشریف لے گئے، حالت یہ تھی کہ اُس وقت اپنا کپڑا گھسیٹے جارہے تھے، خدا کی قسم میں نے آپ کو اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی برہنہ نہیں دیکھا، پھر آپ نے انھیں گلے لگالیا اور انھیں بوسہ دیا۔ (ت)

سنن ابوداؤد اور بیہقی میں شعبی سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو گلے لگایا اور بوسہ دیا،

عن الشعبی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلقی جعفر بن ابی طالب فالتزمہ وقبلہ بین عینیہ[2]

امام شعبی سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب سے ملے تو انھیں گلے لگایا اور دو آنکھوں کے درمیان انھیں بوسہ دیا (یعنی ان کی پیشانی چُومی)۔ (ت)

امام احمد وابوداؤد ونسائی وغیرہم بہیسہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ ان کے والد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اذن لے کر قمیص مبارک کے اندر اپنا سر لے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گلے لگا کر بوسہ دینا شروع کیا اور عرض کی، یا رسول اللہ! کیا چیز روکنا جائز نہیں؛ فرمایا: پانی۔

عن امرأۃ یقال لھا بھیسۃ عن ابیھا قالت استاذن ابی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاستیذان والادب باب ماجاء فی المعانقۃ والقبلۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۶-۹۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ ما بین العینین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

وسلم فدخل بینه وبین قمیصه فجعل یقبل و یلتزم ثم قال یا نبی اللہ ما الشیئ الذی لا یحل منعه قال الماء[1] الحدیث۔

امام ابوالقاسم سلیمٰن بن احمد طبرانی جناب ہالہ بن ابی ہالہ فرزند ارجمند حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور آرام فرماتے تھے، ان کی آواز سُن کر جاگے اور انھیں سینۂ اقدس سے لگایا اور بغایت محبت فرمایا ہالہ، ہالہ، ہالہ!

عن ھالۃ بن ابی ھالۃ انه دخل علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وھو راقد فاستیقظ فضم ھالۃ الی صدرہ وقال ھالۃ ھالۃ ھالۃ۔[2]

طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے ایک غدیر میں تشریف لے گئے، پھر فرمایا، ہر شخص اپنے اپنے یار کی طرف پیرے، اور خود حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف پیر گئے اور انھیں گلے لگاکر فرمایا یہ میرا یار ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم واصحابه غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبه فسبح کل رجل منهم الی صاحبه حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنه حتی اعتنقه فقال لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنه صاحبی۔[3] ف

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھی ایک تالاب میں داخل ہوگئے، پھر فرمایا: ہر آدمی اپنے ساتھی کی طرف تیرے، پھر ہر شخص اپنے اپنے دوست کی طرف تیرنے لگا، یہاں تک کہ حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر رہ گئے پھر آپ اپنے ساتھی ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ تیرنے لگے اور انھیں گلے لگایا اور فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن وہ میرا دوست ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب مایجوز منعه آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۵

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۸۰۶ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۴۷۶

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۷۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۶۱

ف: خط کشیدہ الفاظ حدیث المعجم الکبیر کی حدیث ۱۱۹۳۸ میں ۱۱/ ۳۳۹ پر ملاحظہ ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہاں سفر سے آنا جانا بھی نہ تھا اور سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کُرتہ اٹھانے کو عرض کیا، حضور نے اپنے بدنِ اقدس سے کُرتہ اُٹھا دیا وہ حضور کو لپٹ گئے اور تہیگاہ اقدس پر بوسہ دیا اور حضور نے منع نہ فرمایا۔

عن اُسَید بن حُضَیر رجل من الانصار قال بینما ھو یحدث القوم وکان فیہ مزاح بینا یضحکھم فطعنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصا ولیس علیّ قمیص فرفع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ قال انما اردت ھذا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

حضرت اُسَید بن حُضَیر سے روایت ہے جو کہ ایک انصاری آدمی تھے، وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، اور وہ ہمارے درمیان ایک مزاح کرنے والے آدمی تھے جو لوگوں کو ہنسایا کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لکڑی سے ان کے پہلو میں ٹھونگ ماری تو وہ کہنے لگے میرے لئے صبر کیجئے، آپ نے فرمایا میں صبر کرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ آپ تو کُرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جسم اقدس سے کپڑا اٹھایا تو وہ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے اور آپ کے پہلو مبارک کو بوسے دینے لگے، اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو یہی ارادہ رکھتا تھا۔ (ت)

احمد یعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں ایک بار حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے، حضور نے اپنے بدن اقدس سے چپٹا لیا۔

عن یعلی قال ان جاء حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنھما یستبقان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضمھما الیہ۔[2]

ابوداؤد اپنے سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملتا حضور مجھ سے مصافحہ فرماتے ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، جب آیا خبر پائی، حاضر ہوا، حضور نے مجھے اپنے بدن سے لپٹا لیا،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن یعلٰی بن مرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۷۲

17

عن ایوب بن بشیر عن رجل من عنزۃ انہ قال قلت لابی ذر ھل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصافحکم اذا لقیتموہ قال مالقیتہ قط الا صافحنی وبعث الیّ ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الیّ فاتیتہ وھو علی سریرہٖ فالتزمنی فکانت تلک اجود واجود[1]

حضرت ایوب بن بشیر قبیلہ عنزہ میں سے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ابوذر سے پوچھا: جب تم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تو کیا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سے مصافحہ کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی مگر آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ایک دن آپ نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا مگر اس وقت میں گھر پر نہ تھا جب میں واپس آیا اور مجھے آپ کے یاد فرمانے کی اطلاع ہوئی تو حاضر خدمت ہوا اس وقت آپ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے پھر آپ نے اُسی حالت میں مجھے گلے لگایا، یہ موقعہ بڑا اچھا اور بڑا شاندار تھا۔ (ت)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت می کند کہ روزے نزد آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالٰی بعد ازیں کسے را بہتر ازو پیدا نکردہ است وشفاعتِ او را روزِ قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد، جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ گوید مہلتے نگزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف آوردند، پس آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برخاستند وبرپیشانی ایشاں بوسہ دادند ودر کنار گرفتہ ساعتے انست حاصل کردند[2]

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک شخص آئے گا کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد اس سے بہتر کوئی نہیں پیدا فرمایا، قیامت کے دن لوگوں کے حق میں اس کی شفاعت انبیاء کرام کی طرح ہوگی، حضرت جابر (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے فرمایا کہ کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لے آئے پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے (استقبال) کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اُن سے بغلگیر

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المعانقۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۲

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ اللیل مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۶-۳۰۷

ہوئے اور کچھ دیر تک ایک دوسرے سے مانوس ہوتے رہے۔ (ت)

یہ سب صورتیں معانقہ بے سفر کی ہیں اور شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

17
17

سیوطی در جمع الجوامع از مصعب بن عبداللہ آوردہ کہ چوں آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن ابی جہل را دید بایستاد و بجانب او رفت و اعتناق کرد فرمود مرحبا بالراکب المھاجر[1]۔

علامہ سیوطی "جوامع الجوامع" میں حضرت مصعب بن عبداللہ سے روایت لائے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عکرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بن ابوجہل کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور چند قدم چل کر اس کی طرف تشریف لے گئے پھر اُسے گلے لگایا اور ارشاد فرمایا: خوش آمدید اے ہجرت کرنے والے سوار! (ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد، اور فقہاء کا قول سُن ہی چکے کہ بے خوف فتنہ کپڑوں کے اوپر معانقہ بالاجماع بلاکراہت جائز ہے تو قول زید کہ معانقہ کرنا ہر وقت میں حرام ہے محض غلط و باطل ہے اور شریعت مطہرہ پر کھلا افتراء، وہ اپنے اس قول میں صحیح حدیثوں کو جھٹلاتا اور اجماع ائمہ کا خرق کرتا ہے، اگر سچا ہے تو حدیث وفقہ سے اپنا دعوٰی علی الاطلاق ثابت کرے ورنہ خدا ورسول پر بہتان کرنے کا اقرار کرے، اور جب معانقہ بشرائط مذکورہ بالا بلاتخصیص وقت وحال حدیث وفقہ سے مشروع ٹھہرا تو جس وقت و جس زمانہ میں کیا جائے گا مشروع ہی رہے گا اور مجرد خصوصیت وقت باعث حرمت نہ ہوجائیگی پس وہ معانقہ جو بعد نماز عید ہمارے زمانہ میں رائج ہے بشرائط مسطورہ بالا بلاشبہہ مشروع و جائز ہے اصل اُس کی احادیث واجماع سے ثابت، گو تخصیص اس وقت کی قرون ثلثہ میں نہ پائی جائے،

کما صرح بمثل ذٰلک الامام العلامۃ النووی فی الاذکار والفاضل علاء الدین فی الدرالمختار وغیرھما فی غیرھما۔

جیسا کہ امام نووی نے "الاذکار" میں اور فاضل علاء الدین نے "درمختار" میں، اور ان دونوں کے علاوہ باقی اہل علم نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تصریح فرمائی۔ (ت)

اور جو گناہ علانیہ کیا ہو اس کی توبہ بھی علانیہ چاہئے اور پوشیدہ کی پوشیدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ بے حالتِ سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کہ اُسے قدومِ مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۳

کیسا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

کپڑوں کے اوپر سے معانقہ بطور بروکرامت و اظہارِ محبت بے فسادِ نیت و موادِ شہوت بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیثِ کثیرہ و روایاتِ شہیرہ ناطق، اور تخصیصِ سفر کا دعوٰی محض بے دلیل، احادیثِ نبویہ و تصریحاتِ فقہیہ اس بارے میں بروجہ اطلاق وارد، اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب، اور بے مدرک شرعی تقیید اور تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اٹھ جائے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)۔ ابن ابی الدنیا کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس اور ابوجعفر عقیلی اپنی کتاب میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

واللفظ للعقیلی انہ قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم وصالح ودھم وان اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم[1]۔

(الفاظ محدث عُقیلی کے ہیں کہ تمیم داری نے فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معانقہ کو پوچھا، فرمایا: تحیت ہے امتوں کی اور اچھی دوستی ان کی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ ہیں علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے:

ان کانت المعانقۃ من فوق قمیص اوجبۃ جاز عند کل[2] اھ ملخصًا۔

گلے ملنا اگر قمیص یا جُبّہ پہن کر ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے اھ ملخصًا (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

اذا کان علیھما قمیص اوجبۃ جاز بالاجماع[3] اھ مختصرًا۔

اگر دونوں نے قمیص یا جبّہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق جائز ہے اھ مختصرًا (ت)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] الضعفاء الکبیر حدیث ۱۴۱۱ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۵۵

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ باب فیما یکرہ من النظر والمس نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۳

[3] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ فصل فی بیان احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۱

قالوا الخلاف فی المعانقة فی ازار واحد واما اذا کان علیه قمیص او جبة فلاباس بها بالاجماع وھو الصحیح[1]

فقہائے کرام نے فرمایا اختلاف اس معانقہ میں ہے جو صرف ایک چادر کے ساتھ ہو لیکن جب قمیص یا جبہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق گلے ملنے میں کوئی قباحت نہیں، اور یہی صحیح ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لوکان علیه قمیص او جبة جاز بلاکراھة بالاجماع وصححه فی الھدایة وعلیه المتون[2]

اگر آدمی قمیص یا جُبّہ پہنے ہو تو پھر معانقہ کرنا بغیر کراہت بالاتفاق جائز ہے۔ ہدایہ میں اسکو صحیح قرار دیا گیا، اور متون فقہ اسی کے مطابق ہیں (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

عانقه اذا کان معه قمیص او جبة او غیرہ لم یکرہ بالاجماع وھو الصحیح[3] اھ ملتقطا

معانقہ کرنا بایں صورت کہ جبّہ یا قمیص پہن رکھی ہو بالاتفاق مکروہ نہیں، اور یہی صحیح ہے اھ ملتقطا (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ سمٰعیل نابلسی نے حاشیہ درر، اور شیخ محقق نے لمعات میں تصریح فرمائی اور اسی پر فتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وشرح درر مولٰی خسرو وغیرہا میں جزم کیا اور یہی وقایہ ونقایہ وکنز واصلاح وغیرہا متون کا مفاد اور شروح ہدایہ وحواشی درمختار وغیرہا میں مقرر، ان سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیصِ سفر کی بُو نہیں۔ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصاً نزد قدوم از سفر[4]

اگر کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو معانقہ جائز ہے بالخصوص اس وقت جبکہ سفر سے واپسی ہو (ت)

یہ خصوصاً ابطالِ تخصیص پر نصِ صریح ہے، رہیں احادیثِ نہی اُن میں زید کے لئے حجت نہیں کہ اُن سے اگر ثابت ہے تو نہی مطلق، پھر اطلاق پر رکھئے تو حالتِ سفر بھی گئی حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق، اور توفیق پر چلئے تو علماء فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد، اور پُر ظاہر کہ ایسی صورت

---

[1] الھدایة کتاب الحظر والاباحة فصل فی الاستبراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۶۶
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴
[3] شرح النقایة للبرجندی باب الکراھیة نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۱
[4] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب المصافحة والمعانقة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰

میں تو بحالت سفر بھی بلکہ مصافحہ بھی ممنوع تا بمعانقہ چہ رسد۔ امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابرتی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتقی الابحر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سید امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر مولٰے عبدالغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاکمل قال وفق الشیخ ابومنصور (یعنی الماتریدی امام اہل السنۃ و سید الحنفیۃ) بین الاحادیث فقال المکروہ من المعانقۃ ماکان علی وجہ الشھوۃ وعبرعنہ المصنف (یعنی امام برہان الدین الفرغانی) بقولہ فی ازار واحد فانہ سبب یفضی الیھا فاما علی وجہ البر والکرامۃ اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بہ اھ[1]۔

یہ الفاظ امام اکمل الدین بابرتی کے ہیں انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور ماتریدی جو اہلسنت کے امام اور احناف کے پیشوا ہیں انھوں نے بظاہر باہم متعارض حدیثوں میں مطابقت اور موافقت کی روش اختیار کی، چنانچہ فرمایا وہ معانقہ مکروہ ہے جو شہوانی جذبات کے ساتھ ہو جس کی تعبیر مصنف یعنی امام برہان الدین فرغانی نے اپنے قول "فی ازار واحد" (صرف ایک چادر کے ساتھ) سے کی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سبب ہے جو شہوت رانی تک پہنچا دیتا ہے، لیکن اگر معانقہ نیکی اور اکرام کے جذبے کے ساتھ ہو اور قمیص یا جبہ پہن کر کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اھ (ت)

اور کیونکر روا ہوگا کہ بحالتِ سفر کے معانقہ کو مطلقاً ممنوع ٹھہرائے حالانکہ احادیث کثیرہ میں ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بارہا بے صورتِ مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔

حدیث اول: بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ بطرق عدیدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی:

وھذا لفظ مولف منھا دخل حدیث بعضھم فی بعض قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجلس بفناء بیت فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقال ادع الحسن بن

یعنی ایک بار سید دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰے عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰے عنہا کو بلایا، حضرت زہرا نے

---

[1] العنایۃ علٰے ہامش فتح القدیر کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۴۸۵

علی فحبسته شیئا فظننت انها تلبسه سخابا او تغسله فجاء یشتد و فی عنقه السخاب فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بیده هکذا فقال الحسن بیده هکذا حتی اعتنق کل واحد منهما صاحبه فقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اللھم انی احبه فاحبه واحب من یحبه۔[۱]

بھیجنے میں کچھ دیر کی میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے گلے میں ہار پڑا تھا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستِ اقدس بڑھائے حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے یہاں تک ایکدوسرے کو لپٹ گئے۔ حضور نے گلے لگا کر دعا کی، الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تُو اسے دوست رکھ، جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ حبہ وبارک وسلم۔

حدیث دوم: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یاخذ بیدی فیقعدنی علی فخذه ویقعد الحسن علی فخذه الاخری ثم یضمهما ثم یقول اللھم ارحمهما فانی ارحمهما۔[۲]

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری پر امام حسن کو پھر دونوں کو لپٹا لیتے، پھر دعا فرماتے: الٰہی! میں ان پر مہر کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

حدیث سوم: اُسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

ضمنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی صدره وقال اللھم علمه الحکمة۔[۳]

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لپٹا لیا اور دعا فرمائی: الٰہی! اسے حکمت سکھا دے۔

---

[۱] صحیح البخاری کتاب اللباس باب السخاب للصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل الحسن والحسین " " " ۲/۲۸۲
[۲] صحیح البخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ " " " ۲/۸۸۸
[۳] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب ابن عباس " " ۱/۵۳۱

حدیث چہارم: امام احمد اپنی مسند میں علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ جاء حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما یستبقان الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضمھما الیہ۔[1]

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو لپٹا لیا۔

حدیث پنجم: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث ہے:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای اھل بیتک احب الیک قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ ادعی لی ابنی فیشمھما ویضمھما الیہ۔[2]

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہلبیت میں سے زیادہ پیارا کون ہے، فرمایا: حسن وحسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر سینے سے لگاتے اور ان کی خوشبو سونگھتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

حدیث ششم: امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

بینما ھو یحدث القوم وکان فیہ مزاح بینا یضحکھم فطعنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیک قمیصا ولیس علیّ قمیص فرفع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبل کشحہ قال انما

اس اثنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور ان کے مزاج میں مزاح تھا لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں چبھوئی، انھوں نے عرض کی، مجھے بدلہ دیجئے۔ فرمایا: لے۔ عرض کی: حضور تو کرتا پہنے ہیں اور میں ننگا تھا۔ حضور نے کرتا اٹھا دیا انھوں نے حضور کو اپنے کنار میں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۷۲

[2] جامع الترمذی کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۸

ارادت هذا یارسول اللہ[1]

لیا اور تہبندگاہ اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی، یارسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا، ع دل عشاق حیلہ گر باشد (عاشقوں کا دل کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ تلاش کرلیتا ہے۔ ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل من احبہ و بارک وسلم

حدیث ہفتم: اُسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے:

مالقیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قط الا صافحنی وبعث الیّ ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت انہ ارسل الیّ فاتیتہ وھو علی سریر فالتزمنی فکانت تلك اجود و اجود[2]

میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے، ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا، میں گھر میں نہ تھا، آیا تو خبر پائی حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرما تھے، مجھے گلے سے لگالیا، تو یہ اور زیادہ جید و نفیس تر تھا۔

حدیث ہشتم: ابویعلٰی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

قالت رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التزم علیا وقبلہ و یقول بابی الوحید الشھید[3]

میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مولا علی کو گلے لگایا اور پیار کیا، اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیث نہم: طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ فسبح کل رجل منھم الی صاحبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے حضور نے ارشاد فرمایا، ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المعانقۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۲

[3] مسند ابویعلٰی ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث ۴۵۵۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۲۱۸

حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقال لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکنہ صاحبی[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق باقی رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کی طرف پَیر کر تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی صاحبہ وبارک وسلم۔

حدیث دہم: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

قال کنا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا ھو خیر منہ ولا افضل ولہ شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر الصدیق فقام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقبلہ والتزمہ[2]

ہم خدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر تھے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالٰی نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیق نظر آئے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام کیا اور صدیق کو پیار کیا اور گلے لگایا۔

حدیث یازدہم: حافظ عمر بن محمد ملا اپنی سیرت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذا قبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعانقہ وقبل فاہ فقال علی اتقبل فا ابی بکر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا ابا الحسن منزلۃ

میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے مصافحہ فرمایا اور گلے لگایا اور ان کے دہن پر بوسہ دیا، مولٰی علی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۷۶ و ۱۱۹۳۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۱ و ۳۳۹

[2] تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ترجمہ محمد بن العباس ابوبکر القاص دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۲۳

ف: خط کشیدہ الفاظ حدیث المعجم الکبیر کی حدیث ۱۱۹۳۸ میں ۱۱/ ۳۳۹ پر ملاحظہ ہوں۔

ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی[1] کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کی کیا حضور ابوبکر کا منہ چومتے ہیں، فرمایا اے ابوالحسن! ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ اپنے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں مختصراً اور ریاض نضرہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مطولاً صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار سے ضرب و قتال فرمانا اور ان کے چہرۂ مبارک پر ضرب شدید آنا اس سخت صدمہ میں بھی حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال رہنا، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالارقم میں تشریف فرما تھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلاً مروی، یہ حدیث بتمامہ ہماری کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذا ھدأت الرجل و سکن الناس خرجتا بہ یتکئی علیھما حتی ادخلتاہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت فانکب علیہ فقبلہ وانکب علیہ المسلمون ورق لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رقۃ شدیدۃ[2] الحدیث۔

یعنی جب پہل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے ان کی والدہ ام الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالٰی عنہما انھیں لے کر چلیں بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر کیا دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ غایت محبت سے ان پر گرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کیلئے رقت فرمائی الحدیث۔

حدیث سیزدہم: حافظ ابوسعید شرف المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

صعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر ثم قال این عثمان بن عفان فوثب وقال ھا انا ذا یا رسول اللہ فقال

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں۔ عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ بے تابانہ اٹھے اور عرض کی: حضور!

---

[1] سیرت حافظ عمر بن محمد ملا
[2] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ۱/۷۹ چشتی کتب خانہ فیصل آباد

ادن منی فدنا منه فضمه الی صدره و قبّل بین عینیه[1] الحدیث۔

میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا: پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں سینے سے لگایا اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا، الحدیث۔

حدیث چہاردہم: حاکم صحیح مستدرک بافادۃ التصحیح اور ابو یعلٰی اپنی مسند اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمّٰی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملّا سیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال بینا نحن مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی نفر من المھاجرین منھم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر و عبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لینھض کل رجل الی کفوہ فنھض النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الی عثمان فاعتنقہ وقال انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ[2]

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں حاضر تھے، حاضرین میں خلفاء اربعہ (ابوبکر، عمر، عثمان، علی) و طلحہ و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اُٹھ کر جائے۔ اور خود حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اُٹھ کر تشریف لائے اُن سے معانقہ کیا اور فرمایا: تو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبٰے وہ اپنے والد ماجد حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجوہہما سے راوی:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عانق عثمٰن بن عفان فقال قد عانقت اخی عثمان فمن کان لہ اخ فلیعانقہ[3]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہیے اپنے بھائی سے معانقہ کرے۔

---

[1] شرف النبی (فارسی) باب بست و نہم مطبوعہ تہران ص ۲۸۸۔۲۹۰

[2] المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۹۷

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۵۷

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہیے۔

حدیث شانزدہم: حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا: عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگالیا اور فرمایا:

ذریة بعضها من بعض[1]

یہ ایک دوسرے کی نسل ہے (ت)

اوکما ورد صلی اللّٰه تعالٰی علی الحبیب و اٰله و بارك وسلّم۔

جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالٰے کی رحمت و برکت اور سلام ہو اس کے حبیب مکرم اور ان کی سب آل پر۔ (ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد، اور تخصیصِ سفر محض بے اصل و فاسد، بلکہ سفر و بے سفر ہر صورت میں معانقہ سنّت، اور سنّت جب ادا کی جائے گی سنّت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو یہاں تک کہ خود امامِ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالہ نذور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہوا صاف مقر کہ معانقہ روزِ عید گو بدعت ہو بدعتِ حسنہ ہے۔

حیث قال ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کندن چاہ وامثال آن و استغفار و اضحیہ بدعت است گو بدعتِ حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ عید و مصافحہ بعد نمازِ صبح یا عصر انتہی[2] واللہ تعالٰے اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا ہے: قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں سوائے کنواں کھدوانے اور اسی نوع کے دوسرے کام، قربانی کرنے اور دعا و استغفار کرنے کے۔ گویہ بدعت حسنہ بالخصوص ہیں جیسے عید کے دن گلے ملنا اور نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد مصافحہ کرنا، انتہی اللہ تعالٰے سب کچھ جانتا ہے اور اس شان والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب النکاح الباب الثالث دار الفکر بیروت ۵/ ۳۶۲

[2] زبدۃ النصائح (رسالہ نذور)

رسالہ

صفائح اللُّجین فی کونِ التّصافح بکفی الیدین

۱۳۰۶

(دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلافِ احادیث جانتے ہیں ان کا یہ دعوٰی صحیح ہے یا غلط؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ)

الجواب

الحمد للہ، اللھم لک الحمد یا باسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء، تصافح حمدک بمزید رفدک کما تعانق شکرک والعطاء، صل وسلم وبارک علی من یداہ بحر النوال، ومنبع الزلال، وجُنّتا البلاء، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ ما تصافحت الایدی عند اللقاء، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الباسط کفیہ بالجود والصلۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الود والاخاء والفیض والسخاء، فی العسر والرخاء، الی تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء، اٰمین الٰہ الحق اٰمین!

بلاشبہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے، اکابر علماء نے اس کے مسنون و مندوب ہونے

کی تصریح فرمائی، اور ہرگز ہرگز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی، جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اترنا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرنا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ قبل اس کے کہ اس اجمال کی تفصیل کرے، ایک واقعہ طیبہ و رؤیائے صالحہ ذکر کرتا ہے، وللہ الحمد والمنۃ ومنہ الفضل والنعمۃ۔

یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روزِ جمعہ ۱۹/ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز پوچھا گیا، جواب زبانی بیان میں آیا اور ازانجا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلت مہلت بھی، قصد کیا کہ جمعۂ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ تعالٰی تحریر جواب کی کفیل ہوگی، اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا، ناگاہ شب سہ شنبہ ۲۳ ماہ مسطور کہ سر بشمال و رُو بقبلہ میں سوتا اور بخت بیدار تھا، خاص صبح کے وقت بحمد اللہ خواب دیکھا کہ سمتِ مدینہ طیبہ سے امام علام، مرشد الانام، قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابو المحاسن، فخر الملۃ والدین، ابو المفاخر، حسن ابن امام بدر الدین منصور ابن امام شمس الدین محمود ابو القاسم بن عبد العزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قدس اللہ تعالٰی سرہٗ فافاض علینا نورہٗ (جن کے فتاوٰی کے لئے شرقاً غرباً اعلٰی درجہ کا اعتبار و اشتہار اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس اعظم عمائد سے ہونا آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبانِ فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے:

"مستندِ ایشاں حدیثِ انس است و اُو را مفہوم نیست۔"

اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں۔ (ت)

لفظ یہی تھے یا اس کے قریب، معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلبِ فقیر میں القاء ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمہ اللہ تعالٰی ہیں، اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے والحمد للہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لئے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے اگرچہ احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے امرِ عظیم جانتے اور اس کے سُننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے:

هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِّنْکُمُ اللَّیْلَۃَ رُؤْیَا[1] آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟

جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا، حضور تعبیر فرماتے۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و طبرانی و حکیم ترمذی و ابن جریر و ابن عبدالبر و ابن النجار وغیرہم محدثین کبار کے یہاں احادیثِ انس و ابوہریرہ و عبادہ بن صامت و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ و عوف بن مالک و ابورزین عقیلی و عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔[2]

صحیح بخاری میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس — اور احمد و ابنائے ماجہ و خزیمہ و حبان کے یہاں بسند صحیح امّ کرز کعبیہ — اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ — اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی وھذا لفظ الطبرانی (یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔ت) حضور لامع النور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذَھَبَتِ النُّبُوَّۃُ فَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قِیْلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الرَّجُلُ اَوْ تُرٰی لَہٗ۔[3]

نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں عرض کی گئی، وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیک آدمی کہ خواب خود دیکھے یا اس کیلئے دیکھی جائے۔

اسی طرح احادیث اس بارہ میں متوافر اور اس کا امرِ عظیم مہتم بالشان ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ع حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں، چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پینتالیسواں، چھیالیسواں، پچاسواں، سترھواں، چھہتراں ٹکڑا سب وارد ہیں، لہذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا، اور اکثر احادیثِ صحیحہ میں چھیالیسواں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرؤیا امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۳
صحیح البخاری کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صلوۃ الصبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] " " " " " " ۲/ ۳۲۹
صحیح البخاری کتاب التعبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۹

سے متواتر، ان کی تفصیل موجبِ تطویل۔

اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللّٰہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ عَلَیْھَا وَلْیُحَدِّثْ بِھَا غَیْرَہٗ[1]

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل، رکنِ شریعت، ہادیِ ملت اس پر اپنا پرتوِ اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد وارشاد کے لئے غریب خانہ پر بنفسِ نفیس کرم فرمائے اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دین و ردِ مخالفین تعلیم کرے۔ کیا وہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم و شدید گناہوں کے میرا رؤف و رحیم مولٰی عزوعلا میرے ساتھ ایک نظرِ خاص رکھتا ہے اور مجھ سے ذلیل، بے وقعت، خوار، بے حیثیت کا افتا بھی اس بارگاہِ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرا ہے۔

فالحمد للہ الذی بنعمتہ و جلالہ تتم الصالحات والصلٰوۃ والسلام علٰی کنز الفقراء، حرز الضعفاء، عظیم الرجاء، عمیم العطیات وعلٰی اٰلہ و صحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمامی تعریف ثابت ہے اس معبودِ حقیقی کے لئے جس کی نعمت وعظمت کے طفیل نیکیاں تمام و کمال کو پہنچیں، اور درود وسلام نازل ہو اس ذاتِ اقدس پر جو فقیروں کا خزانہ، کمزوروں کی پناہ گاہ، بڑی امید والے اور عام بخشش کرنے والے ہیں اور ان کے تمام آل واصحاب پر، تمامی تعریف سارے جہان کے پالنہار کیلئے ہے۔ (ت)

معہذا یہ بھی سنتِ صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پر شاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی۔ صحیحین میں ہے ابوحمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا

---

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۸

[2] صحیح البخاری کتاب المناسک باب التمتع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۳

18/18

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسندِ حسن مروی حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا لَقِیَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ فَاَخَذَ بِیَدِہٖ تَحَاتَّتْ عَنْھُمَا ذُنُوْبُھُمَا۔[1]

مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اُن کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰے مرئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابویعلٰی و بزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ اِلْتَقَیَا فَاَخَذَ اَحَدُھُمَا بِیَدِ صَاحِبِہٖ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّحْضُرَ دُعَاءَھُمَا وَلَا یُفَرِّقَ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَھُمَا۔[2]

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دُعا قبول فرمائے اور انکے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احدھما بید صاحبہ وتصافحا وحمدا اللہ جمیعا تفرقا لیس بینھما خطیئۃ۔[3]

جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمدِ الٰہی بجالائیں بےگناہ ہو کر جُدا ہوں۔

نیز **حدیث** براء رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ بیہقی نے بطریق زید بن براء تخریج کی، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیرحب بہ ویاخذ

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۲۵۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰے عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۲
الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلٰی الترغیب فی المصافحۃ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/۲۹۳ و ۲۹۴

بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما کما یتناثر ورق الشجر[1]

ملائے ان کے گناہ برگِ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

اقول اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ وحدتِ یَد میں نص ہیں تاہم ان دونوں حدیثوں میں منکرین کے لئے حجت نہیں، ہر عاقل جانتا ہے کہ مقامِ ترغیب و ترہیب میں غالباً ادنیٰ کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا، اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد مندوب یا محذور نہیں۔ ترہیب کی مثال تو یہ لیجئے:

ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اعان علی قتل مومن بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوباً بین عینیہ اٰئس من رحمۃ اللہ[2]

جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے اللہ سے اس حالت پر ملے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو خدا کی رحمت سے ناامید۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ آدھی بات کہہ کر اعانت کرے تو مستحق عذاب، اور ساری بات سے مدد کرے تو نہیں؟

یہاں محلِ ترغیب ہے، زیادہ مثالیں اسی کی سُنئے، مثلاً اگر کوئی یُوں کہے کہ جو شخص اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک پیسہ دے اللہ تعالٰی اس پر رحمت فرمائے۔ اس کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ دو پیسے دے گا تو رحمت نہ ہوگی۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام مالک مؤطا میں بطریق سعید بن یسار مرسلاً اور طبرانی و ابن حبان ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور معجم کبیر میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہا سے راوی،

وھذا حدیث ابن حبان فی صحیحہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ

یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان جو ایک چھوہارا یا ایک نوالہ اللہ کی راہ میں دے اللہ تعالٰی اسے ایسا بڑھاتا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۸۹۵۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۵

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الدیات باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱

بہرحال ان میں نہیں مگر وقائع جزئیہ کی حکایت اور عقلاً و نقلاً مُبرہن و ثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں، ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنئے گا۔

واقعۃُ حالٍ لاعموم لہا قضیۃ عین فلا تعُمّ۔

واقعہ حال کے لئے عُموم نہیں اور قضیۂ معین عام نہیں ہوتا ہے (ت)

خلاصہ یہ کہ ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا یا ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ صرف اتنا مستفاد کہ اس بار ایسا ہوا، پھر کسی واقعے میں دو امروں سے ایک کا وقوع کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ جو واقع ہوا دوسرے سے افضل تھا، بوجہ فضیلت اسے اختیار کیا، کبھی یوں کہ دونوں مساوی تھے، ایک مساوی کرلیا، کبھی یوں کہ وہ دوسرا ہی افضل تھا اور اس واقعے میں بیان جواز کے لئے یہ مفضول صادر ہوا، کبھی یوں کہ اس پر کوئی ضرورت حائل تھی۔

الی غیر ذٰلک من الاحتمالات الکثیرۃ الشائعۃ التی لا تبقی للاستدلال علینا ولا اثرا۔

اس کے علاوہ بہت سے احتمالات مشہورہ ہیں جو ہمارے خلاف استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اسی لئے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں وہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو، ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفی حکم کو مفید نہ ہوگا کما نصّ علیہ عُلماءُ الاُصُول (جیسا کہ علمائے اصول نے اس پر نص قائم کی ہے۔ ت)

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں، یہ البتہ قابل لحاظ ہیں کہ اگر کچھ بُوئے استناد نکل سکتی ہے تو انھیں میں ہے، یہ دو حدیثیں ہیں:

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے:

حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی نا یحیی بن مسلم الطائفی عن سفیٰن عن منصور عن خیثمۃ عن رجل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من تمام التحیۃ الاخذ بالید[1]۔

احمد بن عبدۃ الضبی نے یحیٰی بن مسلم سے اس نے سفیٰن سے انھوں نے منصور انھوں نے خیثمہ انھوں نے ایک شخص کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پکڑنا کامل سلام میں سے ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۹۷/۲

اقول یہ حدیث بھی لائقِ احتجاج نہیں۔

اولاً اس کی سند ضعیف ہے، جس میں عن خیثمۃ عن رجل، ایک مجہول واقع

ثانیاً امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی اور اس کے غیر محفوظ ہونے کی تصریح کی۔ یحیٰی بن مسلم طائفی رحمۃ اللہ علیہ جن پر اس حدیث کا مدار ہے کما فی الترمذی[1] (جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ت) علمائے محدثین ان کا حافظہ بُرا بتاتے ہیں کما فی التقریب (جیسا کہ تقریب میں ہے۔ت) امام بخاری کہتے ہیں میرے نزدیک یہاں بھی ان کے حفظ نے غلطی کی، انھوں نے سند مذکور سے حدیث "لا سمر الا لمصل او مسافر"[2] (رات کی گفتگو صرف نمازی یا مسافر کے لئے جائز ہے۔ یعنی بعد نمازِ عشاء باتیں کرنا، سمر کے معنٰی رات میں بات کرنا ہے۔ت) سُنی تھی بھُول کر اس کی جگہ یہ روایت کر گئے حالانکہ یہ تو صرف عبدالرحمن بن یزید یا اور کسی شخص کا قول ہے نقلہ الترمذی (اسے ترمذی نے نقل کیا۔ت)

ثالثاً: اقول وباللہ التوفیق اس سب سے درگزر رہیے اور ذرا غور و تامل سے کام لیجئے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا پتا دیتی ہے کہ اس میں اَخذ بالیَد بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ یہ کہ صرف اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتداء سلام اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

لہذا جامع ترمذی میں حدیثِ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے آئی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

تمام تحیتکم بینکم المصافحۃ[3] تمہارا آپس میں تمامی تحیت کا مصافحہ ہے۔

یہاں مِن تبعیضیہ نہ لایا گیا کہ صرف ایک ہاتھ کا ذکر نہ تھا جو ہنوز تمامی کا بقیہ باقی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث دوم: وہی حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰے عنہ جس کی طرف امام ہمام، فقیہ الانام قاضی خاں قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ٢/ ٩٧
[2] " " " " " " ٢/ ٩٧
[3] " " " " " " ٢/ ٩٧

حدثنا سوید نا عبد اللہ نا حنظلۃ بن عبید اللہ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا، قال افیلتزمہ و یقبلہ قال لا، قال فیاخذ بیدہ و یصافحہ قال نعم[1]

یعنی ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کیلئے جھکے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی: کیا اسے گلے لگائے اور پیار کرے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن بتایا بخلاف اول کہ خود ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تضعیف نقل کردی تھی، تو ثابت ہوگیا کہ حضرات مخالفین اگر سند لائیں گے تو اسی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، باقی خیریت ـــــ لہٰذا امام ممدوح قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی تخصیص فرمائی۔

اب بحمد اللہ تعالٰی جواب جناب امام ہمام قدس سرہٗ کی توضیح سنئے ـــــ ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کتب اصول میں ختم ہوچکی۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت)

اوّلاً قرآن عزیز میں ہے:

بیدك الخیر انك علٰی کل شیئ قدیر[2]

تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تُو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے؟ معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی حضرت سیدنا سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۶

ان اللہ تعالیٰ یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیک یاربنا وسعدیک والخیر فی یدیک، الحدیث[1]	بیشک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو۔ عرض کریں گے، لبیک اے رب ہمارے! ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں، تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

اسی طرح تفسیرِ مقامِ محمود میں حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نسائی نے بسندِ صحیح اور حاکم نے بافادۂ تصحیح اور طبرانی اور ابن مندہ نے روایت کی ـــــ یوں آئی:

یجمع اللہ الناس فی صعید واحد فلا تکلم نفس فاول مدعو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک[2]، الحدیث۔	اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو کوئی کلام نہ کرے گا، سب سے پہلے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا ہوگی حضور عرض کرینگے، الٰہی! میں حاضر ہوں خدمتی ہوں تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ابن مندہ نے کہا:

حدیث مجمع علی صحۃ اسنادہ وثقۃ رجالہ[3]	اس حدیث کی صحتِ اسناد و عدالتِ رُوات پر اجماع ہے۔

یونہی حدیث بعث النار میں اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ندا فرمانا ـــــ اور ان کا جواب میں لبیک وسعدیک والخیر بیدیک[4] عرض کرنا مروی ـــــ الیٰ غیر ذٰلک من الاحادیث کیا یہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید کلام الرب مع اہل الجنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۱
صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا " " " ۲/۳۷۸
جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ امین کمپنی دہلی ۲/۸۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۲/۸۸
[2] المطالب العالیۃ حدیث ۴۶۴۵ توزیع عباس احمد الباز (مکۃ المکرمۃ) ۴/۳۸۶
المستدرک للحاکم کتاب التفسیر ذکر المقام المحمود دار الفکر بیروت ۲/۳۶۳
مجمع الزوائد کتاب البعث باب منہ فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/۳۷۷
[3] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۲
[4] مسند ابی عوانۃ بیان انہ لایدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۸۹

حدیثیں معاذاللہ اس آیت کے مخالف ہیں؟

ثالثًا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان الفضل بید اللہ[1] تو فرمادو بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعًا فرماتا ہے:

بیدہ ملکوت کل شیئ[2] اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

کیا معاذاللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت ومقدرت نہیں؟

خامسًا دیلمی کی حدیث میں ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ید اللہ مبسوطۃ۔[3] اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذاللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء[4] بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادسًا حدیث میں ہے:

ید اللہ ملاٰی[5] اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منفی ہے؟

سابعًا حدیث شریف میں ہے:

ید اللہ ھی العلیا۔[6] اللہ ہی کا ہاتھ اونچا ہے۔

کیا عیاذًا باللہ ایک ہی ہاتھ بلند وبالا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

[2] ؍؍ ۳۶/ ۸۳

[3] کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۷۵

[4] القرآن الکریم ۵/ ۶۴

[5] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ہود ۲/ ۶۷۰ وکتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۲

[6] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۶ و ۳/ ۴۷۳ و ۴/ ۱۳۷

ثامناً قال اللہ تعالٰی :

اِذا اخرج یدہ لم یکد یراھا[1] کافر ایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آئے۔

کیا اس کے یہ معنی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے !

تاسعاً قال اللہ تعالٰی :

خذ بیدك ضغثاً فاضرب بہ ولا تحنث[2] اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سو لکڑیاں ماروں گا، اب غصہ فرو ہوا، چاہتا کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضربِ شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کرکے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں، کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا !

عاشراً قال تعالٰی :

یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[3] جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہوکر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو تعمیلِ حکم نہ ہو !

حادی عشر بخاری، ابوداؤد اور نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما اور احمد و ترمذی و نسائی و حاکم و ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ[4] مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کے زبان اور ہاتھ سے امان میں رہیں۔

کیا اس کے یہ معنی کہ ایک ہاتھ سے امان میں ہوں اور دوسرے سے ایذا ہیں !

ثانی عشر احمد و بخاری مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰ [2] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴
[3] " ۹/ ۲۹
[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶
جامع الترمذی ابواب الایمان " " امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۷

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکل احدٌ طعاماً قطّ خیراً من ان یاکل من عمل یدہٖ[1] — کسی نے کبھی کھانا اس سے بہتر نہ کھایا کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے۔

اور احمد بسندِ صحیح اور طبرانی وحاکم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نیز طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطیب الکسب عمل الرجل بیدہٖ[2] — سب سے بہتر کمائی آدمی کی اپنے ہاتھ کا کسب ہے۔

کیا اگر دونوں ہاتھ کا کسب ہو تو وہ کھانا اس فضل سے باہر ہے!

ثمّ اقول بلکہ بارہا لفظِ یَدٌ بصیغۂ مفرد لاتے اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں:

(۱) ید اللہ مبسوطۃ (اللہ جل مجدہٗ کا دستِ قدرت کشادہ ہے)

(۲) ید اللہ ملاٰی (دستِ قدرت بھرا ہوا ہے)

(۳) ید اللہ ھی العلیا (دستِ قدرت ہی بلند و برتر ہے)

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہٖ[3] (مسلمان وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے) میں یہی معنٰی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل ید یہ (اس کے دونوں ہاتھ کا کسب) بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسبِ انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے اسی حدیث مقدام کی اسی صحیح بخاری میں دوسری روایت من عمل بیدہٖ ہے۔

(۶) اسی طرح حاکم وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے،

اللھم انی اسئلک من کل خیر خزائنہ — الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں ان سب

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

[2] کنز العمال بحوالہ حم، طب، ک عن رافع بن خدیج حدیث ۹۱۹۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶
صحیح مسلم 〃 باب جامع اوصاف الاسلام 〃 〃 〃 ۱/۴۸

بیدك واعوذبك من کلّ شرّ خزائنه بیدك[1] | بھلائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان سب برائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

یہ حدیث دونوں جگہ دونوں طور پر مروی ہوئی بیدك اور بیدیك۔

(۷) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ داؤد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایاکل الّا من عمل یدیہ[2] | داؤد نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

اور یونہی حدیث مقدام کے تتمہ میں احمد و بخاری نے روایت کیا:

انّ نبی داؤد کان یاکل من عمل یدہٖ[3] | بے شک داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل سے ہی کھاتے تھے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام کا عمل قرآن عظیم سے معلوم ہے کہ زرہیں بنانا تھا اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

لہذا صحیح بخاری میں دونوں حدیثوں کی دوسری روایتیں بلفظ "یدیہ" آئیں ــــ پس ثابت ہوا کہ بہت جگہ ید و یدین میں کچھ فرق نہیں کرتے، اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے اور ایک ہی امر میں کبھی تثنیہ کبھی مفرد بولتے ہیں، پھر افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا کس قدر عقل سے بعید ہے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) میں موارد استعمال اور مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں وہ قاعدہ ہی کیوں نہ ذکر کروں جو خاص اسباب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا اور ایسے الفاظ میں تثنیہ و افراد یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا علامہ زین بن نجیم مصری قدس سرہٗ نے جہاں خطبہ اشباہ میں فرمایا:

اعملت بدنی اعمال الجد مابین | میں اپنے بدن کو کوشش کے کام میں لایا جو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دارالفکر بیروت ۱/۵۲۵

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۷۸

بصری ویدی وظنونی [1] میری آنکھ، ہاتھ اور گمان کے درمیان ہے۔

اس پر علامہ ادیب سید احمد حموی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

اطلق الید واراد الیدین لانہ اذا کان الشیئان لایفترقان من خلق اوغیرہ اجزأ من ذکرھما ذکر احدھما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیک ومثل العینین المنخرین^{عہ} والرجلین والخفین والنعلین تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسۃ [2]

یعنی مصنف نے لفظ ید بولا اور مراد دونوں ہاتھ ہیں کہ دو چیزیں جب آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں خواہ اصل پیدائش میں (جیسے ہاتھ، پاؤں آنکھ، کان) یا اور طرح (جیسے موزے، جُوتے، دستانے کہ جوڑا ہی مستعمل ہے) تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے کہتے ہیں آنکھ میں سُرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ تو کہتا ہے میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ اسی طرح شرح حماسہ میں ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس، ہند میں بھی بعینہا رائج، جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح۔ خیر یہ تو ایک خاص قاعدہ تھا۔ علامہ ممدوح نے اس سے چند سطر اُوپر اس سے عام تر تصریح فرمائی کہ:

اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مَوْضِعَ الْمُثَنّٰی عَرَبِیٌّ شَائِعٌ سَائِغٌ۔ [3]

یعنی تثنیہ کی جگہ مفرد لانا اہل عرب میں مشہور و مقبول ہے۔

اور اس کی سند میں ابوذویب کا شعر پیش کیا ؎

فالعین بعدھم کان حداقھا سملت بشوك فھی عُوْرٌ تَدْمَعُ [4]

(ان ممدوحین کے بعد آنکھ گویا اس کی پتلیاں کانٹے سے پھوڑ دی گئی ہیں تو وہ اندھی ہوکر

عہ المنخرین الٰی اٰخرہ کذا فی نسختی الغمز والظاھر الرفع۔ منہ

منخرین میرے غمز کے نسخہ میں اسی طرح ہے، ظاہر یہ ہے کہ مرفوع ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ۱/۱۹

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۹

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۹

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۹

آنسو بہا رہی ہیں۔ ت)

دیکھو، اس نے ایک آنکھ کہا اور دونوں مراد لیں ــــ لہذا احداق کو جمع لایا ورنہ ایک آنکھ میں چند حدقے نہیں ہوتے۔ اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل ہی نہ رہا، اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا، والحمد للہ رب العٰلمین۔

ثم اقول وباللہ التوفیق سب سے قطع نظر کیجئے اور بفرض غلط مان ہی لیجئے کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف یعنی یدین ہوتی ہے تاہم حدیثِ مذکور محلِ استناد منکرین یعنی حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظِ ید بصیغہ مفرد کلامِ امجد سید اوحد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں۔ سائل کے کلام میں ہے اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا:

فیاخذہ بیدہ ویصافحہ۔ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے ؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمادیا کہ ہاں جائز ہے[1]۔

یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر نہ اس سے سوال، پھر اس کلام سے اس کی نسبت نفی نکالنا محض خیال محال، دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی ــــ صرح بہ ائمۃ الاصول (ائمہ اصول نے اس کی صراحت کردی ہے۔ ت) ــــ مثلاً کوئی سائل سوال کرے صبح کی نماز میں قراءت جہری ہے یا نہیں؟ مجیب کہے ہاں۔ اس سے کوئی عاقل یہ نہ سمجھے کہ ماورائے صبح میں جہر نہیں، بلکہ جس قدر سے سوال تھا اسی قدر سے جواب دیا گیا۔ یہ بحمد اللہ تعالٰی دوسرے معنٰی ہیں کلام امام قاضی خاں قدس سرہ کے کہ "اورا مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

وباللہ التوفیق ثم اقول (اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ پھر میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابلِ احتجاج مان بھی لیں ورنہ اگر نقد و تنقیح پر آئے تو وہ ہرگز نہ صحیح نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے، مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام یحیٰی بن سعید قطان نے کہا، ترکتہ عمدًا کان قد اختلط[2] میں نے اسے عمدًا متروک کیا صحیح الحواس نہ رہا تھا ــــ امام احمد نے فرمایا، ضعیف منکر الحدیث ہے یحدث باعاجیب[3] تعجب خیز روایات لاتا ہے ــــ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۹۷/۲

[2] و [3] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۶۲۱/۱

امام یحییٰ بن معین نے کہا، لیس بشیٔ تغیّر فی اٰخر عمرہ[1] کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا ــــ امام نسائی نے کہا، ضعیفٌ، ایک بار فرمایا، لیس بقوی[2] وہ قوی نہیں۔ ذکر کل ذٰلک الذھبی فی المیزان (ہر ایک کو امام ذہبی نے میزان میں بیان کیا۔ ت) ــــ یونہیں امام ابوحاتم نے کہا، قوی نہیں ــــ

فی المغنی للامام الذھبی حنظلۃ السّدُوسِیُّ صاحب اَنس ضعّفہٗ س، وقال ابوحاتم لیس بالقوی[3]

امام ذہبی کی مغنی میں ہے کہ حنظلہ سدوسی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد کو اس نے ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا قوی نہیں ہے (ت)

لاجرم امام خاتم الحفاظ نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا:

حیث قال حنظلۃ السدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف[4]

جہاں انھوں نے فرمایا کہ حنظلہ سدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف ہے۔ (ت)

اگر کہئے کہ امام ترمذی نے جو اس حدیث کی تحسین کی ــــ **اقول** ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں ہیں جو تصحیح وتحسین میں تساہل رکھتے ــــ امام عبدالعظیم منذری کتاب الترغیب میں فرماتے ہیں:

انتقد علیہ الحفاظ تصحیحہ لہ بل وتحسینہ[5]

حفاظ نے ان کی تصحیح پر بلکہ تحسین پر بھی تنقید کی ہے۔ (ت)

ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

وَلِھٰذا لایعتمد العُلَمَاءُ عَلٰی تَصْحِیْحُ التِّرْمِذِی[6]

اسی لئے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔ (ت)

یہاں تک امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ نے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین

---

[1] و [2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۲ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/۶۲۱
[3] المغنی فی الضعفاء للامام الذھبی
[4] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۵۸۸ حنظلۃ السدوسی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۵۰
[5] الترغیب والترہیب کتاب الجمعۃ حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۴
[6] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۹۴۳ کثیر بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۰۷

فی تفضیل الشیخین میں الحافظ المحدث المتقن[1] کہا۔ تحسین ترمذی کی نسبت وہ کچھ تحریر فرمایا جو امام فخر الدین زیلعی نے "نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ" میں نقل فرماکر مقرر رکھا۔

حیث قال قال ابنُ دِحْیَۃ فی العلم المشہور وکم حسن الترمذی فی کتابہ من احادیث موضوعۃ واسانید واھیۃ منھا ھذا الحدیث[2] اھ یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی عدد تکبیرات العیدین۔

جہاں انہوں نے فرمایا کہ ابن دحیہ نے "العلم المشہور" میں کہا ہے کہ ترمذی نے اپنی کتاب میں کتنی ہی موضوع احادیث اور کمزور سندوں کو حسن قرار دیا ہے انہی میں سے یہ حدیث ہے یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عیدین کی تکبیرات کی تعداد کے بیان میں۔ (ت)

اور قاطع نزاع یہ ہے کہ خود اسی حدیث حنظلہ کو امام ائمۃ المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تصریحاً فرمادیا کہ منکر ہے ــــ امام ذہبی تہذیب میں لکھتے ہیں:

حنظلۃ بن عبد اللہ ویقال ابنُ عبید اللہ وقیل ابن ابی صفیۃ السدوسی وامام مسجد بنی سدوس بالبصرۃ ابو عبد الرحیم عن انس قال یحیٰی القطان ترکتہ کان قد اختلط وضعفہ احمد وقال یروی عن انس مناکیر منھا قلنا أینحنی بعضنا لبعض[3] اھ ملخصًا

حنظلہ بن عبداللہ اور ابن عبیداللہ اور ابن ابی صفیہ السدوسی بھی ان کو کہا گیا ہے یہ بصرہ میں بنی سدوس کی مسجد کے امام ہیں کنیت ابو عبدالرحیم ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں یحیٰی بن قطان نے کہا میں نے انکو متروک قرار دیا ہے کہ اختلاط ہوگیا تھا اور امام احمد نے انکو ضعیف کہا ہے اور فرمایا یہ حضرت انس سے منکرات لاتے ہیں انہی میں سے ہے کہ، ہم نے کہا، کیا ہم آپس میں ایک دوسرے کیلئے جھکا کریں اھ ملخصًا (ت)

امام ہمام مرجع ائمۃ الحدیث کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین کب مقبول ہوسکتی ہے۔

بالجملہ بحمدہٖ تعالٰی آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں جس میں اُن کے قول کی بُو بھی نکل سکے، ثبوتِ ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۰۰

[2] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور ۲/ ۲۲۵

[3] تہذیب التہذیب للذہبی من اسمہ حنظلۃ حنظلۃ بن عبداللہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/ ۶۲

اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں تاہم تحقیقاتِ بالا نے روشن کردیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی ـــــ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ارشاد ہُوا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو، بغیر اس کے ثبوتِ ممانعت کا دعوٰی محض ہوس پکانا ہے یا جنونِ خام، والحمد للہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق، **اوّلاً** صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ انھوں نے فرمایا:

علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکفّی بین کفیہ التشھّد۔ الحدیث

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام المحدثین امام بخاری نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے لئے جو باب وضع کیا اس میں سب سے پہلے اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نشان دیا۔ پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا باب الاخذ بالیدین یعنی یہ باب ہے دونوں ہاتھ میں ہاتھ لینے کا۔ اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مسنداً روایت کی۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ صحیح بخاری کی اس تحریر پر دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ہاں اگر حضراتِ منکرین جس طرح ائمہ فقہ کو نہیں مانتے اب امام بخاری کی نسبت کہہ دیں کہ وُہ حدیث غلط سمجھے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں، تو وُہ جانیں اور ان کا کام۔

معہذا مصافحہ دونوں جانب سے صفحاتِ کف ملانا ہے اور یہ معنٰی اس صورت کفّی بین کفیہ (میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے۔ ت) میں ضرور متحقق، تو اس کے مصافحہ ہونے سے انکار پر کیا باعث رہا ـــــ بعض جُہلا کا کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب المصافحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۲۶
صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ ״ ״ ״ ۱/ ۱۷۳

دونوں ہاتھ ملائے جائیں تو ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوگا نہ کہ دونوں ـــ وَهٰذَا ظَاهِرٌ جِدًّا (اور یہ بہت زیادہ ظاہر ہے۔ ت) اور جب حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا تو ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے ثبوت نہ ہونا کیا زیرِ نظر رہا۔

ثانیاً اکابر علمائے عامہ کتب مثل خزانۃ الفتاوی و فتاوٰی عالمگیریہ و فتاوٰی زاہدی و درمختار ومنتقٰی شرح ملتقٰی و منیۃ الفقہاء و شرح نقایہ و رسالہ علامہ شرنبلالی و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی المسعود الازہری و حاشیۂ طحطاوی و حاشیۂ شامی وغیرہا میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ ہندیہ میں ہے:

یجوز المصافحۃ والسنّۃ فیہا ان یضع یدیہ علی یدیہ من غیر حائل من ثوب او غیرہ، کذا فی خزانۃ الفتاوٰی[1]

مصافحہ جائز ہے، سنت اس میں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طور پر رکھے کہ درمیان میں کوئی کپڑا یا اور کوئی چیز حائل نہ ہو، ایسے ہی خزانۃ الفتاوٰی میں ہے۔ (ت)

شرح تنویر پھر حواشی الکنز للسید میں ہے:

فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[2]

قنیہ میں ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے (ت)

شرح متن الحلبی للعلامۃ العلائی پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ ان تکون بکلتا یدیہ۔[3]

سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

السنۃ فیہا ان تکون بکلتا یدیہ کما فی المنیۃ[4]

مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کرے، جیسا کہ منیہ میں ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۴
[4] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۱۶

شرح علامہ شیخی زادہ قاضی رومی میں ہے:

السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[1] مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود[2] ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے اور چاہئے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو (ت)

مخالفین کا یہ دعوٰی ہے کہ فقہاء کی جو بات ہم اپنے زعم میں حدیث کے خلاف سمجھیں گے اسے نہ مانیں گے یہاں تک کہ ان کے ارشادات کو اصلاً کسی حدیث کے مخالف نہیں بتا سکتے، نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ مگر یہ کہ فقہ و فقہاء سے خاص عداوت ہے کہ اگرچہ ان کی بات میں ادعائے مخالفتِ حدیث کی راہ نہ پائیں تاہم قابلِ تسلیم نہیں جانتے۔

ثالثاً صحیح بخاری شریف کے اسی باب مذکور میں ہے:

صافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ[3] امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے:

حدثنی اصحابنا یحیٰی وغیرہ عن اسمٰعیل بن ابراھیم قال رایت حماد بن زید وجاءہ ابن المبارک بمکۃ فصافحہ بکلتا یدیہ[4] یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحیٰی ابوجعفر بیکندی وغیرہ نے اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کو دیکھا اور ابن المبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

یہ امام اجل حماد بن زید ازدی بصری قدس سرہٗ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ انس بن سیرین و ثابت بنانی و عاصم بن بہدلہ و عمرو بن دینار و محمد بن واسع وغیرہم علمائے تابعین شاگردان حضرت انس

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراھیۃ فصل فی احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۱
[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المصافحۃ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰
[3] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۲۶
[4] التاریخ البخاری باب اسمٰعیل ترجمہ ۱۰۸۴ دارالباز مکۃ المکرمۃ ۱/۳۴۳

بن مالک وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے علم حاصل کیا، اور اجلّہ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین مثل امام سفیان ثوری و امام یحیٰی بن سعید قطان و امام عبدالرحمن بن مہدی و امام علی بن مدینی وغیرہم کہ امام بخاری و امام مسلم کے اساتذہ واساتذۃ الاساتذہ تھے، اس جناب کے شاگرد ہوئے۔

امام عبدالرحمن بن مہدی فرمایا کرتے:

ائمۃ الناس فی زمانھم اربعۃ سفیٰن بالکوفۃ ومالک بالحجاز والاوزاعی بالشام وحماد بن زید بالبصرۃ۔[1]

مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہیں، کوفہ میں سفیان، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی، بصرہ میں حماد بن زید۔

اور یہ بھی فرماتے:

ما رأیت اعلم من مالک و سفیٰن وحماد بن زید۔[2]

میں نے مالک وسفیان وحماد بن زید سے زیادہ کوئی علم والا نہ دیکھا۔

اور یہ بھی فرماتے کہ:

ما رأیت بالبصرۃ افقہ منہ ولم ار احدا اعلم بالسنۃ منہ۔[3]

میں نے بصرے میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ دیکھا اور میں نے ان سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہ پایا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے:

حماد بن زید من ائمۃ المسلمین۔[4]

حماد بن زید مسلمانوں کے اماموں میں سے ہیں۔

اس جناب نے ماہِ رمضان ۱۷۹ھ میں وفات پائی، جس دن انتقال ہوا یزید بن زریع بصری کو خبر پہنچی فرمایا: الیوم مات سید المسلمین آج مسلمانوں کے سردار نے انتقال کیا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

ذکر کل ذٰلک الامام الذھبی فی تھذیب التھذیب۔

امام ذہبی نے ان میں سے ہر ایک کو تہذیب التہذیب میں ذکر فرمایا۔ (ت)

اور دوسرے صاحب حضرت امام الائمہ علم الہدی شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک مروزی کا تو ذکر ہی کیا ہے، عالم میں کون ساقدرے لکھا پڑھا ہے جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں، وہ بھی اجلہ ائمہ تبع تابعین سادات محدثین، کبرائے مجتہدین اور امام بخاری ومسلم کے استاذ الاستاذین اور ہمارے امام اعظم کے خاص شاگردان ومستفیدین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

[1] تا [4] تہذیب التہذیب من اسمہ حماد حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۰/۳

علمائے دین فرماتے ہیں تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالٰی نے ان میں جمع فرما دی تھیں قالہ فی التقریب[1] (اسے تقریب میں بیان کیا گیا۔ ت) اور فرماتے ہیں جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے وہاں رحمتِ الٰہی اترتی ہے ذکرہ الزرقانی وغیرہ (اسے زرقانی وغیرہ نے ذکر کیا۔ ت) ان کا کچھ تذکرہ دیکھنا چاہو تو سرِدست شاہ عبدالعزیز صاحب کی بستان المحدثین[2] ہی دیکھو۔

ہم نے بحمداللہ خاص صحیح بخاری سے ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے یا ایسے حضرات تبع تابعین پر بھی معاذاللہ بدعت و مخالفتِ سنت کا گمان ہو گیا اقرار کر دیجئے گا کہ وہ بھی حدیث وسنت نہ جانتے تھے۔ محدث مجتہد جو کچھ ہیں بس آپ ہی تیرہ صدی کی چھٹن چند جاہلانِ ہندی وطن ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعًا ان حضرات کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع و ناجائز ٹھہرا دیتے ہیں، پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء ومشائخ کی تو کیا گنتی حضراتِ عالیہ ائمہ مجتہدین رضوان تعالٰی علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذاللہ باطل وغیر ثابت بتاتے ہیں، یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنٰی عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا، ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ "کے آمدی وکے پیر شدی" (کب آئے اور بوڑھے ہوئے۔ ت) بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار و لم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی ہمیں نہ ملی، نہ کہ تمہاری طرح عدمِ وجدان کو عدمِ وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں ہی میں لے گئے کہ اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں، امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے، اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبٰی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیۂ صحت سے عاری ہوں وھو کما تری (یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔ ت) ——

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم　　اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کسی نے

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۵۸۱ عبداللہ بن مبارک ۱/۵۲۶　[2] بستان المحدثین کتاب الزہد والرقاق ص ۱۴۹ تا ۱۵۱

احدٌ اکثر حدیثا عنہ منی الا ماکان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں انکی احادیث سے بدرجہا کم ہیں، عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پانچ ہزار تین سو ۵۳۰۰۔ علامہ قسطلانی ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

یفھم منہ جزم ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بانہ لیس فی الصحابۃ اکثر حدیثا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منہ الا عبد اللہ بن عمرو مع ان الموجود عن عبد اللہ بن عمرو اقل من الموجود المروی عن ابی ھریرۃ باضعاف لانہ سکن مصر وکان الواردون الیھا قلیلا بخلاف ابی ھریرۃ فانہ استوطن المدینۃ وھی مقصد المسلمین من کل جھۃ وروی عنہ فیما قالہ المؤلف نحو من ثمان مائۃ رجل وروی عنہ من الحدیث خمسۃ الاف وثلاث مائۃ حدیث ووجد لعبد اللہ سبع مائۃ حدیث۔[2]

اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جزم ویقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باوجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابوہریرہ سے کئی گنا کم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا۔ حضرت مؤلف علیہ الرحمہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنیوالے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے، اور حضرت ابوہریرہ سے کل پانچہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں اور حضرت عبد اللہ ابن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ″ ″ ″ ″ ″ ۱/ ۲۰۶

عن ابی یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیہ من الفقہ من ابی حنیفۃ وقال ایضا ما خالفتہ فی شئ قط فتدبرتہ الا رایت مذھبہ الذی ذھب الیہ انجی فی الآخرۃ، وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی، وقال کان اذا صمم علی قول درت علی مشائخ الکوفۃ ھل اجد فی تقویۃ قولہ حدیثا او اثرا فربما وجدت الحدیثین والثلاثۃ فاتیتہ بھا فمنھا ما یقول فیہ ھذا غیر صحیح او غیر معروف فاقول لہ وما علمک بذلک مع انہ یوافق قولک فیقول انا عالم بعلم اھل الکوفۃ۔[1]

حضرت ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا، نیز انھوں نے فرمایا میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور وخوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابو حنیفہ گئے ہیں، مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی۔ نیز فرمایا جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے ہیں تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھ کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسا اوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا۔ آپ فرماتے اس میں یہ فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے، میں عرض کرتا حضور! یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ یہ حدیثیں تو آپ کے قول کی تائید میں ہیں، تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔ (ت)

خیر **ایک درجہ** تو یہ ہوا۔

درجہ دوم: اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں، صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہوگئیں اور یہ آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسّی علماء نے مؤطا لکھیں، پھر سوائے مؤطائے مالک ومؤطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے، امام مسلم کے زمانے کو ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری صاحبِ مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا، پھر بعض تصانیفِ مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں وعلٰی ھٰذہ القیاس صدہا بلکہ ہزارہا تصانیفِ ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

اب کہئے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں، اور کتبِ حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ بس اسی پر قیاس کر لیجئے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ مالک الازمہ سراج الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث نہیں بلکہ اگر بخاری ومسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کر دیں کہ فلاں مذہب امام ابوحنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلاً قادح نہیں ہوسکتا، آخر بخاری ومسلم کا علم محیط نہ تھا، کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا اس سب کا علم بخاری ومسلم کو حاصل تھا، خود اجلہ صحابہ کرام جو گاہ وبیگاہ سفر وحضر میں دائماً بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلوات اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ وحضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی یہ دعوٰی نہیں کرسکتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال پر ہمیں اطلاع ہے، کتبِ احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی خفی رہیں "تا بدیگرے چہ رسد" (دوسروں تک کیا پہنچے۔ ت) پھر بخاری ومسلم وغیرہما کیونکر علم کل کا دعوٰی کرسکتے ہیں، اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا، یعنی ہمیں نہیں معلوم، پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار، یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ابوحنیفہ ومالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو، ان کا زمانہ زمانۂ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانۂ خیر القرون تھا، بوجہ قلت کذب وکثرتِ خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے۔ یہ ممکن کہ جو حدیثیں ابوحنیفہ ومالک کے پاس تھیں بخاری ومسلم کو نہ پہنچیں، ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسندِ صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعاف پہنچیں، پھر کیونکر ان کا نہ جاننا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہوسکتا ہے۔ امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (جنہیں محدثینِ اہلِ جرح وتعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحاً صاحب حدیث، منصف فی الحدیث، واتبع القوم للحدیث لکھتے، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی زیادہ محدث وکثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو "حفاظِ حدیث" میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامۃ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانبِ حدیث جھکتا، بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

درجۂ سوم: اس سے بھی گزریئے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے۔

درجۂ چہارم: اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جانِ برادر! بارہا واقع ہو گا کہ اس مسئلے کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اول تو ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہ کئے اور جن کیلئے وضع کئے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیال تکرار ان کے اعادہ و اثبات سے باز رہے، اگر یوں نہ مانئے اور اپنی وُسعتِ نظر و احاطۂ علم کا دعویٰ ہی کیجئے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانئے معین کیجئے، ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو حکم احادیث میں وارد ہوا ارشاد فرمائیں پھر دیکھئے ان شاء اللہ تعالےٰ کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو اکثر کا حکم نہ نکال سکیں گے، اور رب تبارک و تعالےٰ کو منظور ہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہو گا کہ دعویٰ اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں تھے، وائے بے انصافی ان لیاقتوں پر ائمہ مجتہدین سے ہمسری کا دعویٰ ہیہات ہیہات "چھوٹا منہ بڑی بات" آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزا آتا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات میں نے اس لئے نہیں کہی کہ سُنئے اور اڑا جائیے، نہیں نہیں، ضرور اپنے کسی اعلےٰ محدث کا نام رکھئے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعۂ احادیث لکھوائیے، ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی! جانِ برادر! حصر رُواۃ ممکن نہیں، حصر رواۃ کیونکر ممکن نہیں، ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن الجوزی نے کہا:

ابراھیم بن بکر فی الرواۃ ستۃ لا اعلم فیھم ضعفا سوی ھذا[1]

ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں، میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سوا اس شیبانی کے۔

---

[1] میزان الاعتدال عن ابن الجوزی ترجمہ ۵۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا :

لوسماھم لافادنا فما ذکر ابن ابی حاتم منھم احدا[۱]؎ — اگر ان سب کا تذکرہ فرما دیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی تذکرہ نہ کیا۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیم روز سے اظہر، جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا کہ :

لعل قصور نظرنا اخفاھما عنا۔ — امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں ہم سے چھپالیا۔

دیکھو، علماء یُوں فرماتے ہیں، اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ[۲]؎ (میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ ت) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی، ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا لکھ دیا کہ :

لعلہٗ خُرّجَ فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا[۳]؎ — شاید وُہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فنِ حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا، جنھوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا :

قصدتُ فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا[۴]؎ — میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیثِ نبویہ جمع کردُوں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا :

---

[۱]؎ میزان الاعتدال ترجمہ ۵۶ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴
[۲]؎ الجامع الصغیر للسیوطی حدیث ۲۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴
[۳]؎ " " " " " " " ۱/۲۴
[۴]؎ " " خطبۃ مؤلف " " " ۱/۵

هذا بحسب ما اطلع علیہ المصنف لاباعتبار ما فی نفس الامر[1] قالہ المناوی

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔ (ت)

وُہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتبِ ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اور پھر دیکھئے ہُوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر نے لکھ دیا کہ الامر کذٰلک[2] یعنی واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی، اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

حتی زعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ[3]

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث الوضوء علی الوضوء نورٌ علی نور (وضو پر وضو کرنا نورٌ علٰی نور ہے۔ ت) کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کر دی کہ لم نقف علیہ[4] ہمیں اس پر اطلاع نہیں۔ حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔ تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علٰی نور اخرجہ رزین ولم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم نقف علیہ[5]

وضو پر وضو کرنا نورٌ علٰی نور ہے، یہ وُہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں، تو انھوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں (ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر خطبہ مؤلف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 تحت حدیث اختلاف امتی الخ ۱/ ۴۹

[3] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حجر کتاب العلم الباب الثانی دارالفکر بیروت ۱/ ۲۰۵

[4] الترغیب والترہیب الترغیب فی المحافظۃ علی الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۳
المغنی عن حمل الاسفار للعراقی مع احیاء العلوم کتاب الطہارۃ باب فضیلۃ الوضوء مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۳۵

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۲-۲۱۱

اس سے عجیب تر سنئے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانو کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز کے فرمایا،

هٰكذا فعل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

ایسا ہی کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے۔

اس کی نسبت امام ابوعمر بن عبدالبر نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ اور امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے تو کتاب الخلاصہ میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا، اور یہ نہیں کہ هٰكذا فعل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔ حالانکہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،

فی صحیح مسلم عن علقمة والاسود انهما دخلا علی عبد الله فقال اصلّی من خلفکما قالا نعم فقام بینهما فجعل احدهما عن یمینه، والاٰخر عن شماله ثم رکعنا فوضعنا ایدینا علی رکبنا ثم طبق بین یدیه ثم جعلهما بین فخذیه فلما صلّی قال هٰکذا فعل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔ قال ابن عبد البر لایصح رفعه والصحیح عندهم الوقف علی ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه، وقال النووی فی الخلاصة الثابت فی صحیح مسلم ان ابن مسعود فعل ذٰلك ولم یقل

صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبداللہ ابن مسعود کے پاس آئے کہا کیا دوسروں نے نماز پڑھ لی ہے، دونوں نے عرض کی ہاں حضور۔ پھر آپ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، پھر دونوں ہاتھ کو ملایا، پھر انھیں دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ ابن عبدالبر نے کہا، اس روایت کا حضور تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود تک موقوف ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں

ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعلہ قیل کانھما ذھلا فان مسلما اخرجہ من ثلث طرق لم یرفعہ فی الاولیین ورفعہ فی الثالثۃ وقال ھکذا فعل الخ[1]

یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ایسا کیا، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہو گیا کیونکہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اسے تخریج فرمایا، پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا اسی طرح کیا الخ (ت)

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام تطویل ہو جائے۔ بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں، یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطۂ نظر کا دعوٰی ہے، کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ — کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو اور تمھاری نظر سے غائب رہے؟ — مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں؟ ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگانِ خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں — مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں! ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں — مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ — ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے —

پھر "ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا"، اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہدے ہم تلاش کر چکے تمام جہان میں کہیں نشان نہیں، کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے! — ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

درجہ پنجم: الطف واہم ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہان کی اگلی پچھلی سب کتبِ حدیث آپ کی المار ی میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کرکے ہر حدیث کا پتا دے سکتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ پاک ذات اللہ کی یاد ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع و اعظم کدھر گیا، لاکھ بار ہو گا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں

---

[1] فتح القدیر باب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۸

احادیث میں ہوگی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ کی خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے، آپ کیا اور آپ کے علم وفہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلّہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنٰی تھے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ لَیْسَ بِفَقِیْہٍ[1] رواہ الائمۃ الشافعی والاحمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی وصححہ والضیاء فی المختارۃ والبیھقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھما ونحوہ لاحمد و الترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند صحیح وللدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید ابن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جُبَیر ابن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح رسول کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی، اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابودرداء سے انھوں نے رسول کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمٰن اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلّہ ائمہ تابعین اور تمام

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰
سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل نشر العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹
مسند احمد بن حنبل ۲/ ۲۲۵ و ۳/ ۸۰ و ۸۲ المکتب الاسلامی بیروت
سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء حدیث ۲۳۴ دارالمحاسن القاھرۃ ۱/ ۶۵

ائمہ حدیث کے اساتذۃ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے، امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے، فرمایا، ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں، اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔ امام اعمش نے کہا:

حسبك ما حدثتك به فی مائة يوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكلا الطرفين[1]

بس کیجئے، جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ! تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے لئے، والحمد للہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ اکرم و اقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا، حضرت امیر المومنین مولٰی علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابوھریرہ و انس بن مالک و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد ہیں جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحديث فرويناه الفقهاء من اذا علم عمل۔ نقله الذهبی فی تذکرة الحفاظ[2]

ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کارروائی

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۲

[2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۷۷ عامر بن شرحبیل الشعبی دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد دکن ۱/ ۷۹

کریں گے۔ (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا۔ ت)

مگر آج کل کے ناشخص حضرات کو اپنی یادو فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام اُمت کے مقابل اَنَا خَیْرٌ مِّنْہ (میں اس سے بہتر ہوں۔ ت) کی بینٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔

خامساً بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدمِ نقل اور کہاں نقلِ عدم، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہوگا کہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا، ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

عَدَمُ النقل لا ینفی الوجود۔[1] کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں اسی عدمِ نقل و نقلِ عدم میں تمیز نہ کرنے کو جہل و تعصب کے مفاسد سے کہتے ہیں:

حیث قال وجدت بعضھم لا یمیز بین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب وقولنا ظاھر المذھب انھا لیست و مفاسد الجھل والتعصب اکثر من ان تحصی۔[2]

میں نے بعض حضرات کو یہاں تک دیکھا کہ وہ ہمارے قول لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب (ظاہر مذہب میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں) اور ہمارے قول ظاھر المذھب انھا لیست (ظاہر مذہب اس کے برخلاف ہے) والے اصولی قول میں امتیاز ہی نہیں کرتے جہالت و تعصب کے مفاسد تو بیشمار ہیں۔ (ت)

سادساً یہی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اِس فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات، ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کی، نہ کہ وہ چیز جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کی، قرآن عظیم نے یوں فرمایا:

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔[3] رسول جو تمھیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

[2] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۱۲

[3] القرآن الکریم ۵۹/۷

یوں نہیں فرمایا ہے کہ مَا فَعَلَ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا لَمْ یَفْعَلْ فَانْتَھُوْا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔

20
20

امام محقق علی الاطلاق فتح میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل کی نسبت یہ تحقیق فرما کر کہ نہ ان کا فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت، نہ کسی صحابی سے ثابت۔ ارشاد فرماتے ہیں:

الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر۔[1]

ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ مستحب نہیں، رہی کراہت وہ ثابت نہ ہوئی، اس کیلئے دوسری دلیل چاہئے۔

امام احمد محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ۔[2]

فعل تو جواز کے لئے دلیل ہوتا ہے اور نہ کرنے سے منع کرنا نہیں سمجھا جاتا۔

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر۔[3] نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔

پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے۔

سابعًا مصافحہ امورِ معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصودِ شرع باہم مسلمانوں میں ازدیادِ الفت اور ملتے وقت اظہارِ اُنس و محبت ہے، حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تَصَافَحُوْا یَذْھَبُ الْغِلُّ عَنْ قُلُوْبِکُمْ۔[4] اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ

آپس میں مصافحہ کرو تمہارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبد اللہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹
[2] المواہب اللدنیہ
[3] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثۃ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹
[4] الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعۃ الخ دار الفکر بیروت ۶/۲۲۱۱
کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۱۳۰
الترغیب والترہیب بحوالہ مالک عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۴

تعالٰی عنہما ونحوہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ اولہ تھادوا وتحابوا ونحوھذا اخرجہ مالک فی المؤطا بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلا۔[1]

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اسکی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہیے تم آپس میں محبت کروگے، اور اسکی مثل امام مالک نے مؤطا میں جید سند کے ساتھ مرسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السرفی المصافحۃ وقولہ مرحبا بفلان اھ ومعانقۃ القادم ونحوھا انھا زیادۃ المودۃ والتبشیش ورفع الوحشۃ والتدابر۔[2]

مصافحہ اور مرحبا فلاں کو، اور آنیوالے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلۃ یرضاھا اللہ تعالٰی وافشاء السلام اٰلۃ صالحۃ لافشاء المحبۃ وکذٰلک المصافحۃ وتقبیل الید ونحو ذٰلک۔[3]

لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالٰی کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی۔ (ت)

اور بیشک یہ امور عُرف و عادتِ قوم پر مبنی ہوتے ہیں، جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت ومؤانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو، وجہ یہ کہ اس کی کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں، اصل مقصود سے کام ہے، جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انہیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور مشروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المہاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰
[2] حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السرفی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲/ ۱۹۸
[3] " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۹۷

لایلقی مسلم مسلماً فیرحب بہ و یاخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینہما[1] الحدیث۔

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلادِ عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ "خوش آمدی" کہتے ہیں، اور ہندوستان میں "آئیے آئیے تشریف لائیے"، اور اس کی مثل کلمات —— اب کوئی عاقل اسے مخالفتِ حدیث ومزاحمتِ سنّت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم الفاظ کا استعمال ہوتا ہے، یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلافِ سنّت قرار پاتے، تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہارِ خوشدلی بغرض ازدیادِ محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے، خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہلِ یمن آئے، انہوں نے اپنے رسم و رواج کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلافِ مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی، ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصدِ شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اسکی رسم پڑی ہو، جیسے سلام کے عوض بلا ضرورت شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہتِ یہود ونصارٰی اس سے ممانعت آئی۔ حدیثِ ضعیف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبہوا بالیہود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیہود الاشارۃ بالاصابع وان تسلیم النصارٰی بالاکف[2]۔ رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ ضعیف

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے، یہود ونصارٰی سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے[2]۔

---

[1] نصب الرایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ نوریہ رضویہ لاہور ۴/ ۵۶۶
شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۷۵

[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

ثامنًا جو امرِ نوپیدا کسی سنّت ثابتہ کی ضد واقع اور اس کا فعل فعلِ سنّت کا مُزیل و رافع ہو وہ بیشک ممنوع و مذموم ہے جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب، مجرا، کورنش، بندگی کا رواج ہے ۔۔۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنّت مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم السّلام علیکم کہیں اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں، اس احداث نے ان سے سنّتِ سلام اٹھادی۔ یہ بیشک ذم و انکار کے لائق ہے بخلاف دونوں ہاتھ سے مصافحے کے کہ بالفرض اگر سنّت میں ایک ہی ہاتھ کا رواج تھا تو دو ہاتھ سے مصافحے سے وہ بھی ادا ہوئی اور اس کے ساتھ ایک اور امر زائد ہوا جو کسی طرح اس کے منافی نہ تھا، اس میں سنّتِ ثابتہ کا اصلاً رَدّ و رفع نہیں پھر ممنوع و مذموم ٹھہرانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔
امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

انما البِدعُ المذمومۃُ ما تصادم السّنن الثابتۃ۔[1] بدعتِ مذمومہ وہی ہے جو سنن ثابتہ کا رَد کرے۔

یہاں مصافحے کی نظیر تلبیۂ حج ہے کہ صحاح ستّہ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسی قدر منقول،

لبیك اللّٰھم لبیك، لبیك لاشریك لك لبیك، انّ الحمد والنعمۃ لك والملك، لاشریك لك۔

پھر خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما باآں شدت اتباعِ سنّت اس میں یہ لفظ بڑھایا کرتے،
لَبَّیكَ وسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ بِیَدَیْكَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْكَ وَالْعَمَلُ۔
اور یہ زیادت امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی فرماتے کما اخرجہ مسلم۔[2]
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ نے لبیك عدد التراب زیادہ کیا اخرجہ اسحٰق بن راھویہ فی مسندہ۔[3]
اور سیدنا امام حسن مجتبٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ نے لبیك ذاالنعماء والفضل الحسن بڑھایا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات۔[4]

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیۃ وصفتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۵
[3] نصب الرایۃ بحوالہ اسحٰق بن راھویہ کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ لاہور ۳/ ۲۹
[4] نصب الرایۃ " ابن سعد فی الطبقات " " " " ۳/ ۳۰

ہمارے علماء اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان المقصود الثناء واظہار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ۔ قالہ الامام برھان الدین علی ابو الحسن الفرغانی قدس اللہ تعالٰی سرہ الصمدانی فی الھدایۃ ثم الامام فخر الدین الزیلعی فی تبیین[1] الحقائق شرح کنز الدقائق وغیرھما فی غیرھما۔

تلبیہ سے مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور بندگی کا اظہار ہے تو اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں (اسے امام برہان الدین علی ابو الحسن فرغانی قدس اللہ تعالٰی سرہ الصمدانی نے ہدایہ میں، پھر امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتابوں میں فرمایا۔ (ت)

یُونہی جبکہ مصافحے سے اظہارِ محبت وازدیادِ الفت مقصود تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید و مؤکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعًا دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، ائمہ دین کی عبارتیں اوپر گزریں، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا، خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، تمام بلادِ اسلام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے ہند و سندھ تک علماء و عوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور رجوبات مسلمانوں میں متوارث ہو بے اصل نہیں ہوسکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

انہ المتوارث ومثلہ لا یطلب فیہ سند بخصوصہ[2]

وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لئے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

محقق علائی دمشقی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[3]

بے شک یہ امر مسلمانوں میں متوارث ہے تو ان کا اتباع ضرور ہوا۔

---

[1] الہدایۃ کتاب الحج باب الاحرام المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۱۷
تبیین الحقائق ؍؍ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۲/۱۱
[2] فتح القدیر کتاب السرقۃ فصل فی کیفیۃ القطع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۵۳
[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلٰوۃ باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

عاشرًا: حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالقوا الناس باخلاقھم۔ اخرجہ الحاکم وقال صحیح علٰی شرط الشیخین[1]۔

لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں (اس کو حاکم نے روایت کیا اور اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا۔ ت)

یہ حدیث عسکری نے کتاب الامثال میں یوں روایت کی:

خالطوا الناس باخلاقھم[2] لوگوں کے ساتھ ان کی عادتوں سے میل کرو۔

ولہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو ہرگز اس میں اختلاف نہ کیا جائے بلکہ انھیں کی عادات و اخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہیے۔ شریعت مطہرہ سُنّی مسلمانوں میں میل پسند فرماتی ہے اور ان کو بھڑکانا، نفرت دلانا، اپنا مخالف بنانا ناجائز رکھتی ہے، بے ضرورتِ تامہ لوگوں کی راہ سے الگ چلنا سخت احمق جاہل کا کام ہے۔ امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الموافقۃ فی ھذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ ولکل قوم رسم ولا بُدّ من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقا فیھا حُسن العشرۃ والمجاملۃ وتطییب القلب بالمساعدۃ[3]۔

ان امور میں لوگوں سے موافقت صحبت و معاشرت کی خوبی سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور بالضرورۃ لوگوں کے ساتھ ان کی عادات کا برتاؤ کرنا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، خصوصًا وہ عادتیں جن میں اچھا برتاؤ اور نیک سلوک اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہو۔

یہاں تک کہ فرمایا:

کذٰلک سائر انواع المساعدات اذا قُصِدَ بھا تطییب القلب واصطلح علیھا

ایسے ہی مساعدت کی ساری قسمیں جبکہ اس سے دل خوش کرنا منظور ہو اور کچھ لوگوں نے وہ رَوِش

---

[1] المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵
[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۵۲۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۱۹
[3] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

جماعۃ فلاباس بمساعدتھم علیہا بل الاحسن المساعدۃ الافیما ورد فیہ نھی لایقبل التاویل[1]

قرار دے لی ہو قرآن کے موافق ہو کر اس پر عمل کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا، بلکہ موافقت کرنا ہی بہتر ہے، مگر جس امر میں شرع سے ایسی نہی آگئی ہو جو قابلِ تاویل نہیں۔

عین العلم میں ہے:

الاسرار بالمساعدۃ فیما لم ینہ عنہ و صار معتادا بعد عصرھم حسنۃ وان کان بدعۃ[2]

جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی اور صدرِ اول کے بعد معمول ہوا اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے رسالہ جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوۃ فی النعال میں یہ مضمون بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور بیشک مقصودِ شرع کے یہی مطابق ہے مگر جن لوگوں کو مقاصدِ شریعت سے کچھ غرض نہیں اپنی ہوائے نفس کے تابع ہیں وہ خواہی نخواہی ذرا ذرا سی بات میں مسلمانوں سے الجھتے اور ان کی عادات و افعال کو جن پر شرع سے اصلاً ممانعت ثابت نہیں کرسکتے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہیں ۔۔۔ حاشا کہ ان کی غرض حمایتِ شرع ہو ۔۔۔ حمایتِ شرع چاہتے تو جن امور کی تحریم و ممانعت میں کوئی آیت و حدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزورِ زبان انھیں گناہ و مذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[3]

اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا (ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہِ تلبیس و تدلیس اپنے لئے ایک جُدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے کہ اگر وہی مسائل بیان کریں جو تمام علمائے اسلام فرماتے ہیں تو ان جیسے اور ان سے بہتر ہزاروں لاکھوں ہیں، یہ خاص کرکے کیوں کرگنے جائیں، ہاں

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۳۰۵
[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶
[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

جب یوں فتنہ ڈالیں اور نیا مذہب نکالیں گے، تو آپ ہی نزدیک و دُور معروف و مشہور ہو جائیں گے، آخر نہ دیکھا کہ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

خروجہ عن العادۃ شہرۃ و مکروہ[1] یعنی جس جگہ جو طریقہ لوگوں میں رائج ہے اس کی مخالفت کرنا، اپنے آپ کو مشہور بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے۔

اسی طرح مجمع بحار الانوار میں منقول،

ھو علی عادۃ البلدان فالخروج عنھا شہرۃ ومکروہ[2] یہ علاقوں کی عادت پر ہے جس سے خروج نری شہرت اور ناپسندیدگی ہے (ت)

اسی کو مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں ناقل کہ:

خروج از عادت واہل بلد موجب شہرت است ومکروہ است[3] علاقہ والوں کی عادت سے خروج شہرت کیلئے ہوتا ہے اور یہ ناپسند بات ہے (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شھرۃ البسہ اللہ یوم القیٰمۃ ثوب مذلۃ ثم یلھب فیہ النار۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔ جو شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ذلّت کا کپڑا پہنائے پھر اس میں آگ بھڑکا دی جائے (اس کو ابوداؤد و ابن ماجہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

جب دو ہاتھوں سے مصافحہ اب تمام مسلمانوں میں رائج اور تم کسی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں کرسکتے تو بلاوجہ عادتِ مسلمین کا خلاف کرنا سوا اپنی شہرت چاہنے نکو بننے اور اس وعید شدید

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۸۲

[2]

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۰۰

[4] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

سنن ابن ماجہ " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

کے مستحق ہونے کے اور کس غرض پر محمول ہو سکتا ہے ــــ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین!)۔

یہ چند جملے ہیں کہ بطور اختصار بر سبیل ارتجال زبانِ قلم سے سرزد ہوئے، اور وہ مباحث نفیسہ و اصول جلیلہ جن کی طرف ضمن کلام میں جابجا اشارہ ہُوا اگر ان کی تحقیق تام و تنقیح تمام پر آئیں تو مبسوط کتابیں لکھنا چاہیے جسے بیان کافی و ارشاد شافی پر اطلاع منظور ہو کتب علما مثل اذاقۃ الاثام و اصول الرشاد وغیرہما تالیفات طیبات امام المحققین سراج المدققین حضرت والد قدس سرہ الماجد کی طرف رجوع کرے۔ امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ و ابحاث فائقہ خاص علم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین واٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم وعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ و اَحْکَمُ۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمد المصطفٰے النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین
ختم شد

مسئلہ ۱۲۴ از ضلع سورت اسٹیشن سائیں مقام کٹھور مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

فجر کی نماز کے بعد مصافحہ لیتے ہیں سو جائز ہے یا نہیں ہر روز؟

الجواب

جو لوگ بعد قیام جماعت یا شروع تکبیر آکر نماز میں شامل ہوئے کہ امام و دیگر مقتدین سے قبل نماز

ملاقات ذکر نے پائے اُنھیں تواُن سے بعد سلام مصافحہ کرنا قطعاً سنّت،

لانہا سنۃ لانہا عند ابتداء کل لقاء و هذا ابتداء لقائہم هذا ۔ کہ ہر ملاقات پر مصافحہ کرنا سنّت ہے (یعنی ملاقات کا آغاز مصافحہ سے کرنا مسنون ہے)۔(ت)

اور وہ جو بے لحاظ اس تخصیص کے مصافحہ بعد فجر و عصر یا بعد عصر و مغرب مطلقاً صدہا سال سے مسلمین میں معتاد و مرسوم، اس بارے میں اصح یہی ہے کہ جائز و مباح ہے۔

کما حققہ المولی المحقق سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ وذکر ھٰھنا المولی الفاضل زینۃ عصرنا محب الرسول عبد القادر القادری فی رسالتہ المناصحۃ فی تحقیق المصافحۃ تحقیقا جمیلا یتضح بہ الصواب و توفیقا انیقا یندفع بہ الاضطراب۔ جیسا کہ ہمارے والد بزرگوار قدس سرہ الماجد نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی۔ یہاں ہمارے دَور کی ایک نفیس اور خوبصورت ہستی عاشق زار رسولِ والا تبار مولانا فاضل عبد القادر قادری نے اپنے رسالہ المناصحۃ فی تحقیق مسائل المصافحۃ (یعنی باہم خیرخواہی کرنا ہاتھ ملانے کے احکام کی تحقیق بیان کرنے میں) تحقیق پیش فرمائی ہے اور خوبصورت موافقت پیدا کی ہے جس سے حقیقت واشگاف ہوتی ہے اور اضطراب دُور ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین مصری شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: الاصح انہا مباحۃ[1] (زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ مصافحہ کرنا مباح ہے۔ ت) ہاں جہاں مداومت سے خوف ہو کہ جہّال اس خصوصیتِ خاصہ کو واجب یا سنّت بخصوصہا نہ سمجھنے لگیں وہاں اہلِ علم کو مناسب کہ ان اوقات میں کبھی کبھی ترک بھی کردیں ھذا ھو الانصاف فی امثال الباب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اس قسم کے باب میں یہی انصاف ہے۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۵: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت سُننے اسم پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے انگوٹھے چُومنے ضرور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کس کس موقع اور کون کون محل پر؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴

الجواب

ضرور یعنی فرض یا واجب یا سنّتِ مؤکدہ تو اصلاً نہیں، ہاں اذان سُننے میں علمائے فقہ نے مستحب رکھا ہے اور اس خاص موقع پر کچھ احادیث بھی وارد جو ایسی جگہ قابلِ تمسک ہیں کما حققناہ فی رسالتنا منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین یعنی آنکھوں کو روشن کرنا انگوٹھے چُومنے کے عمل سے میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر نماز میں یا خطبہ یا قرآن مجید سُنتے وقت نہ چاہیے، نماز میں اس کی ممانعت تو ظاہر، اور استماعِ خطبہ وقرآن کے وقت یُوں کہ اس وقت ہمہ تن گوش ہوکر تمام حرکات سے باز رہنا چاہیے، پنچایت کے وقت جو آیہ کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم[1] پر اس قدر کثرت سے انگوٹھے چُومے جاتے ہیں گویا صدہا چڑیاں جمع ہوکر چہک رہی ہیں یہاں تک کہ دُور والوں کو قرآن عظیم کے بعض الفاظِ کریمہ بھی اس وقت اچھی طرح سُننے میں نہیں آتے، یہ فقیر کو سخت ناپسند وگراں گزرتا ہے صرف انگوٹھے لبوں سے لگاکر آنکھوں پر رکھنے میں اس وقت کوئی حرج نہ بھی ہو تو بوسہ تعظیم میں آواز نکلنے کا خود حکم نہیں، جیسے بوسہ سنگِ اسود وآستانہ کعبہ وقرآن عظیم ودست وپائے علماء وصلحاء، نہ کہ ایسی آوازیں کہ چڑیاں لبرا رہی ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۶: از بلگرام شریف محلہ میداپورہ مرسلہ سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جواب سلام کفار وہنادک کن الفاظ میں دیا جائے؟ اور خود بھی ضرورت اور بے ضرورت اُن کو سلام کرے تو کس طور سے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

کافر کو بے ضرورت ابتداءً بسلام ناجائز ہے نص علیہ فی الحدیث والفقہ (حدیث پاک اور فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ت) اور ہندوستان میں وہ طرقِ تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلامِ شرعی کرنے کی حاجت نہیں، مثلاً یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابُو صاحب، منشی صاحب، یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرہ ذالک، کافر اگر بے لفظِ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظِ رائجہ جواب میں بس ہیں، اور بلفظِ سلام ابتداء کرے تو علماء فرماتے ہیں جواب میں وعلیک ہے مگر یہ لفظ یہاں مخصوص باہلِ اسلام ٹھہرا ہُوا ہے، اور وُہ کافر بھی اسے جوابِ سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگرچہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر،

فقد نص محمد انه ینوی فی الجواب السلام فافھم، واللہ تعالٰی اعلم۔

بیشک امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریح فرمائی کہ جواب میں سلام کی نیت کی جائے۔ اور اللہ تعالٰی بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۷: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۷ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

چہ مے فرمایند علمائے راہِ شریعت و طریقت و مفتیان مطاع حقیقت و معرفت دریں مسئلہ کہ مرشدان چند مریدان خود را ہدایت سخت بپابوسی بدہن کنانیدہ می بوسانند و می گویند کہ ایں درست ست و برمزار بزرگانِ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین خم شدہ سلام نمایند و بر قبر بوسہ می دہند مانند روافض ایں فعل در شریعت و طریقت درست یا شد شرک و کفر؟ بیان فرمایند بعبارتِ کتب کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت و طریقت و مفتیانِ رازداران معرفت و حقیقت اس مسئلہ میں کہ بعض شیوخ و مرشدین نے اپنے کچھ مریدین کو ہدایت و تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ان کے پاؤں کو بوسہ دیا کریں یعنی چوما کریں۔ بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے مزارات پر جھک کر سلام کیا کریں اور ان کی قبور کو روافض کی طرح بوسہ دیا کریں بقول ان کے ایسا کرنا جائز ہے۔ کیا واقعی شریعت و طریقت میں ایسا کرنے کی اجازت ہے اور یہ شرک و کفر نہیں ہے؟ کتبِ اسلامی کے حوالے سے بیان فرمائیں تاکہ اللہ تعالٰی کے ہاں ماجور ہوں اور لوگوں کے ہاں مشکور۔ (ت)

الجواب

بوسہ قبر بمذہب راجح ممنوع است فی شرح عین العلم لعلی قاری ولا یمس ای القبر ولا التابوت والجدار فورد النہی عن مثل ذلک بقبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکیف بقبور سائر الانام و

صحیح اور قابلِ ترجیح مذہب میں کسی بھی قبر کو بوسہ دینے یعنی چومنے کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے۔ چنانچہ محدث مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح عین العلم میں ہے کہ قبر، تابوت اور دیوار کو ہاتھ نہ لگایا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قبر اطہر کے بارے میں اس طرح کرنے سے روکا اور منع کیا گیا ہے پھر باقی

لایقبل فانہ زیادۃ علی المس فھو اولی بالنھی[1] ہمچناں خم شدہ سلام دادن فی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الترمذی قال اینحنی لہ قال لا[2]، اما چیزے ازینہا شرک وکفر نتواں بود ایں غلو وہابیہ ضالہ است ودست پائے اولیاء وعلماء را بوسہ دادن زنہار ممنوع ھم نیست بلکہ ثابت و درست ست، وفد عبدالقیس رضی اللہ تعالٰی عنھم چوں بخدمت اقدس حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسیدند و از دُور نگاہ شاں بر جمال جہاں آرائے حضور اقدس سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افتاد بے تابانہ خود را از پشت سواریہا افگندند و دواں دواں بحضور رسیدہ بوسہ بر دست و پائے اقدس دادند سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انکار نفرمودہ امام بخاری در ادب مفرد

لوگوں کی قبور کے ساتھ یہ معاملہ کیسے روا ہوسکتا ہے، اور قبر کو بوسہ نہ دیا جائے کیونکہ یہ تو ہاتھ لگانے سے کہیں بڑھ کر ہے لہٰذا اس کے لئے نہی بطریق اولٰی ہے۔ اسی طرح جُھک کر سلام کرنا منع ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے، اُنھوں نے استفسار کیا کیا اسکے آگے جُھک جائے، ارشاد فرمایا: نہیں۔ مگر واضح رہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی کفر وشرک نہیں ہوسکتا، یہ گمراہ کرنے والے وہابیوں کا غلو ہے۔ جہاں تک اولیاء کرام اور علمائے عظام کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے کا تعلق ہے تو یہ عمل ہرگز منع نہیں بلکہ جائز اور ثابت ہے۔ چنانچہ وفد عبدالقیس رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حضور پرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچنے کے بارے میں یہ روایت مذکور ہے کہ جب دُور سے ان کی نگاہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے جمالِ جہاں پر پڑی تو وہ بے تاب ہوکر اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اُترے اور دوڑ کر بارگاہِ اقدس میں پہنچے اور آپ کے مبارک ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ان کو منع نہیں فرمایا (جو بلاشبہہ دلیلِ جواز ہے) امام بخاری الادب المفرد

---

[1] شرح عین العلم لملا علی قاری الباب الثامن مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۶۷

[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

وامام ابوداؤد در سنن وبیہقی از زارع بن عامر
رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کنند فجعلنا
نتبادر فنقبل ید رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
ورجلہ [1] و در حدیث ست کہ زنے
از شوئے خودش گلہ پیش حضور پُرنور
صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ
علیہ وعلٰی اٰلہٖ آورد حضور اقدس
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فرمود آیا تو اُو را دشمن می داری؟ عرضہ
داد بلٰی۔ حضور والا صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم مراو را وشوہر اورا فرمود
سرہائے خود نزدیک کنید ہمچناں کردند
سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم پیشانی زن بر پیشانی مرد نہادہ
دُعا کرد کہ خدایا میان ایناں الفت نہ و یکے
را محبوب دیگرے کن باز آں زن بخدمت
انور رسید و بوسہ بر دہن و پائے حضور
اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم چید سرورجہانیاں صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم پرسید
کہ حال تو و شوے تو برچہ حال ست عرضہ

ہیں، امام ابوداؤد سنن میں اور امام بیہقی
یہ سب حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ
سے روایت کرتے ہیں کہ پھر ہم لوگ (خدمت اقدس میں
پہنچنے کے لئے) جلدی کرنے لگے پھر ہم (وہاں پہنچ کر)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھ پاؤں کو
چُومنے لگے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ایک عورت نے
حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ
میں اپنے شوہر کے خلاف شکایت کی، حضور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عورت سے دریافت
فرمایا کہ تو اس کو (یعنی اپنے خاوند کو) پسند نہیں
کرتی؟ اس نے جواب ہاں میں دیا یعنی مجھے شوہر
پسند نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس سے
اور اس کے شوہر سے فرمایا کہ تم دونوں اپنے اپنے
سر میرے قریب کرو۔ جب دونوں نے اپنے اپنے
سر آپ کے بالکل قریب کر دیئے تو آپ نے عورت
کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھی اور دعا فرمائی،
اے اللہ! ان دونوں کے درمیان الفت و
محبت رکھ دے انھیں ایک دوسرے
کا محبوب بنا دے۔ پھر اس عورت نے ایک دفعہ حاضر
ہو کر آپ کے چہرۂ انور اور آپ کے پاؤں مبارک
کو بوسہ دیا۔ سردارِ دوجہاں صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اب اپنے شوہر کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب ماجاء فی قبلۃ الجسد المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۷/۱۰۲
الادب المفرد باب ۴۴۵ تقبیل الرجل المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۲۵۳

داد کہ ہیچ نو و کہن و ہیچ پسر تیز مرا ز شے محبوب تر
نیست سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرمود من گواہی می دہم کہ من رسول خدایم
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت و من گواہی
می دہم کہ تو رسول خدائے۔ فقیر گوید و
من فقیرے یکے از سگان کوئے شما گواہی می دہد
کہ واللہ العظیم تو رسول خدائے صلی اللہ
تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ اٰلک و
صحبک وبارک وکرم، البیہقی
عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما ان امرأۃ شکت
زوجھا النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقال اتبغضیہ
قالت نعم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ادنیا رؤسکما فوضع جبھتھا علی جبھۃ
زوجھا ثم قال اللھم الف بینھما
وحبب احدھما الی صاحبہ
ثم لقیتہ المرأۃ بعد
ذلک فقبلت رجلیہ فقال کیف
انت وزوجک قال ما طارف
ولا تالد ولا ولد احب
الی منہ فقال اشھد
انی رسول اللہ فقال عمر وانا
اشھد انک رسول اللہ[1]، ونیز

بارے میں تمہاری کیا کیفیت ہے؟ اس نے جواباً
عرض کیا کوئی جوان کوئی بوڑھا اور کوئی لڑکا مجھے اس
سے زیادہ محبوب نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ
میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس پر حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں بھی گواہی دیتا
ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ فقیر کہتا
ہے میں بندۂ محتاج آپ کی گلی کے کتوں میں سے
ایک کتا بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ العظیم کی قسم
آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں آپ پر آپ
کی آل پر اور آپ کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ
رحمت وبرکت اور کرم فرمائے۔ امام بیہقی نے حضرت
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کی ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شوہر کے خلاف شکوہ کیا
آپ نے فرمایا: کیا تو اس سے بغض رکھتی ہے؟
اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا:
تم دونوں اپنے سر میرے قریب کرو۔ پھر آپ نے
عورت کی پیشانی اس کے شوہر کی پیشانی پر رکھی اور
فرمایا: اے اللہ! ان دونوں میں الفت پیدا
کردے اور انھیں ایک دوسرے کا محبوب بنادے۔
پھر اس کے بعد اس عورت کی حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اس نے
آپ کے پاؤں مبارک چومے۔ آپ نے اس سے

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی دعائہ لزوجین احدھما یبغض الآخر بالالفۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۲۹

21

درحدیث ست کہ مردے حاضر خدمت شدہ
عرضہ داشت کہ یارسول اللہ! مرا چیزے
بنما کہ باو یقینم فزاید فرمود بسوے ایں
درخت رفتہ او را بخواں رفت گفت کہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ترا میخواند درخت ہماندم آمد
و بر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سلام گفت
باز گرد باز گشت سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم آں صحابی را
پروانگی داد تا بوسہ بر سر مبارک و ہر دو
پائے اقدس زد۔ الحاکم فی
المستدرک وقال صحیح الاسناد
ان رجلا اتی النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم فقال یا رسول اللہ
علمنی شیئا ازداد بہ یقینا
فقال اذہب الی تلک الشجرۃ
فادعہا فذہب الیہا فقال
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم یدعوک
فجاءت حتی سلمت علی
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ثم قال لہا ارجعی
فرجعت قال ثم اذن لہ فقبل ا،

فرمایا: تمھارا اور تمھارے شوہر کا کیا حال ہے؟
تو اس نے کہا: اب مجھے اس سے زیادہ کوئی جوان،
بوڑھا اور بچہ محبوب نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں
گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا رسول
ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا: میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ
اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حدیث شریف میں ہے
کہ ایک شخص نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر
ہو کر عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھے
کوئی ایسی چیز دکھاؤ جس سے میرے یقین میں
اضافہ ہو۔ ارشاد فرمایا: اس درخت کے
پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں۔ وہ شخص اس
درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔
وہ درخت اسی وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر
ہو گیا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا،
آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر
چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ درخت واپس چلا گیا۔ اس
صحابی نے آپ کے سر مبارک اور مبارک ومقدس
پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت چاہی تو آپ
نے اجازت دے دی اور اس نے بوسہ دیا۔
حاکم نے المستدرک میں روایت کی اور فرمایا اسکی
سند صحیح ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اس نے عرض کی لے

راسه و رجلیه وقال لو کنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]، امام اجل سیدنا جعفر صادق و امام سفیان ثوری و مقاتل بن حبان وحماد بن سلمه وغیرهم ائمہ مجتہدین پیش امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم آمدہ گفتند بمارسیدہ است کہ تو در مسائل قیاس بکثرت میکنی امام باایشاں مناظرہ کرد و مذہب خود پیش نمود وگفت کہ پیش از ہمہ عمل بقرآن عظیم میکنم باز بحدیث باز باجماع باز باقوال صحابہ وچوں دریں ہمہ نیابم آں گاہ براہ قیاس شتابم ایں مناظرہ در مسجد جامع کوفہ روز جمعہ از آغاز نہار تا وقت زوال جاری بود آخرہا ہمہ ائمہ مذکورین برخاستند وبوسہ بر سر و زانوئے امام اعظم دادند وگفتند تو سردار علمائی پیش ازیں انچہ ناداںستہ بحق تو گفتہ بودیم بما عفو کن امام گفت حق جل وعلا ما وشما ہمہ را مغفرت کند الامام العارف الشعرانی قدس سرہٗ فی المیزان کان ابو مطیع

اللہ تعالٰی کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیں جس سے میرے یقین میں ترقی (زیادتی) ہو۔ فرمایا اس درخت کے پاس جاؤ اور اسے میرے ہاں بلا لاؤ۔ پھر وہ اس درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ درخت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوگیا اور اس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، پھر آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ۔ وہ حسب ارشاد لوٹ گیا۔ راوی فرماتے ہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اجازت دی تو اس نے آپ کے سر مبارک اور دونوں مبارک پاؤں کو بوسہ دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ امام کبیر سیدنا امام جعفر صادق، امام سفیان ثوری، مقاتل بن حبان اور حماد بن سلمہ اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ، درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے والے امام امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں گئے اور امام صاحب سے فرمانے لگے کہ ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ مسائل شرعی میں بہت زیادہ قیاس آرائی سے کام لیتے ہیں۔ امام صاحب نے ان سے مناظرہ کیا اور وضاحت سے اپنا مذہب (نظریہ) پیش کیا اور فرمایا میں تو سب سے پہلے قرآن عظیم پر عمل کرتا ہوں! اسکے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلة باب حق الزوج علی الزوجة دار الفکر بیروت ۴/ ۱۷۲

يقول كنت يوماً عند الامام ابی حنيفة فی جامع الكوفة فدخل عليه سفين الثوری ومقاتل بن حيان بن سلمة وجعفر الصادق وغيرهم من الفقهاء فكلموا الامام اباحنيفة وقالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس فی الدين وانا نخاف عليك منه فان اول من قاس ابليس فناظرهم الامام من بكرة نهار الجمعة الی الزوال وعرض عليهم مذهبه وقال انی اقدم العمل بالكتاب ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة مقدماً ما اتفقوا عليه علی ما اختلفوا فيه وحينئذ اقيس فقاموا كلهم وقبلوا يديه وركبته وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضی منا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين[1] انتهی والله سبحٰنه تعالیٰ اعلم۔

بعد حدیث، پھر اجماعِ امت، پھر اقوالِ صحابہ کرام پر جب ان سب میں کوئی مسئلہ نہ پاؤں تو پھر قیاس سے کام لیتا ہوں۔ یہ مناظرہ جامع مسجد کوفہ میں جمعہ کے دن صبح سے لے کر زوال کے وقت تک جاری رہا، بالآخر مذکورہ تمام امام اُٹھ کھڑے ہُوئے اور انھوں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سر اور زانوؤں پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ علماءِ کرام کے سرخیل ہیں اور ہم اس سے پہلے بے خبری میں آپ کے متعلق جو سُنی سنائی کہتے رہے وہ ہمیں معاف کردیں۔ امام صاحب نے فرمایا، اللہ تعالٰی بزرگ و برتر مجھے اور آپ سب کو معاف کردے۔ امام عارف عبدالوہاب شعرانی "المیزان" میں فرماتے ہیں؛ حضرت ابومطیع فرمایا کرتے تھے کہ میں جامع مسجد کوفہ میں امام صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، امام جعفر صادق اور بعض دیگر فقہائے کرام تشریف لائے اور امام صاحب سے گفتگو کرنے لگے کہ ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ دین میں زیادہ تر قیاس سے کام لیتے ہیں لہذا ہم اس طرزِ عمل سے خوف محسوس کرتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ ان کی یہ مناظرانہ گفتگو جمعہ کے روز فجر سے لے کر سورج ڈھلنے تک ہوتی رہی۔ امام صاحب نے اپنا مذہب و مؤقف ان کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، میں عمل کرنے میں کتاب اللہ کو سب سے مقدم سمجھتا ہوں پھر سنّت کو، پھر صحابہ کرام کے متفق فیصلوں کو ان کے اختلافی فیصلوں سے مقدم سمجھتا ہوں، اور جب قرآن، حدیث اور اجماعِ صحابہ سے کسی مسئلہ میں براہِ راست واضح ہدایت اور مثال نہ مل سکے تو پھر اس وقت قیاس کے ذریعے مسئلے کا حل ڈھونڈتا ہوں۔ یہ سُننے کے بعد تمام علماء و فقہاء نے اُٹھ کر امام صاحب کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو

---

[1] میزان الشریعۃ الکبریٰ فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام اباحنیفۃ الی انہ یقدم القیاس الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۵، ۶۶

بوسہ دیا اور کہا کہ آپ تو سیّد العلماء ہیں ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کیونکہ ہم بلاوجہ بغیر کسی تحقیق کے آپ کے پیچھے پڑے رہے آپ ہماری کوتاہی اور خطا معاف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ سب کو معاف فرمائے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۲۸: از سیتاپور مرسلہ منشی مشرف احمد صاحب سررشتہ دار کلکٹری سیتاپور ۲۹ صفر ۱۳۱۳ھ

عالی جناب مولانا صاحب مخدوم و مطاع نیاز کیشاں زاد مجدکم و افضالکم، بعد بجا آوری تسلیم عرض یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے"۔ حدیث شریف میں ہے کہ باعثِ برکت ہے۔ اگر گھر میں سوا اہلیہ کے نہ ہو تو زوجہ پر سلام علیک کرے یا نہیں؟ ایک صاحب اس بارہ میں حجت کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات پر سلام علیک کرنا کہیں حدیث سے ثابت نہیں ہُوا ہے حالانکہ سیاق اس امر پر وارد ہے کہ اہلیہ پر بھی سلام علیک کرنا چاہئے۔ اس کا جواب اُن آیات و احادیث سے جن میں گھر جانے کے وقت سلام کرنے کا حکم ہے اور جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سلام ازواجِ مطہرات سے کرنا ثابت ہو ارقام فرمائیں فقط۔

الجواب

قال اللہ عزوجل فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علٰی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ[1]

(اللہ عزوجل نے فرمایا) جب تم گھروں میں جاؤ تو سلام کرو اپنی جانوں پر ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

معالم التنزیل میں ہے:

ای یسلم بعضکم علٰی بعض ھذا فی دخول الرجل بیت نفسہ یسلم علٰی اھلہ ومن فی بیتہ وھو قول جابر وطاؤس والزھری وقتادۃ والضحاک وعمرو بن دینار قال قتادۃ اذا دخلت بیتك فسلم علٰی اھلك فھم احق من سلمت علیہ[2]

یعنی تمہارے بعض بعض کو (ایک دوسرے کو) سلام کیا کریں۔ یہ اس وقت کے لئے ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے تو گھر میں موجود اپنوں اور دیگر وہاں حاضرین کو سلام دے۔ جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کیا کرو، جن کو تم سلام دیتے ہو ان سے زیادہ حق گھر والے رکھتے ہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر خازن تحت آیۃ ۲۴/ ۶۱ مصطفی البابی مصر ۵/ ۹۱

حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یا بنی اذا دخلت علٰی اھلك فسلم یکون برکۃ علیك وعلٰی اھل بیتك۔ رواہ عنہ الترمذی وقال حسن غریب[1]۔

اے میرے بیٹے! جب تُو اپنے اہل پر داخل ہو تو سلام کر، وہ برکت ہوگا تجھ پر اور تیرے اہلِ خانہ پر۔ (امام ترمذی نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا اور فرمایا حدیث حسن غریب ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ نے فرمایا:

اذا دخلتم بیوتکم فسلموا علٰی اھلھا فان الشیطان اذا سلم احدکم لم یدخل بیتہ۔ رواہ الخرائطی فی مکارم[2] الاخلاق عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو اہل خانہ پر سلام کرو کہ جب تم میں کوئی گھر میں جاتے سلام کرتا ہے تو شیطان اُس گھر میں داخل نہیں ہوتا (خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

علامہ مجدالدین فیروز آبادی صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جاء الی البیت بلیل سلم سلاما یسمعہ المستیقظون ولا ینتبہ منہ الراقدون[3]۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب رات کو مکان میں تشریف فرما ہوتے ایسی آواز سے سلام فرماتے کہ جاگتے سُن لیتے اور سوتے نہ جاگتے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

سلام سنت ست نزد درآمدن درخانہ بر اہلِ خانہ[4]۔ گھر میں داخل ہونے پر گھر والوں کو سلام کرنا سنت ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب فی التسلیم اذا دخل بیتہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۵
[2] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دارالفکر بیروت ۶/ ۲۸۴
[3] شرح سفر السعادۃ (صراط مستقیم) فصل در اسلام وآداب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۰۱
[4] شرح سفر السعادۃ " " " " " " " ص ۱۰۱

صحیح مسلم وسنن ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذادخل بیتہ بدأ بالسواک[1]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کاشانہ اقدس میں تشریف فرما ہوتے پہلے مسواک فرماتے۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لاجل السلام علی اھلہ فان السلام اسم تشریف فاستعمل السواک للاتیان بہ[2]۔

یہ مسواک اپنے اہل پاک پر سلام فرمانے کیلئے تھی کہ سلام معظم نام ہے تو اس کے ادا کو مسواک فرماتے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

عین العلم میں ہے:

یسلم عند الدخول فی بیتہ لئلا یدخل الشیطان معہ وھو مأمور بہ[3] اھ ملخصًا۔

اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کریں تاکہ شیطان اُن کے ساتھ داخل نہ ہوسکے اھ ملخصًا (ت)

عالمگیری میں محیط سے ہے:

اذادخل الرجل فی بیتہ یسلم علی اھل بیتہ[4]

جب آدمی اپنے گھر میں جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کرے۔ (ت)

صیرفیہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے: ویسلم فی کل دخلۃ[5] (گھر میں ہر بار داخل ہوتے وقت سلام کیا جائے۔ ت)

بالجملہ یہ سنّت قرآن وحدیث وفقہ سب سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸
سنن النسائی " " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷
سنن ابی داؤد " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کان اذادخل بیتہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۲۴۹

[3] عین العلم الباب الثامن مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۵۴

[4] و [5] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۵

مسئلہ ۱۲۹ از شہر مذکور

بوالپسی ڈاک بعد بجا آوری تسلیم دست بستہ گزارش ہے فتوٰی عطیہ حضور ملا، وہ صاحب یہ چاہتے ہیں کہ کسی حدیث میں خاص تصریح ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات پر سلام کیا، زیادہ بجز آں کیا عرض کروں۔ خاکسار

الجواب

صحیح مسلم شریف کتاب النکاح، باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ ثم یتزوجہا حدیث طویل انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وام المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے:

فجعل یمر علی نسائه فیسلم علی کل واحدة منهن سلام علیکم کیف انتم یا اھل البیت[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات پر گزرنا شروع فرماتے اُن میں ہر ایک پر سلام فرماتے اور سلام علیکم کے بعد مزاج پرسی کرتے۔

دوسری روایت میں ہے

فخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتبعته فجعل یتبع حجر نسائه یسلم علیهن[2] واللہ تعالٰی اعلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور میں سایہ دار ہمراہ تھا ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے اور انھیں سلام فرماتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰ از کڑہ پرگنہ منورہ ضلع گیا مکان سید ابوصالح صاحب خان بہادر مرسلہ مولوی کریم رضا خان صاحب ۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

مصافحہ بعد نمازِ جمعہ وعیدین وصبح وعصر وبعد وعظ کے، اور معانقہ بعد عیدین کے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو کوئی اس فعل کے کرنیوالے کو جہنمی اور مردود اور رافضی کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب

مصافحہ ومعانقہ مذکورہ جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہوں جائز ہیں، اور بہ نیتِ محمود مستحب ومندوب،

---

[1] و [2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب فضیلۃ اعتاقہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۰-۶۱

اس فعل پر جہنمی و مردود و رافضی کا حکم لگانے والا خود ان الفاظ کا مستحق اور ضال ومضل و فاسق ہے؛

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباب المسلم فسوق[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام حاشیۂ درر و غرر میں ہے؛

المصافحة سنة عقب الصلوات کلھا و عند کل لقی ولنا فیھا رسالة سمیتھا سعادة اھل الاسلام بالمصافحة عقب الصلٰوة والسلام[2]۔

مصافحہ کرنا تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے موقع پر سنّت ہے۔ اسی موضوع پر ہمارا ایک رسالہ ہے جس کا نام سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلٰوۃ والسلام رکھا ہے (یعنی درود و سلام پڑھنے کے بعد مصافحہ کرنے میں مسلمانوں کے لئے سعادت ہے)۔ (ت)

حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید الازہری میں ہے؛

من المستحب (ای یوم العید) اظھار الفرح والبشاشة والتھنیة والمصافحة بل ھی سنة عقب الصلوات کلھا[3]۔

عید کے دن خوشی، فرحت اور مبارکباد کا اظہار کرنا اور باہم ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد مصافحہ سنّت ہے۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے؛

کذا تطلب المصافحة فھی سنة عقب الصلٰوة کلھا[4]۔

یوں ہی مصافحہ کی طلب کی جائے کیونکہ یہ ہر نماز کے بعد سنّت ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مسوی شرح موطا میں لکھتے ہیں؛

قال النووی اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتادہ

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ جان لیجئے کہ ہر میل ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن

---

[1] صحیح بخاری کتاب الآداب باب ماینہٰی عن السباب — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۸۹۳
[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام باب صلٰوۃ العیدین — میر محمد کتب خانہ کراچی — ۱/۱۴۲
[3] فتح المعین شرح الکنز لملا مسکین " " " — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۳۲۵
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام العیدین — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۲۸۹

الناس من المصافحة بعد صلوٰۃ الصبح و العصر فلا اصل لہ فی الشرع علٰی ھٰذا الوجہ ولکن لاباس بہ فان اصل المصافحۃ سنۃ و کونھم حافظوا علیھا فی بعض الاحوال لایخرج ذٰلک البعض من کونہ من المصافحۃ التی ورد الشرع باصلھا اقول ھکذا ینبغی ان یقال فی المصافحۃ یوم العید۔[1]

نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد عام لوگوں نے مصافحہ کرنے کی جو عادت بنالی ہے شریعت میں اس طریقے کی کوئی اصل نہیں مگر ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے، لیکن لوگوں کا بعض حالات میں اس کی محافظت کرنا اس بعض کو اس مصافحہ سے نہیں نکالتا کہ جس کی اصل شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح مناسب ہے کہ عید کے دن مصافحہ کرنے کو کہا جائے۔ (ت)

خود مولائے وہابیہ معلمِ ثانی نجدیہ منکرینِ زمانہ کے امام الائمہ میاں اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اصولِ وہابیت کو یوں ذبح فرماتے ہیں:

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت ست گو بدعتِ حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ روزِ عید و مصافحہ بعد نمازِ صبح یا عصر۔[2]

قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے تمام طریقے یوں ہی کھانا کھلانا، یہ سب کام بدعت ہیں گو کہ بدعتِ حسنہ ہیں جیسے عید کے دن بغلگیر ہونا اور نمازِ فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (ہاں البتہ میت کے ایصال ثواب کے لئے) کنواں کھودنا اور اسی طرح کا کوئی اور عمل کرنا مثلاً دعا، استغفار اور قربانی کرنا یہ سب کام جائز ہیں۔ (ت)

حضرات منکرین جوشِ پاسداریِ مذہب میں ائمہ وعلمائے سابقین کو جو چاہیں کہیں اور شاید بکمال جرأت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی آنکھ پھیر لیں، مگر کیا اپنے بڑے پیشوا میاں اسمٰعیل صاحب کو بھی جہنمی مردود رافضی مان لیں گے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو بلند مرتبہ اور ذی شان ہے۔ ت) تفصیل اس مسئلہ کی ہمارے رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (گلے میں ہار، عید کے دن بغلگیر ہونے کے جواز)

---

[1] مسوی مصفّٰی شرح مؤطا امام مالک باب یستحب المصافحۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۱

[2] زبدۃ النصائح (رسالہ نذور)

میں۔ت) میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: از کڑہ پرگنہ منورہ ضلع گیا مکان سید ابوصالح صاحب خان بہادر مرسلہ مولوی عبدالکریم خاں صاحب ۲۴ صفر ۱۳۱۴ھ

کسی عالم یا کسی دوسرے بزرگ کا ہاتھ چُومنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجروثواب پاؤ۔ت)

الجواب

ہاں جائز بلکہ مستحب ومندوب ومسنون ومحبوب ہے جبکہ بہ نیت صالحہ محمودہ ہو۔ امام بخاری ادب مفرد میں اور ابوداؤد وبیہقی زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ[1]۔

پھر ہم جلدی کرنے لگے تاکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں چُومیں۔(ت)

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انہ لاباس بتقبیل ید الحاکم المتدین والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبٰی[2]۔

کسی عالم اور پارسا شخص کے بطور تبرک ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں (درر) مصنف نے الجامع سے نقل فرمایا کہ دیندار حاکم اور عادل بادشاہ کے ہاتھوں کو بھی بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سنّت ہے (مجتبٰی)۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وقیل سنۃ ای تقبیل ید العادل والسلطان العادل قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما

مصنف کا قول "کہا گیا کہ یہ سنت ہے" (یعنی عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا) علامہ شرنبلالی نے فرمایا کہ حدیثوں کا مفاد سنیت یا استحباب ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس طرف

---

[1] الادب المفرد باب ۴۴۵ تقبیل الرجل ص ۲۵۳ و السنن الکبرٰی کتاب النکاح ۷/ ۱۰۲
سنن ابی داؤد کتاب الآداب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

اشار الیہ العینی[1]

اشارہ کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قدمر عن الخانیۃ والحقائق ان التقبیل علی سبیل البر بلا شہوۃ جائز بالاجماع[2]

فتاوٰی قاضیخان اور الحقائق کے حوالے سے پہلے بیان کیا گیا کہ نیکی کے انداز پر بغیر شہوت بوسہ دینا بالاتفاق جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیۃ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

بھلائی کے طریقے پر بوسہ دینا سب کے نزدیک جائز ہے، فتاوٰی قاضیخان۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۲: ۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ مصافحہ صبح کے وقت بعد نماز کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے بعد نماز صبح کے مصافحہ کیا تو وہ بدعت ہے یا سنّت؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر نماز سے پیشتر آج ملاقات نہ ہوئی تھی بعد نماز ملے یہ مصافحہ خاص مسنون ہے لکونہا عند اول اللقاء (اس لئے کہ یہ مصافحہ پہلی ملاقات کے وقت ہوا ہے۔ ت) اور اگر پہلے مل چکے تھے تو اب بعد نماز کے گویا بعد غیبت ملاقات جدیدہ ہے مصافحہ مذہب اصح میں مباح ہے،

کما حققہ فی المرقاۃ وقال فی نسیم الریاض انہ الاصح[4]، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی تحقیق فرمائی گئی، اور نسیم الریاض میں فرمایا: یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۵

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/۲۴۵

[3] درمختار ″ ″ ″ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

[4] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۳

مسئلہ ۱۳۳ ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ پر بیٹھے ہوں اور ایک شخص نے آکر کہا السلام علیکم، اس کے جواب میں انھوں نے جواب دیا: آداب عرض یا تسلیمات یا بندگی یا اُن میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اُٹھایا اور مُنہ سے کچھ جواب نہ دیا، پس کفایہ اشخاص مذکورہ اس صورت میں اُٹھ گیا یا نہیں؟ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

نہ، اور سب گنہگار رہے جب تک اُن میں کوئی وعلیکم السلام، وعلیك یا السلام علیکم نہ کہے کہ الفاظ مذکورہ بندگی، آداب، تسلیمات وغیرہا الفاظِ سلام سے نہیں ہیں۔ اور صرف ہاتھ اٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ کوئی لفظِ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے:

لفظ السلام فی المواضع کلھا السلام علیکم او سلامٌ علیکم بالتنوین وبدون ھذین کما یقول الجھال لایکون سلاما[1] اھ

سب مقامات پر لفظِ سلام (بصورت) السلامُ علیکم (بغیر تنوین معرف بہ لام ذکر کرنا) یا دوسری صورت تنوین کے ساتھ ذکر کرنا ہے سلامٌ علیکم۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرنا جائز نہیں جیسے جہلاء کا طریقہ ہے لہذا وہ سلام تصور نہیں ہوگا۔

اقول فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الا بالسلام اما وحدہ او بزیادۃ الرحمۃ والبرکات لقولہ تعالٰی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا[2]، ومعلوم ان ما اخترعوا من الالفاظ او الاجزاء بالایماء اما ان یکون تحیۃ او لا علی الثانی عدم براءۃ الذمۃ ظاھر لان المامور بہ التحیۃ وعلی الاول لیس عین السلام وھو ظاھر ولا احسن منہ فان المخترع لایمکن ان یکون احسن من الوارد فخرج عن کلا الوجھین وبقی الواجب الکفائی علی کل عین۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ ہوگا کیونکہ لفظِ سلام کا جواب اسی لفظ سے ہوسکتا ہے یا صرف یہی لفظ جواب میں کہا جائے یا اس کے ساتھ رحمت اور برکات کا اضافہ کیا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر جواب دو، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم وہی لوٹا دو (یعنی اگر کوئی تمھیں السلام علیکم کہے تو اسے اضافی الفاظ کے ساتھ یوں جواب دو

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۷

[2] القرآن الکریم ۴/۸۶

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر اتنا ہی جواباً کہہ دو وعلیکم السلام)
اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب فقط سلام ہی سے ہو سکتا ہے، اور یہ معلوم ہی ہے کہ لوگوں نے
جو الفاظ یا طریقے سلام کے لئے اشارہ وغیرہ کی صورت میں از خود گھڑ لئے ہیں ان کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں
ایک یہ کہ وہ تحیہ ہو یعنی سلام تصور ہو اور دوسرے یہ کہ وہ تحیہ یعنی سلام نہ ہو، بصورتِ ثانی ذمہ داری پوری
نہ ہونا (عدمِ برأتِ ذمہ) ظاہر ہے کیونکہ جس بات کا حکم دیا گیا (مامور بہ) وہ تحیہ یعنی سلام ہے، اور
پہلی صورت میں نہ تو وہ بعینہٖ سلام ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ اس سے بہتر (احسن) - اس لئے کہ خود ساختہ
اور بناوٹی چیز منقول اور وارد شدہ سے کسی طرح اچھی قرار نہیں دی جا سکتی - پس دونوں صورتوں میں سلام
کا جواب نہ ہوا - لہٰذا واجب کفایہ بذمہ ہر فرد باقی رہا اور ادا نہ ہوا - (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

قد صح بالاحادیث المتواترۃ معنی ان السلام باللفظ سنۃ وجوابہ واجب کذٰلک[1]

جو احادیث تواتر معنوی کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں ان سے بصحت ثابت ہے کہ سلام دینا اس کے الفاظ کے ساتھ سنّت ہے اور اس کا جواب دینا بھی اسی لفظ سے واجب ہے - (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبہوا بالیہود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیہود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم نصارٰی الاشارۃ بالکف - رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما وقال اسنادہ ضعیف[2] قال العلامۃ القاری لعل وجہہ انہ من عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وقد تقدم الخلاف فیہ وان المعتمد ان سندہ حسن

ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے، نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو نہ نصارٰی سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ کرنا ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلی سے اشارہ - (امام ترمذی نے اس کو حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰے عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے اور فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے - ملّا علی قاری نے فرمایا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت مذکورہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ کی سند کے ساتھ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۳۱
[2] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب جاء فی فضل الذی یبدأ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

لاسیما وقد اسندہ[1] السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمرو فارتفع النزاع و زال الاشکال[1] اھ **اقول** رحم اللہ مولانا القاری انما احالہ الامام السیوطی علی ت یعنی الترمذی فکیف یرتفع النزاع و یزول الاشکال ثم لیس تضعیف الترمذی لما ظن فان الجمهور و منهم الترمذی علی الاحتجاج بعمرو بن شعیب و بروایتہ عن عن ابیہ عن جدہ بل الوجہ انہ من روایۃ ابن لهیعۃ اذ یقول الترمذی حدثنا قتیبۃ نا ابن لهیعۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فذکرہ قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ ضعیف وروی ابن المبارک ھذا الحدیث عن ابن لهیعۃ فلم یرفعہ[2] اھ وقد قال فی کتاب النکاح باب

مذکور ہے اور اس میں پہلے اختلاف گزر چکا ہے لیکن معتمد یہ ہے کہ اس کی سند حسن ہے خصوصاً جبکہ امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس کو ابن عمرو کی طرف منسوب اور حوالے کیا ہے، لہذا نزاع ختم اور اشکال زائل ہوگیا اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی ملا علی پر رحم فرمائے کہ امام سیوطی نے تو اسے "ت" یعنی ترمذی کے حوالے کیا ہے پھر نزاع کیسے ختم اور اشکال کیسے زائل ہوسکتا ہے۔ پھر امام ترمذی کا ضعیف کہنا بھی ملا علی قاری کے خیال اور زعم کے مطابق نہیں اس لئے کہ جمہور نے (جن میں امام ترمذی بھی شامل ہیں) عمرو بن شعیب بروایت عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرنے سے استدلال کیا ہے (لہذا یہ وجہ ضعف نہیں ہوسکتی) بلکہ وجہ ضعف یہ ہے کہ حدیث مذکور ابن لهیعہ کی روایت ہے اس لئے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے ابن لهیعہ نے بیان کیا اس نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث ذکر فرمائی (اس کے متعلق) امام ترمذی نے فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے، اور حضرت عبداللہ ابن مبارک نے یہ حدیث ابن لهیعہ سے غیر مرفوع روایت فرمائی اھ۔ اور امام ترمذی نے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الآداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۴۳۱

[2] جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/۹۴

ماجاء فی من یتزوج المرأة ثم یطلقها قبل ان یدخل بها الحدیث رواہ بعین السند ثم قال ھذا حدیث لایصح ابن لھیعۃ یضعف فی الحدیث[1] اھ مختصرًا، وکذا ضعفہ فی غیر ھذا المحل فالیہ یشیر ھنا نعم الاظھر عندی ان حدیث ابن لھیعۃ لاینزل عن الحسن وقد صرح المناوی فی التیسیر ان حدیثہ حسن[2]

کتاب النکاح میں یہ باب ذکر فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے شادی کرے اور پھر ہمبستری سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے (تو کیا حکم ہے)، امام ترمذی نے بالکل بعینہٖ اسی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں (کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ نامی راوی ہے جسے حدیث کے سلسلے میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اھ مختصراً۔ یونہی اس مقام کے علاوہ بھی امام ترمذی نے اس کی تضعیف کی ہے۔ لہٰذا امام ترمذی یہاں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں (یعنی ابن لہیعہ کے ضعف کی طرف)، ہاں البتہ میرے نزدیک زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ابن لہیعہ کی روایت درجۂ حسن سے کم نہیں، چنانچہ علامہ مناوی نے "التیسیر" میں تصریح فرمائی ہے کہ اس کی حدیث حسن ہے۔ (ت)

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں،

اخرج الترمذی قال حدثنا سوید نا عبداللہ بن المبارک نا عبدالحمید بن بھرام انہ سمع شھر بن حوشب یقول سمعت اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام ترمذی نے تخریج کی اور فرمایا ہم سے سُوید نے بیان کیا، ان سے عبداللہ ابن مبارک نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں ہم سے عبدالحمید بن بہرام نے بیان کیا کہ اس نے شہر بن حوشب کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے اسماء دختر یزید سے سنا کہ وُہ بیان کرتی تھیں کہ ایک دن مسجد میں رسول اللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی من یتزوج الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۳

[2] التیسیر لامام المناوی تحت حرف اللام مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۲۹۰

مرفی المسجد یوما و عصبۃ من النساء قعود فالوی بیدہ ھذا حدیث حسن[1] الخ۔ قال الامام النووی وھو محمول علی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین اللفظ والاشارۃ و یدل علی ھذا ان ابا داؤد روی ھذا الحدیث وقال فی روایتہ فسلم علینا اھ، قال العلامۃ القاری بعد نقلہ قلت علی تقدیر عدم تلفظہ علیہ الصلٰوۃ والسلام بالسلام لا محذور فیہ لانہ ما شرع السلام علی من مر علی جماعۃ من النسوان وان ما مر عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام مما تقدم من السلام المصرح فھو من خصوصیاتہ علیہ الصلٰوۃ والسلام فلہ ان یسلم و لا یسلم وان یشیر ولا یشیر علی انہ قد یراد بالاشارۃ مجرد التواضع من غیر قصد

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا گزر ہوا جبکہ کچھ عورتوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی آپ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔ یہ حدیث حسن ہے الخ۔ امام نووی نے فرمایا یہ اس بات پر محمول سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ سلام اور اشارہ دونوں کو بیک وقت جمع کرکے استعمال کیا (یعنی زبان مبارک سے انہیں سلام کہا اور ہاتھ مبارک سے انھیں متوجہ کرنے کے لئے اشارہ فرمایا جو جائز اور درست اقدام ہے۔ مترجم) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا اھ، حضرت ملا علی قاری نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اس تقدیر پر کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے لفظِ سلام نہ بولا ہو تو پھر کوئی شرعی محذور (خلاف ورزی) نہیں، کیونکہ جو کوئی عورتوں کے گروہ کے پاس سے گزرے اس کے لئے انہیں سلام کرنا مشروع نہیں۔ اور اگر آپ نے زبان مبارک سے مستورات کی جماعت کو سلام کیا ہو جیسا کہ گزشتہ حدیث میں سلام کرنے کی تصریح موجود ہے، تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی دیگر خصوصیات کی طرح یہ بھی آپ کی خصوصیت ہو

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی التسلیم علی النساء امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

السلام[1] الخ **اقول** مبنی کلہ علی انہ لم یرد السلام ولا یظہر فرق بین ماذکراولا وما زاد فی العلاوۃ سوی انہ ذکر فیہا للاشارۃ محملا وھو التواضع وھذہ شاھدۃ الواقعۃ سیدتنا اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا شاھدۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلم فان لم یحمل علی التلفظ لزم ان تکون نفس الاشارۃ تسلیما وھو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تأمل لعل لکلامہ محملا لست احصلہ ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

لہذا آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ مستورات کے گروہ کو سلام کریں یا نہ کریں، اشارہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ (گویا آپ کی ذات پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، مترجم) علاوہ یہ کہ کبھی اشارہ سے بغیر قصدِ سلام کے صرف تواضع مراد ہوتی ہے الخ **اقول** (میں کہتا ہُوں) اس سب کی بنیاد اس پر ہے کہ آپ نے ارادہ سلام نہ فرمایا ہو۔ لہذا پہلے مذکورہ کلام اور اس کے علاوہ اضافی کلام میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اس دوسری توجیہ میں اشارہ کا محل تواضع بیان کردیا گیا۔ اور اس واقعہ کی عینی گواہ سیدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں جو چشم دید واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو سلام کیا (لہذا اس کا محمل تلفظ ہے۔ مترجم) اور اگر اس کو تلفظ پر حمل نہ کیا جائے تو پھر نفس اشارہ کا سلام ہونا لازم آئے گا اور شریعت میں اس کی نفی معلوم ہی ہے۔ پھر لامحالہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ مذکورہ کو سلام اور اشارہ دونوں کے جمع پر حمل کرنا واجب (ضروری) ہوا۔ یہاں اچھی طرح غور وفکر کیجئے شاید ان کے کلام کا کوئی اور قابلِ قدر محمل بھی ہو جو میں نہیں حاصل کرسکا۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے (ت)

مسئلہ ۱۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالالتزام بعد صلوٰۃِ فجر مصافحہ کرنا مسنون ہے یا مستحب، یا عبث یا مکروہ؟ بیّنوا للہ توجروا عند اللہ (اللہ تعالٰی کے لئے بیان فرماؤ تاکہ اس کے ہاں اجر وثواب پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

مباح ہے، فی نسیم الریاض الاصح انہا بدعۃ مباحۃ[2] ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (نسیم الریاض میں ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایسی بدعت ہے جو مباح ہے۔ اور اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۴۳۱

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳/ ۱۳

ہی اچھی طرح راہِ صواب کا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۱۳۵ تا ۱۳۹: مرسلہ عبدالمجید خاں ضلع ہگلی ڈاکخانہ رِشڑا سرکاری

22
22

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، بعد مصافحہ زید نے بکر کا ہاتھ چوما و آنکھوں سے لگایا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مرید اپنے پیر کا ہاتھ بعد مصافحہ چومنا ایک ضروری امر اپنے لئے سمجھے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) پیر کو اپنے مرید سے اپنا ہاتھ چُموانا چاہیے یا نہیں؟

(۴) ہاتھ چومنا کسی کا بزرگ سمجھ کر جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) ہاتھ چومنا سنت ہے یا فعلِ بزرگانِ دین یا فعلِ تابعین یا فعلِ صحابہ کرام؟ جواب ازروئے فقہ و حدیث نہ رسومِ شیوخ پابندِ طریق۔

الجواب

بزرگانِ دین مثل پیر مہتدی و عالمِ سُنّی کے ہاتھ چومنا جائز بلکہ مستحب بلکہ سُنّت ہے، ہاں کسی دُنیا دار کا ہاتھ دُنیا کے لئے چومنا منع ہے، درمختار میں ہے:

لاباس بتقبیل ید العالم والمتورع علی سبیل التبرک[1]

کچھ حرج نہیں کہ کسی عالم اور زاہد کے ہاتھوں کو حصولِ برکت کے لئے بوسہ دیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ او ندبہ کما اشار الیہ العینی[2]

علامہ شرنبلالی نے فرمایا: تُو نے یہ سمجھ لیا کہ حدیثوں کا مفاد (اس کام کا) سنّت یا مستحب ہونا ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

فی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ[3]

محیط میں ہے اس کی تعظیم اور عزت افزائی کی خاطر (ایسا کرنا) جائز ہے لیکن حصولِ دنیا کیلئے (ایسا کام کرنا) مکروہ ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

[2] ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۵

[3] درمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

مگر ہاتھ چومنا بایں معنی ضروری نہیں کہ فرض یا واجب ہے، ہاں رسم وعرفِ مسلمین میں اس کی دست بوسی شائع ہو تو اس کا ایک فعل مسنون یا مستحب ہے۔ احتراز کرکے مسلمانوں کی عادت کا خلاف کرنا اور وحشت دلانا یہ جائز نہیں۔ حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے:

خروجه عن العادة شهرة و مکروه۔[1]

لوگوں کی مقرر عادت سے باہر ہونا (اور اس کا خلاف کرنا) ایک گونہ شہرت (نمائش) اور مکروہ ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا و لا تنفروا۔[2]

خوشخبری سناؤ اور (لوگوں کو) نفرت نہ دلاؤ۔ (ت)

اور پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چومنا بایں معنی کہ وُہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھا دیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

طلب من عالم او زاهد ان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله اجابه و قیل لا۔[3]

کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیزگار) سے کسی نیازمند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اُس کے حوالے کرے اور اُن پر اُسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تاکہ وُہ انھیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما اخرجه الحاکم ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فاذن له فقبل رجلیه۔[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے محدّث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انھوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس نے انھیں اجازت دی تو انھوں نے آپ کے قدم چومے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف التسعۃ نوریہ رضویہ ۲/ ۵۸۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[4] ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

رسالہ

ابرالمقال فی استحسان قبلۃ الاجلال ۱۳۰۸ھ

(بوسۂ تعظیمی کے مستحسن ہونے میں درست ترین کلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۴۰: از سورت کٹھور مسجد پرب مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب از علیگڑھ مدرسہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مرسلہ مولوی سندی صاحب طرفہ ایں کہ از ہر دو جا بوقت واحد سوال آمد (طرفہ یہ کہ ایک ہی وقت دونوں جگہوں سے سوال آیا۔ ت) ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ شہر موریس میں قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا دو گز لمبا اور سوا گز چوڑا لٹکا ہوا ہے اور وہاں کے باشندے میمن وغیرہ سب سوداگر لوگ خاص و عام بعد فراغ پنجگانہ کے اُس ٹکڑے کو بوسہ دیتے ہیں اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیوں کے بوسہ دینے میں بہت ہی ہجوم کرتے ہیں، کوئی چار بوسے دیتا ہے کوئی زیادہ کوئی کم، جیسا کسی کا موقع لگا ویسا ہی اس نے کیا، اور کوئی ہجوم اور کثرت کی وجہ سے محروم بھی رہ جاتا ہے، اور اس امر میں اُس کو معظم چیز سمجھ کر کمال کوشش کرتے ہیں، کسی قدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہیں، اور عوام کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں

لیکن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس میں بہت مبالغہ کرتے ہیں، آیا یہ امر شرعاً موجبِ ثواب ہے یا کسی امر خارجی کی وجہ سے مستوجبِ عذاب ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

بوسۂ تعظیم شرعاً وعرفاً انحاءِ تعظیم سے ہے، اسی قبیل سے ہے بوسۂ آستانۂ کعبہ و بوسۂ مصحف و بوسۂ نان و بوسۂ دست و پائے علماء و اولیاء۔

وکل ذٰلک مصرح بہ فی الکتب کالدر المختار[1] من معتمدات الاسفار۔

درمختار جیسی دیگر معتمد کتب میں اس تمام کی تصریح کی گئی ہے (ت)

خود احادیث کثیرہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا دست و پائے اقدس حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و مہرِ نبوت کو بوسہ دینا وارد،

کما فصلنا بعضہ فی کتابنا البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ۔

جیسا کہ ہم نے بعض کو اپنی کتاب البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (ت)

اور ما نحن فیہ سے اقرب و اوفق حدیث عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ انھوں نے منبر انور سرور اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے موضع جلوس اقدس کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا رواہ ابن سعد فی طبقاتہ[2] (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اسے روایت کیا۔ ت) اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے مروی کہ زمانۂ منبر اعظم کو جو مزارِ اقدس وازہر پر ہے یعنی اُس کے بازو پر جو گول شکل کا ایک لنگرہ سا بنا دیتے اُسے دہنے ہاتھ سے مَس کرکے دُعا مانگا کرتے۔ امام قاضی عیاض رفعت روحہ فی روح الریاض شفا شریف میں فرماتے ہیں،

قال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یسلم علی القبور أتیہ مائۃ مرۃ واکثر یجیئ الی القبر فیقول السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر ثم ینصرف ورؤی واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حضرت نافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جب حجرہ پاک کی قبروں کو سلام کرتے حاضر ہوکر سَو سے زائد مرتبہ کہتے "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام" پھر چلتے ہوئے منبر شریف پر

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵
[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۲۵۴

من المنبر ثم وضعها علی وجھہ وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا خلا المسجد حسّوا رمّانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ سے مس کرکے اپنے چہرے پر لگاتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم جب مسجد نبوی سے نکلتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ ہو کر دُعا کرتے۔ (ت)

غرض شرعاً و عرفاً معلوم و معروف کہ جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماست بھی باقی رہتا ہے اور اس کی تعظیم اس معظم کی انحائے تعظیم سے گنی جاتی ہے اور معاذ اللہ اُس کی توہین اُس معظم کی توہین تاج سلطان کو مثلاً زمین پر ڈال نا صرف اُسی وقت اہانت سلطان نہ ہوگا جبکہ وہ اس کے سر پر رکھا ہو بلکہ جُدا ہونے کی حالت میں بھی ہر عاقل کے نزدیک یہی حکم ہے، یونہی تعظیم۔ شفاء شریف میں ہے:

من اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ من مکۃ والمدینۃ ومعاھدہ وما لمسہ علیہ الصلٰوۃ والسلام او عرف بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام اسباب، تمام مشاہد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے تمام مکانات، متعلقہ اشیاء اور جن چیزوں کو آپ نے مس فرمایا یا جو آپ سے معروف ہیں کی تعظیم و تکریم بجا لانا ہے۔ (ت)

اور بیشک تعظیم منسوب بلحاظ نسبت تعظیم منسوب الیہ ہے اور بیشک کعبہ شعائر اللہ سے ہے تو تعظیم غلاف تعظیم کعبہ و تعظیم شعائر اللہ شرعاً مطلوب،

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد التواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۷۰
[2] " " " " " " فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ ۲/ ۴۴

ومن یعظم شعائر اللّٰه فانہا من تقوی القلوب۔[1]

اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقوٰی ہے (ت)

بلکہ نظر ایمانی سے مَس و لَمس کی بھی تخصیص نہیں جس شَے کو معظّم شرعی سے کسی طرح نسبت ہے واجب التعظیم وموردِ محبت ہے ولہذا بلدۂ طیبہ مدینہ طیبہ سکینہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کے در و دیوار کو مَس کرنا اور بوسہ دینا اہلِ حُب و ولا کا دستور اور کلماتِ ائمہ وعلماء میں مسطور، اگرچہ اُن عمارات کا زمانۂ اقدس میں وجود ہی نہ ہو شرفِ مس سے تشرف درکنار و للہ در من قال (اللہ تعالٰی کیلئے خوبی جس نے کہا) ؎

امرّ علی الدیار دیار لیلٰی
اقبل ذاالجدار و ذاالجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا[2]

(میں دیارِ لیلٰی سے گزرتے ہوئے دیواروں اور دیوار والوں کو بوسہ دے رہا تھا اور میرے دل میں اس دیار والی رچی بسی ہے لیکن اس دیار کے باسیوں سے محبت ہے۔ ت)

شفاء شریف میں ہے:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتہا علی جسد سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدارس ومشاھد ومواقف ان تعظم عرصاتہا وتتنسم نفحاتہا وتقبل ربوعہا وجدراتہا[3] اھ ملخصا۔

جن مقامات کی مٹی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد پاک کو لگی ہے ان راستوں، مشاہد اور مواقف کے میدانوں کی تعظیم، فضاؤں کی تکریم، ٹیلوں اور دیواروں کو بوسہ دینا مناسب ہے اھ ملخصاً (ت)

پھر ارشاد فرماتے ہیں: ؎

یا دار خیر المرسلین ومن بہ
ھدی الانام وخص بالاٰیات

عندی لاجلک لوعۃ وصبابۃ
وتشوق متوقد الجمرات

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] شفاء السقام الباب الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۷۳
جواہر البحار وتہم الامام المقری ضمن جواہرہ فتح المتعال فی مدح النعال النبویہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۷۷
نسیم الریاض فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۳۴

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی " " عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۵۔ ۴۶

وعلی عہد ان ملأت محاجری　　من تلکم الجدرات والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینھا　　من کثرۃ التقبیل والرشفات[1]

(خیر المرسلین، جہان کے ہادی اور معجزات والے کی رہائش گاہ۔ میرے ہاں آپ کی وجہ سے درد، عشق اور اظہار شوق ہے جس سے کنکریاں جل رہی ہیں جس وقت میں ان دیواروں اور میدانوں کی زیارت سے اپنی نگاہوں کو سیراب کروں تو بوسے اور چوسنے کی کثرت سے میں اپنی سفید ریش کو ضرور مٹی سے ملوث کروں گا۔ت)

اس سے بھی ارفع واعلٰی واضح وجلی یہ ہے کہ طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً علمائے دین ائمہ معتمدین نعل مطہر وروضہ معطر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل تالیفیں کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف ہے۔ جزاھم ربھم جزاء حسناً ورزقھم برکۃ خیر النعال امنا وسکنا اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو جزائے حسن اور اس بہتر نعال شریف کی برکت امن سکون عطا فرمائے آمین ت)

محدث علامہ فقیہ ابوالربیع سلیمن بن سالم کلاعی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: ؎

یا ناظرا تمثال نعل نبیہ　　قبل مثال النعل لامتکبرا[2]

(اے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشہ نعل مبارک دیکھنے والے! اس نقشہ کو بوسہ دے بے تکبر کے)

قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں: ؎

لمن قد مس شکل نعال طٰہٰ　　جزیل الخیر فی یوم المآب
وفی الدنیا یکون بخیر عیش　　وعز فی الھناء بلا ارتیاب
فبادر والثم الاثار منھا　　بقصد الفوز فی یوم حساب[3]

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۴۶
[2] جواہر البحار ومنھم الامام احمد المقری الخ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۱۶۳
[3]

(نقشۂ نعل طٰہٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیرِ کثیر ملے گی اور دُنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش و عزت و سرور میں رہے گا تو روزِ قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے)

شیخ[۱] فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعلِ مقدس سے عرض کرتے ہیں ؎

فی مثلک یا نعال اعلی النجبا | اسرار بیمنها شهدنا العجبا
من مرّغ خده به مبتهلا | قد قام له ببعض ما قد وجبا

(اے سید الانبیا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہارِ عجز و نیاز کے ساتھ اپنا رخسارہ اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشۂ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں ادا کرے)

وہی فرماتے ہیں،

مثال نعل بوطی المصطفیٰ سُعدا | فامدد الی لثمه بالذل منك یدا
واجعله منك علی العینین معترفا | بحق توقیره بالقلب معتقدا
وقبله واعلن بالصلاة علی | خیر الانام وكرر ذالك مجتهدا[۲]

(یہ نقشہ اُس نعل مبارک کا جو مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے اُس کے وجوب و توقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اُسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجا لا)

سید[۳] محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں: ؎

مثال نعال المصطفیٰ اشرف الورٰی | به مورد لا تنتقی عنه مصدرا
فقبله لثما وامسح الوجه موقنا | بنیة صدق تلق ما کنت مضمّا

(مصطفےٰ اشرف الخلق صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نقشۂ نعلِ اقدس میں وہ مرتبہ حضور ہے

---

[۱]
[۲]
[۳]

جس سے تُو رجوع نہ چاہے تو اُسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا)

محمد بن فرج سبتی[5] فرماتے ہیں : ؎

فمی قبلتھا مثل نعل کریمۃ — تبقبیلھا یشفی سقام من اسمہ استشفی[1]

(اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ سے شفا طلب کر مرض دُور ہوتا ہے)

علامہ احمد بن مُقرّی تلمسانی صاحب فتح المتعال[6] فرماتے ہیں : ؎

اکرم بتمثال حکی نعل من — فاق الوری بالشرف الباذخ

طوبیٰ لمن قبلہ منبا ء — یلثمہ عن حبہ الراسخ[2]

(کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرفِ عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا)

علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں : ؎

[3]
الثم ثری الاثر الکریم فحبذا — ان عزت منہ بلثم ذا التمثال[3]

(نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کہ اُس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے)

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب شریف میں احد الفضلاء المغاربۃ (فضلائے مغرب میں سے ایک۔ ت) کہا، اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں : ؎

مثال لنعلی من احب ھویتہ — فھا انا فی یومی ولیلی الثمہ[4]

(میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور رات دن

---

[1]

[2] فتح المتعال

[3]

[4] شرح الزرقانی علی المواہب نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مصر ۵/ ۵۷

اُسے بوسہ دیتا ہوں)

امام[9] ابوبکر احمد ابن امام ابو محمد عبد اللہ بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں: ؎

ونعل خضعنا ھیبۃ لبھائھا وانا متی نخضع لھا ابدا نعلو
فضعھا علی اعلی المفارق انھا حقیقتھا تاج وصورتھا نعل[1]

(اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اُس کے لئے خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت میں تاج اور صورت میں نعل ہے)

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ و محدث و ماہر و ضابط و متین الدین صادق الورع و بے نظیر ہونا مسطور۔

امام[10] علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدیحۂ علامہ ابو الحکم مغربی کو مااحسنھا[2] (کیا ہی اچھا ہے۔ت) اور نظم علامہ ابن عساکر سے للہ درہ[3] (اللہ کیلئے اسکی بھلائی ہے) فرمایا۔ علامہ[11] زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الثم التراب الذی حصل لہ النداوۃ من اثر النعل الکریمۃ ان امکن ذلک والا فقبل مثالھا[4]
اگر ہوسکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔

علامہ[12] تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور فرمایا:

من فوائد ذلک ان من لم یمکنہ زیارۃ الروضۃ فلیزر مثالھا ولیلثمہ مشتاقا لانہ ناب مناب الاصل
یعنی اس نقشہ کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ عالیہ کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرلے اور شوق سے لے بوسے

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۷۰
[2] " " " " " ۲/۴۶۹
[3] " " " " " ۲/۴۶۷
[4] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ ۵/۴۸

كما قد ناب مثال نعله الشريفة مناب عينها فی المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحيحة ولذا جعلوا له من الاكرام والاحترام ما يجعلون للمنوب عنه[1] الخ۔

کہ یہ مثال اُس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع و خواص میں یقیناً یہ اُس کا قائم مقام ہوا جس پر تجربہ صحیحہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین نے نقشہ اعزاز و احترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں الخ۔

(۱۳) سیدی علامہ محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہٗ صاحبِ دلائل الخیرات نے بھی علامہ مذکور کی پیروی کی اور دلائل شریف میں نقشہ روضۂ مبارک لکھا اور خود اس کی شرح کبیر میں فرمایا :

انما ذكرتها تابعا للشيخ تاج الدين الفاكهانی فانه عقد فی كتابه "الفجر المنير" بابا فی صفة القبور المقدسة وقال ومن فوائد ذٰلك[2] الخ۔

میں نے شیخ تاج الدین فاکہانی کی اتباع میں اس کو ذکر کیا انھوں نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کا باب قائم کیا اور فرمایا اس کے فوائد سے ہے الخ (ت)

(۱۴) اسی طرح علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرمایا :

حيث قال اعقب المؤلف رحمه الله تعالٰی ورضی عنه ترجمة الاسماء بترجمة صفة الروضة المباركة والقبور المقدسة وموافقا فی ذٰلك وتابعا للشيخ تاج الدين الفاكهانی فانه عقد فی كتابه الفجر المنير بابا فی صفة القبور المقدسة ومن فوائد ذٰلك ان يزور المثال من لم

جہاں انھوں نے فرمایا مؤلف رحمہ اللہ تعالٰی نے اسماء کے عنوان کے بعد روضہ مبارکہ اور قبور مقدسہ کے بیان کے لئے باب قائم فرمایا شیخ تاج الدین فاکہانی کی موافقت کرتے ہوئے کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں قبور مقدسہ کے بیان کے لئے عنوان قائم فرمایا اور اس کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ جس کو اصل روضہ پاک

---

[1] الفجر المنیر
[2] شرح دلائل الخیرات للجزولی

یتمکن من زیارۃ الروضۃ ویشاھدہ مشتاقا ویلثمہ ویزداد فیہ حبا و قد استنابوا مثال النعل عن النعل وجعلوا لہ من الاکرام والاحترام ماللمنوب عنہ وذکروا لہ خواصا و برکات وقد جربت[1] الخ۔

کی زیارت نصیب نہ ہو تو وہ نقشِ نعل کی زیارت کرے اور بوسہ دے اور خوب محبت کا مظاہرہ کرے علماء نے نعل کے نقشہ کو نعل کے قائم مقام قرار دے کر اس کے لئے وہی اکرام و احترام قرار دیا جو اصل نعل شریف کے لئے ہے اور انھوں نے اس کے خواص و برکات ذکر کئے جن کا تجربہ ہو چکا ہے۔(ت)

دیکھو علمائے کرام کے یہ ارشادات نقشوں کے باب میں ہیں جو خود علین منتسب بھی نہیں بلکہ اُس کی مثال و تصویر ہیں تو غلافِ کعبہ کو بعینہٖ معظم شرعی یعنی کعبہ معظمہ سے خاص نسبت مس رکھتا ہے اُس کی نسبت بہ نیت تعظیم و تبرک ان افعال کے جواز میں شک و شبہہ کیا ہے،

فان المقتضی فی العموم موجود والمانع فی الخصوص مفقود وذٰلک کاف فی حصول المقصود والحمد للہ العلی الودود۔

عموم کا تقاضا ہے جبکہ خاص کے لئے کوئی مانع نہیں ہے مقصد کے حصول کے لئے یہ کافی ہے، اللہ تعالٰی بلند ذات کے لئے حمد ہے۔(ت)

رہا لوگوں کا اُس پر ہجوم کرنا یہ بھی آج کی بات نہیں قدیم سے آثارِ متبرکہ پر اہلِ محبت و ایمان یونہی ہجوم کرتے آئے۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ کتبِ حدیث میں ہے جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سالِ حدیبیہ قریش کی طرف سے خدمتِ اقدس حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں حاضر ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو دیکھا،

انہ لایتوضأ الا ابتدروا وضوءہ و کادوا یقتتلون علیہ ولا یبصق بصاقا ولا یتنخم نخامۃ الا تلقوھا باکفھم فدلکوا بھا

یعنی جب حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آبِ وضو پر بیٹنا بانہ دوڑتے ہیں قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں اور جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] مطالعات المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴۴

وجوھھم واجسادھم الحدیث۔[1] لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھکارتے ہیں اُسے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔

کادوا یقتتلون علیہ کی حالت کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ عالیہ میں ثابت کادوا یکونون علیہ لبدا سے کہ یہاں سوال میں مذکور بدرجہا زائد ہے[2] یونہی بوسہ سنگِ اسود پر ہجوم وتزاحم زمانِ قدیم سے ہے بالجملہ اس نفس فعل کا جواز یقینی، اور جب نیت تبرک وتعظیم شعائر اللہ ہے تو قطعاً مندوب اور شرعاً مطلوب، مگر پنجگانہ نماز کے بعد علی الدوام اس کی زیارت وتقبیل کا التزام، اور جمعہ کے دن عام عوام کے بیقیدانہ ہجوم واژدحام میں اگر اندیشہ بعض مفاسد دینیہ ہو تو اس تقیید والتزام واطلاق اژدحام سے بچنا چاہئے اور خود ہر وقت پیش نظر معلق رہنا باعثِ اسقاط حرمت ہوتا ہے ولہٰذا حرمین طیبین کی مجاورت ممنوع ہوئی، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد حج تمام قوافل پر درّہ لئے دورہ فرماتے اور ارشاد کرتے "اے اہلِ یمن! یمن کو جاؤ، اے اہلِ شام! شام کا راستہ لو، اے اہلِ عراق! عراق کو کوچ کرو کہ اس سے تمہارے رب کے بیت کی ہیبت تمہاری نگاہوں میں زیادہ رہے گی"۔ راہ اسلم وطریق اقوم یہ ہے کہ اُسے کسی صندوقچہ میں ادب وحرمت کے ساتھ رکھیں اور احیاناً خواہ ہفتے میں کچھ دن قرار دے کر بروجہ اجلال حسن واعظام مستحسن اُس کی زیارت مسلمین کو کرادیا کریں جس طرح سلطان اشرف عادل نے شہر دمشق الشام کے مدرسہ اشرفیہ میں خاص درسِ حدیث کے لئے ایک مکان مسمّٰی بدار الحدیث بنایا اور اس پر جائداد کثیر وقف فرمائی اور اُس کی جانبِ قبلہ مسجد بنائی اور محراب مسجد سے شرق کی طرف ایک مکان نعلِ مقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے تعمیر کیا اور اُس کے دروازے پر مسی کواڑ زر سے ملمع کرکے لگائے کہ بالکل سونے کے معلوم ہوتے تھے اور نعل مبارک کو آبنوس کے صندوق میں بادب رکھا اور بیش بہا پردوں سے مزیّن کیا یہ دروازہ ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو کھولا جاتا اور لوگ فیضِ زیارت سراپا طہارت سے برکات حاصل کرتے، کما ذکر العلامۃ المقری فی فتح المتعال وغیرہ فی غیرہ (جیسا کہ علامہ مقری نے فتح المتعال میں اور انکے علاوہ دیگر علماء نے دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے) یہ مدرسہ ودار الحدیث مذکور ہمیشہ مجمع ائمہ وعلماء رہے امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم اس میں مدرس تھے پھر امام

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۹

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ الخ عبد التواب اکیڈمی ملتان ۲/۳۱

خاتم المجتہدین ابوالحسن تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی صاحب شفاء السقام ان کے جانشین ہوئے، یونہی اکابر علماء درس فرمایا کئے، سلطان موصوف کے اس فعل محمود پر کسی امام سے انکار ماثور نہ ہوا بلکہ امید کی جاتی ہے کہ خود وہ اکابر اُس کی زیارت میں شریک ہوتے اور فیض و برکت حاصل کرتے ہوں۔ محدث علامہ حافظ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نور النبراس میں فرماتے ہیں قال شیخنا الامام المحدث امین المالکی:

وفی دار الحدیث لطیف معنی — وفیہا منتہی ارَبی وسؤلی
احادیث الرسول علی تتلی — وتقبیلی لاٰثار الرسول[1]

(یعنی ہمارے استاذ امام محدث امین الدین مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مدرسہ دارالحدیث میں ایک لطیف مقصد ہے اور اس میں میرا مقصود اور مطلوب بر وجہ کامل حاصل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ پر پڑھی جاتی ہیں اور حضورِ والا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثار شریفہ کا بوسہ مجھے نصیب ہوتا ہے)

غرض طریقہ زیارت تو یہ رکھیں پھر جسے بے ادب و حرمت بے وقت وزحمت شرف بوس مل سکے فبہا ورنہ صرف نظر پر قناعت کرے، بوسہ سنگ اسود کہ سنت مؤکدہ ہے، جب اپنی یا غیر کی اذیت کا باعث ہو ترک کیا جاتا ہے تو اس بوسہ کا تو پھر دوسرا درجہ ہے۔

ھذا ھو الطریق اسلم والحکم الوسط القوم الاقوم، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

یہ سلامتی کا طریقہ ہے اور درمیانہ حکم مضبوط و قوی ہے اور اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے اس کا علم اتم و احکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱: اکثر مخلوقِ خدا کا یہ طریق ہے کہ وقتِ اذان اور وقتِ فاتحہ خوانی یعنی پنجآیت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں، اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں آیا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان میں وقتِ استماعِ نامِ پاک صاحبِ لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے

---

[1] نور النبراس حافظ برہان الدین حلبی

کلام سے خالی پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت ماننے یا اسے مسنون و مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد،

اخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس و اورده الامام السخاوی فی المقاصد الحسنة[1] والعلامة خیرالدین الرملی فی حواشی البحرالرائق وذکره العلامة الجراحی فاطال وبعد اللتیا والتی قال لم یصح فی المرفوع من هذا شیئ کما اثره المحقق الشامی فی ردالمحتار[2]۔

اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں، خیرالدین رملی نے بحرالرائق کے حاشیہ میں اور علامہ جراحی نے طویل بیان فرمایا اور بحث کے بعد فرمایا اس بارے میں مرفوع صحیح حدیث نہیں ہے جیساکہ محقق شامی نے ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے۔ (ت)

اور بعض کتب فقہ میں مثل جامع الرموز شرح نقایہ و فتاوٰی صوفیہ و کنز العباد و شامی حاشیہ درمختار کے کراکثر ان میں مستندات علماکا لقاء اسمٰعیلیہ سے ہیں وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ فاضل قہستانی شرح مختصر وقایہ میں لکھتے ہیں:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولٰی من الشهادة الثانیة صلی اللّٰه علیك یارسول اللّٰه وعند سماع الثانیة منها قرة عینی بك یارسول اللّٰه ثم یقال اللّٰهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یکون قائدا له الی الجنة کما فی کنز العباد[3] انتهی۔

جان لو بیشک اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللّٰہ علیك یارسول اللّٰہ اور دوسری شہادت کے سننے پر قُرَّۃُ عینی بك یارسولَ اللّٰہ کہنا مستحب ہے، پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ تو حضور اکرم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائینگے جیساکہ کنز العباد میں ہے انتہی (ت)

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

---

[1] المقاصد الحسنة حدیث ۱۰۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۴

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷

[3] جامع الرموز کتاب الصلوٰۃ فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

ونحوه فی الفتاوی الصوفیة[1] الخ ایسے ہی فتاوی صوفیہ میں ہے الخ (ت)

پس حق اس میں اس قدر کہ جو کوئی بامید زیادتِ روشنائی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت حدیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے اُس پر برنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعلاً حدیث صحیح نہ ہونا اُس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں کما صرح بہ الفاضل علی القاری فی شرح الاربعین وھذا ظاهر جدا (جیسا کہ فاضل علی قاری نے شرح الاربعین میں اس کی وضاحت کی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) اور صیغہ اعمال میں تصرف استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے جیسا کہ تصانیف شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے ظاہر اور خود یہ نفس حکم تجویز استخراج بھی ان کے کلام میں مصرح۔ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتهاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت طلوع صبح صادق باسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بآں نور دوختن ویا نور را گفتن تا ھزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد[2] الخ۔

جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ از صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یا نور ہزار بار تک پڑھنے سے قوتِ ملکیہ حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

چند نوع از کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ منامات صادقہ کشف و اشراف بر خواطر واز انجملہ ظہور تاثیر در دعائے او ورقی و اعمال تصریفیہ او تا عاملے بفیض او منتفع شوند[3] الخ۔

چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جدا نہیں ہو پاتیں جن میں ایک سچی خوابیں اور دلوں کی خواہشوں پر اطلاع اور انہی میں سے دعاؤں کی تاثیر اور دَم وغیرہ جاری اعمال اس سے عامل کو فیض حاصل ہوتا ہے الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷
[2] ہوامع لشاہ ولی اللہ
[3] " " "

البتہ اسمٰعیلیہ کا حکم لزومی والتزامی کہ یہ فعل اور اس کے امثال محض حرام وسخت بددینی ومثل شرک مخل اصل ایمان اور زنا وقتل مومن سے بدتر جس کے صغرٰی یعنی فعل کے ابتداع پر اسمٰعیلیہ کو خود اقرار اور کبرٰی تصریحات تقویۃ الایمان سے آشکار اگرچہ علمائے اسمٰعیلیہ بنظر مصلحت اُس سے تنزل کیا کریں محض باطل ومردود ومخذول ومطرود ہے،

وعلیھم اثباتہ بالبرھان ولنا ردعلیھم باوضح بیان ان شاء اللہ الرحمٰن المستعان۔

اور ان پر شرک اور حرام کو ثابت کرنا لازم ہے اور ہمیں ان کا رَدکرنا واضح دلائل سے ان شاء اللہ لازم ہے۔(ت)

اور پنجآیت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک یہاں پر بنائے مذہب ارجح واصح، غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیے، والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل۔

مسئلہ ۱۴۲: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ازمکان میر خادم علی اسسٹنٹ ۴ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت محمدی وفضلائے طریقۃ احمدی دریں مسئلہ کہ مس ابہامین ونہادن علی العینین دروقت اذان موذن وغیرہ فعل وطریقہ انیقہ مستحب صحابہ کرام وسنت خیر البشر آدم علیہ السلام ست اور اعلمائے ظواہر غیر مقلدین بہ سبب حقارت واستخفاف واہانت حرام گویند مرتد وکافر می شوند یا نہ؟ بیان فرمایند بسند کتاب اجر یابند روزِ حساب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وفضلائے طریقت اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی اذان کے وقت اپنی آنکھوں پر انگوٹھے چوم کر لگانا یہ فعل وطریقہ صحابہ کرام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس عمل کو غیر مقلدین فرقہ کے لوگ حقارت کے طور پر حرام کہتے ہیں کیا وہ کافر اور مرتد ہوں گے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں، اللہ تعالٰی اجر عطا فرمائے قیامت کے روز، تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔(ت)

الجواب

قال سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان[1] ہر کہ از شما امر نا روا بیند باید کہ بدست خویش تغیرش دہد واگر نتواند پس بزبان واگر نتواند پس بدل وآں ضعیف ترین الایمان ست رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا البخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ونیز درحدیث آمد النصح لکل مسلم[2] دین آنست کہ ہر مسلمان را خیر خواہی کند اصلہ عند احمد والشیخین وابی داؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی والنسائی ابی ہریرۃ واحمد عن ابی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین پس پیش از جواب امرے ضروری ومہم تر باید شنید خیر البشر وخیر الناس وافضل الخلق واکرم البریہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العٰلمین ست صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم

فرمایا: تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے روکے، اور اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس کو ائمہ ستہ میں سے بخاری کے علاوہ سب نے اور امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث میں ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے، اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس اور ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ پس جواب سے قبل ایک ضروری بات اور اہم امر سُن لینا چاہئے کہ افضل الخلق اور اکرم الناس اور خیر البشر اور اکرم البریہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العالمین ہیں آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب سب پر درود وسلام ہو

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۹ و ۵۲

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث جریر بن عبداللہ " " ۴/ ۳۶۵-۶۶
صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم " باب الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۴-۵۵

وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، کافہ مسلمین بریں معنی اجماع دارند۔ فقیر غفرلہ اللہ المولے القدیر در تفضیل مطلق حضور افضل برحق صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم رسالہ مبسوط گرد آوردہ ام مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" ۱۳۰۵ھ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اجمعین آنجا بہ دہ آیت وصد حدیث نقش حق بر کرسی تحقیق نشاندہ ام کہ ہیچ یکے از انبیائے مرسلین وخلق اللہ اجمعین بکمال رفیع وجلال منیع حضور سید العالمین اکرم الاولین والآخرین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نمیرسد مانا کہ قلم سائل طغیان کرد وبجائے ابو البشر خیر البشر سرزد او اراد الخیریۃ الجزئیۃ من جھۃ الابوۃ متاولا لبعض مایذکر فی الباب والاول اسلم بل ھو المفرع ان سائد الواقع واللہ بذات الصدور اعلم حق آنست کہ ہچو عبارت احتراز واجب ولازم وفرض متحتم ست واللہ الھادی، اکنوں بجواب مسئلہ پردازیم آرے دریں باب از خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و ریحانہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

تمام مسلمانوں کا اس معنٰی پر اجماع ہے۔

فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے حضور افضل برحق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلت مطلقہ پر مبسوط رسالہ مسمّٰی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" ۱۳۰۵ھ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین لکھا ہے۔ اس میں دس آیات کریمہ اور سو حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی بھی انبیاء و مرسلین اور تمام مخلوق میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبۂ کمال بلند و بالا کو نہ پہنچا۔ ہو سکتا ہے کہ سائل کا قلم پھسل گیا ہو ابو البشر کی جگہ آدم علیہ السلام کو خیر البشر لکھنا سرزد ہو گیا ہو یا سائل نے تاویل سے کام لے کر ابوّت والی جزوی فضیلت کی بنا پر آدم علیہ السلام کو خیر البشر کہہ دیا ہو، جیسا کہ بعض مقامات پر ایسی تاویل سے کام لیا جاتا ہے، لیکن پہلا احتمال اگر واقع میں ایسا ہو تو اس میں احتیاط ہے، اللہ تعالٰی دلوں کے حال بہتر جانتا ہے۔ حق یہی ہے کہ ایسی عبارت سے پرہیز لازم بلکہ اہم فرض ہے، اللہ تعالٰی ہدایت کا مالک ہے۔ اب سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہ درست ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھول حضرت

امام حسن مجتبیٰ و حضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہم حدیثہا در کتبِ علماء مرویست کہ امام شمس الدین سخاوی در مقاصدِ حسنہ بتفصیل برخے ازانہا پرداخت ومحط کلام محدثین کرام محققین اعلام کہ در تصحیح و تضعیف وجرح وتوثیق راہ تساہل وتشدید سپردہ اند آنست کہ دریں باب حدیثے از حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرجۂ صحت فائز نشدہ در مقاصد فرمود لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ[1] در موضوعات کبیر ست ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ[2]، در ردالمحتار از علامہ اسمٰعیل جراحی نقل نمایند لم یصح فی المرفوع من ھذا شیئ[3]، و بر خادم حدیث مخفی نیست کہ در اصطلاح محدثین نفی صحت نفی حسن ہم نمی کند تا بہ نفی صلاح وتماسک و صلاح تمسک یا دعوٰی وضع چہ رسد، قال القاری فی الموضوعات قال ابوالفتح الازدی لا یصح فی العقل حدیث قالہ ابوجعفر العقیلی

امام حسن مجتبیٰ اور حضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہم سے علماء کی کتب میں مرویات موجود ہیں جبکہ امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے، روایات کی تصحیح وتضعیف اور جرح وتوثیق میں سختی اور نرمی سے کام لینے والے محدثین ومحققین کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی مرفوع حدیث درجۂ صحت کو نہ پہنچی، مقاصد حسنہ میں فرمایا اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث مرفوع صحت کو نہیں پہنچی۔ موضوعات کبیر میں ہے اس مسئلہ میں مرویات کا مرفوع ہونا یقیناً صحیح نہیں ہے۔ ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی سے منقول ہے کہ اس میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے۔ کسی بھی خادم حدیث پر مخفی نہیں ہے کہ محدثین کی اصطلاح میں کسی حدیث کی صحت کا منتفی ہونا اس کے حسن کے انتفاء کو مستلزم نہیں کہ اس سے استدلال کی نفی لازم آئے چہ جائیکہ وہاں حدیث کے موضوع ہونے کا دعوٰی کیا جائے۔ ملا علی قاری نے موضوعات میں فرمایا کہ ابوالفتح الازدی نے فرمایا ہے عقل کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں یہ بات ابوجعفر عقیلی

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

[2] اسرار المرفوعۃ حدیث ۸۲۹ " " " " ۲۱۰

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۲

وابوحاتم بن حبان انتہی، و
لایلزم من عدم الصحۃ وجود
الوضع کما لایخفی اھ ملخصًا [1]،
امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام
قدس سرہٗ فرمود قول من قال فی
حدیث انہ لم یصح ان سلم
لم یقدح لان الحجۃ لاتتوقف
علی الصحۃ بل الحسن کاف [2]،
باز در فضائل اعمال حدیث ضعیف باجماع
ائمہ مقبول ست نص علیہ غیر واحد
من الحفاظ منہم الامام
النووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ،
باز چوں نیک در نگری کلمات مذکورہ علمائے محدثین
ظاہر ست در آنکہ نفی صحت ہمیں باحادیث
مرفوعہ مخصوص ست و ایں جا خود در آثار موقوفہ
کفایتے ست کافیہ وحجتے وافیہ، لاجرم علّامہ
علی قاری مکی رحمہ اللہ تعالٰی در کتاب مذکور بعد
قول مسطور لایصح رفعہ البتۃ [3] میفرماید قلت و
اذا ثبت رفعہ الی الصدیق
رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی للعمل
بہ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام

اور ابوحاتم بن حبان نے فرمائی ہے اھ اور اس
عدمِ صحت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا
جیسا کہ واضح ہے اھ ملخصا، محقق علی الاطلاق علّامہ
کمال الدین محمد بن الہمام نے فرمایا کسی حدیث
کے متعلق عدمِ صحت کا قول اگر تسلیم بھی کرلیا جائے
تو اس سے حدیث کی حجیت ختم نہ ہوگی کیونکہ حجیت
محض صحت پر موقوف نہیں بلکہ حدیث کا حسن ہونا
بھی حجیت کے لئے کافی ہے، نیز اعمال کے
فضائل میں ضعیف احادیث بھی اجماعِ ائمہ کے
مطابق مقبول ہے، یہ بات کئی ائمہ وحفاظِ حدیث
سے منصوص ہے ان میں امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی
بھی شامل ہیں، اور پھر یہ کہ اس مسئلہ میں علمائے
حدیث کے الفاظ کو غور سے دیکھا جائے تو انہوں
نے یہاں صرف مرفوع حدیث کی صحت کی نفی فرمائی
ہے جبکہ موقوف روایات یہاں حجت کے لئے کافی
ہیں، چنانچہ مُلّا علی قاری نے اپنے قول مذکور
"یہ روایت بطور مرفوع صحیح نہیں ہے" کے بعد
لکھا ہے قلت (میں کہتا ہوں کہ) جب اس
روایت کا رفع حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی
عنہ تک ثابت ہے تو اس پر عمل کے لئے یہ
کافی دلیل ہے کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

[1] الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ۱۲۲۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۱۸
[2] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸
[3] الاسرار المرفوعۃ تحت حدیث ۸۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۰

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1]
یعنی چوں اسناد ایں فعل بجانب جناب
صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ بہ پایۂ ثبوت رسید
درعمل بسند ست زیراکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فرمودہ لازم باد برشما سنتِ من وسنت
خلفائے راشدینِ من رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین
درکنز العباد وشرح نقایہ علامہ شمس ہروی
وفتاوٰی صوفیہ وردالمحتار حاشیہ درمختار
وغیرہا اسفار کہ ایں ہمہ از مستندات کبرے مانعین ست
باستحباب ایں عمل تصریح رفت سیدی خاتمۃ المحققین
امین الدین محمد عابدین شامی قدس سرہ السامی
فرماید یستحب ان یقال عند سماع الاولٰی
من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک
یارسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قرۃ
عینی بک یارسول اللہ ثم یقول
اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع
ظفری الابہامین علی العینین
فانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یکون قائدا
لہ الی الجنۃ کما فی کنز العباد اھ قہستانی
ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ[2] الخ باز اگر
بالفرض ہیچ نبودی تا ازقبیل اعمال علماء و
مشائخ ہست رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین

نے فرمایا: تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی
سنّت پر عمل لازم ہے۔ یعنی چونکہ اس فعل کی اسناد
جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تک پایۂ ثبوت
کو پہنچتی ہیں اس لئے عمل کے لئے سند ہے کیونکہ
مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے
کہ "تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ
تعالٰی عنہ کی سنت پر عمل لازم ہے"۔ کنز العباد،
شرح نقایہ، علامہ شمس ہروی، فتاوٰی صوفیہ،
ردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب جو مانعین
حضرات کے بڑوں کی مستند کتابیں ہیں، یہ تمام
اس عمل کے استحباب پر متفق ہیں۔ سید محمد عابدین
شامی قدس سرہ نے فرمایا: اذان میں پہلی بار
شہادت سن کر صلی اللہ علیک یارسول اللہ
اور دوسری بار سن کر قرۃ عینی بک یارسول اللہ
کہہ کر آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کرکے اے اللہ!
مجھے سمع وبصر سے فائدہ عطا فرما (اس عمل کی
برکت سے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس
کے لئے جنت لے جانے میں قیادت فرمائیں گے
جیسا کہ کنز العباد میں ہے اھ قہستانی، فتاوٰی صوفیہ
میں اسی طرح کی عبارت ہے الخ، پھر بالفرض اگر
کوئی روایت بھی نہ ہو تو کم از کم علماء ومشائخ رحمہم اللہ
تعالٰی علیہم اجمعین کے اعمال اور وظائف میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹
[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۷

کہ بغرض زیادت روشنائی بصر بجا آوردہ وبحسن نیت وصدق طویت ببرکت او فائدہ حاصل کردہ اند، امام سخاوی رحمہ اللہ تعالٰے از جمعی کثیر از علماء وصلحاء نقلش نمود، علامہ طاہر فتنی علیہ رحمۃ الغنی در مجمع بحار الانوار فرمودہ روی تجربۃ ذلک عن کثیرین[1] ودر ہمچو مقام زنہار بورود تصریح در قرآن وحدیث حاجت نیست علماء را سلفاً وخلفاً اجماع عملی وسکوتی قائم ست کہ در امثال امور بہر جلب سرور سلب شرور گوناگوں اعمال و اوفاق واذکار، اوراد وادعیہ ونقوش ورقی وتعاوید برآرند وخود خوانند ونویسند وبکار برند وبدیگراں تعلیم کنند واجازت دہند وبریں معنی از ہیچ معتمدی انکار نشوند و ودر مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ امام قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری و مدارج النبوۃ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی وغیرہما چیزہا ازیں باب مذکور ست وایںک علامہ ابن الحاج مکی مالکی صاحب کتاب المدخل کہ تشدیدے بلیغ دارد در انکار بدع و حوادث او خود شستی در ہمیں کتاب اعمال جدیدہ بہر اغراض عدیدہ ذکر کردہ واز سیدی عارف باللہ ابو محمد مرجانی

یہ شامل ہے کہ وہ آنکھوں کی بینائی میں اضافہ کے لئے یہ وظیفہ کرتے چلے آئے ہیں اور اپنی حُسنِ نیت اور صدقِ عزم سے اس وظیفہ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، امام سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کثیر علماء وصلحاء کی جماعت سے نقل فرمایا ہے۔ علامہ طاہر فتنی علیہ الرحمۃ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں: کثیر بزرگوں سے اس کا مجرب ہونا مروی ہے ایسے مقام میں قرآن وحدیث کی تصریح کی کوئی حاجت نہیں۔ علماء کرام کا سلفاً خلفاً اجماع عملی اور سکوتی چلا آرہا ہے کہ خوشی کے حصول، شر کے دفعیہ کے لئے گوناگوں اعمال، اذکار، اوراد، دُعائیں، تعویذ ونقوش کرتے خود لکھتے اور پڑھتے اور دوسروں کو تعلیم دیتے اور اجازتیں دیتے چلے آرہے ہیں، ان امور میں کسی بھی معتمد علیہ شخصیت کا انکار ثابت نہیں۔ مواہب لدنیہ و منح محمدیہ امام قسطلانی شارح بخاری اور مدارج النبوت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی وغیرہما میں ایسے بہت سے امور مذکور ہیں، علامہ ابن الحاج مکی مالکی رحمہ اللہ تعالٰے جو کہ بدعات کے رد میں شدت فرماتے ہیں، نے اپنی کتاب المدخل میں متعدد اغراض کے لئے جدید اعمال ذکر فرمائے ہیں، اور انھوں نے اپنے اساتذہ ومشائخ مثلاً عارف باللہ ابو محمد مرجانی

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہورۃ علی الالسن الخ مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/۲۲۳

وغیرہ مشائخ واساتذہ خود آورد کہ ہرگز چیزے از
آنہا از حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ
والتحیۃ بلکہ از صحابہ و تابعین ہم روئے ثبوت
ندیدہ است بلکہ چیزہا بینی کہ خود از مخترعات ایں
علماء باشد ہم ازیں باب ست عمل جدری
یعنی مرض چیچک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی
در تفسیر سورۂ بقر ذکر نمود و خود از قول الجمیل
وغیرہ تصانیف شاہ ولی اللہ دہلوی چہ
پرسی کہ از انجا ازیں قبیل تودہ تودہ مخترعات
ومحدثات تواں یافت شاہ صاحب مذکور
در ہوامع شرح حزب البحر سپید گفت
کہ "اجتہاد را در اختراعِ اعمال تصریفیہ
راہ کشادہ ست مانند استخراج اطباء نسخہائے
قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است
کہ در وقتِ طلوع صبح صادق یا اسفار
مقابل صبح نشستن و چشم را باں نور
دوختن و "یا نور" را گفتن تا ہزار بار
کیفیت ملکیہ را قوت میدہد[1] الخ۔
بالجملہ در جواز ایں فعل اصلاً مجال
مقال ومحل شبہہ و احتمال
نیست و ہیچ دلیلے از دلائل شرع
بر منع و تحریمش دلالت ندارد و فقیر
غفر اللہ تعالیٰ دریں مسئلہ رسالہ حافلہ

وغیرہ سے یہ اعمال ذکر فرمائے ہیں، اور خود فرمایا کہ
یہ جدید وظائف و اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
بلکہ صحابہ کرام و تابعین تک سے ہرگز ثابت نہیں
بلکہ آپ کو معلوم ہے کہ تمام اعمال ان علماء کے
ایجاد کردہ ہیں، انہی امور میں سے چیچک کے لئے
ایک عمل تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز
رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ذکر فرمایا، اس
معاملہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب
قول الجمیل وغیرہ تصانیف کا کیا کہنا، ان میں جگہ جگہ
اس قسم کے جدید ایجاد کردہ اعمال کا ذکر موجود ہے،
حضرت شاہ صاحب نے ہوامع شرح حزب البحر
میں فرمایا کہ "اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کو اختراعِ
اعمال میں کافی دخل ہے جس طرح کہ اطباء حضرات
قرابادین کے نسخوں میں استخراج کرتے ہیں چنانچہ
اس فقیر (شاہ ولی اللہ صاحب) کو معلوم ہے
کہ صبح صادق کے طلوع کے وقت مطلع کی
طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا اور اپنی آنکھوں کو صبح کی
روشنی کے سامنے کھلا رکھنا اور ہزار بار "یا نور"
کا ورد کرنا ملکی قوت میں اضافہ کی کیفیت پیدا
کرتا ہے الخ" خلاصہ یہ کہ اس قبیل ابہامین کے
عمل کے جواز میں کسی اعتراض یا شبہہ کی گنجائش
نہیں ہے، اور اس کے منع پر کوئی شرعی دلیل
نہیں ہے۔ اس فقیر (مصنف علیہ الرحمۃ) کا

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

کافلہ مسمّی بنام تاریخی منیر العین فی
حکم تقبیل الابہامین تصنیف کردہ ام
وآنجا بحول اللہ تعالٰی کلام را باقصے مراتب نقد
وتحقیق رسانیدہ ہر کرا ہوائے اطلاع بر قول فیصل
وفصل مفصل در سرشت گو خوش بیاد بسوئے
آں رسالہ مراجعت انیجا جواب سائل
راہمیں قدر پسندست کہ چیزے کہ حرمتش از شرع
مطہر ثابت نیست ہر کہ حرامش گوید افترا
برشرع مطہر میکند وافترا برخدا ورسول و آسان
کارے ست؟ والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی،
قال ربنا تبارك قدس ولا تقولوا لما تصف
السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام
لتفتروا على الله الكذب
ان الذين يفترون
على الله الكذب لا يفلحون[1] ۝ اینان
کہ اصول کاسدہ وفروع فاسدہ در دین
اختراع کردہ صدہا مباحات شرعیہ بلکہ مستحبات
قطعیہ بلکہ سنن ثابتہ را بدعت شنیعہ وحرام شدید بلکہ
مخل اصل ایمان وشرک صریح وواجب العقاب وقطعی
الوعید میگویند قطعاً برخدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم دروغ می بندند و در مغاک ہلاک فقد باءو
باحدھما[2] ومن اظلم ممن افتری علی اللہ

اس مسئلہ میں ایک مستقل جامع رسالہ مسمّی بہ اسم
تاریخی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" تصنیف کردہ
ہے جس میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کلام کو انتہائی
مرتبہ تک پہنچانے میں تحقیق وتنقیح سے کام لیا ہے،
جس کو اس معاملہ میں قولِ فیصل پر اطلاع کا شوق
ہو تو وہ اس رسالہ کی طرف رجوع کرے، یہاں
سائل کے لئے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ
جس چیز کی حرمت شرعاً ثابت نہیں اس کو حرام
کہنا شریعت پر افتراء ہے اور اللہ تعالٰی اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کیا آسان کام ہے
واللہ تعالٰی اعلم، اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اللہ تعالٰی
پر افتراء کرتے ہوئے اپنی زبانوں سے جھوٹ مت
بناؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، جو لوگ اللہ تعالٰی
پر افتراء کرتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔" ان لوگوں
نے دین میں من گھڑت اصول اور فاسد مسائل کا
اختراع کرکے صدہا شرعی مباحات بلکہ مستحبات کو
بلکہ سنن ثابتہ کو بدعت سیئہ اور حرام بلکہ اصل ایمان
کے لئے مخل اور صریح شرک اور واجب العقاب
والوعید قرار دیا ہے یہ اللہ تعالٰی اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ افتراء باندھتے
ہیں اور ہلاکت کا راستہ اپناتے ہیں، اور متعدد
آیاتِ وعید کا مصداق بنتے ہیں، ان لوگوں کا

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " " ۱/۵۷

کذباً[1] وغیر ذٰلک من المہالک می افتند وایں معنی ایشاں را نہ ہمیں بر فسق وارتکاب کبیرہ مقتصر دارد بلکہ بجہت عقد قلب واتخاذ مذہب بفسق عقیدہ وضلالت بعیدہ وبدعت طریدہ کشد وآنہمہ احکام خلل اصل ایمان ووجوب عذاب وقطعیت عقاب بحکم حدیث انا عند ظن عبدی بی[2] وقاعدۂ عقلی ونقلی اقرار مرد آزار مردہم برشئے ایشاں برگردد وحکم تیر بازگشت پیدا کند اما ہیہات کفر چیزے عظیم ست وزنہار آدمی را برنیارد از دائرۂ اسلام مگر انکار امرے کہ در آوردہ بودش اقرارش ورود فعل اینکار از حضرت ابو البشر یا دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہنوز بپایۂ صحت نرسیدہ است پس کجا تواتر پس کجا بودنش از ضروریاتِ دین وخود انکار واستخفاف ایشاں مبنی بر آنست کہ ثابت ندانند نہ آنکہ ثابت گویند وراہِ اہانت پویند پس تکفیر را زنہار مساغی نیست وخود از اعظم خطایائے، ایں بیباکان زبان بتکفیر مسلمانان کشادن وبکمترین چیزے حکم شرک وکفر دادن ست وھم

عمل ان کو نہ صرف فسق وگناہِ کبیرہ میں مبتلا کرتا ہے بلکہ ان کے دلی عقیدہ اور مذہب کی بنا پر فسق عقیدہ، ضلالت وگمراہی شدیدہ سے بڑھ کر ان کے اصل ایمان میں خلل اور عذاب کی قطعیت کی طرف ان کو ڈالتا ہے، "میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں" حدیث کے حکم کی وجہ سے کہ جیسا عقیدہ ویسا نتیجہ پائیں گے، اور عقلی ونقلی قاعدہ ہے کہ اپنے اقرار پر آدمی پھنس جاتا ہے، تاہم کسی پر کفر کا حکم بہت بڑا معاملہ ہے، دائرہ اسلام سے کسی شخص کو خارج نہیں کرتا مگر اسلام میں داخل کرنے والے امر کا انکار، جبکہ تقبیل کا عمل حضرت آدم علیہ السلام یا دیگر انبیاء علیہم السلام سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا چہ جائیکہ درجۂ تواتر کو پہنچے اور ضروریاتِ دین کے درجہ میں ہوجائے، ان لوگوں کا اس عمل سے انکار صرف اس بات پر مبنی ہے کہ یہ عمل ثابت نہیں، نہ کہ ثابت مان کر ازراہِ اہانت انکار کرتے ہیں لہذا اس بنا پر ان کو کافر کہنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس بنا پر کافر کہنا خود خطرناک معاملہ ہے، یہ بدبخت لوگ ہیں جو مسلمانوں کو اپنی زبانوں سے کفر میں مبتلا کرتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر ان کو مشرک اور کافر

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب التوبۃ " " " ۲/ ۳۵۴

مسئولون عنه یوم الجزاء و علیهم الخروج عن عهدته فی دار القضاء حذر باید بود کہ خصلت شنیعہ و شنعت قطعیہ ایں مبتدعان بخود سرایت نکند و باللہ العصمہ آرے اگر بظواہر احادیث صحیحہ مثل باء بہا احدھما و حار علیہ و کفر بتکفیرہ[1] کہ از اعاظم ائمہ محدثین مثل امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان در صحاح و مسانید و سنن و خودشان از حضرات عبداللہ بن عمرو و ابوھریرہ و ابوذر و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم روایت نمودند نظر کردہ آید خاصہ کہ ایں جہولان را بزعم خودشان ہم العمل بظواہر احادیث جمہ و نام ست یا بفتوائے امام فقیہ ابوبکر اعمش و سائر ائمہ بلخ و بسیاری از ائمہ بخارا کہ مکفر مسلم را مطلقاً کافر گویند عمل نمودہ شود بلکہ ہم بر مذہب مصحح و معتمد و مختار للفتوی کہ اگر تکفیر مسلم نہ بروجہ شتم بلکہ بطور اعتقاد و جزم ست کافر گردد و در درمختار ست بہ یفتی[2]؎

کہتے ہیں، یہ قیامت کے روز جوابدہ ہوں گے اور ان کو فیصلہ کے وقت اس الزام کا جواب دینا ہوگا، بہت احتیاط کرنی ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کی خصلت قبیحہ اور قطعی بدبختی کا ارتکاب لازم نہ آئے، ہاں، کافر و مشرک کہنے کی بنا پر کفر دونوں میں کسی ایک پر ضرور عائد ہوتا ہے اور ہلاک کرتا ہے اور کسی کی بلاوجہ تکفیر پر کفر کا حکم لازم ہوتا ہے، یہ روایات بڑے بڑے ائمہ محدثین امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے صحاح، مسانید، سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، ابوذر اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرمائی ہیں، یہ جاہل لوگ جو کہ ظاہر حدیث پر عمل بزعم خویش لازم کہتے ہیں اور اہل حدیث کہلاتے ہیں ان کو غور کرنا چاہیے کہ ان روایات کا مصداق ہیں یا نہیں، اور کیا امام فقیہ ابوبکر اعمش اور تمام ائمہ بلخ اور بہت سے ائمہ بخارا کا فتوٰی ہے کہ کسی مسلمان کی تکفیر سے انسان مطلقاً کافر ہوجاتا ہے، پر عمل لازم آتا ہے بلکہ معتمد اور صحیح مذہب پر فتوٰی ہے کہ کسی مسلمان کو بطور اعتقاد جازم کافر قرار دینے سے انسان کافر ہوجاتا ہے، اور درمختار میں ہے اسی پر فتوٰی ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " ۱/ ۵۷
[2] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

ودر شرح نقایہ قہستانی انه المختار[1]، ودر ذخیرہ واحکام وجواہر اخلاطی وفصول عمادی، وشرح درر وغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ علامہ ابن الشحنہ ونہر الفائق وحدیقہ ندیہ وفتاوی ہندیہ وردالمحتار وغیرہا انه المختار للفتوی[2] بالقطع والیقین بریں طائفہ مکفرہ مسلمین حکم کفر وارتداد بلاریب لازم ست چنانکہ من فقیر در رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید ۱۳۰۵ مفصل گفتہ ام اما بحمد اللہ تعالٰی مارا ہنوز احتیاط درکار است واز اکفار ایں اہل اکفار اجتناب وانکار کما بینتہ ایضا فیہا وفی غیرہا من تصانیفی وفتاوای واللہ الہادی انه مولای واللہ سبحٰنه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

اور شرح نقایہ قہستانی میں "انه المختار" ذخیرہ، احکام، جواہر اخلاطی، فصول عمادی، شرح درر وغرر، شرح نقایہ برجندی، شرح وہبانیہ علامہ ابن الشحنہ، نہر الفائق، حدیقہ ندیہ، فتاوی ہندیہ اور ردالمحتار وغیرہا کتب میں انه المختار للفتوٰی بالقطع والیقین فرمایا ہے تو مسلمانوں کو کافر کہنے والے اس طائفہ پر ان فتاوی کی روشنی میں کفر وارتداد کا حکم بلاشک وشبہہ لازم آتا ہے، جیسا کہ اس فقیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے اپنے رسالہ مبارکہ مسمّٰی باسم التاریخی "النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں مفصل بحث ذکر کی ہے تاہم ہمیں بحمدہٖ تعالٰی ابھی احتیاط لازم اور ضروری ہے اور ان کافر بکنے والوں کو کافر کہنے سے اجتناب کریں گے جیسا کہ میں نے اسی رسالہ اور دیگر تصانیف میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہدایت دینے والا اور وہی میرا مولٰی ہے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳: از بہار شریف محلہ شیخانہ متصل عیدگاہ مرسلہ محمد یٰسین ومحمد حسین طالبان علم ۹ شوال ۱۳۱۶ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چومنا اور پھر باوجود تعظیم اس پر پیر رکھ کے اندر جانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا علی الخصوص محبوبان خدا انبیائے تعظیم حضرت

---

[1] جامع الرموز کتاب الحدود فصل فی القذف مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۳۵

[2] ردالمحتار " باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۳

عزّت جل وعلا ہے قال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ[1]

جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں۔

وقال تعالیٰ:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2]

جو اللہ کے شعاروں کی تعظیم کرے وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القراٰن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط[3]۔ رواہ ابوداؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

یعنی بوڑھے مسلمان اور عالم باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں اللہ تعالےٰ کی تعظیم سے ہیں۔ (اسے ابوداؤد نے ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

اور علمائے کرام قدیماً وحدیثاً فقہاً وحدیثاً تصریحات فرماتے آئے کہ حرمۃ المسلم حیّاً ومیتاً سواء مسلمان زندہ ومردہ کی حرمت یکساں ہے، ولہذا علماء نے وصیت فرمائی کہ قبر سے اتنا ہی قریب ہو جتنا زندگیٔ دنیا میں صاحبِ قبر سے قریب ہو سکتا اس سے زیادہ آگے نہ جائے۔ عالمگیریہ میں ہے:

فی التھذیب یستحب زیارۃ القبور وکیفیۃ الزیارۃ کزیارۃ ذٰلک المیت فی حیاتہ من القرب والبعد کذا فی خزانۃ الفتاوی[4]۔

تہذیب میں ہے زیارتِ قبور مستحب ہے، زیارت کی کیفیت یہ ہے کہ جتنا قرب و بُعد میت کی زندگی میں اس کی زیارت کیلئے ہوتا تھا بعد مرگ بھی اتنا ہی ہو، خزانۃ الفتاوی میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۰

[2] " ۲۲/۳۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[4] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۰

اور شک نہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عُرف و عادت پر ہے کما حققہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ فی اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (جیسا کہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ نے "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) توجس کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے وہاں جو جو افعال وطُرق حسبِ عرف وعادت قوم کے جاتے ہیں اُسی مطلوبِ شرعی کی تحت میں داخل ہوں گے جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی نہ ثابت ہو، جیسے سجدہ یا قبر کی طرف نماز کہ یہ شرعاً ممنوع ہیں، و لہذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر علامہ سندھی نے لباب میں اور ان کے سوا اور علمائے کرام نے زیارتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں فرمایا:

کلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا۔[1]

جو کچھ تعظیم واجلال میں زیادہ داخل ہو خوب ہے۔

ابن حجر مکّی نے جوہر منظم میں فرمایا:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم۔[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اُن جمیع اقسام تعظیم کے ساتھ جس میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں یعنی جنھیں نورِ ایمان بخشا ہے۔

ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور۔[3]

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (ت)

جب یہ اصلِ کُلّی معلوم ہوگئی حکم صورِ مسئولہ منکشف ہوگیا آستانہ بوسی پر یہ اعتراض کہ اوّل چُومیں گے پھر پاؤں رکھ کر جائیں گے محض نادانی ہے کعبۂ معظمہ ومسجد حرام شریف میں بھی یہی صورت ہے اور ضرورت ایک دوسرے کے منافی نہیں۔ منسک متوسط میں ہے:

ثم یأتی الملتزم ویأتی الباب ویقبل العتبۃ

طواف کرنیوالا ملتزم پر آئے اور دروازے پر

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورۃ المقصد الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴
لباب المناسک مع ارشاد الساری باب زیادۃ سید المرسلین فصل ولو توجہ الی الزیارۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۶
[2] الجوہر المنظم الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۲
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

ویدعو ویدخل البیت[1] الخ۔	آکر چوکھٹ کو بوسہ دے اور دعا کرکے اندر داخل ہو الخ۔ (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

ان یدخل المسجد من باب السلام حافیا وزاد فی کنز العباد ویقبل عتبتہ[2] (ملخصا)	مسجد حرام میں باب السلام سے ننگے پاؤں داخل ہو، کنز العباد میں یہ لفظ زائد ہے اور بوسہ دے چوکھٹ کو۔ ملخصاً۔ (ت)

اور شک نہیں کہ آستانہ بوسی عرفاً انحائے تعظیم سے ہے اور شرعاً اس سے منع ثابت نہیں تو حکم جواز چاہیے **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مگر یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی مگر بتوفیق حضرت عزت عزجلالہ شرع مطہرہ کا قاعدہ عظیمہ وجلیلہ معروفہ مشہورہ ہے کہ الامور بمقاصدھا (امور میں مقاصد کا اعتبار ہے۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[3]	اعمال نیات کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔ (ت)

انحنا یعنی جھکنے اور پیٹھ دوہری کرنے سے کسی کی تعظیم شرعاً مکروہ ہے اور جب بقدر رکوع یا اس سے زائد ہو تو کراہت سخت واشد ہے، حدیث میں ہے:

قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لا الحدیث[4] رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم اپنے کسی بھائی یا دوست کو ملتے ہیں تو کیا ملاقات میں اس کے لئے جھکا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نہیں۔ الحدیث۔ اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی صفۃ طواف الوداع دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۷۰

[2] المسلک المتقسط فصل لیستحب ان یدخل المسجد من باب السلام الخ " " ص ۸۷

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[4] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء علی المجالس فی الطریق امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

عالمگیریہ میں ہے:

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی، ویکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی؛ تجوز الخدمۃ لغیر اللہ تعالٰی بالقیام واخذ الیدین والانحناء ولایجوز السجود الا للہ تعالٰی کذا فی الغرائب[1] انتھی قلت وکان محمل ھذا علی ما اذا لم یبلغ الرکوع فیکرہ تنزیہا وھو یجامع الجواز کما نصوا علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

سلطان وغیرہ کے لئے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ عمل مجوس کے فعل کے مشابہ ہے جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اس پر نہی وارد ہے جیسا کہ تمرتاشی میں ہے غیر اللہ کی تعظیم کے لئے قیام، مصافحہ اور جھکنا جائز ہے ہاں سجدہ سوائے اللہ تعالٰی کے کسی کے لئے جائز نہیں ہے یوں غرائب میں ہے اھ میں کہتا ہوں اس قیام کا محل وہ قیام ہے جو رکوع کی حد تک نہ ہو کیونکہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، یہ کراہت جواز کو جامع ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مگر محلِ ممانعت یہی ہے کہ نفس انحنا سے مقصود اصلی غرض تعظیم ہو،

کما ھو مفاد قولہ اینجنی لہ، وفحوی قولھم عند التحیۃ، ویعطیہ الحصر فی قولھم بہ ورد النھی۔

جیسا کہ سائل کے قول "کیا اس کیلئے جھکے" اور فقہاء کے قول "عند التحیۃ" سے مفاد اور ان کے قول "بہ ورد النھی" نے اس کا حصر دیا ہے۔ (ت)

اور اگر مقصود کوئی اور فعل ہے اور انحنا خود مقصود نہیں بلکہ اُس فعل کا محض وسیلہ و ذریعہ ہے تو ہرگز ممانعت نہیں وھو اظھر من ان یظھر (یہ ظاہر سے اظہر ہے۔ ت) عالمِ دین یا سلطانِ عادل کی خدمت کے لئے اس کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر حاضر لانا، یا بچھونا کرنا، یا وضو کرانا، پاؤں دُھلانا یا اُس کا جُوتا اٹھانا، یا مجلس سے اُٹھتے وقت اس کی جُوتیاں سیدھی کرنا، یہ سب افعالِ تعظیم و تکریم ہی ہیں اور اُن کے لئے جُھکنا ضرور مگر یہ انحناء زنہار ممنوع نہیں کہ مقصود ان افعال سے تعظیم ہے نہ جھکنے سے یہاں تک کہ اگر بے جُھکے یہ افعال ممکن ہوں جُھکنا نہ ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بستر مبارک بچھانا، وضو کرانا، حضور جب مجلس میں تشریف رکھیں نعلینِ اقدس اُٹھا کر اپنے پاس

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ کراچی ٥/٣٦٩

رکھنا جب تشریف لے جائیں حاضر کرکے سامنے رکھنا، یہ دونوں جہان کی عزتیں مبارک معزز خدمتیں بارگاہِ رسالت سے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سپرد تھیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطھرۃ۔[1]

کیا تمہارے ہاں نعلین اور بستر، طہارت والے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) موجود نہیں (ت)

مرقاۃ میں ہے:

قال القاضی یرید بہ انہ کان یخدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویلازمہ فی الحالات کلھا فیصاحبہ فی المجالس ویأخذ نعلہ ویضعھا اذا جلس وحین نھض ویکون معہ فی الخلوات فیسوی مضجعہ ویضع وسادتہ اذا اراد ان ینام ویھیئ لہ طھورہ ویحمل معہ المطھرۃ اذا قام الی الوضوء۔[2] اھ

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضور کی خدمت میں تمام وقت حاضر رہتے تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی مجلسوں میں ساتھ رہ کر آپ کے نعل مبارک اٹھاتے اور رکھتے جب تشریف فرما ہوتے اور مجلس سے اُٹھتے اور تخلیہ میں آپ کے ساتھ رہتے آپ کے بستر مبارک کو درست بچھاتے اور تکیہ رکھتے جب آپ نے آرام فرمانا ہوتا اور طہارت کا انتظام کرتے اور آپ کے ہمراہ لوٹا لے جاتے جب آپ قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لیجاتے (ت)

اور سب سے اظہر و ازہر وہ حدیثیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا وارد، فقیر نے یہ حدیثیں اپنے فتاوٰی میں جمع کر دی ہیں، ازانجملہ حدیث وفد عبدالقیس کہ امام بخاری نے ادب مفرد اور ابوداؤد نے سنن میں حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

فجعلنا نتبادر فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورجلہ۔[3]

ہم ایک دوسرے سے بڑھ کر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے (ت)

ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے تو زمین تک جھکنا ہوگا مگر سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمار و حذیفہ رضی اللہ عنہما قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۹

[2] مرقات المفاتیح " باب جامع المناقب الفصل الاول تحت حدیث ۶۲۰۰ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۵۷۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب قبلۃ الرجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۳

الادب المفرد باب تقبیل الرجل مطبع اثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۰

جائز رکھا کہ مقصود بوسہ قدم سے تعظیم ہے نہ کہ نفس انحناء، یہی سرنفیس ہے کہ علماء کرام نے تحیت و مجرا کے لئے زمین بوسی کو حرام بتایا کہ اس میں جھکنے ہی سے تعظیم کی جاتی ہے یہاں تک کہ زمین کو منہ لگا دیا۔ عالمگیریہ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یأثم لارتکابه الکبیرة هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی، وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اثم کذا فی التاتارخانیة، وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضی اثمان کذا فی الغرائب[1] انتهی باختصار۔

جس نے سلطان کی سلامی کے لئے سجدہ کیا یا زمین کو بوسہ دیا کافر نہ ہوگا، لیکن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی بناء پر گنہگار ضرور ہوگا پس یہی مختار ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے، اور جامع صغیر میں ہے عظیم (سلطان) کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے جبکہ یہ کام کرنے والا اور اس پر خوش ہونے والا گنہگار ہوگا' یوں تاتارخانیہ میں ہے، اور علماء اور زاہد لوگوں کے سامنے زمین کو بوسہ دینا جہالت ہے، ایسا کرنے والے اور اس پر خوش ہونے والے سب گنہگار ہوں گے جیسا کہ غرائب میں ہے انتہی باختصار۔ (ت)

اور علماء کبار بے نکیر و انکار زمین مدینہ طیبہ کو بوسہ دینے اور اس کی خاک پر منہ اور رخسارے ملنے کی قسمیں کھاتے اور ممکن ہو تو وہاں آنکھوں اور سر سے چلنے کی تمنائیں فرماتے اور اسی کو واجب بلکہ پورے واجب سے بھی کم بتاتے ہیں کہ یہاں تعظیم بالانحناء مقصود نہیں بلکہ براہِ محبت بطور تبرک اس زمین پاک کو بوسہ دینا اس کی خاک سے چہرہ نورانی کرنا بن پڑے تو پاؤں رکھنے سے اُس عظمت والے مقام کو بچانا۔ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتها علی جسد الشریف ومواقف سید المرسلین و متبوأ خاتم النبیین واول ارض مس

یعنی لائق ہے اُن مواضع کو جن کی زمین جسم پاک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مشتمل ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قیام گا ہیں

---

[1] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸-۶۹

جلد المصطفٰی ترابہا ان تعظم عرصاتہا وتتنسم نفحاتہا و تقبل ربوعہا و جدرانہاسه

وعلی عہد ان ملأت محاجری
من تلکم الجدرات والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینہا
من کثرۃ التقبیل والرشفات

اھ مختصرًا۔

خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جائے قرار اور پہلی وُہ زمین جس کی مٹّی نے جسمِ پاک مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مس کیا کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور اس کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سُونگھی جائیں اور منزلیں اور دیواریں چُومی جائیں۔ اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے اُن دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا، خدا کی قسم میں اپنی سفید داڑھی کہ گرد و غبار سے بچائی جاتی ہے ان میدانوں میں کثرتِ بوسہ بازی سے ضرور خاک آلودہ کروں گا اھ مختصراً۔

علامہ سندھی تلمیذ امام ابن الہمام نے لباب المناسک میں فرمایا:

اذا وقع بصرہ علی طیبۃ المطیبۃ واشجارھا المعطرۃ دعا بخیر الدارین وصلّ وسلّم علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والاحسن ان ینزل عن راحلتہ بقربہا ویمشی باکیاحافیا ان اطاق تواضعًا للہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنًا بل لومشی ہناك علی احداقہ و بذل المجہود من تذللہ وتواضعہ کان بعض الواجب بل لم یف بمعشار عشرہ۔[2]

یعنی جب مدینہ طیبہ اور اس کے مہکتے ہوئے درختوں پر نظر پڑے دونوں جہان کی بھلائی مانگے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صلوٰۃ و سلام عرض کرے اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قریب سواری سے اُتر لے اور ہوسکے تو روتا ہُوا برہنہ پا چلے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ کے واسطے تواضع کے لئے، اور جو کچھ ادب و تعظیم میں زیادہ دخل رکھے خوب ہے بلکہ وہاں آنکھوں کے بل چلے اور تذلل و فروتنی میں پوری کوشش خرچ کردے تو واجب کا ایک حصہ ہو بلکہ سَوواں بھی ادا نہ ہوا۔

اللّٰھم صل وسلم وبارك علیہ و

یا اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت ہو آپ صلی اللہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۴۶-۴۵

[2] لباب المناسک مع ارشاد الساری باب زیادہ سید المرسلین فصل ولو توجہ الی الزیارۃ دار الکتاب بیروت ص ۳۳۶-۳۳۵

علیٰ اٰلہ وصحبہ کما ینبغی لاداء حقہ العظیم اٰمین۔ | علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب پر کما حقہٗ۔ آمین!

امام احمد قسطلانی صاحبِ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب شریف میں امام حافظ الحدیث فقیہ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن رشید سے نقل فرماتے ہیں سفرِ مدینہ طیبہ میں میرے رفیق ابوعبداللہ وزیر ابن القاسم بن الحکم ساتھ تھے اُن کی آنکھیں دُکھتی تھیں جب میقات مدینہ طیبہ پر آئے ہم سواریوں سے اُتر لئے، پیادہ چلتے ہی انھیں آثارِ شفا نظر آئے، فوراً حسبِ حال ارشاد کیا:؎

وبالترب منہا اذ کحلنا جفوننا | شفینا فلا بأسا نخاف ولا کربا
نسح سجال الدمع فی عرصاتہ | ونلثم من حب لواطئہ التربا

جب اس کی خاک کا ہم نے سُرمہ لگایا شفا پائی تو اب کسی شدت و تکلیف کا اندیشہ نہیں ہم آنسوؤں کے ڈول اس کے میدانوں میں بہاتے ہیں اور اس زمین پر چلنے والے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں خاک کو چومتے ہیں۔

پھر خود اپنے حال میں فرماتے ہیں جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور سب اہلِ قافلہ پیادہ ہوئے میں نے کہا:؎

اتیتک زائرا و وددت انّی | جعلت سواد عینی امتطیہ
ومالی لا اسیر علی المآقی | الٰی قبر رسول اللہ فیہ[2]

میں زیارت کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور تمنا تھی کہ اپنی آنکھ کی پتلی پر اس راہ میں چلوں، اور کیوں نہ چلوں آنکھوں کے بل اس مزارِ پاک کی طرف جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

کان الشیخ احمد بن الرفاعی کل عام یرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | یعنی امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی (اشواق) المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۷۶
[2] " " " " " " " " ۴/ ۵۷۷

فلما نراه وقف تجاه مرقده وانشد به

عرض کر بھیجتے، جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی فھی نائبتی
وھذہ نوبة الاشباح قد حضرت
فامدد یدیك لکی تحظی بھا شفتی
فقیل ان الید الشریفة بدت له فقبلھا فھنیئًا له ثم ھنیئًا له[1]

"میں جب دُور تھا تو اپنی روح بھیج دیتا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی، اور اب باری بدن کی ہے کہ جسم خود حاضر ہے دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس سے بہرہ پائیں" کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لئے ظاہر ہوا انھوں نے بوسہ دیا تو بہت بہت مبارک ہو انکو۔

علامہ احمد بن مقری فتح المتعال میں فرماتے ہیں جب امام اجل علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی ملک شام میں بعد وفات امام اجل ابوزکریا مدرسہ جلیلہ اشرفیہ میں دارالحدیث کے درس دینے پر مقرر ہوئے، فرمایا:

وفی دار الحدیث لطیف معنی
الی بسط لھا اصبو و اٰوی
لعلی ان امس بحر وجھی
مکانا مسه قدم النواوی[2]

"دارالحدیث میں ایک معنی لطیف ہے میں اُس کے بستروں کی طرف میل کرتا اور قرار پکڑتا ہوں شاید میرا چہرہ لگ جائے اس جگہ پر جہاں امام نووی کے قدم چھُو گئے ہوں۔

خلاصہ امر یہ قرار پایا کہ اگر آستانہ بلند ہو کہ بے جُھکے بوسہ دے سکے تو بلا شُبہہ اجازت ہے اور اگر پست خصوصًا زمین دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے اُس کے مجرے کی نیت سے جُھک کر بوسہ دیا تو ناجائز ہے اور اگر محض بنظر تبرک وحب اپنے جی نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، ھٰکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ تعالٰی ولی التوفیق (یوں تحقیق چاہئے اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) پھر بھی عالم مقتدا اور اسی طرح پیر اور اس شخص کو جس کے کچھ اتباع ہوں کہ اس کے افعال کا اتباع کریں اُسے مناسب ہے کہ اپنے عوام متبعین کے سامنے نہ کرے مبادا وہ فرق نیت پر آگاہ نہ ہوں اور اس کے فعل کو سند جان کر بے محل بجالائیں، ایسی حالت میں صرف اس

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامہ واکبارہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۳/۴۴۲
[2] فتح المتعال

قدر کافی ہے کہ آستانہ کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور منہ پر پھیرے جس طرح عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم منبر انورِ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ شفاء شریف میں ہے:

روی ابن عمر واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ، وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا خلا المسجد حسوا رمّانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون[1]۔

مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ کو رکھتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو قبرِ انور کے کناروں کو اپنے دائیں ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رُو ہو کر دُعا کرتے۔ (ت)

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کتاب الطبقات میں روایت کیں کما فی مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء (جیسا کہ مناہل الصفا فی احادیث الشفا میں ہے۔ ت) علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی جواز التبرک بالانبیاء والصالحین واٰثارھم وما یتعلق بھم مالم یؤد الی فتنۃ او فساد عقیدۃ و علی ھذا یحمل ما روی عن ابن عمر عــہ رضی اللہ تعالٰی عنہ من انہ قطع الشجرۃ التی وقعت تحتھا البیعۃ لئلا یفتتن بھا الناس لقرب عھدھم

یہ واقعہ اس بات پر دال ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء اور ان کے آثار اور متعلقات سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے جبکہ فتنہ اور عقیدے کے فساد کا احتمال نہ ہو اسی معنی پر محمول ہے جو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے بیعتِ رضوان والے درخت کو کاٹ دیا تاکہ نو مسلم لوگ

عــہ کما ھو فی نسختی النسیم وصوابہ عن عمر ۱۲ منہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۲/ ۷۰

بالجاهلية فلا منافاة بينهما ولا عبرة بمن انكر مثله من جهلة عصرنا وفي معناه انشدوا۔

امر على الديار ديار ليلٰى
اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وصاحب الديار شغفن قلبي
ولكن حب من سكن الديارا[1]

والله تعالٰى اعلم

اس درخت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں تو تبرک کے جواز اور درخت کٹوانے میں منافات نہیں ہے اور ہمارے زمانے کے جاہلوں کا جو ایسے امور کا انکار کرتے ہیں کوئی اعتبار نہیں، اہل محبت آثار کے متعلق شعر کہتے ہیں:

میں خاص دیار پر جو لیلٰی کا دیار ہے گزرتا ہوں،
میں اس دیوار اور اُس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں،
دیار والے میرے دل میں گھر کر چکے ہیں لیکن دیار میں رہنے والوں سے محبت ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال

ختم شد

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامہ واکبارہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالفکر بیروت ۳/۴۳۴

مسئلہ ۱۴۴: مرسلہ محمد صدیق بیگ صاحب مراد آباد از بریلی
کافر کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب واللہ یرجع الیہ مآب (اور اللہ تعالٰی ٹھیک بات کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اور اللہ تعالٰی ہی ہر چیز کا مرجع اور ٹھکانا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۴۵: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ
سلام کے متعلق جملہ مسائل کیا ہیں؟

الجواب

سلام کے متعلق بہت مسائل ہیں جو خاص بات دریافت کرنی ہو کہیے، غالباً آپ کی مراد یہ ہوگی کہ کس کس کو سلام کرنا منع ہے، ہاں بدمذہب کو سلام کرنا حرام ہے، فاسق کو سلام کرنا ناجائز ہے، جو برہنہ ہو یا استنجا کر رہا ہو اسے سلام نہ کرے، جو کھانا کھا رہا ہو اسے سلام نہ کرے، جو اذان یا تلاوت یا کسی ذکر میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرے، کافر یا مبتدع یا فاسق کو سلام کرنے کی صحیح ضرورت پیش آئے تو لفظ سلام نہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھانے یا اور کوئی لفظ کہ نہ سلام ہو نہ تعظیم کہنے پر قناعت کرے، یا مجبور ہو تو آداب کہے یعنی آمیرے پاؤں داب، یا آدابِ شریعت کہ تو نے اپنے فسق سے ترک کر دیے ہیں بجا لا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶: از گورکھپور محلہ پانڈی کا احاطہ مسئولہ حافظ رسول بخش صاحب ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص طالب یا مرید یا عام مسلمان فرطِ ارادت وجوشِ محبت سے بنا بر حصولِ برکت تعظیماً تکریماً کسی بزرگ عالم یا صوفی کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دے آنکھوں سے لگائے تو آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ سلف سے یہ طریقہ

جاری و ساری رہا اور محمود سمجھا گیا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اولیاء و علماء و معظمانِ دین کے ہاتھ پاؤں چومنا مستحب بلکہ مسنون ہے۔ صحابہ کرام بلکہ خود زمانۂ رسالت سے رائج ہے جس پر بکثرت حدیثیں ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷، ۱۴۸ از سرنیان ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قرآن شریف پڑھنے کے وقت سلام کرنا یا لینا کیسا ہے؟

(۲) کن شخصوں کی تعظیم کے لئے تلاوت قرآن مجید کی موقوف کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) قرآن شریف پڑھنے والے پر سلام کرنا ناجائز ہے اور اُسے اختیار ہے کہ جواب نہ دے، اور قرآن پڑھنے والے کو دوسرے پر سلام کرنے کی اجازت ہے جبکہ وہ معظم دینی ہو یا اسے سلام نہ کرنے میں اندیشۂ مضرت ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قرآن شریف پڑھنے میں کسی کی تعظیم کو قیام جائز نہیں مگر باپ یا علمِ دین کا استاد یا پیر و مرشد یا عالمِ دین یا بادشاہِ اسلام یا بمجبوری اس کے لئے کہ اگر قیام نہ کرے تو اس سے ضرر پہنچنے کا ظن غالب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹ مسئولہ محمود حسن صاحب از بمبئی پوسٹ بائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر نماز سے تمام فارغ ہونے کے بعد مصافحہ کے سوا پاؤں پڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ والہ مع ثبت دو تین علماء و مُہر رقم فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پاؤں پڑنا بایں معنی کہ پاؤں پر سر رکھنا ممنوع ہے اور پاؤں کو بوسہ دینا اگر کسی معظم دینی کی تعظیم دینے کے لئے ہو تو جائز بلکہ سنت ہے احادیثِ کثیرہ اس پر ناطق ہیں، کما بیّناھا فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے ان سب مسائل کو اپنے فتاوٰی میں بیان فرمایا ہے۔ ت) اور اگر کسی مالدار کی دُنیوی تعظیم کیلئے ہو تو مطلقاً ناجائز ہے۔

فی الملتقط والھندیۃ والدر وغیرھا فتاوٰی ملتقط، فتاوٰی عالمگیری، درمختار اور

التواضع لغیر اللہ تعالٰی حرام[1] ان کے علاوہ باقی کتبِ فقہ میں بھی ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی تواضع کرنا حرام ہے۔(ت)

مگر جبکہ صحیح مجبوری شرعی ہو کہ اُس کے ترک میں ضرر پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو تو اپنے بچاؤ کے لئے اجازت ہوگی فان الضرورات تبیح المحظورات (انسانی ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ت) مگر قلب میں اُس کی کراہت رکھنا لازم ہے فان لم یستطع فبقلبه و ذٰلك اضعف الایمان (اگر کسی گناہ کے کام کو ہاتھ سے نہ روک سکے تو دل سے اُسے بُرا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: مسئولہ افتخار الزاہدین صاحب از بمبئی عقب مارکیٹ پولیس کمشنر صاحب آفس ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو جو کہ آپس میں عزیز داری رکھتے ہیں اتفاقاً زید ایک راستہ عمرو دوسرے راستہ سے جارہے تھے ایک جا پر دونوں صاحبوں کی ملاقات ہوگئی زید نے بدیدن عمرو فوراً السلام علیکم کہا جواب اس کے کہ عمرو وعلیکم السلام کہے جواب دیا کہ تم بہت جھوٹے آدمی ہو تمھارا سلام لینا درست نہیں جواب سلام علیکم نہیں دیا یعنی وعلیکم السلام نہیں کہا۔ کیا عمرو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر حق کے نزدیک گنہگار ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کیا صدقہ یا کیا معذرت خدا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چاہئے کہ اُس کا دفعیہ ہوجائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید اگر شرعاً ان الفاظ اور اس طریقہ عمل کا مستحق نہ تھا جو عمرو نے کیے اور برتا تو عمرو ضرور گنہگار، اور حق اللہ و حق العبد دونوں میں گرفتار ہوا، حق اللہ تو یہ کہ اُس کے حکم کا خلاف کیا، اس کا ارشاد ہے:

اذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها[2] (لوگو!) جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دیا کرو یا وہی الفاظ لوٹا دیا کرو۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۸

[2] القرآن الکریم ۴/۸۶

اور دوسرا اس سے اشد، حق اللہ یہ کہ شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا کہ تیرا سلام دینا درست نہیں، اور حق العبد یہ کہ بلاوجہ شرعی زید نے مسلم کو ایذا دی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔[1]

جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

اُس پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکاتِ شنیعہ سے ربّ العزۃ کے حضور توبہ کرے اور زید سے اپنے قصور کی معافی چاہے، اور اگر واقع میں زید اس کا مستحق تھا مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا قادیانی یا نیچری یا چکڑالوی تو عمرو پر کچھ الزام نہیں اُس نے بہت اچھا کیا اور ایسا ہی چاہئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت میں کسی نے ایک شخص کا سلام پہنچایا، فرمایا:

لاتقرأہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث۔[2]

اُسے میرا سلام نہ کہنا کہ میں نے سُنا ہے اس نے بدمذہبی نکالی ہے۔ (ت)

فاذا کان ھذا فی مبتدع فکیف بالکفار کالاولٰئک الفجار عجل اللہ بھم النار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب ایک بدعتی کا یہ حکم ہے تو پھر کافروں کا کیا حکم ہوگا ان فاجروں بدکاروں کی طرح کہ اللہ تعالٰی جلدی انھیں آگ میں پہنچائے۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ غالب اور بہت بڑے بخشنے والے کی پناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ مولوی خلیل الرحمٰن ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبرِ اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً ازروئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب کے حوالے سے بیان فرماؤ اور روزِ حساب (روزِ قیامت) اجر وثواب پاؤ۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰
المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳
[2] جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۸

الجواب

بلاشبہہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے،

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال مآل نسأل اللہ حسن مآل وعندہ علم بحقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر جگہ کے لئے ایک مناسب گفتگو ہے، اور ہر گفتگو کے لائق کچھ خاص مرد ہیں۔ اور ہر مرد کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہے، اور ہر گنجائش کے لئے ایک انجام ہے لہٰذا ہم اللہ تعالٰی سے اچھا انجام چاہتے ہیں کیونکہ اُسی کے پاس ہر حال کا حقیقی علم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲ از بنارس محلہ پتر کنڈا مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے سُنّی حنفی علماء کثّرہم اللہ تعالٰی وابقاہم الٰی یوم الجزاء (اللہ تعالٰی انھیں زیادہ کرے اور روزِ قیامت تک انھیں باقی رکھے۔ ت) اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید سے خالد نے سوال کیا کہ کسی مقبولِ بارگاہِ رب العزۃ جل جلالہٗ کی قبر شریف کے طواف کو بعض علماء حرام بلکہ شرک کہتے ہیں اور بعض جائز فرماتے ہیں، پس ان میں صحیح قول کس کا ہے، زید نے جواب دیا کہ اس زمانہ میں جو لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں اُن میں تین فرقے ہیں:

(۱) اسحاقیہ، شاہ اسحاق کا پیرو۔

(۲) اسمٰعیلیہ، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا متبع۔

(۳) سُنّی حنفی، حضرت مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی دام ظلہ کا مطیع۔

پس (۱) اور (۲) کے نزدیک بالاتفاق غیر کعبہ شریف کا طواف مثل سجدہ تحیۃ کے ہے لیکن اس کے حکم میں دونوں میں اختلاف ہے پہلے فرقہ کے نزدیک حرام ہے اور دوسرے کے نزدیک شرک۔ چنانچہ مائۃ مسائل اور مسائل اربعین اور تقویۃ الایمان دیکھنے والے پر یہ بات ظاہر ہے، حالانکہ بغیر دلیل قطعی کے یہ حرام اور شرک کہنا خود انھیں کے گھر میں آگ لگانا ہے کہ اُن کے بزرگوار شاہ ولی اللہ کو مرتکبِ حرام اور مشرک بنانا ہے کہ اُنھوں نے اپنی کتاب انتباہ میں اس کے کرنے کا حکم کیا اور (۳) فرقے

اثنی سنی حنفی کے نزدیک مطلقاً مثل تعریف اعنی نقل وقوف عرفات کے ہے، چنانچہ محقق بدایونی حضرت مولانا فضل رسول صاحب تغمدہ اللہ تعالٰی بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ (اللہ تعالٰی انھیں اپنی بخشش سے ڈھانپ دے اور وسطِ جنّت میں انھیں بسائے۔ت) بوارق محمدیہ میں فرماتے ہیں :

وحق آنست کہ طواف درحکم سجدۂ تحیۃ نیست مثل تعریف است متقارب بتقبیل[1] اھ بلفظ الشریف۔

حق یہ ہے کہ طواف سجدہ تعظیمی کے حکم میں نہیں (بلکہ) وہ تعریف[ف] کی طرح (مانند) بوسہ دینے کے قریب ہے یعنی اس کا حکم اس کے قریب ہے۔ شریف الفاظ مکمل ہوگئے۔(ت)

اور تعریف کے باب میں علامہ حلبی نے تو شرح منیہ میں مطلقاً لیس بشئ مندوب ولا مکروہ[2] (اس میں کوئی کام مستحب اور مکروہ نہیں۔ت) فرماکر آخر بحث میں عطا خراسانی علیہ الرحمۃ کا قول،

ان استطعت ان تخلو بنفسك عشیۃ عرفۃ فافعل[3]۔

اگر تو یوم عرفہ پچھلے پہر اپنے آپ کو خلوت گزیں بنا سکتا ہے تو بنا ڈال۔(ت)

دال برندب نقل کرکے اسی کو معتمد بتایا، چنانچہ فرمایا،

وھذا ھو المعتمد واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم[4]۔

اور یہی قابلِ اعتماد ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے اچھا جانتا ہے۔(ت)

لیکن قول باقلانی علیہ الرحمۃ :

لو اجتمعوا لشرف ذٰلك الیوم لسماع الوعظ بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراھۃ

اگر لوگ اُس دن (یعنی روز عرفہ (۹ ذوالحجہ)) اس کی شرافت و بزرگی اور وعظ و نصیحت سُننے کے لئے کسی جگہ جمع ہوجائیں بشرطیکہ

---

[1] البوارق المحمدیۃ باب اول درعقائد نجدیہ مطبع سویل ملیٹری اپر فنچ ص ۴۶

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فروع خروج الی المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳-۵۷۲

[3] " " " " " " " " " ص ۵۷۲

[4] " " " " " " " " " "

ف : ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو اہل عرفات کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے اجتماعی صورت میں کسی جگہ کھڑا ہونے کو ائمہ فقہ "تعریف" کا نام دیتے ہیں۔ مترجم

اتفاقاً[1] — وقوفِ عرفات کی نیت اور سربرہنگا نہ ہو بالاتفاق بغیر کراہت جائز ہے۔ (ت)

[2] جس کا حاصل علامہ شامی نے:

ان المکروہ ھو الخروج مع الوقوف و کشف الراس بلا سبب موجب کاستسقاء اما مجرد الاجتماع فیہ علی طاعۃ بدون ذٰلک فلا یکرہ[2]۔

مکروہ یہ ہے کہ وقوف اہلِ عرفات کے ساتھ تشبّہ اور بغیر کسی وجہ سربرہنگا کرکے نکلے جیسے استسقار یعنی بارش کی دعا مانگتے وقت سربرہنہ ہوتے ہیں، یا کچھ نہ ہو بلکہ صرف طاعت و فرمانبرداری کے لئے اجتماع ہو تو مکروہ نہیں۔ (ت)

فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کی دو صورتیں ہیں ؛

(۱) وُہ جوکہ اہلِ عرفہ کی نیت اور صورت اعنی وقوف اور کشف رؤس کے ساتھ ہو۔

(۲) وہ جوکہ ایسی نہ ہو بلکہ کسی اور ہی غرض مثل اس روز کے شرف اور وعظ کے سماع کیلئے اور بغیر وقوف اور کشف رؤس کے ہو۔

اور پہلی بقول صحیح مکروہ تحریمی اور دُوسری بالاتفاق بلاکراہت جائز۔ پس طواف کی بھی دو صورتیں ہوں گی ؛

(۱) وُہ جوکہ طائفین بیت اللہ عزوجل کی نیت اور صورت کے ساتھ ہو۔

(۲) وہ جوکہ ایسی نہ ہو بلکہ اور صورت اور کسی اور ہی غرض مثلاً محض افاضہ کیلئے جیسے علی ما فی صحیح البخاری حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خرما کے ڈھیر کا طواف فرمایا[3] یا محض استفاضہ کے لئے جیسے کسی ولی کے مزار شریف کا طواف یا محض کسی اور ایسی ہی غرض سے ہو جیسے علی ما فی الشفاء لقاضی عیاض علیہ الرحمہ کا حلاق کے سرِ مبارک کو حلق کرنے کے وقت کسی موئے مبارک کے زمین پر گرنے نہ دینے کی غرض سے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا طواف کرنا[4]۔

---

[1] درمختار — کتاب الصلوٰۃ — باب العیدین — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۱۶

[2] ردالمحتار — " — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۵۶۲

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالٰی اذ ھمّت طائفتان منکم الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۰

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل عادۃ الصحابۃ فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم — المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۳۳

اور یہ ظاہر ہے کہ بعض اعمال کی صورت ایک ہوتی ہے لیکن نیت کے اختلاف سے حکم مختلف ہوجاتا ہے جیسے سجدۂ تحیت اور سجدۂ عبادت کہ صورت دونوں کی ایک ہے مگر حکم مختلف کہ پہلا حرام موجب فسق اور دُوسرا شرک۔ پس پہلی صورت تو ہم سُنّی حنفیوں کے نزدیک بھی بالاتفاق ناجائز ہے اور صاحب بحر اور نہر وغیرہما کا عدم جواز کا قول اسی صورت پر محمول ہے اور دوسری صورت میں اختلاف ہے، بعضے غیرحسن فرماتے ہیں اور بعضے مستحسن کہتے ہیں۔ فاضل بدایونی علیہ الرحمۃ بوارق محمدیہ ہی میں فرماتے ہیں:

وکراہت ایں اشیاء مختلف فیہ بین الفقہاء، وہچو امور باعث نکیر وتفریع برمرتکبین ہم نمی تواند شد چہ جائے تکفیر چراکہ بسیارے از اکابر تصریح بجواز آں کردہ اند گو نزد جماعتے رجحان بجانب عدم استحسان است وفقیر ہم بہمیں مسلک سالک است اھ۔[1]

ان چیزوں کی کراہت عند الفقہاء "مختلف فیہ" ہے یعنی ایک اختلافی چیز ہے، اور اس قسم کے امور موجب انکار، اور ارتکاب کرنے والوں پر طعن و تشنیع بھی نہیں ہوسکتے چہ جائیکہ اُن کی تکفیر کی جائے، کیوں؟ اس لئے کہ بہت سے اکابر نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے گو ایک گروہ کا عدم استحسان کی طرف رجحان اور میلان ہے۔ اور یہ فقیر بھی اسی مسلک کے مطابق گامزن ہے اھ (ت)

مگر مماثلت تعزیہ قول باستحسان کی صحت کی مقتضی ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور علاوہ اس کے یہ ہے کہ محبت اور عظمت کی بھری ہوئی آنکھیں وہ دیکھا کرتی ہیں جو ان سے خالی آنکھیں نہیں دیکھتیں اور اُن آنکھوں والوں کے واسطے وہ جائز ہوتا ہے جو ان آنکھوں والوں کے واسطے نہیں ہوتا کیا اس کو نہیں دیکھا جاتا کہ علی ما فی الشفاء حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور کا اسم شریف لیا جاتا تو اُن کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا اور آپ جُھک جاتے، آپ کے جلساء کو یہ بات ناگوار گزرتی، ایک روز عرض کیا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں، فرمایا:

لو رأیتم ما رأیت لما انکرتم علی ما ترون۔[2]

اگر تم لوگ وہ کچھ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں تو پھر تم اس کارروائی پر انکار نہ کرتے جو تم مجھ سے دیکھتے ہو۔ (ت)

اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پیشانی پر کچھ بال تھے اتنے بڑے بڑے کہ جب وہ ان کو بیٹھ کر کھول دیتے تھے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے، اُن سے کہا گیا: ان کو مُنڈا کیوں نہیں دیتے؟

---

[1] البوارق المحمدیۃ باب اول در عقاید نجدیۃ مطبع سویل ملٹری اپر فنج ص ۴۶

[2] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۳۶

جلد ۲۱

فرمایا:

لم اکن بالذی احلقها وقد مسہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہٖ۔[1]

میں وُہ نہیں ہوں جوان بالوں کو مونڈ ڈالوں کہ جن کو حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک ہاتھ لگے ہیں۔ (ت)

حالانکہ انخ۔ اور قزع کا حکم اہل علم پر ظاہر ہے اور حضرت کابس بن ربیعہ کی صورت سرکار دو عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی صورت کے مشابہ تھی پس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کو خبر ہوئی آپ نے ان کو بلایا پس جب وُہ ان کے گھر میں داخل ہُوئے تو حضرت امیر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اپنے تخت سے اُتر کر اُن سے ملاقات کی اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ایک گاؤں مرغاب نام اُن کو دیا یہ سب حضور کی صورت مبارک کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کیا ؎

با ادب با عظمت انساں دیگر اند | بے ادب ہم خشک مغزاں دیگر اند

(با ادب عظمت و شرف والے انسان اور ہیں، اور بے ادب خشک مغز رکھنے والے (انسان) اور ہیں۔ ت)

پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچا۔ ت) طواف لغۃً وعرفاً وشرعاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد و رفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا و منتہی متغایر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد جس میں دائرہ کی طرح مبدا و منتہی ایک ہوگا، دونوں صورتوں کو لغت وعرفِ عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا، صورتِ اولٰی صفا و مروہ کے درمیان سعی،

قال اللہ تعالٰی فلاجناح علیہ ان یطوف بھما۔[2]

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو صفا و مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ (ت)

اور صورتِ ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا،

---

[1] کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ وتوقیرہ وبرہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۸

قال تعالیٰ ولیطوفوا بالبیت العتیق[1]
اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، لوگوں کو چاہیے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔ (ت)

حقیقتِ طواف اس قدر ہے، نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیتُ غایت رکنِ شئے نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرطِ نماز قرار دیا نہ کہ رکنِ نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے، پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہٍ ما و تصدیق بفائدۃٍ ما سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اوّل کو مقصود لذاتہٖ کہتے ہیں جیسے نماز، اور دوم کو وسیلہ ومقصود لغیرہٖ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریح نفس وشم روائح طیبہ وچستی بدن وتنسّم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوطِ مستقیم رہوں یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر۔ یہاں طواف مقصود لذاتہٖ ہے یا مثلاً کسی شَے کی تقسیم کو حلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا کہ یہاں مقصود لغیرہٖ ہے، پھر طواف کی غایتِ مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈول کہ یہاں آمد وشد کہ طواف ہے مقصود لذاتہٖ ہے اور نار سے حمیم، حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہٖ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن[2]
اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخی اسکے یعنی آگ اور گرم اور اُبلتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔ (ت)

لاجرم طواف چار قسم ہے:

قسم اول: نہ طواف مقصود لذاتہٖ ہو نہ اس سے غرض وغایت نفس تعظیم بلکہ طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود جیسے سائلوں کا دروازوں پر گشت، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمیشہ کاشانۂ نبوت کا ایسا طواف فرمایا کرتے۔ ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹
[2] " " ۵۵/ ۴۴

لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئك بخیارکم[1]

آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں وُہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں بلّی کے نسبت فرمایا:

انھا من الطوافین علیکم والطوافات[2]

بیشک وُہ ان نرو مادہ میں ہے جو بکثرت تم پر طواف کرنے والے ہیں۔

قسم دوم: طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت غیر تعظیم، صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے میرے والد عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت قرض اور بھوڑے خُرمے چھوڑ کر شہید ہُوئے میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ اُحد میں شہید ہُوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں میں چاہتا ہُوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرضخواہ حضور کو دیکھیں یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کردیں۔ ارشاد فرمایا، جاؤ ہر قسم کے چھوہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ۔ پھر تشریف فرما ہوئے، قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا بھی نہ کیا تھا یعنی ان کے خیال کے برعکس ہُوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرضخواہ اپنا پلّہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلا دینگے۔ جب حضور رحمت عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا فطاف حول اعظمھا بیدرا ثلث مرات ثم جلس علیہ حضور نے اُن میں سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس پر تشریف رکھی پھر ناپ تاپ کر انھیں دینا شروع فرمایا حتی ادی اللہ عن والدی امانتہ وسلم اللہ البیادر کلھا[3] یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے میرے باپ کا سب قرض ادا کردیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔

اسی قسم میں ہے عسس کا گردِ شہر گشت کرنا، لہٰذا عسس کو عرب میں طائف کہتے ہیں۔ مفردات راغب میں ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۲
سنن ابن ماجہ 〃 باب القسمۃ بین النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴
[2] جامع الترمذی کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی سؤر الھرۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۴
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول تعالٰی اذ ھمت طائفتان منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۸۰

منه الطائف لمن يدور حول البيوت حافظا[1]

اس سے (یعنی لفظ طواف سے) لفظ "طائف" ماخوذ ہے، اور "طائف وہ ہے جو لوگوں کے گھروں کے آس پاس برائے حفاظت چکر لگاتا ہے۔ (ت)

امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ کا طواف فرمایا کرتے،

ابن عساکر تاریخ میں اسلم مولٰی امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه طاف ليلة فاذا هو بامرأة فی جوف دارلها وحولها صبيان يبكون، الحديث۔ یعنی امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک رات مدینہ طیبہ کا طواف کر رہے تھے دیکھا کہ ایک بی بی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور ان کے بچے اُن کے گرد رو رہے ہیں اور چولھے پر ایک دیگچی چڑھی ہے، امیرالمومنین قریب گئے اور فرمایا اے اللہ کی لونڈی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے عرض کی: یہ بھوک کے روتے ہیں۔ فرمایا: تو اس دیگچی میں کیا ہے؟ کہا: میں نے ان کے بہلانے کو پانی بھر کر چڑھا دی ہے کہ وہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا ہے اور انتظار میں سو جائیں۔ امیرالمومنین فوراً واپس آئے اور ایک بڑی بوری میں آٹا اور گھی اور چربی اور چھوہارے اور کپڑے اور روپے منہ تک بھرے پھر اپنے غلام اسلم سے فرمایا: یہ میری پیٹھ پر لاد دو۔ اسلم کہتے ہیں میں نے عرض کی: یا امیرالمومنین! میں اٹھا کر لے چلوں گا۔ فرمایا: اے اسلم! بلکہ میں اٹھاؤں گا کہ اس کا سوال تو آخرت میں مجھ سے ہونا ہے۔ پھر اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر اُن بی بی کے گھر تک لے گئے پھر دیگچی میں آٹا اور چربی اور چھوہارے چڑھا کر اپنے دست مبارک سے پکاتے رہے پھر پکا کر اُنھیں کھلایا کہ سب کا پیٹ بھر گیا، پھر باہر صحن میں نکل کر اُن بچوں کے سامنے ایسے بیٹھے جیسے جانور بیٹھتا ہے اور میں ہیبت کے سبب بات نہ کر سکا۔ امیرالمومنین یُوں ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے اُس نئی نشست کو دیکھ کر امیرالمومنین کے ساتھ کھیلنے اور ہنسنے لگے۔ اب امیرالمومنین واپس تشریف لائے اور فرمایا: اسلم! تم نے جانا کہ میں ان کے سامنے یوں کیوں بیٹھا۔ میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: میں نے انھیں روتے دیکھا تھا تو مجھے پسند نہ آیا کہ میں انھیں چھوڑ کر چلا جاؤں جب تک اُنھیں ہنسا نہ لوں جب وہ ہنس لئے تو میرا دل شاد ہوا۔ واخرجه[2] ايضا الدينوری فی المجالسة واحمد بن ابراهيم بن شاذان البزار فی مشيخته (نیز دینوری نے المجالسۃ میں اور

[1] المفردات فی غرائب القرآن باب الطاء مع الواو کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۱۴

[2] کنز العمال برمز "کر" ابن عساکر وبحوالہ الدینوری وابن شاذان حدیث ۳۵۹۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۴۸-۶۴۹
الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ذکر شفقتہ علی رعیتہ رضی اللہ عنہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۲/ ۳۸۵

احمد بن ابراہیم بن ساذان البزار نے مشیخۃ میں اس کی تخریج فرمائی۔ت) امام محب الدین طبری ریاض النضرہ پھر شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں مناقب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لکھتے ہیں:
انہ کان یطوف لیلۃ فی المدینۃ فسمع امرأۃ تقول[1] یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک رات مدینہ طیبہ میں طواف کررہے تھے کہ ایک بی بی کو یوں کہتے سنا فذکر الحدیث (پھر پوری حدیث ذکر فرمائی۔ت)

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غرض وغایت تعظیم جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم و آقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا،

قال اللہ تعالٰی طوافون علیکم بعضکم علٰی بعض[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تمہارے نوکر غلام تمہارے گرد بکثرت طواف کرنے والے ہیں تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انھیں حرج ہوگا۔

اور اہل جنت کے حق میں فرماتا ہے:
یطوف علیھم ولدان مخلدون[3] ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔

اور فرماتا ہے:
یطاف علیھم بکاس من معین[4] اُن پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔

اور فرماتا ہے:
یطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ و اکواب[5] چاندی کے برتن اور کوزے لے کر اُن پر طواف کیا جائے گا۔

اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض وغایت عبادتِ الٰہی۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ذکر شفقتہ علی رعیتہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ص ۳۹۲
ازالۃ الخفا حکایات گشت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۷۷/۲
[2] القرآن الکریم ۲۴/۵۸
[3] القرآن الکریم ۵۶/۱۷
[4] 〃 〃 ۳۷/۴۵
[5] 〃 〃 ۷۶/۱۵

قال سلیمان لاطوفن اللیلۃ علٰی تسعین امرأۃ وفی روایۃ بمائۃ امرأۃ کلھن تاتی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ فطاف علیھن[1] الحدیث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے آج کی رات میں نوّے اور ایک روایت میں سَو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ہر ایک سے ایک سوار پیدا ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر انہوں نے ان کا طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد[2]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواجِ مطہرات پر طواف فرماتے۔

اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان[3]۔

ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یادِ خدا اور نکاح یعنی جماعِ زوجہ۔

قسم چہارم: طواف بھی مقصود لذاتہٖ ہو اور غرض و غایت بھی تعظیم یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لئے وسیلہ ہو، نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود، بلکہ نفسِ طواف سے محض تعظیم مقصود ہو، اسی کا نام طوافِ تعظیمی ہے جیسے طوافِ کعبہ یا طوافِ صفا و مروہ، پھر اوضاعِ بدن کہ عبادت میں مقرر کئے گئے ہیں تین نوع ہیں:

ایک وُہ کہ تعظیم میں منحصر ہیں،

اور دوسرے وہ کہ وسیلۃً و مقصوداً دونوں طرح پائے جاتے ہیں اور اُن کی غایت تعظیم میں منحصر نہیں مگر بحالِ قصدِ تعظیم نوعِ اول سے قریب ہیں جیسے رکوع تک انحنا کہ بلا تعظیم بھی ہوتا ہے بلکہ بقصدِ توہین بھی جیسے کسی کے مارنے کے لئے اینٹ وغیرہ اٹھانے کو جُھکنا، اور تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/۳۹۵، کتاب النکاح ۲/۷۸۸، کتاب الایمان والنذور ۲/۹۸۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۹

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب الخ " " " ۱/۱۴۴

[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

مگر نہ خود مقصود بلکہ وسیلہ جیسے علماء وصلحاء کی قدمبوسی وغیرہ خدمات کو جھکنا اور بذاتہٖ مقصود بھی ہوتا ہے جیسے سلام کرنے میں رکوع تک جھکنا۔

تیسرے وُہ کہ نوعِ اوّل سے بعید ہیں جیسے قیام یا قعود یا رکوع سے کم جھکنا۔ ظاہر ہے کہ ان میں بھی نوعِ دوم کی طرح قصد و توسل وغایات مختلفہ کی سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

انواعِ ثلٰثہ میں حکمِ عام تو یہ ہے کہ اگر بہ نیتِ عبادتِ غیر ہے تو کچھ بھی ہو مطلقاً شرک وکفر ہے اور بے نیتِ عبادت ہرگز شرک وکفر نہیں اگرچہ سجدہ ہی ہو جب تک کہ وہ فعل بخصوصہ شعارِ کفر نہ ہوگیا ہو، جیسے بُت یا آفتاب کو سجدہ۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) اور جب عبادتِ غیر کی نیت نہ ہو تو ان میں فرقِ احکام یہ ہے کہ نوعِ اوّل غیرِ خدا کے لئے مطلقاً ناجائز، اور نوعِ دوم اس وقت ممنوع ہے جبکہ مقصوداً اُسی کو بہ نیتِ تعظیم بجا لایا جائے، اور نوعِ سوم مطلقاً جائز ہے اگرچہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔ اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں حاضریِ روضۂ اقدس کی نسبت فرماتے ہیں: یقف کما یقف فی الصلٰوۃ[1] حضور کے روضۂ انور میں نماز کی طرح کھڑا ہو۔ منسک متوسط ومسلک متقسط میں ہے:

(ثم توجہ) ای بالقلب والقالب مع رعایۃ غایۃ الادب فقام تجاہ الوجہ الشریف خاضعا خاشعا مع الذلۃ والانکسار والھیبۃ والافتقار واضعا یمینہ علی شمالہ ای تأدبا فی حال اجلالہ[2]

یعنی پھر نہایت ادب کی رعایت کے ساتھ روضۂ اقدس کی طرف دل اور بدن دونوں سے منہ کرکے چہرۂ انور کے مقابل خضوع وخشوع و ذلت وانکسار اور حضوری کی ہیبت اور حضور کی طرف محتاجی کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں پر حضور کے ادب وتعظیم کے لئے باندھے ہوئے کھڑا ہو۔

صحیح حدیث میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھتے کانّ علٰی رؤسھم الطیر[3] گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی سمجھ کر سر پر آبیٹھیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵
[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۷
[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۸

شفاء شریف میں ہے:

کان مالك اذا ذکر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتغیر لونه وینحنی حتی یصعب ذٰلك علیٰ جلسائه[1]

سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر پاک آتا اُن کا رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے یہاں تک کہ حاضرانِ مجلس کو اُن کی وُہ حالت دشوار گزرتی۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

الانحناء البالغ حد الرکوع لا یفعل لاحد کالسجود ولا باس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرم من اهل الاسلام[2]

یعنی رکوع کی حد تک جھکنا کسی غیر خدا کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ، اور دینی عزّت والوں کے لئے رکوع سے کم جھکنے میں حرج نہیں۔

جب یہ امور سب معلوم ہولئے تو منجملہ اوضاع تعظیمیہ کہ رب عزّوجل نے اپنی عبادت کے لئے مقرر فرمائے دونوں قسم کا طواف بھی ہے مستقیم جیسے صفا ومروہ میں خواہ مستدیر جیسے گردِ کعبہ دونوں عبادت ہیں اور دونوں کو قرآن عظیم میں طواف فرمایا تو ان میں فرق نہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ طواف ان انواعِ ثلٰثہ سے کس نوع میں ہے۔ ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ وہ مثل سجود نوعِ اوّل سے نہیں ورنہ سجدۂ غیر کی طرح مطلقاً حرام ہوتا حالانکہ اُس کی تین قسم اوّل کا جواز وقوع ہم قرآن عظیم وحدیث کریم وخود فعل حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم سے ثابت کر آئے، نہ ہرگز وہ مثل قیام نوع سوم سے ہے ورنہ ہر شخص ومکان معظم کا طواف تعظیمی جائز ہوتا بلکہ وہ مثل رکوع نوعِ متوسط سے ہے کہ اگر نفسِ طواف سے تعظیم مقصود ہو تو غیر خدا کے لئے ناجائز بلکہ غیر کعبہ وصفا ومروہ کا طواف اگرچہ خالصاً اللہ عزّوجل ہی کی تعظیم کو کیا جائے ممنوع وبدعت ہے کہ نفسِ طواف سے تعظیم امر تعبدی اور امر تعبدی میں قیاس تک جائز نہیں، نہ کہ احداث کہ تشریع جدید ہے۔ منسک متوسط میں ہے:

ولا یمس عند الزیارة الجدار ولا یلتصق به ولا یطوف ولا یقبل الارض فانه

زیارتِ روضۂ اقدس کے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ اُن سے چمٹے، اور نہ اُن کے آس پاس طواف کرے (یعنی چکر لگائے) اور نہ جھکے

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی عادة الصحابة المطبعة الشرکة الصحافیة ۲/۳۶

[2] الحدیقة الندیة الفصل الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۵۴۷

بدعة۔[1] اور نہ زمین چُومے، کیونکہ یہ کام بدعت ہیں (ت)

مسلک متقسط میں ہے:

ولا یطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء[2]

اور متبرک مقام کا طواف نہ کرے یعنی اس کے گرداگرد نہ گھومے، اس لئے کہ طواف کرنا کعبۂ معظمہ کی خصوصیات سے ہے۔ لہذا انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کے آس پاس گھومنا (طواف کرنا) حرام ہے (ت)

اور اگر غرض وغایت تعظیم نہ ہو اگرچہ طواف مقصود لذاتہ ہو جیسے قسم دوم میں، یا طواف مقصود لذاتہ نہ ہو اگرچہ غرض تعظیم ہو جیسے قسم سوم میں، تو بلاشُبہہ جائز ہے۔ اور اگر دونوں سے خالی طواف ہو جیسے قسم اول میں، تو بدرجہ اولٰی۔ یہ بحمد اللہ تحقیق ناصع ہے جس سے حق متجاوز نہیں، وللہ الحمد طوافِ قبر بھی اس کلیہ سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اگر دونوں باتیں جمع ہیں یعنی طواف خود مقصود بالذات ہے اور اس سے تعظیم ہی مراد ہے تو بلاشبہہ حرام ہے، اور اگر طواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہے مگر مکانِ مزار کے گرد قلعی کرنا یا فانوس کہ اُس کے اطراف میں نصب ہیں اُن کی روشنی کے لئے دورہ کرنا یا مساکین کہ گرد مزار بیٹھے ہیں اُن پر کچھ تقسیم کے لئے پھیرا کرنا، یہ بلاشُبہہ جائز ہے۔ یُونہی اگر طواف مقصود بالذات ہو مگر اس سے غرض وغایت تعظیم مزار نہ ہو بلکہ مثلاً محض تبرک و استفادہ تو اس کے منع پر بھی شرع سے کوئی دلیل نہیں مزار انور حضور سیدا طہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو ثابت ہے کہ روزانہ صبح کو ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور مزار اطہر کے گرد حلقہ باندھے صلوٰۃ وسلام عرض کرتے شام کو وُہ بدل دئے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور آتے ہیں کہ صبح تک ماہِ رسالت پر ہالہ ہو کر عرض صلوٰۃ وسلام کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر گلے را رنگ و بُوئے دیگر است (ہر پھول کا ایک نیا رنگ اور جُداگانہ خوشبو ہے۔ ت) محبوبانِ خدا کے مقام متفاوت ہوتے ہیں اور افاضۂ برکات میں اُن کے احوال مختلف اور مفیض و مستفیض میں کچھ نسبت خفیہ ہوتی ہے جو اُسے معلوم نہیں کہ ان میں کس کے ساتھ حاصل ہے لہذا یہ دریوزہ گر محتاج روضۂ اطہر کے گرد دورہ کرتا ہے اس امید پر کہ اُن بندگانِ معصومین پر فرداً فرداً گزرے اور اُن میں سے جس کسی کی نظر اس پر پڑجائے اس کا کام بنادے۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والحق والدین سہروردی قدسنا اللہ بسرہ الکریم ایام منٰی

---

[1] و [2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

میں مسجد خیف شریف میں صفوں پر دورہ فرماتے، کسی نے وجہ پوچھی، فرمایا:

ان للّٰہ عباداً اذا نظروا الی احد اکسبوہ سعادۃ الابد[1]

اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب اُن کی نگاہ کسی پر پڑجاتی ہے اسے ہمیشہ کی سعادت عطا فرماتی ہے میں اس نگاہ کی تلاش میں دورہ کرتا ہوں۔

تو یہ تعرض نفحات رحمۃ اللہ ہوا جس کا خود حدیث میں حکم ہے، اولیائے کرام وارثان سرکار رسالت ہیں، ممکن کہ ملائکہ اُن کے مزارات کے گرد بھی ہوں، اور ایسے امور میں علم درکار نہیں، تعرض نفحات کی شان ہی یہ ہے کہ شاید و لعل پر ہو، معہذا مزاراتِ اولیاء کرام ہر جانب سے ممر اقدام صلحائے عظام ہوتے ہیں۔ سیدنا عیسٰی علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم سے عرض کی گئی کہ حضور ایک جگہ قیام کیوں نہیں فرماتے، شہروں شہروں جنگلوں جنگلوں دورے کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا: "اس اُمید پر کہ کسی بندۂ خدا کے نشانِ قدم پر قدم پڑجائے تو میری نجات ہوجائے۔" حبیب نبی اللہ و رسول اللہ کہ خمسہ اولوالعزم میں ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم، ان کا یہ ارشاد تو واضح ہے تو ہم سخت محتاج ہیں، علاوہ بریں یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے وما یلقّٰھا الّا ذو حظ عظیم[2] (اس کو بڑی قسمت اور مقدر والے ہی پاسکتے ہیں۔ ت) شریعت مطہرہ نے انسان کے سر سے پاؤں تک جمیع جہات میں جدا جدا احکام رکھے ہیں، چہرہ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں، دہنے ہاتھ پر جو احکام ہیں پاؤں پر نہیں وعلٰی ہذا القیاس، اور احکام مختلفہ کے ثواب بھی مختلف رنگ کے ہیں، یونہی سر سے پاؤں تک جملہ جوارح میں معاصی جدا جدا ہیں، اور ہر معصیت ایک جدا رنگ کا مرض ہے اور ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے ہے، تو یہ مریض معاصی اس سراپا مجموعہ برکات کے گرد دورہ کرتا ہے کہ اس کے ہر عضو و ہر جہت کی رنگ برنگ برکات سے فیض لے اور اپنے ہر عضو و ہر جہت کا مرض دُور کرے۔ امام مبرد کامل میں پھر امام علامہ عارف باللہ کمال الدین دمیری، پھر سیدی علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

مما کفر بہ الفقہاء الحجاج انہ رأی الناس یطوفون حول حجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

یعنی حجاج نے مسلمانوں کو دیکھا کہ روضۂ انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کررہے ہیں اس طواف سے اُس نے ایک

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۵

وسلم فقال انما یطوفون باعواد ورمة۔[1]

نہایت ملعون لفظ کہا جس پر فقہاء کرام نے اس کی تکفیر کی۔

وہ زمانہ بکثرت صحابہ کرام کی رونق افروزی کا تھا خصوصاً مدینہ طیبہ میں تو یہ طواف کرنے والے حضرات اگر صحابہ کرام نہ تھے لا اقل تابعین تھے۔ عارف باللہ حضرت مولوی قدس اللہ سرہ المعنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں : ؎

(۱) سُوئے مکہ شیخ اُمت بایزید — از برائے حج و عمرہ می دوید

(۲) دید پیرے با قدے ہمچو ہلال — بود در وے فرِ گفتارِ رجال

(۳) بایزید او را چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شتافت

(۴) گفت عزمِ تو کجا اے بایزید — رختِ غربت را کجا خواہی کشید

(۵) گفت قصدِ کعبہ دارم از ولہ — گفت ہیں با خود چہ داری زادِ رہ

(۶) گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست

(۷) گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — وین نکوتر از طوافِ حج شمار

(۸) حق آں حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیتِ خود بگزیدہ است

(۹) کعبہ ہر چندے کہ خانہ بِرِّ اوست — خلقتِ من نیز خانۂ سرِّ اوست

(۱۰) تا بکرد آں خانہ را در وے نہ رفت — واندریں خانہ بجز آں حی نرفت

(۱۱) چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ — گرد کعبہ صدق برگردیدۂ

(۱۲) خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست — تا نہ پنداری کہ حق از من جداست

(۱۳) چشمِ نیکو باز کن در من نگر — تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر

(۱۴) کعبہ را یکبار بیتے گفت یار — گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار

(۱۵) بایزیدا کعبہ را دریافتی — صد بہا و عز و صد فر یافتی

(۱۶) بایزید آں نکتہا را ہوش داشت — ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت

(۱۷) آمد از وے بایزید اندر مزید — منتہی در منتہی آخر رسید[2]

---

[1] الشرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

[2] مثنوی معنوی دفتر دوم باب رفتن بایزید بسطامی بکعبہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۵۵-۵۴

(ترجمہ اشعار :

(١) لوگوں کے پیشوا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ کی جانب حج اور عمرہ کے ارادے سے تیز چلے۔

(٢) (راہ میں) نئے چاند کی طرح ایک کُبڑا بزرگ دیکھا اس میں شان وشوکت (دبدبہ) اور مردوں جیسی گفتگو پائی۔

(٣) جب حضرت بایزید نے اسے اقطابِ زمانہ میں سے پایا تو عجز وانکساری کا اظہار کرکے اس کی خدمت کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے۔

(۴) اس نے فرمایا : اے بایزید ! کہاں جانے کا ارادہ ہے، تُو نے کہاں جانے کے لئے سامانِ سفر اختیار کیا ہے۔

(۵) حضرت بایزید نے انھیں جواب دیا کہ آج بڑے شوق سے کعبہ شریف کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے۔ پھر فرمایا وہاں تو اپنے ساتھ کیا زادِ راہ رکھتا ہے۔

(٦) عرض کی : میں چاندی کے دو سو درہم اپنے پاس رکھتا ہوں، میں نے اپنی چادر کے ایک کونے میں انھیں مضبوط باندھ رکھا ہے۔

(٧) انھوں نے فرمایا، تُو سات مرتبہ میرے گرداگرد طواف کر (یعنی چکر لگا) اور پھر طوافِ حج سے اُسے زیادہ بہتر شمار کر۔

(٨) درحقیقت وہ حق ہے جو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے۔

(٩) اس میں کوئی شک وشُبہہ نہیں کہ کعبہ شریف اس کی بھلائیوں کا گھر (مرکز) ہے لیکن میری تخلیق تو اس کے اندرونِ خانہ سے ہوئی ہے۔

(١٠) جب وُہ گھر بنایا تو اُس کا چکر نہ لگایا، اور اس گھر میں بغیر اس زندۂ جاوید کے کوئی دوسرا نہیں آیا۔

(١١) جب تُو نے مجھے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھا، گویا تُو نے سچائی کے کعبہ کے آس پاس پھیرے لگائے۔

(١٢) میری خدمت کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تعریف ہے، لہٰذا یہ نہ سمجھنا کہ حق مجھ سے جُدا ہے۔

(۱۳) اچھی طرح آنکھ کھول کر مجھے دیکھ تاکہ تُو انسانی لباس میں نورِ حق دیکھے۔
(۱۴) کعبہ شریف کو ایک دفعہ یار نے اپنا گھر فرمایا لیکن اس نے ستر مرتبہ مجھے "اے میرے بندے" کہہ کر بلایا۔
(۱۵) اے بایزید! اگر تُو نے کعبہ شریف کو پالیا تو یُوں سمجھ لیجئے کہ تُو نے سیکڑوں عزت و شوکت اور مرتبے کو پالیا۔
(۱۶) جب وہ باریک باتیں حضرت بایزید کے عقل و ہوش میں بیٹھ گئیں تو گویا انھوں نے سنہری بالی اپنے کان میں ڈال لی۔
(۱۷) اُن کی زیارت سے حضرت بایزید میں معرفت کا اضافہ ہوگیا اور سلوک میں انتہائی طالب اپنے مدعا کی انتہا کو پہنچ گیا۔)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اپنے خلف ناخلف اسمٰعیل دہلوی کی جان پر قہر کی بجلیاں توڑنے کو فرماتے ہیں:

چوں بمقبرہ در آید دوگانہ بروحِ آں بزرگوار ادا کند بعدہ قبلہ را پشت دادہ بنشیند بعدہ قل گوید پس فاتحہ بخواند بعدہ ہفت کرت طواف کند و آغاز از راست کند بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد و بیاید نزدیک رُوئے میّت بنشیند و بگوید یا رب بست و یک بار بعدہ طرف آسماں بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح الروح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر بکند اِن شاء اللہ تعالےٰ کشفِ قبور و کشفِ ارواح حاصل آید[1]

پھر جب مقبرہ کے پاس آئے تو دو رکعت نوافل اس بزرگ کی روحِ اقدس کے ایصال ثواب کیلئے ادا کرے، اور کعبہ شریف کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھ جائے، پھر سُورۂ اخلاص پڑھے پھر فاتحہ پڑھے پھر سات چکر (طواف) بزرگ کے مزار کے گرداگرد لگائے۔ دائیں طرف سے شروع کرے، پھر بائیں طرف اپنا رخسار رکھے اور میت کے منہ کے نزدیک ہوکر بیٹھے، پھر اکیس[21] مرتبہ "یا رب" کا ورد کرے پھر آسمان کی طرف منہ کرکے "یا روح" پڑھے اور اپنے دل پر "یا روح الروح" کی ضرب لگائے، جب تک انشراح نہ ہو یہ ذکر کرتا رہے ان شاء اللہ تعالےٰ کشف قبور اور کشف ارواح یہ دونوں حاصل ہوجائیں گے۔ (ت)

تحفۃ الموحدین شاہ صاحب کی کتاب نہیں بہت قریب زمانہ میں کسی وہابی صاحب نے شاہ صاحب

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء ذکر برائے کشف قبور آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰-۹۹

کی تصانیفِ مشہورہ کے رَد کو کچھ اُلٹی سیدھی تکیں جوڑ کر وہابیوں کے ادعائی نام موحد کی طرف اُسے نسبت کرکے تحفۃ الموحدین نام رکھا اور بکمال بے ایمانی شاہ صاحب کی طرف منسوب کردیا۔ بے حیا گمراہ لوگ ایسی اکثر کر چکے ہیں جس کا بیان شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ کی تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ میں ہے کہ ابھی قریب زمانہ میں بمبئی میں ایک عربی کتاب بنام عقائد امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ چھپی ہے اس میں بھی یہی کارروائی ہے کم کوئی شیطانی عقیدہ چھوڑا ہوگا جسے اُس امام الاسلام سیف السنہ کی طرف نسبت نہ کیا ہو وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (بہت جلد ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے اگر بہ نیتِ تعظیم قبر ہے تو بلاشبہہ حرام ہے اور تبرک و استفاضہ وغیرہما نیاتِ محمودہ سے ہے تو فی نفسہٖ اس میں حرج نہیں، اور یہ کہنا کہ اس مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولاتقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا[2] ○ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبه حتی تعلم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں کوئی علم نہیں۔ یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تُو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہوجاتا۔ (ت)

یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[4] ○ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[5] الحدیث۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) بدگمانی سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶
[3] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب علی مایقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۵
[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[5] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

ائمہ دین فرماتے ہیں :

الظن الخبیث انما ینشؤ عن قلب الخبیث۔[1] خبیث گمان خبیث دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

مگر حضرات وہابیہ سے کیا شکایت کہ وُہ حضرت مولوی اور حضرت سید العارفین بایزید بسطامی اور اُن غوث گرامی سب کو جیسا دل میں جانتے ہیں معلوم وہ تو اُن تابعین پر بھی حکم شرک ہی لگائیں گے جنھوں نے روضۂ انور کا طواف کیا، مگر شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ذرا ٹیڑھی کھیر ہے ع

پتھر کے تلے دبا ہے دامن

شاہ صاحب یہاں محض سکوت نہیں کر رہے ہیں بلکہ مریدین ومستفیدین کو تعلیم فرما رہے ہیں اور اگر اسے بھی اوڑھ لیجئے کہ اُس وقت شاہ صاحب کو تعلیم حرام ہی کا کچھ ذوق تھا تو ذرا تقویۃ الایمان کی گولی بچاتے ہُوئے کہ نرا حرام ہی نہیں بلکہ شرک سکھا رہے ہیں اور اس پر بڑی بشاشت سے فرما رہے ہیں کہ یُوں کرو تو ان شاء اللہ تعالٰی یہ حاصل ہوجائے گا۔ عاقل تو جانتا ہے کہ کسی مکروہ وناگوار بات پر بھی ایسا نہیں کہا جاتا نہ کہ شرک وکفر۔ دھرم سے کہنا اگر دھرم رکھاتے ہو کہ کیا شاہ صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ اے مریدو عزیزو! روز صبح کو مندر میں جا کر سات دفعہ مہادیو جی کو ڈنڈوت کرو تو انشاء اللہ تعالٰی تین تلک کھل جائیں گے۔ تقویۃ الایمان کے حکم پر شاہ صاحب کے اس کلام اور اُس قول کے حکم میں کیا فرق ہوسکتا ہے، ہاں یہ امر ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ یہاں نیتِ جائز ونیتِ حرام ایسی متقارب ہیں جیسے آنکھ کی سیاہی سے سپیدی، تو عوام کے لئے اس میں ہرگز خیر نہیں اور خواص میں سے جو ایسا کرنا چاہے ہرگز عوام کے سامنے نہ کرے۔ ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد (ہر بات کا وقت ہے اور ہر نکتے کا محل ہے۔ت) یہ بحمد اللہ تعالٰی تحقیق حکم ہے اور احتراز واحتیاط ہر طرح اسلم ہے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۱۵۳ و ۱۵۴: مسئولہ سید محمد میاں ۱۷ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا صاحب معظم مکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از تسلیم مع التعظیم والتکریم معروض، کل جو توٗی جناب سے لایا تھا اُس کے متعلق بعض امور دریافت طلب رہے :

(۱) جناب فرماتے ہیں کہ نفس طواف سے تعظیم امر تعبدی ہے، امر تعبدی سے یہاں کیا مراد ہے اور پھر اس تعظیم سے امر تعبدی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۱۲۲

(۲) تعظیم سے مراد مطلق تعظیم ہے تو تعظیم قبر کے امر تعبدی ہونے کا ثبوت درکار ہے اور تعظیم الٰہی مراد ہے تو اس کے تعبدی ہونے سے تعظیم قبر کے لئے طواف کیسے ممنوع و بدعت ٹھہرے گا۔ امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمائیں۔ والتسلیم مع التکریم زیادہ ادب

الجواب

حضرت والا! آداب، میرے اس بیان میں دو دعوے ہیں، ایک کہ طواف تعظیمی غیر خدا کیلئے حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عزت کے لئے بھی اگر کعبہ معظمہ وصفا ومروہ کے سوا کوئی اور طواف مقرر کیا تو ناجائز ہے۔ اول کا ثبوت عبارات منسک ومسلک میں اور دوم کا یہ بیان کہ تعظیم الٰہی بطواف امکنہ امر تعبدی غیر معقول المعنی ہے جس کی تصریح ائمہ نے فرمائی ہے کہ افعال حج تعبدی ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ اس گزارش سے دونوں سوالوں کا حل ہوگیا، فقط۔

مسئلہ ۱۵۵: مسئولہ محمد میاں قادری از مارہرہ ۲۰ شوال ۱۳۳۶ھ

حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از سلام مسنونہ معروض درباره مسئلہ طواف تعظیمی قبر میں بعض اہل لاہور کہتے ہیں کہ جب تعظیم قبر ایک امر جائز کم از کم ہے تو وہ علت اور صورت کے لحاظ سے اپنے اطلاق پر رہنا چاہئے جب تک کہ شرعاً کسی خاص میں کوئی تقیید نہ آئے اور صورت طواف میں بھی مسلک ومنسک کے مصنفین کے منع کرنے کو وہ کافی نہیں سمجھتے اس کی کفایت یا اور کافی سند مذہب کی زیادت کی ضرورت ہے جناب ارشاد فرمائیں۔ فقیر محمد میاں قادری

الجواب

حضرت والا تسلیم، یا کتاب نامعتمد ہو یا اس سے معتمد تر کتب میں اس کا خلاف مصرح ہو ورنہ کتب امام محمد یا مسندات کے سوا تمام متون وشروح وفتاوٰی ردی ہوجائیں گے، منسک ومسلک ضرور کتب معتمدہ ہیں اور ان کے مصنفین اپنا اجتہاد نہیں لکھتے بلکہ مذہب، کتب مذہب میں اس کا خلاف کس کس نے کیا، اور نہیں تو وجہ رد کیا ہے۔ فقط

مسئلہ ۱۵۶: مسئولہ مولوی عبدالمجید صاحب از بنارس محلہ پتر کنڈہ تالاب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہمارے سنی حنفی علماء کثرھم اللہ تعالٰی وابقاھم الی یوم الجزاء (اللہ تعالٰی انھیں زیادہ کرے اور قیامت کے دن تک انھیں باقی رکھے۔ ت) اس میں کیا فرماتے ہیں کہ خالد نے زید سے سوال کیا کہ کسی ولی کی قبر شریف کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید نے جواب دیا اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعضے ناجائز فرماتے ہیں اور بعضے جائز کہتے ہیں لیکن جواز ان کا قولاً وفعلاً بہت سے اکابر سے منقول ہے ــــــ

مطالب المؤمنین میں ہے کہ بسندِ جید وارد ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ جب شام سے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو روتے تھے اور اپنے چہرۂ مبارک کو لِٹاتے اور مزارِ اقدس سے ملتے تھے۔

اور مسندِ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ میں ہے کہ ایک روز مروان نے ایک شخص کو مزارِ اقدس پر منہ رکھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اے شخص! تو جانتا ہے کہ کیا کرتا ہے، تو پھر نزدیک آکر دیکھا تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔

خلاصۃ الوفا میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص تبرگًا منبر شریف کو بوسہ دے اور ہاتھ لگائے مزارِ اقدس کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر ایسا ہی کرے تو۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاباس بتقبیل قبر والدیہ[1]۔ اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

اور عینی شرح بخاری میں ہے:

ان تقبیل الاماکن الشریفۃ علٰی قصد التبرک وکذلک تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد والنیۃ[2]۔ شریف مقامات کو چومنا بشرطیکہ تبرک کے ارادے سے ہو اور اسی طرح نیک لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اچھا اور قابلِ تعریف کام ہے بشرطیکہ اچھے ارادے اور نیت سے ہو (ت)

اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا اپنے باپ دادا کی قبروں کو بوسہ دینا بوارق محمدیہ میں منقول ہے۔

باقی رہا عدمِ جواز، سو بعضے اس کی علت اس کا عادتِ نصارٰی سے ہونا بتاتے ہیں اور بعضے اس کا مسنون ہونا فرماتے ہیں۔ سو پہلی بات میں تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور غیر کے درمیان کسی امر میں کچھ فرق ہوگیا تو حکم تشبہ باطل ہوتا ہے، تنہا عاشورے کے روز نیز روزِ شنبہ کے روزے کا مکروہ ہونا اور نویں یا گیارھویں اور جمعہ یا یکشنبہ کا ملا دینے سے بلاکراہت جائز ہونا اسی طرح اہلِ مصیبت کے لوگوں کی تعزیت کے لئے آنے کی غرض سے گھر کے دروازے پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا اور گھر کے اندر بیٹھنے کا بلاکراہت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب ماذکر فی الحجر الاسود ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۹/ ۲۴۱

جائز ہونا کتبِ فقہ میں مصرح ہے، پس کسی ولی کے مزار شریف کو صرف بوسہ دے کے چلا آنا بعجلت مذکورہ مکروہ ہوگا، اور جب سلام بھی عرض کیا اور بوسہ بھی دیا اور آنکھوں سے بھی لگایا اور فاتحہ بھی پڑھی تو بلاکراہت جائز ہوگا اور دوسری بات میں یہ کہ کسی امر کے غیر مسنون ہونے کو اس کا حرام یا مکروہ ہونا لازم نہیں، دیکھئے مثلاً نماز کی نیت کے ساتھ تلفظ باوجودیکہ علی ما قال الشرنبلالی فی حاشیۃ علی الدرر الغرر ورنہ حضور سے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعین سے نہ ائمہ اربعہ سے کسی سے منقول نہیں مگر فقہاء اس کو مستحب فرماتے ہیں، پس زید کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر۔ داعی محبت ہے اور مانع ادب۔ تو جسے غلبۂ محبت ہو اُس سے مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے، اور عوام کے لئے منع ہی احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل۔ عالمِ مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس اللہ سرہ، خلاصۃ الوفا شریف میں جدارِ مزارِ انور کے لمس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں:

وکتاب العلل والسؤالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یتبرک بمسہ و یقبلہ و یفعل بالقبر مثل ذٰلک رجاء ثواب اللہ تعالٰی فقال لاباس بہ۔[1]

یعنی احمد بن حنبل کے صاحبزادے فرماتے ہیں میں نے باپ سے پوچھا کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثوابِ الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے، فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء السقام پھر سید نورالدین خلاصۃ الوفا میں بروایت یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے اُن کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کررہے ہو، انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا: نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب مایلزم الزائر من الادب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۴

تعالیٰ علیہ وسلم ہاں میں بیٹھ کر کے پاس نہ آیا میں تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سُنا لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اھلہ[1] دین پر نہ روجب اُس کا والی اس کا اہل ہو ہاں دین پر روجب نا اہل اس کا والی ہو۔

سید قدس سرہٗ فرماتے ہیں: رواہ احمد بسند حسن امام احمد نے یہ حدیث بسندِ حسن روایت فرمائی۔ نیز فرماتے ہیں:

روی ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ ان بلالا رأی فی منامہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یقول لہ ماھذہ الجفوۃ یا بلال اما ان لك ان تزورنی فانتبہ حزینا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ[2]

یعنی ابن عساکر نے بسندِ صحیح ابو درداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا کہ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ تُو ہماری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصدِ زیارتِ اقدس سوار ہوئے، مزار پُر انوار پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور اپنا منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامہ بل علی فعلہ ذلك والصحابۃ متوفرون ولو تخف علیھم القصۃ[3]

یعنی زیارت اقدس کے لئے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوا کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔

عالم مدینہ فرماتے ہیں:

---

[1] شفاء السقام الباب السابع الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۵۲
وفاء الوفاء الباب الثامن " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۵۹

[2] " " " " " " " " " " ۴/ ۱۳۵۶

[3] " " " " " " " " " " ۴/ ۱۳۵۷

ذکر الخطیب بن حملۃ ان بلالاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع خدیہ علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یضع یدہ الیمین علیہ ثم قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبۃ یحمل علی الاذن فی ذٰلک والقصد بہ التعظیم والناس تختلف مراتبہم کما فی الحیٰوۃ فمنہم من لا یملک نفسہ بل یبادر الیہ ومنہم من فیہ اناۃ فیتأخر اھ ملخصاً ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمٰعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعوتب فی ذٰلک فقال استشفیت بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اُس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے، اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیارانہ اُس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے۔ اور ابن ابی الصیف اور امام محب الطبری سے نقل کیا کہ مزاراتِ اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے، اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہوجاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسارہ قبر انور سید اطہر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رکھتے کسی نے اُس پر اعتراض کیا، فرمایا: میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں:

تمریغ الوجہ والخد واللحیۃ بتراب الحضرۃ الشریفۃ واعتابہا فی زمن الخلوۃ المأمون فیہا توھم عامی محذوراً شرعیاً بسببہ امر محبوب حسن لطلابہا و امر لا بأس بہ فیما یظھر لکن لمن کان لہ فی ذٰلک قصد صالح

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اُس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائیگا ایسے وقت بارگاہِ اقدس کی مٹی اور آستانے پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب و مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اُس کے لئے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت

---

[1] وفاء الوفاء الفصل الرابع باب ما یلزم الزائر من الادب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۰۵
[2] " " " " " " " " " ۴/ ۱۴۰۶

وحمله علیه فرط الشوق والحب الطافح [1]

اُسے اس پر باعث ہو۔

پھر فرماتے ہیں:

الا انی اتحفك بامر یلوح لك منه المعنی بان الشیخ الامام السبکی وضع خد وجهه علی بساط دار الحدیث التی مشتها القدم النووی یسأل برکة قدمه وینوه بمزید عظمة کما اشار الی ذلك بقوله و فی دار الحدیث لطیف معنی ٭ الی بسط له اصبو واوی ٭ لعلی ان انال بحر وجهی ٭ مکانا مسه قدم النواوی ٭ وبان شیخنا تاج العارفین امام السنة خاتم المجتهدین کان یمرغ وجهه ولحیته علی عتبة البیت الحرام بحجر اسمٰعیل [2]

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دار الحدیث کے اُس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم رکھتے تھے اُن کے قدم کی برکت لینے اور اُن کی زیادتِ تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہے جس کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اُس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھُوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنّت خاتم المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزارِ کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب ہو جبکہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی سے ثابت ہے تو اُس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اُس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

المسألة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا او مذهب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنهی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع

جب کسی مسئلے کی ہمارے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول پر یا کسی دوسرے مذہب پر تخریج ممکن ہو تو ایسا مسئلہ قابلِ انکار نہیں ہوتا کہ جس کا انکار واجب ہو اور اُس سے منع کیا جائے قابلِ انکار

---

[1] حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل
[2]

علیٰ حرمتہ والنھی عنہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ وہ مسئلہ ہوتا ہے کہ جس کی حرمت پر اہلِ علم کا اتفاق ہو اور اُس سے منع کیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۷: مرسلہ جناب محمد زاہد بخش صاحب از ملک بنگالہ ڈاکخانہ ڈام اکانڈہ موضع فرید پور ضلع میمن سنگھ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ایک پیر مرید کرتا ہے اس طریقہ پر کہ اول نے، ڈھول اور طنبورہ اور مردنگ اور سارنگی اور ستار اور بیلا اور تالی بجانا اور گیت گانا اور ناچنا شروع کرتا ہے تو پھر بے ہوش ہوتا ہے اور گانا اور بجانا ایسی زور سے کرتا ہے کہ ایک میل سے سُنا جاتا ہے اور اُس پیر کے نزدیک جب سب مرید آتے ہیں اول سجدہ کرتے ہیں یا کہ قدم چُومتے ہیں تو اس شرط میں اس ملک کے عالم منع کرتے ہیں اور وہ پیر یہ جواب دیتے ہیں کہ سجدہ کرنا قرآن میں جائز ہے پیر کو۔ سورۂ یوسف کی اُس آیت میں ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا[2] (اور حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو اوپر کرکے تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لئے سجدے میں گر گئے۔ ت) اور وہ پیر یا کہ وہ مرید امامت کریں تو اُن کے پیچھے اقتدا کرنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

مزامیر ناجائز ہیں اور سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افترا ہے۔ قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اُن کی شریعت میں سجدۂ تحیت حلال تھا ہماری شریعت نے حرام فرمادیا تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اب اس کی سند لاکر جو حلال بتائے کافر ہوجائے گا۔ ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ ہے اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب، اور انھیں امام بنانا ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ تا ۱۶۳: ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے دوسرے سے السلام علیکم کہا دوسرے نے بھی جواب میں السلام علیکم ہی کہا دیگر یہ کہ سلام کے جواب میں آداب، بندگی، تسلیمات وغیرہ وغیرہ کہے ایسی صورت میں اوّل السلام علیکم کہنے والا خاموش رہے یا کیا کہے اور جواب سلام کا

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث والثلاثون المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

مسنون طریقہ سے جس نے نہیں دیا ہے وہ کس خطا کا مرتکب ہوا ؟

(۲) دوسرے یہ کہ بہتر اور آسان طریقہ سلام اور اس کے جواب کا کیا ہے کس قدر الفاظ کہنا چاہیے ؟

(۳) تیسرے یہ کہ ایک مقام پر چند یا ایک شخص بیٹھا ہو اور کوئی شخص آئے اور بعد سلام علیکم کرنے کے اور کوئی بات چیت کرکے فوراً چلا جائے قیام نہ کرے ایسی صورت میں شخص مذکور کو جاتے وقت پھر السلام علیکم کہنا چاہیے یا نہیں ؟

(۴) چوتھے یہ کہ اُن لوگوں کو جو دوسرے دن یا روزمرہ بلکہ کبھی ایک دن میں چند بار بھی ملنے کا اتفاق پڑتا ہو اُن کو بعد سلام اور جوابِ سلام کے اگرچہ دوسرا شخص اپنے کام ضروری میں مصروف ہو مگر مصافحہ کرنا بھی امر ضروری ہے ، دیگر یہ کہ مصافحہ کون کون سے موقعوں پر کرنا ضروری ہے اور مصافحہ فرض ہے یا واجب یا سُنّت ؟

(۵) پانچویں یہ کہ اگر کوئی مسلمان اگرچہ وہ خود گنہگار رہو اور اپنے آپ کو گنہگار جانتا بھی ہو لیکن اپنے بھائی مسلمانوں کی حالت خلافِ طریقہ اور برتاؤ کو دیکھ کر اور باوجود نصیحت اور ہدایت کرسکنے کے اور نہ کرے تو اُس مسلمان مذکور کی بابت کیا حکم ہے ؟ دیگر یہ کہ اگر شخص مذکور کسی وجہ خاص یعنی دوسرے کی خفگی وغیرہ کے باعث کچھ نہ کہے مگر خود غمگین ہو اور افسوس کرے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرے تو شخص مذکور کچھ اجر پانے کا مستحق ہے یا نہیں ؟

(۶) چھٹی یہ کہ منافقانہ طریقے سے ملنا اور سلام کرنا کیسا ہے ، چاہیے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) السلامُ علیکم کے جواب میں السلامُ علیکم کہنے سے جواب ادا ہوجائے گا اگرچہ سنت یہ ہے کہ وعلیکم السلام کہے ۔ آداب ، تسلیمات ، بندگی کہنا ایک مہمل بات اور خلافِ سنّت ہے ، اس کا جواب کچھ ضرور نہیں ، وہاں مصلحت پر نظر کرے ، اگر صورت یہ ہے کہ اس کے جواب نہ دینے سے وہ متنبہ ہوگا اور آئندہ خلاف سنّت سے باز رہے گا تو کچھ جواب نہ دے ، اور اگر وہ دنیا کے اعتبار سے بڑا شخص ہے اور اُسے جواب نہ دینے میں ضرر و ایذا کا اندیشہ ہے تو ویسا ہی کوئی مہمل جواب دے دے ۔ اسی طرح اگر اسے جواب نہ دینے سے کینہ پیدا ہوگا یا اپنی ناواقفی کے باعث اس کی دل شکنی ہوگی جب بھی جواب دینا اولٰی ہے اور سلام جب مسنون طریقہ سے کیا گیا ہو اور سلام کرنے والا سُنّی مسلمان صحیح العقیدہ ہو تو جواب دینا واجب ہے اور اُس کا ترک گناہ مگر اجنبی جوان عورت اگر سلام کرے تو دل میں جواب دینا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

(۲) کم از کم السلامُ علیکم اور اس سے بہتر ورحمۃ اللہ ملانا اور سب سے بہتر وبرکاتہٗ شامل کرنا اور اس پر زیادت نہیں، پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اُتنے کا اعادہ توضرور ہے، اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے، اُس نے السلامُ علیکم کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے، اور اگر اُس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے اور اگر اس نے وبرکاتہٗ تک کہا تو یہ بھی اُتنا ہی کہے کہ اس سے زیادت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) جاتے وقت پھر کہے لیست الاولیٰ باحق من الاٰخرۃ (پہلا جواب دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں ہے) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) مصافحہ سنّت ہے اور اس کا وقت ابتدائے ملاقات ہے خواہ ابتدائے حقیقی ہو جیسے جو شخص بھی آیا یا حکمی جیسے کوئی بد مذہب آیا اور بیٹھا اور گفتگو کرتا رہا اور ہدایت پائی اور سنّی ہوا تو جتنے حاضرین اہلسنّت ہیں اُن سب کو اس سے مصافحہ چاہیے جیسا کہ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کا حکم دیا۔ نماز کے بعد بھی مصافحہ اسی ابتدائے حکمی میں داخل ہے کہ نمازی نماز میں دوسرے عالم میں ہوتا ہے ولہذا جو خارج نماز آیت سجدہ کی تلاوت کرے اس کے سننے سے نمازی پر سجدہ واجب نہیں اور نمازی تلاوت کرے تو جو نماز سے باہر ہے اس پر واجب نہیں، اسی لئے شریعتِ مطہرہ میں ختم نماز میں ایک دوسرے پر سلام رکھا۔ دن میں اگر کئی بار ملتا ہو تو ہر بار مصافحہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) احکامِ الٰہیہ بجالانا اور گناہ سے خود بچنا ہر شخص پر فرض ہے اور دوسرے کو اتباع شرع کا حکم دینا اور گناہ سے بقدرِ قدرت منع کرنا ہر اہل پر فرض ہے آپ گناہ کرنے کے سبب دوسرے کو نہ منع کرنا دوسرا گناہ ہے، ہاں اگر منع کرنے کے سبب فتنہ وفساد ووحشت ونفرت کا ظن غالب ہو تو سکوت کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ دل میں غمگین ہونا اور مسلمان بھائی کے لئے دُعا کرنا یہ ایمان کی علامت ہے اس پر ثواب پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) بلاضرورت ومجبوری شرعی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴ تا ۱۶۸ از اٹاوہ ادریا مسئولہ حیات اللہ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) آیا عورت مومنہ کو مومن سے السلامُ علیکم کہنا اور اس کا جواب وعلیکم السلام کہنا جائز ہے؟

(۲) عورت مومنہ کا اپنے باپ، بھائی، دادا سے السّلامُ علیکم کہنا اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا جائز ہے؟

(۳) لڑکے اور بھائی کو اپنی ماں اور بہن سے السّلامُ علیکم کہنا جائز ہے اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا کیسا ہے؟

(۴) عورت کو خاوند سے اور خاوند کو عورت سے السّلامُ علیکم کہنا اور جواب میں وعلیکم السّلام کہنا کیسا ہے؟

(۵) عورتوں کو اگر السّلامُ علیکم کہنا درست نہیں تو اور کون الفاظ بروئے شرع آپس میں ملتے وقت کہنا چاہیے؟ فقط۔

الجواب

ان سب صورتوں میں السّلامُ علیکم اور جواب وعلیکم السّلام کہنا بلاشبہہ جائز ہے زمانۂ اقدس میں بھی رواج تھا، بیبیوں سے بھی السّلامُ علیکم فرمایا ہے مگر یہاں ایک دقیقہ واجب اللحاظ ہے جو سنّتِ مؤکّدہ نہ ہو یا اس کا ایک طریقہ متعین نہ ہو اور بعض طرق عوام میں ایسے اوپری ہو گئے ہوں کہ اس کے بجا لانے سے سنّت پر ہنسیں گے تو وہاں اس غیر مؤکّدہ اور مؤکّدہ کے اس طریقہ خاصہ کا ترک ہی مصلحت ہوتا ہے کہ ایک استحباب کے لئے لوگوں کا دین کیوں فاسد ہو سنّت پر ہنسنا معاذ اللہ کفر تک لے جاتا ہے اور مسلمانوں کو کفر سے بچانا فرض ہے مسئلہ خضاب نساء میں علماء نے اس دقیقہ کی تصریح کی ہے نیز شملۂ عمامہ میں فرمایا کہ جہاں جہال اس پر ہنستے ہیں اور دُم سے تشبیہ دیتے ہوں وہاں شملہ نہ چھوڑا جائے، باہم عورتوں کا یا عورتوں سے السلام علیکم وعلیکم کی حالت قریب قریب ایسی ہی ہے اور اسے اچنبا جانیں گے اور اس پر ہنسنے کا احتمال ہے اور لفظ سلام اس کا قائم مقام، قالوا سلاماً قال سلام تو اس پر اکتفا مناسب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹ از مقام کیلا کھیڑا تحصیل بازپور ضلع نینی تال مسئولہ عبدالمجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

احوال ایں است کہ بابت مصافحہ کے کوئی کہتا ہے کہ بعد نماز کے نہیں کرنا چاہیے اور کوئی کہتا ہے کہ بعد نماز کے کرنا چاہیے، لہٰذا آپ سے معروض ہوں کہ کون سا قول صحیح تر ہے اور طریقہ بھی صاف الفاظوں میں تحریر فرمائیں تاکہ مخالف زیر ہو۔

الجواب

نمازوں کے بعد مصافحہ، صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ نسیم الریاض میں ہے:

الاصح انها بدعة مباحة [1] | صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ | واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از موضع سیوہارہ ضلع بجنور محلہ مولویاں مسئولہ حفظ الرحمٰن روز شنبہ بتاریخ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید اپنے پیر کی تصویر کو نہایت احترام سے رکھتا ہے، بوسہ دیتا ہے، سجدۂ تحیت کرتا ہے۔ لہذا تصویر کو بوسہ دینا تصویر کو سجدۂ تحیت کرنا کیسا ہے؟ ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ نص صریح یا حدیث صحیح یا قول امام سے بحوالہ کتب تحریر فرمادیں، اور زید ثبوت سجدۂ تحیت میں کتاب انوار العیون فی اسرار المکنون مصنفہ شیخ عبدالقدوس کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند و سجدہ پیش می رفتند و می نشستند و امروز ہماں سنت مریدان حضرت شیخ العالم جاری کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ سر بر زمین می نہند و سجدہ می کنند [2]

حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ (یعنی شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے مرید سر آگے کرکے ان کے رُوبرو سجدہ کرتے اور پھر بیٹھتے ہیں، آج حضرت شیخ العالم کے مریدوں میں وہی طریقہ جاری و ساری ہے کہ حضرت موصوف کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں اور پھر ان کے سجادہ نشین کے آگے زمین پر سر رکھ کر انھیں سجدہ کرتے ہیں۔ (ت)

اس قول کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ سجدۂ تحیت کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے۔ درمختار میں ہے:

وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء العظماء فحرام والفاعل والراضی بہ اثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم

اور اسی طرح جو کچھ جُہلا اور نادان کیا کرتے ہیں کہ بڑے بڑے عظیم علماء کے آگے زمین کو بوسہ دیتے (تو یاد رکھو کہ) یہ فعل حرام ہے۔ لہذا کرنے والا اور اس سے خوش ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں اس لئے کہ یہ کام بُت کی عبادت سے مشابہت رکھتا ہے۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

[2] انوار العیون فی اسرار المکنون

كفر وان على وجه التحية لا وصار اثما مرتكبا للكبيرة[1] وفى الشامى قال الزيلعى و ذكر الصدر الشهيد انه لا يكفر بهذا السجود لانه يريد به التحية[2]

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے والا کافر ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ کام بطور عبادت کیا اور اس کی تعظیم کی تو بلاشبہہ کافر ہوگیا۔ اور اگر تعظیم و بزرگی کی خاطر ایسا کیا تو کافر نہ ہوا لیکن پھر بھی گنہگار، گناہِ کبیرہ بجالانے والا ہوا۔ اور فتاوٰی شامی میں ہے کہ علامہ زیلعی نے فرمایا امام صدر شہید نے ذکر فرمایا کہ اس طرح سجدہ کرنے سے وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس سے اس کی مراد صرف تعظیم ہے۔ (ت)

یعنی زیلعی و صدر الشہید سجدۂ تحیت کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔

(۲) سجدۂ عبادت، سجدۂ تعظیم، سجدۂ تحیت، سجدۂ شکر، تقبیلِ ارض، ان سب کی تعریف و فرق تحریر فرمادیں نیز ان میں کون مخصوص ہے زندہ بزرگوں کے لئے اور کون ہے قبور و تصاویر کے لئے مع حوالۂ کتب۔

الجواب

(۱) غیر کو سجدہ بلاشبہہ حرام ہے پھر اگر بروجہ عبادت ہو تو یقیناً اجماعاً کفر ہے اور بروجہ تحیت ہو تو کفر میں اختلاف ہے اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں، اور حق یہی ہے کہ بے نیتِ عبادت حرام ہے کبیرہ ہے مگر کفر نہیں، زیلعی کی عبارت کا صاف یہی مطلب ہے نفیِ کفر کرتے ہیں نہ کہ نفیِ حرمت۔ احادیث صحیح اس بارے میں بکثرت وارد ہیں، اور کتب ہر چہار مذہب اس کی تحریم پر متفق، بعض ملفوظات کہ بعض اولیاءِ کرام کی طرف بلاسندِ صحیح متصل منسوب ہوں ایسے مسئلہ جلیہ واضحہ متفق علیہا کے مقابل ہرگز قابلِ استناد نہیں، اور بالخصوص سجدۂ قبر کے بارہ میں وہ حدیث موجود ہے:

ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قال فلا تفعل[3]

بھلا دیکھئے اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اس کو سجدہ کروگے؟ عرض کی: نہیں۔ (ت)

اور تصویر کو سجدہ تو کھلا ہوا ملک بت پرستی کا ہے، دنیا میں بت پرستی کا آغاز تصاویر کو جانب قبلہ صرف نصب کرنے سے ہوا کما فی صحیح البخاری وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔ ت) نہ کہ سجدہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] سنن ابی داود کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

کہ جانبِ قبلہ نصب سے ہزار ہا درجہ بدتر اور کفر سے ایسا ہی قریب ہے جیسے آنکھ کی سپیدی سے سیاہی،
تصویر کی تعظیم مطلقاً حرام ہے بلکہ غیر محلِ اہانت میں اس کا رکھنا ہی حرام و مانع دخولِ ملائکہ رحمت ہے،
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔[1] فرشتے اس گھر میں داخل نہیں جس میں کتا اور تصویر ہو۔ (ت)

یہ سب وساوسِ ابلیس ہیں، مسلمان اگر اس کے ہاتھوں میں نرم ہوا وہ اسے ہلاک کر دے گا جلد بچے اور اس عدو مبین سے جدا ہو کر شریعتِ مطہرہ کی باگ تھام لے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم[2] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سجدہ کسی قسم کا شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں غیر خدا کے لئے مطلقاً جائز نہیں اور احکامِ منسوخہ سے استناد جہل و خرط القتاد ورنہ سگی بہن سے نکاح بھی جائز ہو، اپنا ربِ حقیقی و مالک بالذات جان کر اس کے حضور غایتِ تذلل کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا سجدہ عبادت ہے، اور معبود نہ جان کر صرف اس کی عظمت کے لئے رُو بخاک ہونا سجدہ تعظیم ہے اور وقت لقا باہمی موانست کے لئے سجدہ تحیت اور حق شناسیِ نعمت کے اظہار کو سجدہ شکر۔ اول و آخر مولا عزوجل کے لئے ہیں، پہلا فرض اور پچھلا مستحب۔ اور دوم سوم کہ غیر خدا کے لئے ہوں حرام ہیں کفر نہیں، یونہی چہارم بھی، اور پہلا کفر قطعی، اور غیر خدا کے لئے تقبیلِ ارض بھی حرام ہے اور جو کرے اور جس کے لئے کی جائے اور وہ راضی ہو دونوں مرتکب کبیرہ اور بہ نیت عبادت ہو تو یہ بھی کفر کہ عبادتِ غیر کی نیت خود ہی کفر ہے اگرچہ اس کے ساتھ کوئی فعل نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اٰثمان کذا فی التاتارخانیۃ وتقبیل جامع صغیر میں ہے کسی بڑے کے آگے زمین بوسی حرام ہے، اور ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں۔ تتارخانیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ اہلِ علم اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم اٰمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۸
جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء ان الملٰئکۃ لاتدخل الخ امین کمپنی کراچی ۲/۱۰۲

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

الارض بین یدی العلماء و الزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی اثمان کذا فی الغرائب[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

زاہدوں کے آگے زمین چومنا جاہلوں (ناواقف لوگوں) کا طریقہ ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں۔ فتاوٰی "الغرائب" میں یہی مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۱۷۲ از ضلع گیا پردہ چک ڈاکخانہ شمشیرنگر مسئولہ ابوالبرکات بروز شنبہ بتاریخ ۷ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ عید و بقرعید مصافحہ و معانقہ کرنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے یا کہ نہیں؛ حدیث مع حوالہ کتب تحریر ہو، اور ان اوقات میں مصافحہ کرنا کتبِ حنفیہ سے ثابت ہے کہ نہیں، فقط۔

الجواب

احادیثِ صحیحہ سے مصافحہ کی سُنیت ثابت ہے اور خصوصیتِ وقت اُسے ناجائز نہ کردے گی۔ حدیث میں ہے:

صوم یوم السبت لالک ولا علیک[2]۔

صرف سنیچر کے دن روزہ رکھنا نہ تو تیرے لئے مفید ہے نہ مضر۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے مسوّٰی شرح موطا میں جوازِ مصافحہ بعد نمازِ عید کی اور نسیم الریاض میں مصافحہ بعد صلوٰۃ کی نسبت ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۳۶۸

الاصح انها بدعة مباحة[1]

زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ (بعد از نماز) ایک مباح (جائز) بدعت ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے:

الاصرار بما لم ینه عنه حسن[2]

اُس کام پر اصرار و تکرار کرنا کہ جس سے منع نہ کیا گیا ہو اچھا کام ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقهم[3]

لوگوں سے اخلاق رکھو ان کے اخلاق کی وجہ سے۔ (ت)

ایسے مباحات کہ عوام میں رائج ہوں وہ موافقتِ مسلمین کے باعث نرے مباح نہیں بلکہ مستحب ہوجاتے ہیں اور اس میں مخالفت مکروہ ہے اور یہ وہی کرے گا جو اپنی شہرت اور نکو بننا چاہتا ہے شرح صحیح مسلم شریف و مجمع البحار وغیرہما میں ہے:

الخروج عن العادة شهرة و مكروه[4] وهو تعالٰی اعلم۔

لوگوں کی عادات سے نکلنا (قدم باہر رکھنا) باعثِ شہرت اور مکروہ ہے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳

نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عالمِ دین اور سلطانِ اسلام اور علمِ دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالسِ خیر میں بھی کی جائے گی اور مجالسِ خیر میں بھی اور تلاوتِ قرآنِ عظیم میں بھی عالمِ دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی فصل فی نظافۃ جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/۲

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت و آفات اللسان مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الفائدۃ الثانیہ الخ دار الفکر بیروت ۳۵۴/۶

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تتمۃ الاصناف مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۵۱۲/۲

مسئلہ ۱۷۴ ازپوپاری جتارن مارقوار مسئولہ حبیب اللہ بروز سہ شنبہ ۲ رجب ۱۳۳۴ھ

مصافحہ کرتے وقت درود شریف پڑھنا چاہیے یا دُعا پڑھنا چاہیے؟

الجواب

درود اور دُعا دونوں ہوں اور صرف درود کافی ہے کہ الحمدُ للہ کے بعد ہر دعا سے افضل ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۵ مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

سلام کرنا اشارہ کے ساتھ یعنی وقت سلام مسنون ہاتھ پیشانی تک لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلاضرورت فقط اشارہ پر قناعت بدعت اور یہود و نصارٰی کی سُنّت ہے اور سلام مسنون کے ساتھ محل حاجت عرفیہ میں اشارہ بھی ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۶ از کلکتہ ڈاک خانہ ہٹ تلا بڑا صاحب کا ہاٹ محمد غلام فرہاد بروز چہار شنبہ ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

مکرمی و معظمی جناب مولانا شاہ عبدالمصطفٰے احمد رضا خاں صاحب بعد آداب و تسلیم معروض آنکہ ہم لوگ احاطہ بنگال ضلع فریدپور تھانہ پالنگ موضع لاکرتکہ میں سب لوگ اہلسنت و جماعت کے ہیں مگر ان میں سے بعض لوگ ایسے حنفی کہلاتے ہیں مگر عقیدہ وہابیت کا ہے یعنی دیوبند کا، چونکہ وہ لوگ دیوبند کا کیفیت سے اچھی طرح واقف نہیں اور ہمارے بنگال کا بادی جونپور کے مولانا کرامت علی صاحب کی اولاد ہیں وہ لوگ بھی دیوبند کے عقیدہ پر چلتے ہیں یعنی قیام و فاتحہ و ثانی جماعت وغیرہ کو ناجائز کرتے ہیں لہذا ہم لوگ نے حضور کی کتاب کوکبۃ الشہابیہ اور چند پرچہ کلکتہ منشی لعل خان صاحب سے منگا کر دکھلایا کہ تم لوگوں کا عقیدہ اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے، بہرحال ہم لوگ سے اختلاف کرتا رہا مگر اس وقت مسئلہ قدمبوسی اور سجدۂ تحیہ میں ہم لوگوں کو بہت مجبور کیا، ہم لوگ قادریہ شریف میں سلسلہ بھاگل پور کے مریدان اسلام آباد احاطہ بنگال کے مولانا شاہ محمد عبدالحی صاحب سے دست بیعت کیا ہوں انھوں نے سجدۂ تحیہ کو جائز رکھتے ہیں اور ردِ دیوبندی خلاف ہیں اب ہم لوگوں نے کہا کہ یہ مسئلہ ایسے آدمی سے دریافت کرنا چاہیے جو کہ متوسط سنّت و جماعت کے ہیں، لہذا ہم لوگ حضور کو بمقابلہ مقتدا اسلام اور حامی سنّت و جماعت کا جانتا ہوں، اب یہاں سے دو فتوٰی دیا جاتا ہے ہم لوگ سجدۂ تحیۃ کو جائز رکھتا ہوں اور مقتدا دیوبندی کفر اور حرام ناجائز کہتے ہیں۔ خیر، گزارش ضروری یہ ہے حضور اگر جائز کرتے ہیں تو بہت خوب، اور اگر ناجائز کریں

بسر تسلیم مان لیتا ہوں مگر امید کرتا ہوں کہ جواب اس طرح ہونا چاہئے کہ فتوی دیوبندی ہم پر غالب نہ ہوجائے، والسلام۔

الجواب

بزرگانِ دین کی قدم بوسی بلاشبہہ جائز بلکہ سنّت ہے، بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پائے مبارک چُومے اور حضور نے منع نہ فرمایا۔ رہا سجدہ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی زوجہ مقدسہ اور اُن کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت سیدنا مریم (علیہا السلام) کے شکم مبارک میں تھے اور سیدنا یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بہن کے شکم مقدس میں جب حضرت مریم اپنی بہن کے پاس تشریف لائیں اُن کی بہن عرض کرتی ہیں:

انی اری ما فی بطنی یسجد لما فی بطنك[1]
میں دیکھتی ہوں کہ وہ جو میرے پیٹ میں ہے اس کے لئے سجدہ کرتا ہے جو تمہارے پیٹ میں ہے۔

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ اس کو شرک کہتے اللہ کے رسولوں اور فرشتوں کو شرک کا مرتکب اور اللہ عزوجل کو معاذ اللہ شرک کا حکم دینے والا ٹھہراتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا۔[2]
حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور وہ سب (والدین و برادران) حضرت یوسف کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر گئے (ت)

وقال اللہ تعالٰی واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[3]
اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہہ دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سب نے سجدہ کیا۔ (ت)

دیوبندیہ خود مرتدین ہیں ان کو مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، علمائے حرمین شریفین نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ یبشرك بیحیٰی الخ المطبعۃ البہیۃ مصر الجزء الرابع ص ۳۰
روح المعانی تحت آیۃ ان اللہ یبشرك بیحیٰی مصدقا بکلمۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر الجزء الثالث ص ۱۳۰

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

[3] " " ۲/ ۳۴

اُن کے پیشواؤں کو نام بنام لکھا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] جو اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر انکے کفر میں شک کرے خود کافر۔ ہاں ہماری شریعت مطہرہ نے غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۷: مرسلہ حکمت یار خاں ساکن بریلی محلہ شاہ آباد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بمبئی اور اس کے اطراف و جوانب میں قدیم سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر جماعت پنجگانہ کے بعد نماز و دُعا اخیر سے فارغ ہو کر مصلّیانِ مسجد باہم مصافحہ کرکے رخصت ہوتے ہیں آج کل موضع کرلا میں ایک مولوی صاحب اس کو بدعت قبیحہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کسی قول وفعل سے یہ ثابت نہیں اس لئے ہر گز ایسا نہ کرنا چاہئے۔ دوسرے ایک صاحب کا قول ہے کہ مسلمان خانۂ خدا میں پنجگانہ نماز ادا کرنے کے بعد باہم مصافحہ کرکے محبت واتفاق واتحاد کا ثبوت دیتے ہیں یہ نہایت مستحسن طریقہ ہے اگر بدعت قبیحہ ہوتا تو علمائے دین ضرور اس سے منع فرماتے۔ حالانکہ آج تک کسی سُنّی عالم نے اس سے ممانعت نہیں کی۔ پس اس کے لئے قولِ فیصل بدلائل قوی تحریر فرمائیں کہ رفع نزاع ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

صحیح یہ ہے کہ وہ جائز اور بہ نیت حسنہ مستحب ومستحسن ہے، اور جہاں کے مسلمانوں میں اس کی عادت ہے وہاں انکار سے مسلمانوں میں فتنہ وتفرقہ پیدا کرنا جہالت اور بربنائے اصول وہابیت ہو جیسا کہ آج کل اکثر یہی ہے تو صریح ضلالت، والعیاذ باللہ۔ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

الاصح انها بدعة مباحة[2] زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایک جائز بدعت ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وقولهم انه بدعة ای مباحة اُن کا یہ فرمانا کہ مصافحہ کرنا بدعت ہے یعنی جائز و

---

[1] حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

[2] نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۳

حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ۔[1]

اچھی بدعت ہے، جیسا کہ امام نووی نے "کتاب الاذکار" میں اور دوسرے ائمہ کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

اور تفصیل مرام وازالۂ اوہام ہمارے رسالہ وشاح الجید میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۸: موضع کٹیا ڈاک خانہ سکندرپور ضلع فیض آباد مرسلہ محمد ناظر خاں صاحب زمیندار

مورخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

بوسہ قبر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، بکثرت اکابر جواز و منع دونوں طرف ہیں اور عوام کے لئے زیادہ احتیاط منع میں ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام پر کہ اُن کے اتنا قریب جانا ادب کے خلاف ہے کم از کم چار ہاتھ فاصلے سے کھڑا ہو کما فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) تو بوسہ کیسے دے سکتا ہے۔ وھو سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹: از ڈاکخانہ دھاموکے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم قریشی مدرس مدرسہ

مورخہ ۲۷ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک مسلم کو کون کون سے مواقع اور کون کون سے اشخاص پر پہلے السلام علیکم کہنا واجب ہے وکذلك کیا کوئی مواقع واشخاص ایسے بھی ہیں جبکہ تحیات کا جواب دینا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

الجواب

ابتدا بسلام مسلمان سُنّی صالح پر سنّت اور اعلٰی درجہ کی قربت ہے مگر واجب کبھی نہیں سوا اُس صورت کے کہ سلام نہ کرنے میں اس کی طرف سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو جن صورتوں میں سلام مکروہ ہے جیسے مصلّی یا تالی یا ذاکر یا مستنجی یا آکل پر ان لوگوں کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۰ تا ۱۸۳: از کلکتہ امرتلا لین ۲۶ گدی دیوان رحمت اللہ مرسلہ حاجی پیر محمد ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جو لوگ سیدوں کو کلمات بے ادبانہ کہا کرتے ہیں اور ان کے مراتب کو خیال نہیں کرتے بلکہ کلمہ تحقیر آمیز کہہ بیٹھتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۴

(۲) حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دربارۂ محبت واطاعت آل کے لئے کچھ ارشاد فرمایا ہے یا نہیں؟

(۳) اور جو لوگ سیّدوں سے محبت رکھتے ہیں ان کے لئے یومِ محشر میں آسانی ہوگی یا نہیں؟

(۴) ایک جلسہ میں دو مولوی صاحبان تشریف رکھتے ہیں ایک اُن میں سے سیّد ہیں تو مسلمان کسے صدر بنائیں؟

الجواب

(۱) ساداتِ کرام کی تعظیم فرض ہے اور اُن کی توہین حرام، بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا یا کسی کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدًا به الاستخفاف کفر[1]

ساداتِ کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جس نے عالم کی تصغیر کرکے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔ (ت)

بیہقی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اور ابوالشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث امّا منافقًا واما لزنیة واما لغیر طھور[2]۔ ھذا لفظ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن ابن ابی رافع عن ابیه عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه ولفظ غیرہ اما منافق واما ولد زنیة واما امرء حملت به امه فی غیر طھر[3]۔

جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ (یہ بیہقی کے الفاظ زید بن جبیر نے داؤد بن حصین سے انھوں نے ابن ابی رافع انھوں نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے دوسروں کے الفاظ یوں ہیں: یا منافق و ولد زنا یا اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں اس کا حمل لیا۔ ت)

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] شعب الایمان حدیث ۱۶۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲

[3] الفردوس بماثور الخطاب " ۵۹۵۵ " " " ۳/ ۶۲۶

بلکہ علماء و انصار و عرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ و بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں نسب منقطع ہے۔

قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (اے نوح (علیہ السلام)! وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھروالوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

جیسے نیچری، قادیانی، وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ اُن کی تعظیم حلال بلکہ توہین و تکفیر فرض، اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے کسی قوم کا رافضی ہوجائے دو دن بعد میر صاحب ہوجائے گا، ان کا بھی وہی حال ہے کہ اُن فرقوں کی طرح تبرائیانِ زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) محبت آلِ اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیت کریمہ ہے:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی[2]

(ان سے) فرمادیجئے (لوگو!) اس دعوتِ حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت و محبت (ت)

اُن کی محبت بحمداللہ تعالٰی مسلمان کا دین ہے اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنمی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ مگر محبت صادقہ نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمھاری محبت ہم پر عار ہوگی۔ اطاعت عامہ اللہ و رسول کی پھر علمائے دین کی ہے۔

قال اللہ تعالٰی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کا حکم مانو، اور رسول کا حکم مانو، اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں (یعنی امراء وخلفاء)۔ (ت)

اصل اطاعت اللہ و رسول کی ہے اور علمائے دین اُن کے احکام سے آگاہ، پھر اگر عالم سید بھی ہو تو نورٌ علٰی نور، امورِ مباحہ میں جہاں تک نہ شرعی حرج ہو نہ کوئی ضرر سید غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حدِ شرع کے اندر ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا ہے اور حضور کی رضا اللہ عزوجل کی رضا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶
[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

(۳) ہاں سچے محبانِ اہلبیت کرام کے لئے روزِ قیامت نعمتیں برکتیں راحتیں ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الزموا مودتنا اھل البیت فانہ من لقی اللہ وھو یودنا دخل الجنۃ بشفاعتنا والذی نفسی بیدہ لاینفع عبدًا عملہ الا بمعرفۃ حقنا[1]۔

ہم اہلبیت کی محبت لازم پکڑو کہ جو اللہ سے ہماری دوستی کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی بندے کو اس کا عمل نفع نہ دے گا جب تک ہمارا حق نہ پہچانے۔

(۴) اگر دونوں عالم دین سنی صحیح العقیدہ اور جس کام کے لئے صدارت مطلوب ہے اس کے اہل ہوں تو سید کو ترجیح ہے ورنہ ان میں جو عالم یا علم میں زائد یا سنی ہو اور دونوں علم دین میں مساوی ہوں تو جو اس کام کا زیادہ اہل ہو،

الا تری ان الاحق بالامامۃ الاعلم وما عد شرف النسب الابعد وجودہ وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وسد الامر الٰی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ رواہ البخاری[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ امامت کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو سب سے بڑا عالم ہو، اور شرافتِ نسب کا شمار نہیں کیا جاتا مگر اس کے پائے جانے کے بعد۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی کام کسی نا اہل کے حوالے کیا جائے تو قیامت آنے کا انتظار کیجئے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۴: از ضلع سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص سید ہے لیکن اس کے اعمال واخلاق خراب ہیں اور باعثِ ننگ وعار ہیں تو اس سید سے اس کے اعمال کی وجہ سے تنفر رکھنا اور نسبی حیثیت سے اس کی تکریم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سید کے مقابل کوئی غیر مثل شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ وغیرہ کا آدمی نیک اعمال ہو تو اس کو اس سید پر بحیثیت اعمال کے ترجیح

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۲۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۱۲۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل علمًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ شرع شریف میں ایسی حالت میں اعمال کو ترجیح ہے کہ نسب کو؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سید سنّی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں، اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اُس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی، ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔

قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[1] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح (علیہ السلام) وہ یعنی تیرا بیٹا تیرے خاندان اور گھرانے والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

شریعت نے تقوٰی کو فضیلت دی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[2] (اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ ت) مگر یہ فضل ذاتی ہے فضلِ نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے سادات کرام کی انتہائے نسب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہے اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

سجدہ کے قسم پر ہے اور کون سا کس لئے خاص ہے اور باقی کیسے ہیں؟

الجواب

سجدہ دو قسم ہے سجدۂ عبادت و سجدۂ تحیت۔ سجدۂ عبادت غیر خدا کے لئے کفر ہے اور سجدۂ تحیت غیر خدا کے لئے حرام مگر کفر و شرک نہیں کہ اگلی شریعتوں میں جائز تھا اور کفر و شرک کبھی جائز نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[2] ؍؍ ؍؍ ۴۹/ ۱۳

الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة

۱۳۳۷ھ

(سجدۂ تعظیمی کے حرام ہونے کے بارے میں پاکیزہ مکھن)

مسئلہ ۱۸۶: بار اول از بنارس پھاٹک شیخ سلیم مدرسہ ابراہیمیہ مرسلہ مولوی حافظ عبدالسمیع صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قال زید سجدۂ تعظیم وتحیت مرشد طریقت کے لئے اب بھی جائز ہے، اور استدلال کرتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے سے نیز واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے، اور کہتا ہے والقی السحرۃ ساجدین[1] ساحروں نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قال عمرو سجدۂ تحیت ادیان ماضیہ میں جائز تھا ہماری شریعت غرا محمدیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہ حکم منسوخ ہوا، جیسا کہ تفسیر جلالین، مدارک، خازن، روح البیان، جامع البیان، تفسیر کبیر، فتح العزیز وغیرہم میں مصرح ہے۔ اور ساحروں کو عرفان حق حاصل ہوا اور انھوں نے معبود حقیقی کو سجدہ کیا، جیسا کہ قالوا اٰمنا برب العٰلمین رب موسٰی وھارون[2] (جادوگر کہنے لگے ہم تمام جہانوں کے رب پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱

ایمان لے آئے جو حضرت موسٰی اور حضرت ہارون کا پروردگار ہے۔ت) اس پر دال ہے نہ کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ قال زید آیات اخبار وقصص میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہوتا کما فی نور الانوار (جیسا کہ نورالانوار میں ہے۔ت) لہذا اباحت اس کی باقی ہے۔ قال عمرو علمائے مفسرین نے اس حکم کا منسوخ ہونا مصرح بیان فرمایا۔ قال زید مفسرین کی مجرد رائے ہم پر حجت نہیں تا وقتیکہ کوئی آیت اس کی ناسخ یا ممانعت میں نہ وارد ہو۔ قال عمرو آیاتِ قرآنی اس کی ممانعت میں نص صریح ہیں مثلاً:

یایھا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم[1] اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو، اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ (ت)

پس معلوم ہوا سجدہ عبادت ہے، پس عبادت غیر خدا کی شرک ہے نیز:

فاسجدوا للّٰہ واعبدوا[2] پس اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ (ت)

اور:

واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون[3] اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کرو جس نے اُن چیزوں کو پیدا کیا، اگر تم خاص اُسی کی عبادت اور بندگی کرتے ہو۔ (ت)

میں لام واسطے تخصیص کے ہے اور ایاہ بھی تخصیص کے لئے آتا ہے، لہذا سجدہ مخصوص ذات باری کے لئے ہے اور غیر کے لئے شرک وحرام وکفر۔

قال زید ان آیتوں میں سجدہ عبادت کی تخصیص ہے نہ کہ سجدۂ تحیت کی، لہذا وہ جائز ہے۔

قال عمرو لاتسجدوا للشمس ولا للقمر[4] (نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ ت) سے غیر اللہ کے لئے سجدہ ممنوع ہونا ثابت ہے اگرچہ سجدۂ تحیت ہو، اور فقہاء ومتکلمین نے اس کو حرام وکفر فرمایا ہے،

کما فی شرح فقہ الاکبر ملا علی، انجاح الحاجۃ، جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری، انجاح الحاجۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۷
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۶۲
[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷
[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

حلبی شرح المنیۃ ، ملابد منہ ، عالمگیری۔

شرح سنن ابن ماجہ، حلبی کبیری وصغیری شرح منیۃ المصلی اور مالابدمنہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور عالمگیری میں ہے۔ (ت)

نیز احادیث صحیحہ اس کی مخالفت میں بکثرت وارد ہیں۔ قال زید آیت میں یہ کہاں ہے لا تسجدوا للانسان (کسی انسان کو سجدہ نہ کرو۔ ت) حدیثوں میں جواز ہے عکرمہ بن ابوجہل مشرف باسلام ہوئے اور انھوں نے حضرت کو سجدہ کیا آپ نے منع نہ فرمایا کمافی مدارج النبوۃ وروضۃ الاحباب (جیسا کہ مدارج النبوۃ اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ ت) ایک صحابی نے حضرت کی پیشانی پر سجدہ کیا تو حضرت نے فرمایا تو نے اپنا خواب سچا کیا، پس ثابت ہوا کہ سجدہ جائز۔ کمافی مشکوٰۃ (جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔ ت) قال عمرو عکرمہ کی روایت سے سجدہ مراد لینا اہل علم پر مخفی نہیں کہ کس قدر سادہ لوحی ہے کیونکہ منقول ہے :

فطأطأ رأسہ من الحیاء۔ کمافی سیرۃ الحلبی وسیرۃ النبویۃ۔

پس اس نے شرم وحیاء کی وجہ سے اپنا سر جھکا دیا' جیسا کہ سیرت حلبیہ اور سیرت نبویہ میں ہے (ت)

اور مدارج النبوۃ کی عبارت ہے :

انگاہ ازغایت شرمندگی سر درپیش افگند[1]

اس وقت غایت شرم و ندامت کی وجہ سے اس نے اپنا سر اُن کے آگے جھکا دیا۔ (ت)

حدیث مشکوٰۃ سے معلوم ہوا کہ پیشانی انور مسجود علیہ تھی نہ مسجود لہ، لہذا وہ مفید مدعی نہیں، جس چیز پر سجدہ کیا جائے وہ مسجود لہ قرار نہیں پاتی، فتدبر (پس خوب غور و فکر کیجئے۔ ت) فالعجب کل العجب (انتہائی حیرت اور تعجب ہے۔ ت)، ونیز حدیث قیس و معاذ بن جبل میں سجدہ تحیت کی نفی صریح وارد ہے لاتفعلوا[2] مشکوٰۃ وابن ماجۃ (ایسا مت کرو۔ مشکوٰۃ وابن ماجہ۔ ت) نیز دیگر احادیث جو پرچہ صوفی ۱۲۴ جلد ۲۱ ماہ رجب ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوچکی ہے ملاحظہ ہو۔ قال زید یہ سب حدیثیں خبر احاد ہیں یہ نفی پر حجت نہیں ہوسکتیں، ونیز آیات قرآنی سے اباحت ثابت ہے اگرچہ مورد خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ قال عمرو آیات قرآنی واحادیث نبوی و تصریحات فقہاء و متکلمین سے حرمت و کفر

---

[1] مدارج النبوۃ ذکر عکرمہ بن ابی جہل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۹۹

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح الفصل الثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۲

سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

ہونا ثابت ہے اُس کی اباحت پر حالت اضطرار میں کوئی روایت ضعیف بھی وارد نہیں، لہٰذا دعوٰی بلادلیل ہے وہ مقبول نہیں۔ پس مفتیانِ دین بیان فرمائیں کہ قول حق وصواب کس کا ہے

فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون[۱]۔ بینوا توجروا۔

پھر دو گروہوں میں سے امن کے زیادہ لائق کون ہے، اگر تم علم رکھتے ہو (تو بتاؤ)، انھوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہ کی اُن ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پانے والے ہیں۔ بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ (ت)

بار دوم، از میرٹھ خیرنگر دروازہ مرسلہ مظاہر الاسلام صاحب نبیرۂ نواب ممتاز علی خاں ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا بالفضل اولٰنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم،

سلام وآداب کے بعد گزارش خدمت کہ ۲۸ جون ۲۹ رمضان المبارک کو رسالہ نظام المشائخ خدمت والا میں روانہ کرکے استدعا کی گئی تھی کہ براہِ کرم سجدۂ تحیت کے جواز وعدم جواز کی بابت شرع شریف کے مطابق اپنی قیمتی رائے سے اس خادم کو مطلع فرمایا جائے تاکہ بذریعہ جناب کے احسان وکرم کی وجہ سے اس عظیم الشان مسئلہ میں تشفی واطمینان حاصل کرسکے۔ چند روز ہوئے کہ جناب کی معرکۃ الآراء تصنیف جو کہ تقویۃ الایمان کے رد وابطال میں تحریر ہے خادم کی نظر سے گزری اس کے صفحہ ۴۴ پر سجدۂ تحیت کے جواز میں جو عبارت مزین ہے وہ حسب ذیل ہے:

"واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[۲]۔

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سب سجدہ میں گرے سوائے ابلیس کے۔

ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا[۳]۔

یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ خاک بدہن گستاخ اللہ تعالٰی ملائکہ آدم ویعقوب ویوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا مشرک ہوا، اللہ تعالٰی نے حکم دیا ملائکہ نے سجدہ کیا آدم راضی ہوئے یعقوب ساجد، یوسف رضامند۔"

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۸۲-۸۱

[۲] 〃 〃 ۲/ ۳۴

[۳] 〃 〃 ۱۲/ ۱۰۰

پھر جناب والا تحریر فرماتے ہیں: "اور یہاں نسخ کا جھگڑا پیش کرنا محض جہالت۔ شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہوسکتا، کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی شرک کا حکم دے اگرچہ اسے پھر کبھی منسوخ بھی فرمادے۔"

اگر جناب براہِ کرم اپنی محققانہ رائے سے اس ناچیز کو مطلع فرمائیں گے تو یہ درحقیقت ایک بہت بڑی اسلامی خدمت متصور ہوگی، جناب کی مذکورہ بالا تحریر کے صریح معنٰی تو یہی سمجھ میں آتے کہ سجدۂ تحیت جائز ہے، والسلام مع الاکرام۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لك الحمد یا من خشعت له القلوب وخضعت له الاعناق وسجدت له الجباہ وحرم السجود فی ھذا الدین المحمود والشرع المسعود لمن سواہ صل وسلم وبارك علی اکرم من سجد لك لیلا ونھارا وحرم السجود لغیرك تحریما جھارا وعلی اٰله وصحبه الفائزین بخیرہ الذین لم یشن اللہ وجوھھم بالخرور لغیرہ نورنا اللہ بانوارھم ووفقنا لاتباع اٰثارھم اٰمین۔

اے اللہ! تعریف و توصیف تیرے لئے ہے۔ اے وہ ذات کہ جس کے لئے دل عاجز ہوگئے (یعنی ان میں فروتنی پیدا ہوگئی) اور اس کے لئے گردنیں جھک گئیں اور پیشانیاں سجدہ ریز ہوگئیں۔ اور اس اچھے دین اور باسعادت شریعت میں اس کے سوا کسی غیر کو سجدہ حرام ہوگیا۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما اس مقدس ہستی پر جو ان لوگوں میں سب سے بڑے کریم ہیں، جنھوں نے رات دن تجھے سجدہ کیا۔ اور تیرے سوا کسی دوسرے کو واضح طور پر سجدہ کرنا حرام فرمایا۔ اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر (نیز درود و سلام اور برکات نازل ہوں) جو اس کی بھلائی میں کامیاب ہوگئے۔ وہ ایسے ہیں کہ کسی غیر کے آگے گرنے سے، اللہ تعالٰی نے ان کے چہروں کو عیبناک نہیں کیا۔ اللہ تعالٰی ہمیں انکے انوار سے روشن فرمائے اور ہمیں اُن کے نشاناتِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اے اللہ! ہماری یہ دعا قبول فرمالیجئے! (ت)

مسلمان اے مسلمان، اے شریعتِ مصطفوی کے تابع فرمان جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہِ کبیرہ بالیقین، اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین،

ایک جماعت فقہائے سے تکفیر منقول اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول، کما سیأتی بتوفیق المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی (جیسا کہ اللہ تعالٰی پاک و برتر کے توفیق دینے سے عنقریب یہ مسئلہ آئے گا۔ت) ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لئے سجدے پر مطلقًا اکفار، کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ شرح مواقف وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ت) ان کے سوا مثل پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز نہ مباح، جیسا کہ زید کا ادعائے باطل، نہ شرک حقیقی نامغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم عاطل، بلکہ حرام ہے اور کبیرہ وفحشاء، فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء[1] (اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف کردیتا ہے اور جس کو چاہے سزا دیتا ہے۔ت) ابطالِ شرک کے لئے تو وہی واقعہ حضرت آدم اور مشہور جمہور پر حضرت یوسف بھی علیہما الصلٰوۃ والسلام دلیل کافی۔ محال ہے کہ مولٰی عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے، اگرچہ پھر اُسے منسوخ بھی فرمائے۔ اور محال ہے کہ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام میں سے کوئی کسی کو ایک آن کے لئے شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے۔ کوکبہ شہابیہ میں اسی کا بیان اور زعمِ وہابی کا ابطال بیّن البرہان، اس کا صرف اتنا مفاد و مقصود کہ وہابی کا شرک باطل و مردود۔ وہابی نے اس پر شرک نامغفور کا حکم لگا کر آدم و یعقوب و یوسف و ملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام سب کو معاذ اللہ مشرک بنادیا۔ اور رب عزوجل کو (خاک بدہن گستاخ) شرک کا حکم دینے اور جائز رکھنے والا ٹھہرادیا۔ یہ ضرور حق اور افادہ جواز سے اجنبی مطلق، کیا جو کچھ شرک نہ ہو سب جائز و روا ہے۔ یوں تو زنا و قتل و شربِ خمر و اکلِ خنزیر سب کچھ حلال ٹھہرتا ہے کہ یہ باتیں بھی شرک نہیں تو معاذ اللہ سب جائز ہوئیں اور جہل صریح وضلال مبین، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ت) اور ابطالِ اباحت کو احادیث متواترہ اور ائمہ دین کے نصوص وافرہ مسئلہ شرعیہ حدیث و فقہ سے لیا جائے گا اور ان میں اس کی تحریم متواتر اس کے ممنوع و ناجائز و گناہِ کبیرہ ہونے کی تصریحات متظافر۔ پرچہ نظام المشائخ دہلی رجب ۱۳۳۷ھ کا اس سوال کے ساتھ آیا اس میں متعلق سجدہ تحریر بے تحریر نے ایک ایسے نام سے انتساب پایا جس کی طرف اس کی نسبت نے عجب تعجب دلایا، اس تحریر میں اول تا آخر جہالتیں سفاہتیں، عبارات و مطالب میں طرفہ خیانتیں، شرعِ مطہر پر شدید جرأتیں حتی کہ خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت حملہائے بیباک حضور و رب حضور پر افترا ہائے ناپاک۔ پھر صحابہ و ائمہ و فقہاء و اولیاء کا کیا ذکر، ان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

کی رفیع شان میں کمال زبان درازیوں کی کیا فکر، یہاں تک کہ اُن کو نہ صرف جاہل ضدی سنگدل بتایا بلکہ بہر منہ شقی ملعون شیطان راندہ درگاہ ٹھہرایا، وسیجزی اللّٰہ الفاسقین کذٰلک یجزی الظالمین (عنقریب اللہ تعالٰی نافرمانوں کو سزا دے گا اور اسی طرح ظالموں کو بدلہ دے گا۔ ت) یہ سب بھی اینہم پرعلم بتے کہ اور ضلال کیا کم تھے جب مذہب نہیں کچھ عجب نہیں مگر سخت آفت یہ کہ عبارتیں کی عبارتیں جی سے گھڑیں اور صاف بے دھڑک مشہور کتابوں کی طرف نسبت کر دیں اور وہ بھی اس جسارت کی شان سے کہ جلد وصفحہ وباب کے نشان سے مذہبی حالت کچھ سہی جسے ادنٰی حیا وانسانیت کے دائرے میں رہنا پسند ہو کیونکر ان کا مرتکب ہو سکے اگر نہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کی طرح یا بندار دیوبند ہو نہ کہ ایک مشہور شخص جو پیش خویش صوفی وشیخ بننے کا خواہشمند ہو بہرحال مسلمانوں کو اسکے فریبوں سے بچانا لازم اشد جسے ہم نے بکر سے تعبیر کیا ہے کسے باشد مذکور سوال زید کے جتنے مکر ہیں سب مشتے از خروارہ بکر ہیں لہذا خبرگیری اسی کی کافی آئی، وکل الصید فی جوف الفرا[1] (ہر شکار فرا کے پیٹ میں ہے۔ ت) ایسی تحریر اگرچہ قطعاً ناقابلِ التفات مگر بعد اشاعت فاحشہ اس کا انسداد امر مہم۔

اب یہ مبارک جواب بتوفیق الوہاب چھ فصل پر منقسم:

فصل ۱: قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۸ پر کہا: "کوئی آیت سجدۂ انسان کے خلاف قرآن میں کہیں بھی نہیں۔"

فصل ۲: چالیس حدیثوں سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اُس کا رد ہے جو بکر نے ایک ضعیف حدیث دکھا کر صفحہ ۹ پر کہا: "اسی حدیث کو سجدۂ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوائے اس کے اور کوئی ثبوت اُن کے پاس نہیں۔" اللہ اکبر، متواتر حدیثوں کے مقابل یہ ڈھٹائی۔

فصل ۳: ایک "سو" نصوصِ فقہ سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۲۳ پر کہا: "سوائے چند جاہل ضدی لوگوں کے کوئی سجدۂ تعظیم کے خلاف نہ تھا۔" صفحہ ۲۴: "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہوں گے۔" صفحہ ۱۰: سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت و پھٹکار۔" وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (بہت جلدی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

---

[1] کنزالعمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۴۱۳۸ ۱۶/ ۱۲۱ و تاج العروس فصل الفاء من باب الہمزۃ ۱/ ۹۶

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

فصل ۴ : خود بکر کی سندوں اور اُسی کے مستندوں اور اُسی کے منہ سے قرآن مجید و احادیث متواترہ و اجماعِ علماء و اجماعِ اولیاء سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت۔ یہ کاہے کا رَد ہے اسے بکر سے پُوچھئے۔

فصل ۵ : اُس ذراسی تحریر میں بکر کے افترا، اختراع، کذب، خیانت، جہالت، سفاہت کا اظہار۔

فصل ۶ : سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور اس سے استدلال مجوز کا قاہر ابطال۔

وباللہ التوفیق والوصول الی التحقیق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا والہ وصحبہ اجمعین۔ آمین!

اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے، اور تحقیق تک رسائی ہوسکتی ہے۔ ہر تعریف اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ہمارے آقا اور مولٰی اور ان کی سب آل اور تمام ساتھیوں پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو۔ اے اللہ! ہماری دعا قبول فرمائیے۔ (ت)

فصل اوّل قرآن کریم سے سجدۂ تحیّت کی تحریم

قال ربنا تبارک وتعالٰی ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذانتم مسلمون [1]

(ہمارے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا) نبی کو یہ نہیں پہنچتا کہ تمھیں حکم فرمائے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہرالو کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ نسلم علیک کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجد لک قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ

مجھے حدیث پہنچی کہ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ! ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں۔ کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ فرمایا نہ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا کا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

فانه لاینبغی ان یسجد لاحد من دون	اسے اسی کے لئے رکھو اس لئے کہ اللہ کے سوا
تعالٰی فانزل اللہ تعالٰی ما کان لبشر	کسی کو سجدہ سزاوار نہیں اس پر اللہ عزوجل
الٰی قولہ بعد اذ انتم مسلمون[1]	نے یہ آیت اتاری۔

اکلیل فی استنباط التنزیل میں اس آیت کے نیچے یہی حدیث اختصاراً ذکر کرکے فرمایا:
ففیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی[2] (اس میں غیر خدا کے لئے حرمتِ سجدہ کا بیان ہے۔ ت)
تو اس آیہ کریمہ نے غیر خدا کو سجدہ حرام فرمایا۔

آیت کی ایک شان نزول یہ بھی ہے کہ نصارٰی نے کہا ہمیں عیسٰی نے حکم دیا ہے کہ ہم اُن کو خدا مانیں اُس پر اُتری، امام خاتم الحفاظ نے جلالین میں دونوں سبب یکساں بیان کئے:

نزل لما قال نصارٰی نجران ان عیسٰی	آیت مذکورہ اس وقت نازل ہوئی جب نجران
امرھم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض	کے عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام
المسلمین السجود لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ	نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضرت عیسٰی کو رب بنالیں؛
وسلم[3]	یا اس کا نزول اُس وقت ہوا جب بعض

مسلمانوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ (ت)

اس نے ظاہر کردیا کہ دونوں سبب قوی ہیں کہ خطبہ میں وعدہ ہے کہ تفسیر میں وہی قول لائیں گے جو سب سے صحیح تر ہو اور بیضاوی و مدارک و ابو السعود و کشاف و تفسیر کبیر و شہاب و جمل وغیرہم عامۂ مفسرین نے اسی سبب اول کو ترجیح دی کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدے کی درخواست کی اس پر اتری خود آخر آیت میں فرمایا کیا تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کہ تم مسلمان ہو تو ضرور مسلمان مخاطب ہیں جو خواہان سجدہ ہوئے تھے نہ کہ نصارٰی۔

مدارک شریف و کشاف میں ہے:

بعد اذانتم مسلمون یدل علی ان	آیت کے الفاظ "بعد اذ انتم مسلمون"
المخاطبین کانوا مسلمین وھم	اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیت کریمہ کے
الذین استأذنوہ ان	مخاطب مسلمان تھے۔ اور یہ وہی لوگ تھے

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۲/ ۴۷
[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل " " مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴
[3] تفسیر جلالین " " " اصح المطابع دہلی ۱/ ۴۰

یسجدوا لہ[1]

جنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

بیضاوی وارشاد العقل میں ہے:

دلیل ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون لان یسجدوا لہ[2]

آیت میں یہ دلیل ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے حضور پاک سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

کبیر[3] میں قول کشاف نقل کرکے مقرر رکھا، فتوحات میں ہے:

یقرب ھذا الاحتمال قولہ فی اٰخر الاٰیۃ بعد اذ انتم مسلمون[4]

آیت کریمہ کے آخر میں "بعد اذ انتم مسلمون" کے الفاظ اس احتمال کے قریب ہونے کو چاہتے ہیں۔ (ت)

عنایۃ القاضی میں ہے:

ھذہ الفاصلۃ ترجیح القول بانھا نزلت فی المسلمین القائلین افلا نسجد لک[5]

یہ فاصلہ اس قول کی ترجیح ہے کہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی کہ جو حضور پاک سے عرض کر رہے تھے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں بھی اس کی تقویت کی **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں) خطاب نصارٰی پر انتم مسلمون میں مجاز کی ضرورت ہے کہ نصارٰی نجران مسلمان کب تھے تو معنی[عہ] یہ لینے ہونگے ایامرکم بالکفر بعد ان کانوا مسلمین کیا عینے تمہارے اگلے

عہ **اقول** وتاویلی ھذا اصح و **اقول** میری تاویل بیضاوی کے حاشیہ میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مدارک التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰- ۱/ ۱۶۶ و تفسیر کشاف تحت آیۃ ۳/ ۸۰ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۴۴۰
[2] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) " النصف الاول ص۹۶ و ارشاد العقل السلیم " الجزء الثانی ص ۵۳
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۳/ ۸۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر الجزء الثامن ص ۱۲۱
[4] الفتوحات الالٰہیۃ " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱
[5] عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل " " دار صادر بیروت ۳/ ۴۱

باپ دادا وں کو جو اُن کے زمانے میں دینِ حق پر تھے کفر کا حکم کرتے بعد اس کے کہ وہ ایمان لا چکے تھے اور اور خطاب مسلمین پر کفر میں تاویل کی حاجت ہے کہ مسلمانوں نے ہرگز سجدۂ عبادت نہ چاہا۔

اولاً یہ صحابہ سے معقول تھا روزِ اول سے توحید کا آفتاب عالم آشکار فرمادیا تھا موافق مخالف نزدیک کا دور ہر شخص جانتا تھا ہر گھر میں چرچا تھا کہ یہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے اور شرک کے برابر کسی شئی کو دشمن نہیں رکھتے تو کسی صحابی سے عبادتِ نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر متصور تھی خصوصاً یہ سجدہ کی درخواست کرنے والے کون تھے، اجلّۂ صحابہ معاذ بن جبل وقیس بن سعد وسلمان فارسی حتی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسا کہ فصلِ احادیث میں آتا ہے۔

ثانیاً حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب میں یہی فرمایا کہ ایسا نہ کرو، یہ نہ فرمایا کہ تم عبادتِ غیر کی درخواست کرکے کافر ہوگئے تمھاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں، توبہ کرو، دوبارہ اسلام لاؤ، پھر عورتیں راضی ہوں تو اُن سے نکاح کرو۔

ثالثاً سب سے زائد یہ کہ مولٰے تعالٰی بھی تو خود اسی آیت میں اُن کو مسلمان بتا رہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو کیا تمھیں کفر کا حکم دیں۔ لہٰذا امام محمد بن محمد حافظ الدین وجیز میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالٰی مخاطباللصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون، نزلت حین استاذنوا فی

اللہ عزوجل نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو یہ آیت اُس وقت اُتری جب صحابہ نے رسول اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واظہر من تاویل الشھاب فی حاشیۃ البیضاوی اذ قال وان جاز ان یقال للنصارٰی اٰمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ای منقادون و مستعدون لقبول الدین الحق ارخاء للعنان واستدراجا اھ ففیہ مالا یخفی علی نبیہ ۱۲ منہ۔

شہاب کی اس تاویل سے اصح واظہر ہے جو انہوں نے فرمایا کہ نصارٰی کو یہ کہنا کیا ہم تمھیں کفر کا حکم کرتے جب تم مسلمان ہوچکے اگر جائز ہے تو اس معنی میں کہ مطیع ہوچکے ہو اور دینِ حق کو قبول کرنے میں رغبت پیدا کرچکے ہو یہ بطور ارخاءِ عنان و استدراج ہے اھ، تو اس تاویل میں اعتراض ہے جو سمجھدار پر مخفی نہیں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ دار صادر بیروت ۳/ ۴۱

السجود له صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولایخفی ان الاستئذان لسجود التحیۃ بدلالۃ بعد اذ انتم مسلمون، ومع اعتقاد جواز سجدۃ العبادۃ لایکون مسلما فکیف یطلق علیھم بعد اذ انتم مسلمون[1]۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی اور ظاہر ہے کہ انھوں نے سجدۂ تحیت کی درخواست کی تھی اس دلیل سے کہ فرماتا ہے کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو اور سجدۂ عبادت جائز مان کر مسلمان نہیں رہتا تو یہ کیونکر فرمایا جاتا کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) بعینہٖ یہی دلیل روشن کر رہی ہے کہ کفر سے کفر حقیقی مراد نہیں کہ کفر حقیقی کی درخواست کرکے بھی مسلمان نہیں رہتا پھر کیونکر فرمایا جاتا کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو،

وقد کان استدل بہ البعض القائلون بان سجدۃ التحیۃ کفر مطلقا وذکرہ فی الوجیز دلیلالھم فانقلب الدلیل علی المدعی وثبت انھا لیست بکفر کما علیہ الجمھور والمحققون فاحفظ وتثبت وللہ الحمد۔

بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جو سجدۂ تعظیمی کے علی الاطلاق کفر کے قائل ہیں۔ وجیز میں اُن کی دلیل ذکر فرمائی۔ پھر دلیل دعوے پر پلٹ آئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ سجدہ تعظیمی کفر نہیں، جیسا کہ جمہور اور اہلِ تحقیق کا یہ موقف ہے۔ لہٰذا اس کو یاد رکھو اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

لاجرم کفر سے مراد کفر دون کفر ہوگا جو محاورات شارع میں شائع ہے خصوصاً سجدہ کہ نہایت مشابہ پرستش غیر ہے فصل دوم میں زمین بوسی کی نسبت کافی شرح وافی و کفایہ شرح ہدایہ و تبیین شرح کنز و درمختار و مجمع الانہر و فتح اللہ المعین و جواہر اخلاطی وغیرہا سے آئے گا کانہ یشبہ عبادۃ الوثن[2] بت پرستی کے مشابہ ہے، تو سجدہ تو مشابہ تر کفر ہوگا، اس کی صورت بعینہا صورتِ کفر بلا ادنٰی تفاوت ہے تو کفر صوری ضرور ہے جیسا کہ فصل دوم میں خلاصہ و محیط و منح الروض و نصاب الاحتساب وغیرہا سے آتا ہے ان ھذا کفر صورۃ[3] سجدہ صورت کفر ہے۔

وھو احد منا نع ھذا الاطلاق فی

اہلِ علم کے کلام میں جو اطلاق ہے اس میں یہ

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۴۳
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵
[3] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر المصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

کلامھم کما سیأتی بعونہ عزوجل۔ ۲۷ ۴۴ یک تنازع کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی عزت والے اور بڑی شان والے کی مدد سے عنقریب آئیگا۔ (ت)

بہرحال آیۂ کریمہ میں ایک طرف تجوز ہے لہذا امام خاتم الحفاظ نے دونوں شان نزول برابر رکھیں اور شک نہیں کہ ایک ایک آیت کے لئے کئی کئی شانِ نزول ہوتے ہیں اور قرآن کریم اپنے جمیع وجوہ پر حجت ہے کما فی التفسیر الکبیر و شرح المواھب للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ تفسیر کبیر اور شرح مواہب للزرقانی وغیرہما میں ہے۔ ت) تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ صحابۂ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کیا تمہیں کفر کا حکم دیں، معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ایسا سخت حرام ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا، جب خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر، واللہ الہادی۔

فصل دوم چالیس حدیثوں سے تحریم سجدۂ تحیّت کا ثبوت

حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے، ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں ہم بتوفیقہ تعالٰی یہاں غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی چہل حدیث لکھتے ہیں، یہ حدیثیں دو نوع:

نوعِ اوّل: سجدۂ غیر کی مطلقاً ممانعت۔

حدیث اوّل[ع]: جامع ترمذی و صحیح ابن حبان و صحیح مستدرک و مسند بزار و سننِ بیہقی میں ابوہریرہ

ع رأیتہ فی جامع الترمذی وعزاہ فی الدر المنثور[1] تحت قولہ عزوجل الرجال قوامون علی النساء للبزار والحاکم والبیہقی، وفی نکاح الترغیب[2] وذیل الجامع[3] الصغیر لابن حبان اقتصر فی ھذا علی مرفوعہ مشیا من الکتاب علی موضوعہ و وقع فی کنز العمال[4] رمزن للنسائی ھو تصحیف ت للترمذی ۱۲ منہ۔

میں نے یہ حدیث جامع ترمذی میں دیکھی ہے اور اس کو درمنثور نے آیۂ کریمہ الرجال قوامون علی النساء کی تفسیر میں بزار، حاکم اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور ترغیب کے باب نکاح اور جامع صغیر کے ذیل میں اس کو ابن حبان کی طرف منسوب کیا اور اس میں صرف مرفوع حصہ پر اقتصار کیا ہے اپنی کتاب کے موضوع کے مطابق اور کنز العمال میں رمز "ن" نسائی واقع ہے (حالانکہ یہ رمز "ت" کی جگہ ان کو ذکر کر دیا گیا ہے یعنی) ترمذی کے بجائے غلطی سے نسائی کا رمز کر دیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الدر المنثور تحت آیۃ الرجال قوامون الخ ۲/ ۱۵۲ [2] الترغیب والترہیب حدیث ۱۹ ۳/ ۵۴

[3] کنز العمال حدیث ۴۴۷۹۴ ۱۶/ ۳۳۶ [4] کنز العمال حدیث ۴۴۷۷۳ ۱۶/ ۳۳۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

قال جاءت امرأۃ الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ اخبرنی ماحق الزوج علی الزوجۃ قال لوکان ینبغی لبشران یسجد لبشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا اذا دخل علیھا لما فضلہ اللہ علیھا ھذا لفظ البزار[1] والحاکم والبیھقی وعند الترمذی المرفوع منہ بلفظ لوکنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔[2]

ایک عورت نے بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے۔ فرمایا اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے اس فضیلت کے سبب جو اللہ نے اسے اس پر رکھی ہے یہ الفاظ بزار، حاکم اور بیہقی کے ہیں، امام ترمذی کے ہاں مرفوع الفاظ یہ ہیں کہ اگر کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم فرماتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)

حدیث دوم عــہ : بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی :

قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حائطا فجاء بعیر فسجد لہ فقالوا ھذہ بھیمۃ لاتعقل سجدت لک ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لک فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایصلح لبشران یسجد لبشر ولو صلح لامرت المرأۃ

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک اونٹ نے حاضر ہوکر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یہ بے عقل چوپایہ ہے اس نے حضور کو سجدہ کیا ہم تو عقل رکھتے ہیں ہمیں زیادہ لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

عــہ شروح الشفاء للخفاجی والقاری و مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفا للامام خاتم الحفاظ ۱۲ منہ۔

شفاء شریف کی شروح خفاجی اور قاری کی اور مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء امام خاتم الحفاظ کی۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۱۴۶۶ باب حق الزوج علٰی زوجتہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷۸
المستدرک للحاکم کتاب النکاح ۲/ ۱۸۹ و الترغیب والترہیب بحوالہ البزار والحاکم ۳/ ۵۴

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸

ان تسجد لزوجها لما له من الحق علیہا[1]

آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے اُس حق کے سبب جو اس کا اس پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا میں فرمایا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حدیث سوم[ع]: احمد و نسائی و بزار و ابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال کان اھل بیت من الانصار لھم جمل یسنون علیہ وانہ استصعب علیھم (فذکر القصۃ الی قولہ) فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خر ساجدا بین یدیہ فقال لہ اصحابہ یارسول اللہ ھذہ بھیمۃ لا تعقل تسجد لک ونحن نعقل فنحن احق ان

یعنی انصار میں ایک گھر کا آبکشی کا اونٹ بگڑ گیا کسی کو پاس نہ آنے دیتا کھیتی اور کھجوریں پیاسی ہوئیں، سرکار میں شکایت عرض کی، صحابہ سے ارشاد ہوا چلو باغ میں تشریف فرما ہوں، اونٹ اُس کنارے پر تھا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی طرف چلے، انصار نے عرض کی یارسول اللہ وہ بورانے (باؤلے) کتے کی طرح ہوگیا ہے مبادا حملہ کرے فرمایا ہمیں اس کا اندیشہ نہیں۔ اونٹ حضور کو دیکھ کر

ع عزاہ لاحمد فی الدر[2] المنثور ولہ وللنسائی فی المواھب[3] وزاد فی الترغیب البزار قال المنذری ورواہ النسائی مختصرا اھ[4] ورأیتہ لابی نعیم فی دلائل النبوۃ ووقع فی الکنز العمال رمز[5] للترمذی وھو تصحیف للنسائی عکس ما سبق علقہ الترمذی عن کثیرین تحت حدیث ابی ھریرۃ الاول منھم انس رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ غفرلہ

درمنثور میں مسند احمد اور مواہب میں احمد اور نسائی کی طرف منسوب ہے اور ترغیب میں بزار کا اضافہ ہے، امام منذری نے کہا، اور اس کو نسائی نے مختصراً روایت کیا ہے اھ، اور میں نے ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں دیکھا ہے اور کنز العمال میں رمز "ت" (ترمذی) کا ذکر ہے اور گزشتہ غلطی کے برعکس یہاں غلطی ہے اسکو ترمذی نے ابوہریرہ کی حدیث کے تحت حضرات سے بطور تعلیق روایت کیا ہے ان حضرات میں پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہم ہیں ۱۲ منہ

[1] مجمع الزوائد بحوالہ احمد والبزار باب فی معجزاتہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتاب بیروت ۹/۴ ،۱۴
نسیم الریاض فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات ۳/ ۸۰، ۸۱ وشرح الشفاء لملا علی قاری علی ہامش نسیم الریاض ۳/ ۸۰
[2] الدر المنثور ۲/ ۱۵۴ [3] المواہب اللدنیۃ معجزات کلام الحیوانات ۲/ ۵۴۹
[4] الترغیب والترہیب حدیث ۲۰ ۳/ ۵۵ [5] کنز العمال حدیث ۴۴۷۷ ۱۶/ ۳۳۳

تسجد لك قال لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر و لو صلح ان یسجد بشر لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه علیها[1] وعند النسائی مختصر۔

چلا اور قریب آکر حضور کے لیے سجدہ میں گرا حضور نے اس کے ماتھے کے بال پکڑ کر کام میں دے دیا وہ بکری کی طرح ہوگیا (آگے وہی ہے کہ) صحابہ نے عرض کی ہم تو ذی عقل ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا آدمی کو لائق نہیں کہ کسی بشر کو سجدہ کرے ورنہ میں عورت کو مرد کے سجدے کا حکم فرماتا۔ امام منذری نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے راوی مشاہیر ثقہ۔

حدیث چہارم[ع]: امام احمد و بزار و ابو نعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حائطا للانصار ومعہ ابوبکر وعمر فی رجال من الانصار وفی الحائط غنم فسجدت لہ فقال ابوبکر یا رسول اللہ کنا نحن احق بالسجود لك من هذه الغنم قال ان لاینبغی فی امتی ان یسجد احد لاحد ولو کان ینبغی ان یسجد احد لاحد

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے صدیق و فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ عنہم ہمراہ رکاب تھے باغ میں بکریاں تھیں انھوں نے حضور کو سجدہ کیا، صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ ان بکریوں سے ہم زیادہ حقدار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا بیشک میری امت میں نہ چاہیے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے

ع عزاہ فی المواهب[2] لابی محمد عبد اللہ بن حامد الفقیہ فی کتاب دلائل النبوۃ فقال الزرقانی ما بعد للمصنف التجوز فقد رواہ احمد والبزار[3] اھ، وکذلك عزاہ لهما الامام السیوطی فی مناهل الصفا فی تخریج حدیث الشفاء ورأیتہ لابی نعیم فی دلائل النبوۃ والیہ عزا فی الخصائص[4] ۱۲ منہ۔

مواہب میں اس کو ابو محمد بن عبد اللہ بن حامد فقیہ کی کتاب دلائل النبوۃ کی طرف منسوب کیا ہے تو زرقانی نے کہا مصنف کا مجازاً ذکر ہے تو اس کو احمد اور بزار نے روایت کیا اور یونہی امام سیوطی نے مناہل الصفا میں ان دونوں کی طرف منسوب کیا اور میں نے اس کو ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں دیکھا ہے اور امام سیوطی نے خصائص میں اس کی طرف منسوب کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرین الجزء الثانی عالم الکتب بیروت ص ۱۳۷
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۵۸-۵۹

[2] المواہب اللدنیہ ۲/ ۵۵۱ [3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ۵/ ۱۴۳ [4] الخصائص الکبرٰی ۲/ ۲۶۵

لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا[1] — اور ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو شوہر کے سجدے کا حکم فرماتا۔

ملا علی قاری نے شرح شفاء امام قاضی عیاض میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پنجم[5]: بیہقی و ابونعیم دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

بینما نحن قعود مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا تاہ اٰت فقال یا رسول اللہ ناضح اٰل فلان قد ابق علیھم فنھض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (فذکر القصۃ وفیہ سجود البعیر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال فقال اصحابہ یا رسول اللہ بھیمۃ من البھائم تسجد لک لتعظیم حقک فنحن احق ان نسجد لک قال لا لوکنت اٰمرا احدا من امتی ان یسجد بعضھم لبعض لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن[2]

ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے کسی نے آکر عرض کی فلاں گھر کا شتر آبکش بے قابو ہوگیا حضور اٹھے اور ہم ہمراہ رکاب اٹھے ہم نے عرض کی: حضور! اس کے پاس نہ جائیں۔ حضور تشریف لے گئے، اونٹ کی نظر جمال انور پر پڑنا اور اس کا سجدے میں گرنا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایک چوپایہ تو حضور کی تعظیم حق کے لیے حضور کو سجدہ کرے ہم زیادہ اس کے لائق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہیں، اگر میں اپنی امت میں ایک دوسرے کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو فرماتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں۔

حدیث ششم[6]: احمد مسند اور حاکم مستدرک اور طبرانی معجم کبیر اور بیہقی و ابونعیم دلائل النبوۃ اور بغوی شرح سنہ میں یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی

قال خرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم — ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] نسیم الریاض فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۸۰

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۵

[3] " " " " " " " " " ص ۱۳۷

یوما فجاء بعیر یغو حتی سجد لہ فقال المسلمون نحن احق ان نسجد للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لغیر اللہ تعالٰی لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔[1]

باہر تشریف لے جاتے تھے ایک اونٹ بولتا ہوا آیا قریب آکر حضور کو سجدہ کیا، مسلمانوں نے کہا ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہتا ہے، یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے چالیس برس اپنے آقاؤں کی خدمت کی جب بوڑھا ہوا انھوں نے اس کا چارہ کم اور کام زیادہ کردیا اب کہ اُن کے یہاں شادی ہے چُھری لی کہ حلال کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسکے مالکوں سے فرما بھیجا کہ اونٹ یہ شکایت کرتا ہے، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! واللہ وہ سچ کہتا ہے، فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ تم اسے میری خاطر سے چھوڑ دو۔ انھوں نے چھوڑ دیا۔ مطالع المسرات میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث ہفتم[2]: مسند امام احمد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ یارسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جماعت مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم، اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث کا صرف اخیر ٹکڑا کہ "اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا" سنن ابن ماجہ میں بھی ہے اور اسی قدر ترغیب میں ابن حبان اور درمنثور میں ابوبکر بن ابی شیبہ کی طرف نسبت کیا۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶

[2] (marker)

[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۷۶

حدیث ہشتم ۸: ابونعیم دلائل میں ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال اشتری انسان من بنی سلمۃ جملا ینضح علیہ فادخلہ فی مربد فجردکیما یحمل فلو یقدر احد ان یدخل علیہ الا تخبطہ فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر لہ ذٰلک فقال افتحوا عنہ فقالوا انا نخشی علیک یا رسول اللہ فقال افتحوا عنہ ففتحوا فلما راٰہ الجمل خرساجدا فسبح القوم وقالوا یارسول اللہ کنا احق بالسجود من ھذہ البھیمۃ قال لو ینبغی لشیئ من الخلق ان یسجد لشیئ دون اللہ لینبغی للمرأۃ ان تسجد لزوجھا[1]

بنی سلمہ میں کسی نے ایک اونٹ آبکشی کو خرید کر سار مین کر دیا جب اسے لادنا چاہا جو پاس جاتا اس پر حملہ کرتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے، سرکار میں یہ حال معروض ہوا، ارشاد ہوا دروازہ کھولو، عرض کی: حضور! اندیشہ ہے۔ فرمایا: کھولو۔ کھول دیا، اونٹ کی نگاہ جمالِ انور پر پڑی تھی کہ حضور کے لئے سجدہ میں جاگرا۔ حاضرین میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور پڑ گیا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ! ہم تو اس چوپائے سے زیادہ سجدہ کرنے کے سزاوار ہیں۔ فرمایا: اگر مخلوق میں کسی کو کسی غیر خدا کے لئے سجدہ مناسب ہوتا تو عورت کو چاہئے تھا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

حدیث نہم ۹: ابونعیم غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فرأینا منہ عجبا من ذٰلک انا مضینا فنزلنا فجاء رجل فقال یانبی اللہ انہ کان لی حائط فیہ عیشی وعیش عیالی ولی فیہ ناضحان فاغتلما علی فمنعانی انفسھما وحائطی ومافیہ ولا یقدر احد ان یدنو منھما فنھض نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رکاب انور میں تھے ہم نے ایک عجیب بات دیکھی ہم ایک منزل میں اُترے وہاں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: یانبی اللہ! میرا ایک باغ ہے کہ میری اور میرے عیال کی وہی وجہ معاش ہے اس میں میرے دو شتر آبکش تھے دونوں مست ہوگئے ہیں نہ اپنے پاس آنے دیں نہ باغ میں قدم رکھنے دیں کسی کی طاقت نہیں کہ قریب جائے۔ حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع صحابہ کرام اُٹھ کر

---

[1] دلائل النبوۃ الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶

باصحابه حتی اتی الحائط فقال لصاحبه افتح فقال یا نبی اللّٰه امرهما اعظم من ذلك قال افتح فلما حرك الباب اقبلا لهما جلبة كحفيف الريح فلما انفرج الباب ونظرا الی نبی اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم برکا ثم سجدا فاخذ نبی اللّٰه برؤسهما ثم دفعهما الی صاحبهما فقال استعملهما واحسن علفهما فقال القوم یا نبی اللّٰه تسجد لك البهائم فبلاء اللّٰه عندنا بك احسن حین هدانا اللّٰه من الضلالة واستنقذنا بك من المهالك افلا تأذن لنا فی السجود لك فقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان السجود لیس لی الا للحی الذی لایموت ولو انی امرت احدا من هذه الامة بالسجود لامرت المرأة ان تسجد لزوجها[1]

اُس کے باغ کو گئے، فرمایا کھول دے، عرض کی یانبی اللہ! ان کا معاملہ اس سے سخت تر ہے، فرمایا کھول، دروازے کو جنبش ہوئی تھی کہ دونوں شور کرتے ہوا کی طرح جھپٹے دروازہ کھلا اور انھوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا فوراً سجدے میں گر پڑے، حضور نے ان کے سر پکڑ کر مالک کے سپرد کر دئے اور فرمایا ان سے کام لے اور چارہ بخوبی دے۔ حاضرین نے عرض کی یانبی اللہ! چوپائے حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو حضور کے سبب ہم پر اللہ کی نعمت تو بہتر ہے اللہ نے گمراہی سے ہم کو راہ دکھائی اور حضور کے ہاتھوں پر ہمیں دنیا و آخرت کے مہلکوں سے نجات دی کیا حضور ہم کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میرے لئے نہیں وہ تو اُسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا، امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا۔

حدیث دہم۱۰: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رجلا من الانصار کان له فحلان فاغتلما فادخلهما حائطا فسد علیهما الباب ثم جاء الی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فاراد ان یدعو له والنبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه

"اس میں بھی حدیث ہشتم کی طرح دو اونٹوں کا مست ہونا ہے وہ سفر کا قصہ تھا اس میں یہ ہے کہ اُن کے مالک انصاری دعا کرانے آئے کہ اللہ تعالٰی اُن اونٹوں کو مسخر فرمادے اور حضور تشریف لے گئے دروازہ کھلوایا

---

[1] دلائل النبوۃ الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶-۳۷

وسلم قاعد ومعه نفر من الانصار (فساق الحديث وفیه) فقال افتح ففتح الباب فاذا احد الفحلین قریب من الباب فلما رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سجد لہ فشد رأسه وامکنه منه ثم مشی الی اقصی الحائط الی الفحل الاٰخر فلما رأه وقع له ساجدا فشد رأسه وامکنه منه وقال اذھب فانھما لایعصیانك وفیه قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاآمر احدا ان یسجد لاحد ولو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا[1]

ایک دروازے کے قریب تھا دیکھتے ہی سجدے میں گرا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے باندھ کر حوالہ مالک کیا پھر منتہائے باغ پر تشریف لے گئے دوسرا وہاں ملا اس نے بھی سجدہ کیا اُسے بھی باندھ کر حوالہ کیا اور درخواست سجدہ پر ارشاد ہُوا میں کسی کو کسی کے سجدہ کے لئے نہیں فرماتا ایسا فرماتا ہوتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا حکم کرتا۔

تغایر سیاق دلیل ہے کہ یہ جدا واقعہ ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

حدیث یازدہم[11]: عبد بن حمید وابو بکر بن ابی شیبہ ودارمی واحمد وبزار وبیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی:

وھذا لفظ الدارمی فی حدیث طویل مشتمل علی معجزات قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر (فذکر معجزتین الی ان قال) ثم سرنا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیننا کانما علی رؤسنا الطیر تظلنا فاذا جمل ناد حتی اذا کان بین سماطین خر ساجدا (ثم ساق الحدیث الی ان قال) قال المسلمون

"میں ایک سفر میں ہمراہ رکاب والا تھا قضائے حاجت کے لئے پردے کی ضرورت تھی، دو پیڑ چار گز کے فاصلے سے تھے مجھ سے فرمایا: اے جابر! اس پیڑ سے کہہ دے کہ دوسرے سے مل جا، فوراً مل گئے، بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر سوار ہوا راہ میں ایک عورت اپنا بچہ لئے ملی، عرض کی: یارسول اللہ! اسے ہر روز تین دفعہ شیطان دباتا ہے، حضور نے اس سے بچّہ لے کر تین بار فرمایا: دُور ہو اے خدا کے دشمن! میں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۰۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۳۵۶۔۵۷

عند ذٰلك یارسول اللہ نحن احق بالسجود لك من البھائم قال لاینبغی لشیٔ ان یسجد لشیٔ و لوکان ذٰلك کان النساء لازواجھن[1]

اللہ کا رسول ہوں، پھر بچہ اس کی ماں کو دے دیا۔ جب ہم پلٹتے ہوئے اُسی منزل میں پہنچے وہی بی بی اپنا بچہ اور دو دُنبے لئے حاضر ہوئی عرض کی یارسول اللہ! میرا ہدیہ قبول فرمائیں، قسم اس کی جس نے حضور کو

حق کے ساتھ بھیجا کہ جب سے بچے کو خلل نہ ہوا۔ حضور نے فرمایا ایک دنبہ لے لو ایک پھیر دو، پھر ہم چلے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے سایہ کئے ہیں ناگاہ ایک اونٹ چھوٹا ہوا آیا جب دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک حاضر ہو، کچھ انصاری جوان حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ! یہ ہمارا ہے۔ فرمایا اس کا کیا قصہ ہے۔ عرض کی بیس برس سے ہم نے اس پر آبکشی نہ کی یہ فربہ چربی دار ہے اب چاہا کہ اسے حلال کرکے بانٹ لیں یہ ہم سے چھوٹ آیا۔ فرمایا یہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ عرض کی بلکہ یارسول اللہ! وہ حضور کی نذر ہے۔ فرمایا اگر میرا ہے تو اس کے مرتے دم تک اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے عرض کی، یارسول اللہ! چوپاؤں سے زیادہ ہمیں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا، کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں ورنہ عورتیں شوہروں کو کرتیں"۔ امام جلیل سیوطی نے مناہل میں فرمایا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام قسطلانی نے مواہب شریف اور علامہ فاسی نے مطالع میں فرمایا، جیّد ہے۔ زرقانی نے کہا: اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حدیث دوازدہم[12]: بزار مسند اور حاکم مستدرک اور ابونعیم دلائل اور امام فقیہ ابواللیث تنبیہ الغافلین میں باسانید خود ہا بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی:

واللفظ لابی نعیم قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ قد اسلمت فارنی شیئا ازدد بہ یقینا فقال ما الذی ترید قال ادع تلك الشجرۃ ان تأتیك قال اذھب فادعھا فاتاھا الاعرابی

ایک اعرابی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں مجھے ایسی چیز دکھائیے کہ میرا یقین بڑھے۔ فرمایا، کیا چاہتا ہے۔ عرض کی: حضور! اس درخت کو بلائیں کہ حضور میں حاضر ہو۔ فرمایا: جا، بلا۔ وہ اعرابی درخت کے پاس گئے

---

[1] سنن الدارمی باب ما اکرم اللہ بہ نبیہ من ایمان الشجر بہ والبھائم والجن دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۱۵

فقال اجیبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمالت علی جانب من جوانبہا فقطعت عروقہا ثم مالت علی الجانب الاٰخر فقطعت عروقہا حتی اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت السلام علیك یا رسول اللہ فقال الاعرابی حسبی حسبی فقال لہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارجعی فرجعت فجلست علی عروقہا وفروعہا فقال الاعرابی ائذن لی یا رسول اللہ ان اقبل رأسك ورجلیك ففعل ثم قال ائذن لی ان اسجد لك قال لایسجد احد لاحد ولو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا لعظم حقہ علیہا[1] و لفظ الفقیہ قال اتأذن لی ان اسجد لك قال لاتسجد لی ولایسجد احد لاحد من الخلق ولوکنت اٰمرا احدا بذلك لاٰمرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا تعظیما لحقہ[2]

اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ وہ فوراً ایک طرف کو اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے پھر ادھر اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے، پھر چلا اور حضور انور میں حاضر ہو کر صاف زبان سے کہا سلام حضور پر اے اللہ کے رسول۔ اعرابی نے کہا، مجھے کافی مجھے کافی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درخت سے فرمایا، پلٹ جا۔ فوراً واپس ہوا اور انھیں ریشوں پر مع شاخوں کے بدستور جم گیا۔ اعرابی نے عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے اجازت عطا ہو کہ سر اقدس اور دونوں پائے مبارک کو بوسہ دوں حضور نے اجازت دی پھر عرض کی اجازت عطا ہو کہ حضور کو سجدہ کروں۔ فرمایا: مجھے سجدہ نہ کرنا مخلوق میں کوئی کسی کو سجدہ نہ کرے میں کسی کے لئے اس کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ حق شوہر کی تعظیم کے لئے اسے سجدہ کرے۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث سیزدہم ۱۳: امام احمد وابن ماجہ وابن حبان وبیہقی عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

واللفظ لابن ماجۃ قال لما قدم معاذ من

جب معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ شام سے آئے تو رسول اللہ

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث والعشرون عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۸

[2] تنبیہ الغافلین باب حق الزوج علی زوجتہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۶

الشام سجد للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ما ھذا یا معاذ، قال اتیت الشام فوافقتھم یسجدون لاساقفتھم وبطارقتھم فوددت فی نفسی ان نفعل ذلك بك فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا تفعلوا فانی لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لغیر اللہ تعالٰی لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔[1]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا، حضور نے فرمایا: معاذ! یہ کیا۔ عرض کی، میں ملک شام کو گیا وہاں نصارٰی کو دیکھا کہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہ کرو، میں اگر سجدہ غیر خدا کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے اس کی سند میں کوئی ضعیف نہیں۔ ابن حبان نے اسے صحیح میں روایت کیا اور منذری نے اس کے صالح ہونے کا اشارہ کیا۔

حدیث چہاردہم ۱۴: حاکم صحیح مستدرك میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ اتی الشام فرأی النصارٰی یسجدون لاساقفتھم ورھبانھم ورأی الیھود یسجدون لاحبارھم ورھبانیھم فقال لای شیئ تفعلون ھذا؟ قالوا ھذا تحیۃ الانبیاء قلت فنحن احق ان نصنع بنبینا فقال نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم کذبوا علی انبیاءھم کما حرفوا کتابھم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا من عظم حقہ علیھا۔[2]

وہ شام کو گئے دیکھا نصارٰی اپنے پادریوں اور فقیروں کو سجدہ کرتے ہیں اور یہود اپنے عالموں اور عابدوں کو۔ ان سے پوچھا یہ کیوں کرتے ہو۔ بولے یہ انبیا کی تحیت ہے معاذ فرماتے ہیں میں نے کہا تو ہمیں زیادہ سزاوار ہے کہ ہم اپنے نبی کو کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے انبیاء پر بہتان کرتے ہیں جیسے انھوں نے اپنی کتاب بدل دی ہے کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم فرماتا تو شوہر کے عظیم حق کے سبب عورت کو۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[2] الدرالمنثور بحوالہ حاکم عن معاذ بن جبل تحت آیۃ ۴/۳۴ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/۱۵۴
مجمع الزوائد عن معاذ رضی اللہ عنہ کتاب النکاح حق الزوج علی المرأۃ دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۰۱-۳۱۰

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث پانزدہم[15]: امام احمد مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور طبرانی کبیر میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ لما رجع من الیمن قال یا رسول اللہ رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضہم لبعض افلا نسجد لک قال لو کنت اٰمرا بشرا یسجد لبشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا[1]

وہ جب یمن سے واپس آئے عرض کی یا رسول اللہ میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں، فرمایا اگر میں کسی بشر کو بشر کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو سجدہ شوہر کا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث صحیح ہے اس کے سب راوی رجال بخاری ومسلم ہیں اور جب دونوں حدیثیں صحیح رہیں لاجرم دو واقعے ہیں، اول بار شام میں یہود ونصارٰی کو دیکھ کر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا جس پر ممانعت فرمائی دوبارہ اہل یمن کو دیکھ کر آئے اب اپنے مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کے کمال شوق میں یا تو پہلا واقعہ ذہن سے اتر گیا یا اُس میں بوجہ مخالفت یہود ونصارٰی کہ آخر میں عمل نبوی اسی پر تھا نہی ارشاد کو محمل سمجھا اور بسبب احتمال نہی حتمی اس بار پہلے کی طرح سجدہ کیا نہیں صرف اذن چاہا اور ممانعت فرمائی گئی واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث شانزدہم[16]: ابوداؤد سنن اور طبرانی کبیر میں اور حاکم وبیہقی قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتیت الحیرۃ فرأیتہم یسجدون لمرزبان لہم فقلت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احق ان یسجد لہ قال فاتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتہم

میں شہر حیرہ میں (کہ قریب کوفہ ہے) گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا اپنے شہریار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیادہ مستحق سجدہ ہیں، خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ حال وخیال عرض کیا، فرمایا بھلا اگر تم ہمارے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۲۷-۲۲۸
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد تحت آیۃ ۴/ ۳۴ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۱۵۳
المعجم الکبیر حدیث ۳۷۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ص ۱۷۴ و ۱۷۵

یسجدون لمرزبان لھم فانت یارسول اللہ احق ان نسجد لك قال ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ قلت لا قال فلا تفعلوا لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق۔[1]

مزارِ کریم پر گزرو تو کیا مزار کو سجدہ کروگے۔ میں نے عرض کی: نہ۔ فرمایا: تو نہ کرو، میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو عورتوں کو شوہروں کے سجدے کا حکم فرماتا اُس حق کے سبب جو اللہ تعالٰی نے ان کا ان پر رکھا ہے۔

ابوداؤد نے سکوتاً اس حدیث کو حسن بتایا اور حاکم نے تصریحاً کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اسے مقرر رکھا۔ کمافی الاتحاف (جیسا کہ اتحاف میں ہے۔ ت)

حدیث ہفدہم تا حدیث بست ویکم: طبرانی معجم کبیر اور ضیاء صحیح مختارہ میں زید بن ارقم سے موصولاً، اور امام ترمذی جامع میں سراقہ بن مالک بن جعشم و طلق بن علی و ام المومنین ام سلمہ و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تعلیقاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔[2]

اگر مجھے کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم ہوتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

حدیث بست و دوم: عبد بن حمید امام حسن بصری سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا اذن مانگنے پر وہ آیت اتری کہ کیا تمھیں کفر کا حکم دیں۔[3] یہ حدیث فصل اول میں گزری۔

تذییل اول: مدارک شریف میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا حضور نے فرمایا:

لا ینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ

کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱
المستدرک للحاکم " دارالفکر بیروت ۲/ ۱۸۷
السنن الکبرٰی کتاب القسم والنشوز باب ماجاء فی عظم حق الزوج علی المرأۃ دارصادر بیروت ۷/ ۲۹۱

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸
المعجم الکبیر عن زید بن ارقم حدیث ۵۱۱۶ و ۵۱۱۷ ۵/ ۲۰۸-۲۰۹ وکنز العمال حدیث ۴۴۷۹۹ ۱۶/ ۳۳۶

[3] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۸۰ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۲/ ۴۷

تعالٰی [1]۔ ماسوائے اللہ تعالٰی کے۔ (ت)

تذییل دوم: تفسیر کبیر میں بروایت امام سفیان ثوری سماک بن ہانی سے ہے:

قال دخل الجاثلیق علٰی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ فاراد ان یسجد لہ فقال لہ علی اسجد للہ ولا تسجد لی [2]۔

امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی بارگاہ میں سلطنتِ نصارٰی کا سفیر حاضر ہوا، حضرت کو سجدہ کرنا چاہا، فرمایا: مجھے سجدہ نہ کر اللہ عزوجل کو سجدہ کر۔

حدیث بست وسوم [23]: جامع ترمذی میں بطریق الامام عبد اللہ بن المبارک عن حنظلہ بن عبید اللہ اور سنن ابن ماجہ میں بطریق جریر بن حازم عن حنظلہ بن عبد الرحمٰن الدوسی اور شرح معانی الآثار امام طحاوی میں بطریق حماد بن سلمہ وحماد بن زید ویزید بن زریع و ابی ہلال کلھم عن حنظلۃ الدوسی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا [3]۔

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو اس کے لئے جھکے۔ فرمایا: نہ۔

امام طحاوی کے لفظ یہ ہیں:

انھم قالوا یارسول اللہ اینحنی بعضنا لبعض اذا التقینا قال لا [4]۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا ملتے وقت ہم ایک دوسرے کے لئے جھکے۔ فرمایا نہ۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

نوع دوم: قبر کی طرف سجدہ کی ممانعت۔

حدیث بست وچہارم [24]: امام احمد وامام مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وامام طحاوی ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۲

[2] مفاتیح الغیب " " " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲/۲۱۳

[3] جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۷

سنن ابن ماجہ باب المصافحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب المعانقۃ " " " ۲/۳۹۹

لا تصلوا الی القبور و لا تجلسوا علیہا[1] قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو، نہ اُن پر بیٹھو۔

حدیث بست و پنجم ۲۵: طبرانی معجم کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تصلوا الی قبر و لا تصلوا علی قبر[2] نہ قبر کی طرف نماز پڑھو نہ قبر پر نماز پڑھو۔

تیسیر میں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حدیث بست و ششم ۲۶: صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الصلوٰۃ الی القبور[3] قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

علامہ مناوی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حدیث بست و ہفتم ۲۷: ابو الفرج کتاب العلل میں بطریق رشد بن کریب عن ابیہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا لا یصلین احد الی احد و لا الی قبر[4] خبردار ہرگز کوئی کسی آدمی کی طرف نماز میں منہ کرے نہ کسی قبر کی طرف۔

فیہ جبارۃ عن مندل عن رشدین۔

حدیث بست و ہشتم ۲۸: امام بخاری اپنی صحیح میں تعلیقاً اور امام احمد و عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و وکیع بن الجراح و ابونعیم استاذ امام بخاری و ابن منیع سنداً انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

رأنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ و انا اصلی الی قبر فقال القبر امامك مجھے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا فرمایا تمہارے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/۳۱۲ و سنن ابی داؤد کتاب الجنائز ۲/۱۰۴
جامع الترمذی ابواب الجنائز ۱/۱۲۵ و شرح معانی الآثار " ۱/۳۴۶
[2] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۳۷۶
[3] کنز العمال بحوالہ حب عن انس " ۱۹۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ ۷/۳۴۴
[4] العلل المتناہیۃ لابی الفرج حدیث فی الصلوٰۃ الی النائم والمتحدث دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۴۳۴

فنھانی[1] وفی روایۃ للوکیع قال لی القبر لاتصل الیہ وفی روایۃ الفضل بن دکین فناداہ عمر القبر القبر فتقدم و صلی وجاز القبر۔	آگے قبر ہے قبر سے بچو قبر سے بچو اس کی طرف نماز نہ پڑھو۔ (اور فضل بن دکین کی روایت میں ہے کہ عمر نے پکارا قبر قبر۔ ت) یہ نماز ہی میں قدم بڑھا کر قبر کے آگے ہو گئے۔

حدیث بست ونہم ۲۹: احمد، بخاری، مسلم، نسائی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد قالت ولولا ذٰلک لابرز قبرہ غیرانہ خشی ان یتخذ مسجدا[2] وفی روایۃ لھم عنھا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولٰئک شرار الخلق عند اللہ عزوجل یوم القیٰمۃ[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات اقدس کے مرض میں فرمایا: یہود و نصارٰی پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محلِ سجدہ بنالیا، اور فرمایا ایسا کرنے والے اللہ عزوجل کے نزدیک روزِ قیامت بدترین خلق ہیں۔ ام المومنین نے فرمایا: یہ نہ ہوتا تو مزار اطہر کھول دیا جاتا مگر اندیشہ ہوا کہ کہیں سجدہ نہ ہونے لگے لہذا احاطہ میں مخفی رکھا گیا۔

حدیث سیم ۳۰: اجلہ ائمہ مالک و محمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] کنز العمال بحوالہ عب، ش وابن منیع عن انس حدیث ۲۲۵۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/ ۱۹۳

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ؍ ؍ ؍ ؍ ۱/ ۱۷۷

؍ ؍ باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر ؍ ؍ ۱/ ۱۸۶

؍ کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ ۲/ ۶۳۹

صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور ؍ ؍ ؍ ۱/ ۲۰۱

مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۲۱ و ۲۵۵

[3] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاہلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۱

صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور ؍ ؍ ۱/ ۲۰۱

قاتل اللہ الیہود والنصارٰی اتخذ وا قبور انبیائھم مساجد[1]

یہود ونصارٰی کو اللہ مارے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدے کا مقام کرلیا۔

حدیث سی ویکم[31]: مسلم اپنی صحیح اور عبدالرزاق مصنف اور دارمی سنن میں ام المومنین وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

قالا لما نزلت برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طفق یطرح خمیصۃ لہ علی وجھہ فاذا اغتم کشفھا عن وجھہ فقال وھو کذٰلک لعنۃ اللہ علی الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر مثل ما صنعوا[2]

نزعِ روحِ اقدس کے وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم چادر روئے اقدس پر ڈال لیتے جب ناگوار ہوتی منہ کھول دیتے۔ اسی حالت میں فرمایا: یہود ونصارٰی پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مساجد کرلیں۔ ڈراتے تھے کہ ہمارے مزار پرانوار کے ساتھ ایسا نہ ہو۔

حدیث سی ودوم[32]: بزار مسند میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ائذن للناس علی فاذنت للناس علیہ فقال لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مسجدا ثم اغمی علیہ فلما افاق قال یا علی ائذن للناس فاذنت لھم فقال لعن

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وفاتِ اقدس کے مرض میں مجھ سے فرمایا: لوگوں کو ہمارے حضور حاضر ہونے دو۔ میں نے اذن دیا۔ جب لوگ حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہر اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ ٹھہرالیں۔ پھر حضور پر غشی طاری

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ ۱/ ۶۲ و صحیح مسلم کتاب المساجد ۱/ ۲۰۱ و سنن ابی داؤد باب البناء علی القبر ۲/ ۱۰۲

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور " " " ۱/ ۲۰۱
المصنف لعبدالرزاق حدیث ۱۵۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۰۶
کنز العمال بحوالہ عب عن عائشہ و ابن عباس حدیث ۲۲۵۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۸/ ۱۹۴
سنن الدارمی حدیث ۱۴۱۰ دار المحاسن للطباعۃ ۱/ ۲۶۷

الله قوما اتخذوا قبور انبیائهم مسجدا ثلثا فی مرض موته[1] | ہوگئی جب افاقہ ہوا فرمایا، اے علی! لوگوں کو اذن دو، میں نے اذن دیا، فرمایا، اللہ کی لعنت ہے اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ کرلیں۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔

حدیث سی وسوم ۳۳: ابوداؤد طیالسی وامام احمد مسند اور طبرانی کبیر میں بسند جید اور ابونعیم معرفۃ الصحابہ اور ضیاء صحیح مختارہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه ادخلوا علی اصحابی فدخلوا علیه وهو متقنع ببرد معافری فکشف القناع ثم قال لعن الله الیهود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائهم مساجد[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں فرمایا: میرے اصحاب کو میرے حضور لاؤ۔ حاضر ہوئے، حضور نے رُخِ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: یہود ونصارٰی پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں محل سجدہ قرار دے لیں۔

حدیث سی وچہارم ۳۴: امام احمد وطبرانی بسند جید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من شرار الناس من تدرکهم الساعة وهم احیاء ومن یتخذ القبور مساجد[3]

بیشک سب لوگوں سے بدتروں میں وہ ہیں جن کے جیتے جی قیامت قائم ہوگی اور وہ کہ قبروں کو جائے سجدہ ٹھہرالیتے ہیں۔

حدیث سی وپنجم ۳۵: عبدالرزاق مصنف میں مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرار الناس من یتخذ القبور مساجد[4]

بدتر لوگوں میں ہیں وہ کہ قبروں کو محل سجدہ قرار دیں۔

حدیث سی وششم ۳۶ وسی وہفتم ۳۷: صحیح مسلم میں جندب اور معجم طبرانی میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال سمعت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قبل ان یموت بخمس وهو یقول الا ان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم وصالحیهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات پاک سے پانچ روز پہلے حضور کو فرماتے سنا: خبردار! تم سے اگلے اپنے انبیاء و اولیاء کی قبروں کو محل سجدہ گاہ قرار دیتے تھے، خبردار! تم ایسا

---

[1] کشف الاستار حدیث ۴۳۰، ۱/ ۲۱۹ و ۲۲۰ [2] کنز العمال حدیث ۲۲۵۲۳، ۸/ ۱۹۵
[3] مسند احمد بن حنبل ۱/ ۴۰۵ و ۴۳۵ و المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱۳، ۱۰/ ۲۳۳ [4] المصنف لعبدالرزاق ۱/ ۴۰۵

مساجد انی انہاکم عن ذلک[1] نہ کرنا ضرور میں تمھیں اس سے منع فرماتا ہوں۔

تنبیہ شرح منتقی میں حدیث جندب پر کہا اس کے مانند مضمون طبرانی نے بسند جید زید بن ثابت اور بزار نے مسند میں ابوعبیدہ بن الجراح اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ اس کے ثبوت پر تین حدیثیں اور ہوں گی، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث سی و ہشتم[۳۸]: عقیلی بطریق سہل ابن ابی صالح عن ابیہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللھم لاتجعل قبری وثنا لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[2]

الٰہی! میرے مزارکرم کو بُت نہ ہونے دینا اللہ کی لعنت اُن پر جنھوں نے اپنے انبیا کی قبریں مسجد کرلیں۔

حدیث سی و نہم: امام مالک موطا میں عطا ابن یسار سے مرسلا اور بزار مسند میں بطریق عطا بن یسار ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اشتد غضب اللہ تعالٰی علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[3]

اللہ کا غضب اس قوم پر ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محلِ سجدہ ٹھہرایا۔

حدیث چہلم[۴۰]: عبدالرزاق مصنف میں عمرو بن دینار سے مرسلا راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت بنواسرائیل اتخذوا قبور انبیائھم مساجد فلعنھم اللہ تعالٰی[4]

بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محلِ سجدہ کرلیا تو اللہ عزوجل نے ان پر لعنت فرمائی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

افادہ: علامہ قاضی بیضاوی پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ پھر ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

کانت الیھود والنصارٰی یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلٰوۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذٰلک[5]

یہود و نصارٰی اپنے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزاروں کو سجدہ کرتے اور انھیں قبلہ بناکر نماز میں اُن کی طرف منہ کرتے تو انھوں نے ان کو بُت بنالیا۔ لہذا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

---

[1] صحیح مسلم ۲/ ۲۰۱ و المعجم الکبیر حدیث ۸۹ ۱۹/ ۴
[2] الشفاء فصل فی حکم زیارۃ قبرہ ۲/ ۷۵
[3] موطا امام مالک باب جامع الصلوٰۃ ص ۱۵۹ و کشف الاستار حدیث ۴۴۰ ۱/ ۲۲۰
[4] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۱۵۹۱ ۱/ ۴۰۶
[5] مرقاۃ المفاتیح حدیث ۷۱۲ ۲/ ۴۱۶

مجمع بحار الانوار میں ہے :

کانوا یجعلونہا قبلۃ یسجدون الیہا فی الصلٰوۃ کالوثن[1]

مزارات انبیاء کو قبلہ ٹھہرا کر نماز میں ان کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسے بُت۔

تیسیر نیز سراج منیر شرح جامع صغیر میں ہے :

اتخذوھا جھۃ قبلتھم[2] مراد حدیث یہ ہے کہ انہوں نے مزارات کو سمتِ سجدہ بنالیا۔

زواجر امام ابن حجر مکی میں ہے :

اتخاذ القبور مسجدا معناہ الصلٰوۃ علیہ اوالیہ[3]

قبروں کو محلِ سجدہ بنالینے کے یہ معنٰی ہیں کہ اُن پر یا اُن کی طرف نماز پڑھی جائے۔

علامہ تورپشتی نے شرح مصابیح میں دونوں صورتیں لکھیں :

احدھما کانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لھم وقصد العبادۃ ، ثانیھما التوجہ الٰی قبورھم فی الصلٰوۃ۔[4]

ایک یہ کہ بقصدِ عبادت قبورِ انبیاء کو سجدہ کرتے دوسرے یہ کہ ان کی طرف سجدہ کرتے۔

پھر فرمایا : وکلا الطریقین غیر مرضیۃ دونوں صورتیں ناپسند ہیں۔ شیخ محقق لمعات میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں ، وفی شرح الشیخ ایضا مثلہ[5] (شیخ کی شرح میں بھی ایسا ہے۔ ت) شرح امام ابن حجر مکی میں بھی یوہیں ہے تو ظاہر کہ قبر کو سجدہ اور قبر کی طرف سجدہ دونوں حرام ، اور ان احادیث کے تحت میں داخل ہیں اور دونوں کو وہ سخت وعیدیں شامل۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ صورتِ دوم اظہر و ارجح ہے یہود سے عبادت غیر خدا معروف نہیں ، ولہذا علماء نے فرمایا کہ یہودیت سے نصرانیت بدتر ہے کہ نصارٰی کا خلاف توحید میں ہے اور یہود کا صرف رسالت میں۔

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ "قبر" مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۴/ ۱۹۶

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قاتل اللہ الیہود الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۱۸۱

[3] الزواجر کتاب الصلٰوۃ اتخاذ القبور مساجد دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۶

[4] لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح عن التورپشتی باب المساجد الخ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۳/ ۵۲

[5] " " " " " " " " " "

درمختار میں ہے:

النصرانی شر من الیھودی فی الدارین[1] — عیسائی، یہودیوں سے دونوں جہان میں بدتر ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

لان نزاع النصاری فی الالٰھیات و نزاع الیھود فی النبوات[2] — اس لئے کہ عیسائیوں کا (ہم سے اختلاف) الٰہیات یعنی توحید میں ہے جبکہ یہودیوں کا اختلاف رسالت میں ہے۔ (ت)

لاجرم محرر مذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا میں صورتِ دوم کے داخل وعید و مشمول حدیث ہونے کی طرف صاف اشارہ فرمایا، باب وضع کیا:

باب القبر یتخذ مسجدا او یصلی الیہ[3] — "باب" قبر کو سجدہ گاہ بنایا جائے یا اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جائے۔ (ت)

اور اس میں یہی حدیث ابوہریرہ لائے،

قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[4] واللہ تعالٰی اعلم۔ — اللہ تعالٰی یہودیوں کو مارے کہ انھوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فصل سوم ڈیڑھ سو[۱۵۰] نصوص فقہ سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت

اور وہ بھی دو[۲] نوع ہیں:

نوعِ اوّل: تین قسم:

قسم اوّل: نفس سجدہ کا حکم کہ غیر خدا کے لئے مطلقاً حرام ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) تحریم متفق علیہ ہے اور اسی قدر ہمارا مقصود، اور تکفیر میں

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۰

[2] ردالمحتار " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۵

[3] مؤطا للامام محمد باب القبر یتخذ مسجداً الخ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۷۲

[4] " " " " " " "

عبارات چھ طور پر آئیں گی :

(۱) غیر خدا کے لئے سجدہ کفر ہے۔ اس کا ظاہر اطلاق ہے۔

(۲) غیر خدا کو سجدہ مطلقاً کفر ہے اس میں تصریح اطلاق ہے۔

(۳) بحالِ اکراہ کفر نہیں ورنہ کفر یہ قید اولین میں بھی ضروری ہے۔

(۴) غیر کی نیت سے کفر، اور اللہ عزوجل کے لئے نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو کفر نہیں۔

(۵) بہ نیت عبادت کفر، اور بہ نیت تحیت کفر نہیں، اور کچھ نیت نہ ہو جب بھی کفر۔

(۶) غیر کی طرف اصلاً کفر نہیں جب تک نیت عبادت نہ ہو، اور یہی صحیح و معتمد و حق و معتقد ہے اور باقی کفر صوری وغیرہ سے مؤول، وباللہ التوفیق۔

نص ۱ : تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی جلد اول ص ۲۰۲ (۲) غنیۃ المستملی محقق ابراہیم حلبی ص ۲۶۶ (۳) فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری جلد اول ص ۲۹۰ :

التواضع نہایتہ توجد فی السجود ولہذا لوسجد لغیر اللہ تعالٰی یکفر[1]	تواضع کا ختم سجدے پر ہے اس لئے غیر خدا کو سجدہ کفر ہے۔

(۴) نصاب الاحتساب قلمی باب ۴۹ (۵) کفایہ شعبی سے :

اذا سجد لغیر اللہ تعالٰی یکفر لان وضع الجبھۃ علی الارض لایجوز الا للہ تعالٰی[2]	غیر خدا کو سجدہ کرے تو کافر ہے کہ زمین پر پیشانی رکھنا دوسرے کے لئے جائز نہیں۔

نص ۶ : مبسوط امام جلیل شمس الائمہ سرخسی (۷) اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ :

من سجد لغیر اللہ تعالٰی علٰی وجہ التعظیم کفر[3]	غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کرنے والا کافر ہے۔

نص ۸ : منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر ص ۲۳۵ :

اقول وضع الجبین اقبح من وضع الخد	میں کہتا ہوں زمین پر ماتھا رکھنا رخسارہ رکھنے سے

---

[1] تبیین الحقائق باب صلوٰۃ المریض ۱/۲۰۲ و غنیۃ المستملی الثانی القیام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۶
فتح المعین باب صلوٰۃ المریض کراچی ۱/۲۹۰

[2] فتاوٰی نور الہدی بحوالہ المبسوط کتاب الکراہیۃ فصل فیما یصیر بہ المسلم کافرا مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۳۹

[3] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۱۵

فینبغی ان لایکفر الا بوضع الجبین دون غیرہ لان ھذہ سجدۃ مختصۃ للہ تعالٰی۔[1]

اقول اولا ان کان علی وجہ العبادۃ کفر ولو لو یزد علی تقبیل ارض او انحناء بل بمجرد النیۃ والا فلا کفر فی المعتمد وھو الحق المعتقد وثانیا الجبین احد جانبی الجبھۃ وھما جبینان وانما السجود وضع الجبھۃ فلیتنبہ۔

بھی بدتر ہے تو چاہئے کہ اس میں کفر ہو نہ اور میں کہ یہ سجدہ ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** اگر زمین پر بطور عبادت پیشانی رکھے تو کافر ہو جائے گا اگرچہ زمین چومنے یا صرف جھکنے بلکہ صرف نیت کرنے پر اکتفا کیا (اور اس سے مزید کچھ نہ کیا) تو قابل اعتماد مذہب میں کفر نہیں لہذا یہی حق، قابل اعتقاد ہے۔ **ثانیاً** "جبین" پیشانی کی ایک جانب اور طرف ہے، اور پیشانی میں دو جبینیں ہیں۔ اور سجدہ، زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے۔ لہذا اس سے آگاہ ہونا چاہئے۔(ت)

نص ۹: شرح نقایہ علامہ قہستانی ص ۵۲۵ (۱۰) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ۲ ص ۲۲۰ دونوں فتاوی ظہیریہ سے (۱۱) رد المحتار علامہ شامی جلد ۵ ص ۲۷۸ جامع الرموز سے:

یکفر بالسجدۃ مطلقا۔[2]

غیر خدا کو سجدے سے مطلقاً کافر ہو جائے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) امام عینی کے اختصار اور علی قاری کی نقل سے ظہیریہ میں یہ حکم جزمی نہیں بلکہ بعض کی طرف نسبت ہے کہ بعض نے مطلقاً کافر کہا کما سیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ت) مجمع الانہر وشامی دونوں کے مستند نقل علامہ قہستانی ہیں اور شک نہیں کہ امام عینی ان سے اوثق ہیں لہذا ہم نے یہاں ظہیریہ کو نہ گنا۔

نص ۱۲: غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی کتاب الکراھیۃ قبیل فصل من البیع:

اما السجود لغیر اللہ فھو کفر اذا کان من غیر اکراہ۔[3]

غیر خدا کو بلا اکراہ سجدہ کفر ہے۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳
[2] مجمع الانہر کتاب الکراھیۃ بیروت ۲/ ۵۴۲ و جامع الرموز کتاب الکراھیۃ ایران ۳/ ۳۱۵ رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶
[3] غایۃ البیان کتاب الکراھیۃ قبیل فصل من البیع (قلمی)

نص ۱۳: منح الروض ص ۲۲۵:

اذا سجد بغیر الاکراہ یکفر عندھم بلاخلاف۔[1]

اگر بلااکراہ سجدہ کیا تو باتفاقِ علماء کافر ہوجائے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) دعوی اتفاق بمحل ہے **اولاً** بلکہ صحیح ومختار وہی تفصیل نیت عبادت وتحیت ہے جن پر نصوص کثیرہ مطلقہ عنقریب آتے ہیں۔

ثانیاً اجلہ اکابر نے خاص صورت عدمِ اکراہ میں بھی سجدۂ تحیت کفر نہ ہونے کی تصریحیں فرمائیں، فتاوی کبری پھر خزانۃ المفتین قلمی کتاب الکراہۃ نیز واقعات امام صدر شہید پھر خود یہی غایۃ البیان محل مذکور میں مسئلہ اکراہ لکھ کر فرمایا:

فھذا دلیل علی ان السجود بنیۃ التحیۃ اذا کان خائفا لایکون کفرا فعلی ھذا القیاس من سجد عند السلاطین علی وجہ التحیۃ لایصیر کافرا۔[2]

یہ اس کی دلیل ہے کہ سجدۂ تعظیمی، جبکہ خائف (اور خطرہ محسوس کرے) تو کفر نہ ہوگا، لہذا اسی پر یہ مسئلہ قیاس کیا گیا ہے کہ جو بادشاہوں کو سجدۂ تعظیمی کرے تو کافر نہ ہوگا۔

جامع الفصولین جلد دوم میں بعد مسئلہ اکراہ ہے:

فھذہ تؤید ما مران من سجد للسلطان تکریما لایکفر۔[3]

یہ مسئلہ گزشتہ کلام کی تائید کرتا ہے کہ جس نے کسی بادشاہ کو بطورِ تعظیم سجدہ کیا تو (اس کاروائی سے) وہ کافر نہ ہوگا۔ (ت)

ثالثاً خود علی قاری کی عبارت آتی ہے کہ روضۂ انور کے سجدے کو صرف حرام کہا نہ کہ کفر۔

رابعاً بلکہ نص ۲۰ میں وہی کہیں گے کہ بعض علماء نے تکفیر کی اور ظاہر تر عدمِ تکفیر ہے، پھر اتفاق درکنار وہ قول راجح بھی نہیں ضعیف ومرجوح ہے۔

نص ۱۴: امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص ۵۵:

علم من کلامھم ان السجود بین یدی

کلامِ علماء سے معلوم ہوا کہ غیر کو سجدہ کبھی کفر ہے

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

[2] خزانۃ الفتاوی کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۳

[3] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۴

الغیر منه ماھو کفر ومنه ماھو حرام غیر کفر فالکفر ان یقصد السجود للمخلوق و الحرام ان یقصدہ ﷲ تعالٰی معظما به ذٰلك للمخلوق من غیر ان یقصدہ به اولا یکون له قصد[1]

اور کبھی صرف حرام۔ کفر تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے سجدہ کا قصد کرے اور حرام یہ کہ سجدہ اللہ کے لئے کرے اور مخلوق کی طرف کرنے سے اس کی تعظیم یا یہ کہ اصلاً کچھ نہ ہو۔

نص ۱۵: جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان۔ (۱۶) پھر ہندیہ جلد ۵ ص ۳۶۸ و ۳۶۹ (۱۷) نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۱۸) یہ سب امام اجل فقیہ ابوجعفر ہندوانی سے:

وھذا لفظ النصاب وھو اتم من قبل الارض بین ایدی السلطان او الامیر اوسجد له فان کان علی وجه التحیة لایکفر ولکن یصیر اٰثما مرتکبا للکبیرۃ وان کان سجد بنیة العبادۃ للسلطان اولم تحضرہ النیة فقد کفر[2]

جس نے بادشاہ یا سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطور تحیت تھا تو کافر تو نہ ہوا مگر گنہگار مرتکب کبیرہ ہوا، اور اگر پرستش بادشاہ کی نیت کی یا عبادت وتحیت کوئی نیت اس وقت نہ تھی تو بیشک کافر ہو گیا۔

نص ۱۹: فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی (۲۰) اس کا مختصر للامام عینی (۲۱) اس سے غمز العیون والبصائر ص ۳۱ (۲۲) فتاوٰی خلاصہ قلمی قبیل کتاب الہبہ (۲۳) اس سے منح الروض ص ۲۳۵:

وھذا لفظ الامام العینی قال بعضھم یکفر مطلقا وقال اکثرھم ھو علی وجوہ ان اراد به العبادۃ یکفر وان اراد به التحیة لایکفر و یحرم علیه ذٰلك وان لم تکن له ارادۃ کفر عند اکثر اھل العلم[3]

غیر خدا کو سجدے سے بعض نے کہا مطلقاً کافر ہے، اور اکثر نے کہا اس میں کئی صورتیں ہیں اگر اس کی عبادت چاہی تو کافر ہے اور تحیت کی نیت کی تو کفر نہیں حرام ہے اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو اکثر ائمہ کے نزدیک کافر ہے۔

خلاصہ کے لفظ یہ ہیں:

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۸۸
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۶۹-۳۶۸
[3] غمز عیون البصائر بحوالہ العینی فی مختصر الفتاوی الظہیریۃ الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۴۵

اما السجدة لھٰؤلاء الجبابرة فھی کبیرة ھل یکفر قال بعضھم یکفر مطلقا و قال بعضھم (وفی نسخة الطبع اکثرھم) المسألة علی التفصیل ان ارادبھا العبادة یکفر وان ارادبھا التحیة لایکفر قال وھذا موافق لما قال وھذا موافق لما قال فی سیر الفتاوی والاصل[1]

رہا ان سلاطین کو سجدہ، وہ گناہ کبیرہ ہے اور کافر بھی ہوگا یا نہیں بعض نے کہا مطلقاً کافر ہوجائے گا اور اکثر نے فرمایا مسئلہ میں تفصیل ہے اگر عبادت چاہی کافر ہوجائے اور تحیت تو نہیں، اور یہی اُس مسئلہ کے موافق ہے جو فتاوٰی کی کتاب السیر اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کتاب مبسوط میں ہے۔

علی قاری نے اسے یوں نقل بالمعنٰی کیا،

فی الخلاصة من سجد لھم ان اراد به التعظیم ای کتعظیم اللہ سبحانه کفر وان اراد به التحیة اختار بعض العلماء انه لایکفر اقول وھذا ھو الاظھر وفی الظھیریة قال بعضھم یکفر مطلقا[2]

خلاصہ میں ہے جس نے انھیں سجدہ کیا اگر تعظیم کا قصد تھا یعنی مثل تعظیم الٰہی تو کافر ہوگیا اور تحیت کا ارادہ تھا تو بعض علماء نے اختیار فرمایا کہ کافر نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں یہی ظاہر تر ہے، اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ بعض نے کہا مطلقاً کافر ہوجائے گا۔

اقول لیس فی الخلاصة لفظ التعظیم بل العبادة فلاحاجة الی ایراده ثم تفسیره بما یرجع الی العبادة الا ان یکون فی نسخة لفظ التعظیم کما ان فیھا بعضھم مکان اکثرھم کنسخة القلم واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ خلاصہ میں لفظ "تعظیم" نہیں بلکہ لفظ "عبادت" مذکور ہے لہٰذا اسکے لانے کی کچھ ضرورت نہیں پھر اس کی ایسے کلام سے تشریح کرنا کہ جو عبادت کی طرف راجع ہے مگر یہ کہ اس کے ایک نسخہ میں لفظ "تعظیم" موجود ہو جیسا کہ اس کے ایک "نسخہ" میں اکثرھم کی جگہ بعضھم جیسا کہ قلمی نسخہ میں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نص ۲۴: امام اجل صدر شہید شرح جامع صغیر میں (۲۵) اُن سے امام سمعانی خزانۃ المفتین قلمی

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی الجنس الحادی عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۹

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

کتاب الکراہیۃ میں (۲۶) جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان (۲۷) اُس سے عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۸ (۲۸) جامع الفصولین جلد ۲ ص ۳۱۴ (۲۹) برمز من یعنی مجمع النوازل (۳۰) برمز جز یعنی وجیز المحیط سے (۳۱) جامع الرموز ص ۵۳۵ (۳۲) محیط سے (۳۳) جامع الفصولین ص ۱۱ (۳۴) مجمع الانہر جلد ۲ ص ۵۲۰، اور یہ لفظ امام صدر شہید کے ہیں :

من قبل الارض بین یدی السلطان او امیرا وسجد لہ فان کان علی وجہ التحیۃ لایکفر ولکن ارتکب الکبیرۃ[1] ۔

جس نے بادشاہ یا کسی سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطورِ تحیت ہو کافر نہ ہوگا ہاں مرتکب کبیرہ ہوا ۔

جامع الرموز وغیرہ کے لفظ یہ ہیں :

لایجوز فانہ کبیرۃ[2] زمین بوسی وسجدہ تحیت ناجائز وکبیرہ ہیں ۔

جواہر وہندیہ میں یوں ہے :

لایکفر ولکن یأثم بارتکابہ الکبیرۃ ھو المختار[3] ۔

یعنی مذہب مختار میں زمین بوسی وسجدہ تحیت سے کافر تو نہ ہوگا مگر مجرم ہوگا کہ اس نے کبیرہ کیا ۔

جامع الفصولین کے لفظ دوم یہ ہیں :

اثم لوسجد علی وجہ التحیۃ لارتکاب ماحرم[4] ۔

سجدہ تحیت سے گنہگار ہوگا کہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا ۔

مجمع الانہر کے لفظ یہ ہیں :

من سجد لہ علی وجہ التحیۃ لایکفر ولکن یصیر آثما مرتکبا للکبیرۃ[5] ۔

سجدہ تحیت سے کافر تو نہ ہوگا ہاں گنہگار و مرتکب کبیرہ ہوگا ۔

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی ۲ / ۲۱۳ و جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون ۲ / ۳۱۴
[2] خلاصۃ الفتاوی کتاب الکراہیۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲ / ۳۱۵
[3] فتاوی ہندیۃ بحوالہ جواہر الاخلاطی کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون ۵ / ۳۶۸
[4] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲ / ۳۱۴
[5] مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ فصل فی بیان احکام النظر ونحوہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۵۴۲

نص ۳۵ : درمختار کتاب الحظر قبیل فصل البیع (۳۶) مجمع الانہر محل مذکور :

وھل یکفران علی وجه العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجه التحیۃ لاوصار آثما مرتکبا للکبیرۃ۔[1]

اس سے کافر بھی ہوگا یا نہیں، اگر بروجہ عبادت و تعظیم کرے کافر ہے، اور بروجہ تحیت تو کافر نہیں مجرم و مرتکب کبیرہ ہے۔

(۳۷) علامہ ابن عابدین جلد ۵ ص ۲۰۷ کلام مذکور در پر :

تلفیق القولین قال الزیلعی وذکر الصدر الشھید انه لایکفر بھذا السجود لانه یرید به التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیر اللہ تعالٰی علی وجه التعظیم کفر۔[2]

یعنی یہاں دو قول تھے، ایک یہ کہ سجدۂ تعظیمی کفر ہے امام شمس الائمہ سرخسی کا یہی قول ہے۔ دوسرا یہ کہ سجدۂ تحیت کفر نہیں۔ امام صدر شہید کا یہی مختار ہے۔ شارح نے دونوں کا ایک ایک حصہ لے کر یہ تفصیل کی کہ تعظیم مقصود ہو تو کفر اور تحیت تو نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) امام صدر شہید صرف نفی کفر فرماتے ہیں سجدۂ تحیت کے گناہ کبیرہ ہونے کی خود انھوں نے تصریح فرمائی کہ نص ۲۰ میں گزری اور تعظیم سے کبھی مطلق مراد لیتے ہیں بایں معنی تحیت بھی تعظیم ہے خصوصاً تحیت عظماء نص ۴۵ میں امام فقیہ النفس اور نص ۵۱ میں سیدی عبدالغنی قدس سرہٗ سے آتا ہے کہ تحیت و تعظیم کو ایک صورت رکھا اور عبادت کے مقابل لیا اور کبھی خاص تعظیم مثل تعظیم الٰہی مراد لیتے ہیں جیسا کہ نص ۲۳ میں منح الروض سے گزرا اس وقت وہ مساوی عبادت ہے اس کی نظیر قسم دوم میں خود صاحب درمختار کی درمنتقی سے آتی ہے کہ تعظیم کو تحیت کے مقابل لیا قول شمس الائمہ میں یہی مراد ہے، تو یہ تلفیق نہیں توفیق ہے دونوں مرادوں کی تحقیق ہے اور اللہ عزوجل ولی توفیق ہے۔

نص ۳۸ : کتاب الاصل للامام محمد (۳۹) فتاوٰی کتاب السیر (۴۰) ان دونوں سے فتاوٰی خلاصہ قلمی آخر کتاب الفاظ الکفر (۴۱) فتاوٰی غیاثیہ ص ۱۰۷ (۴۲) (۴۳) محیط اس سے شرح فقہ اکبر ص ۲۳۵ (۴۴) نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۴۵) وجیز امام کردری جلد ۶ ص ۳۴۳

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[2] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ص ۲۴۶

(۴۶) اختیار شرح مختار (۴۷) اس سے علامہ شیخی زادہ شارح ملتقی جلد ۲ ص ۵۲۰:

اذا قال اھل الحرب لمسلم اسجد للملك والا قتلناك فالافضل ان لایسجد لان ھذا کفر صورۃ والافضل ان لایاتی بما ھو کفر صورۃ وان کان فی حالۃ الاکراہ[1]

جب حربی کافر کسی مسلمان سے کہیں بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھے قتل کردیں گے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے کہ یہ صورۃً کفر ہے اور صورتِ کفر سے بچنا بہتر اگرچہ حالتِ اکراہ ہو۔

نص ۴۸: فتاوٰی امام قاضیخان جلد ۴ ص ۳۰۸ (۴۹) اُس سے فتاوٰی ہندیہ جلد ۵ ص ۳۶۸ (۵۰) نیز اشباہ والنظائر قلمی فن اول قاعدہ ثانیہ (۵۱) اس سے حدیقہ ندیہ امام عارف باللہ نابلسی جلد اول ص ۳۸۱ (۵۲) خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ (۵۳) فتاوٰی کبرٰی سے (۵۴) واقعات امام ناطفی (۵۵) اس سے عیون المسائل (۵۶) اس سے واقعات امام صدر شہید باب العین للعیون برمز وللواقعات (۵۷) اس سے غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی کتاب الکراھیۃ محل مذکور (۵۸) واقعات ناطفی سے جامع الفصولین جلد دوم ص ۳۱۴:

لو قال للمسلم اسجد للملك والا قتلناك قالوا ان امروہ بذلك للعبادۃ فالافضل له ان لایسجد کمن اکرہ علی ان یکفر کان الصبر افضل وان امروہ بالسجود للتحیۃ والتعظیم لا للعبادۃ فالافضل له ان یسجد[2]

اگر کافر نے مسلمان سے کہا بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ تجھے قتل کردیں گے، علماء نے فرمایا اگر کافر اس سے سجدۂ عبادت کو کہہ رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کفر پر اکراہ میں صبر افضل ہے، اور اگر سجدۂ تحیت کو کہہ رہا ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ کرکے جان بچائے۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان دس عبارات نے روشن کیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سُور کھانے سے بدتر ہے۔ ان میں یہ حکم ہے کہ اگر قتل بلکہ قطع عضو بلکہ ضرب شدید ہی کی تخویف سے ان کے کھانے پینے پر اکراہ کیا جائے تو کھانا پینا فرض ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

اذا اخذ رجلا وقال لاقتلنك او

اگر کسی نے کسی شخص کو پکڑا اور کہا اس سُور کا

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضی خاں کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

لتاکلن لحم ھذا الخنزیر یفترض علیہ التناول[1]

گوشت کھایئے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا، تو اس پر گوشت کھانا (اپنی جان کے تحفظ کیلئے) فرض ہے (ت)

درمختار میں ہے:

اکرہ علی اکل لحم خنزیر بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح فرض فان صبر فقتل اثم[2]

اگر کسی کو قتل کی دھمکی یا قطع اندام یا ضرب شدید سے ڈراتے ہوئے سور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا (تو ایسی حالت میں) اس پر سور کا گوشت کھالینا (اپنی جان کے تحفظ کے لئے) فرض ہے (پھر اگر اس نے نہ کھایا) اور مصیبت پر صبر کیا اور قتل کر دیا گیا تو گنہگار ہوگا۔

لیکن یہاں اگر قتل سے بھی اکراہ ہو تو سجدۂ تحیت کر لینا صرف افضل کہا فرض کیسا واجب بھی نہ کیا یعنی جائز یہ بھی کہ قتل ہو جائے اور سجدۂ تحیت نہ کرے اگرچہ جان بچالینا بہتر ہے تو ظاہر ہوا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت شراب پینے اور سور کھانے سے بھی بدتر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور ہوا ہی چاہئے کہ اکل خنزیر میں عبادت غیر خدا کی مشابہت نہیں، نہ اُسے بلا استحلال کسی نے کفر کہا بخلاف سجدۂ تحیت کہ ایک جماعت علماء نے اس پر حکم تکفیر آیا اور اس کا دوسرے کے لئے کرنا واحد قہار عزجلالہ کے حق پر دست اندازی ہے، آدمی دین وانصاف رکھتا ہو تو یہی عبارات اس کی ہدایت کو بس، ولا یزید الظّٰلمین الا خسارا (اور یہ ظالموں کو سوائے گھاٹے کے کچھ نہ بڑھائے گا۔ ت)

نص ۵۹: عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۶۰) فتاوٰی غرائب سے،

لایجوز السجود الا للہ تعالٰی[3] — سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں۔

نص ۶۱: اکلیل امام جلیل خاتم الحفاظ سے فصل اول میں گزرا: فیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی[4]

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاکراہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸

[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی غرائب کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

[4] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۳/۸۰ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے۔

نص ۶۲ : نصاب الاحتساب باب ۴۹ (۶۳) ایک تابعی جلیل سے کہ اکابر تابعین طبقہ اولیٰ خلافت فاروقی کے مجاہدین سے تھے :

ان السجود فی دین محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یحل الا للہ تعالٰی[1]

بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دین میں اللہ عزوجل کے سوا سجدہ کسی کے لئے حلال نہیں۔

نص ۶۴ : طریقہ محمدیہ قلمی نوع سیزدہم آفات قلب میں تذلل کو حرام بتا کر فرمایا :

ومنہ السجود والرکوع والانحناء للکبراء عند الملاقاۃ والسلام وردہ[2]

اسی حرام فروتنی سے ہے بزرگوں کے ملتے اور انھیں سلام کرتے یا جواب دیتے وقت انھیں سجدہ یا ان کے لئے رکوع کرنا یا قریب رکوع تک جھکنا۔

نص ۶۵ : منح الروض ص ۲۲۷ :

السجدۃ حرام لغیرہ سبحٰنہ تعالٰی[3]

غیر خدا کو سجدہ حرام۔

نص ۶۶ : روضہ امام اجل ابوزکریا نووی :

نص ۶۷ : پھر امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام ص ۱۳ :

مایفعلہ کثیرون من الجھلۃ الظالمین من السجود بین یدی المشایخ فان ذلک حرام قطعاً بکل حال سواء کان للقبلۃ اولغیرھا وسواء قصد السجود للہ تعالٰی اوغفل وفی بعض صورہ مایقتضی الکفر عافانا اللہ تعالٰی من ذلک[4]

وہ جو بہت ظالم جاہل پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ ہر حال میں حرام قطعی ہے چاہے قبلہ کی جانب ہو یا اور طرف، اور چاہے خدا کو سجدہ کی نیت کرے یا اس نیت سے غافل ہو، پھر اس کی بعض صورتیں تو مقتضی کفر ہیں اللہ تعالٰی ہمیں اس سے پناہ دے۔

نص ۶۸ : اعلام ص ۵۵ :

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] الطریقۃ المحمدیۃ التذلل للمخلوق ھوالثالث عشر من آفات القلب مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۲۳۸

[3] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً کنایۃ المصطفی البابی حلبی مصر ص ۱۸۷

[4] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ دارالشفقت استانبول ترکی ص ۳۴۹

قد صرحوا بان سجود جهلة الصوفية بین یدی مشایخهم حرام وفی بعض صورہ مایقضی الکفر۔[1]

بیشک ائمہ نے تصریح فرمائی کہ پیروں کو سجدہ کہ جاہل صوفی کرتے ہیں حرام ہے اور اس کی بعض صورتیں حکم کفر لگاتی ہیں۔

نص ۶۹: غایۃ البیان قلمی شرح ہدایہ للعلامۃ الاتقانی محل مذکور بحث سجدہ میں:

ومایفعلہ بعض الجہال من الصوفیۃ بین یدی شیخہم فحرام محض اقبح البدع فینہون عن ذلک لامحالۃ۔[2]

سجدہ کہ بعض جاہل صوفی اپنے پیر کے آگے کرتے ہیں نرا حرام اور سب سے بدتر بدعت ہے وہ جبرًا اس سے باز رکھے جائیں۔

نص ۷۰: وجیز امام حافظ الدین محمد بن محمد کردری جلد ۶ ص ۳۴۳:

وبھذا علم ان مایفعلہ الجھلۃ لطواغیتھم ویسمونہ پایگاہ کفر عند بعض المشایخ وکبیرۃ عند الکل فلو اعتقدھا مباحۃ لشیخہ فھو کافر وان امرہ شیخہ بہ ورضی بہ مستحسنا لہ فالشیخ النجدی ایضا کافر ان کان اسلم فی عمرہ۔[3]

یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کہ جہال اپنے سرکش پیروں کو کرتے اور اسے پاگاہ کہتے ہیں بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے پس اگر اسے اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو کافر ہے اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کرکے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔

اقول (میں کہتا ہوں) یعنی ایسے متکبر خدا فراموش خود پسند اپنے لئے سجدے کے خواہشمند غالبًا شرع سے آزاد بے قید و بند ہوتے ہیں یوں تو آپ ہی کافر ہیں اور اگر کبھی ایسے نہ بھی تھے تو حرام قطعی یقینی اجماعی کو اچھا جان کر اب ہوئے والعیاذ باللہ تعالٰی۔

الحمدللہ یہ نفس سجدہ تحیت کے حکم میں سَتّر نص ہیں کہ سجدہ اللہ واحد قہار ہی کے لئے ہے اور اس کے غیر کے لئے مطلقًا کسی نیت سے ہو حرام حرام حرام کبیرہ کبیرہ کبیرہ، والحمدللہ حمدًا کثیرا وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا وآلہ وصحبہ تعزیزا وتعزیرا آمین!

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقۃ دار الشفقت استانبول ترکی ص ۳۸۸

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/۲۵۶

[3] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلامًا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۴۳

قسم دوم: سجدہ تو سجدہ زمین بوسی حرام ہے، اس پر پندرہ نص قسم اول میں گزرے ۵ تا ۲۰ و ۲۴ تا ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ کہ دونوں اصالۃً دربارۂ تقبیل ارض ہیں ۲۶، اور سنئے کہ مجموع ۴۱ نص ہوں۔

نص ۷۱: جامع صغیر امام کبیر (۷۲) اُس سے فتاوٰی تاتارخانیہ (۷۳) اس سے عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۷۴) کافی شرح وافی قلمی ہر دو تصنیف امام جلیل ابوالبرکات نسفی صاحب کنز (۷۵) غایۃ البیان علامہ اتقانی قلمی شرح ہدایہ ہر دو در کتاب الکراہیۃ قبیل فصل فی البیع (۷۶) کفایہ امام جلال الدین کرمانی شرح ہدایہ جلد ۴ ص ۴۲ (۷۷) تبیین الحقائق امام زیلعی شرح کنز جلد ۶ ص ۲۵ (۷۸) تنویر الابصار امام شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی (۷۹) درمختار علامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی کتاب الحظر محل مذکور (۸۰) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ۲ ص ۵۲۰ (۸۱) فتح المعین علی الکنز جلد ۳ ص ۴۰۲ (۸۲) جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان (۸۳) تکملۃ البحر للعلامۃ الطوری جلد ۸ ص ۲۲۶ (۸۴) شرح الکنز للامسکین محل مذکور (۸۵) فتاوٰی غرائب (۸۶) اس سے فتاوٰی ہندیہ صفحہ مذکورہ، ان سولہ[16] نصوص جلیلہ میں ہے:

مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان[1]	عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے اور چومنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار۔

کافی و کفایہ و غایۃ و تبیین و دُرّ و مجمع و ابوالسعود و جواہر نے زائد کیا، لانہ یشبہ عبادۃ الوثن[2] اس لئے کہ وہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

طوری کے لفظ یہ ہیں، لانہ اشبہ بعبدۃ الاوثان[3] ایسا کرنے والا بت پرستوں سے نہایت مشابہ ہے۔

نص ۸۷: علامہ سید احمد مصری طحطاوی جلد ۴ ص زیر قول مذکور دُر:

یشبہ عبادۃ الوثن لان فیہ صورۃ السجود لغیر اللہ تعالٰی[4]	زمین بوسی اس لئے بت پرستی کے مشابہ ہے کہ اس میں غیر خدا کو سجدے کی صورت ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵
[3] تکملہ البحر الرائق کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸/۱۹۸
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " " دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۹۲

اقول (میں کہتا ہوں) زمین بوسی حقیقۃً سجدہ نہیں کہ سجدہ میں پیشانی رکھنی ضرور ہے جب یہ اس وجہ سے حرام و مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورۃً قریب سجود ہے تو خود سجدہ کس درجہ سخت حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

نص ۸۸ : غنیۃ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی جلد اول ص ۳۱۸ (۸۹) متن مواہب الرحمٰن سے :

یحرم تقبیل الارض بین یدی العالم للتحیۃ [1]	عالم کے سامنے تحیت کی نیت سے زمین بوسی حرام ہے۔

نص ۹۰ : خادمی علی الدرر ص ۱۵۵ :

تقبیل الارض والانحناء لیس بجائز بل محرم [2]	زمین چومنا اور جھکنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

نص ۹۱ : ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ (۹۲) درمنتقی شرح ملتقی سے اقسام بوسہ میں :

حرام للارض تحیۃ وکفر لہا تعظیما [3]	زمین بوسی بطور تحیت حرام اور بروجہ تعظیم کفر ہے۔

نص ۹۳ : فتاوٰی ظہیریہ (۹۴) مختصر امام عینی (۹۵) اس سے غمز العیون ط ۳۱ (۹۶) شرح فقہ اکبر ص ۲۳۵ :

اما تقبیل الارض فہو قریب من السجود الا ان وضع الجبین او الخد علی الارض افحش واقبح من تقبیل الارض [4]	زمین چومنا سجدے کے قریب ہے اور جبین یا رخسارہ زمین پر رکھنا اس سے بھی زیادہ فحش و قبیح ہے۔

قسم سوم : زمین بوسی بالائے طاق رکوع کے قریب تک جھکنا منع ہے اس پر ۶۴ و ۹ دو نص اوپر گزرے ، تیس اور سنئے۔

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر والغرر کتاب الکراہیۃ فصل من ملک امۃ بشراء الخ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۶

[2] حاشیۃ الخادمی علی الدرر شرح الغرر " " فصل قولہ مشریۃ عن محرمہا مطبعہ عثمانیہ ص ۱۵۵

[3] الدر المنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر " فصل فی بیان احکام اللفظ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۲

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

نص ۹۷: زاہدی (۹۸) اس سے جامع الرموز ص ۵۳۵ (۹۹) اس سے رد المحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ (۱۰۰) نیز شیخی زادہ علی الملتقی جلد ۲ ص ۵۲۰:

الانحناء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود۔[1]

سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا بھی مثل سجدہ ہے۔

نص ۱۰۱: شرعۃ الاسلام (۱۰۲) اس کی شرح مفاتیح الجنان ص ۳۱۲:

(لا یقبلہ ولا ینحنی لہ) لکونہما مکروہین۔[2]

نہ بوسہ دے نہ جھکے کہ دونوں مکروہ ہیں۔

نص ۱۰۳: احیاء العلوم جلد ۲ ص ۱۲۴ (۱۰۴) اتحاف السادہ جلد ۶ ص ۲۸۱:

(الانحناء عند السلام منھی عنہ) وھو من فعل الاعاجم۔[3]

سلام کے وقت جھکنا منع فرمایا گیا اور وہ مجوس کا فعل ہے۔

(۱۰۵) عین العلم قلمی باب ثامن (۱۰۶) شرح علی قاری جلد اول ص ۲۷۴ (۱۰۷) ذخیرہ سے (۱۰۸) نیز محیط سے:

(لا ینحنی) لان الانحناء یکرہ للسلاطین وغیرھم ولانہ صنیع اھل الکتاب۔[4]

سلام میں نہ جھکے کہ بادشاہ ہو یا کوئی کسی کے لئے جھکنے کی اجازت نہیں، اور ایک وجہ ممانعت یہ ہے کہ وہ یہود و نصارٰی کا فعل ہے۔

نص ۱۰۹: حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول ص ۳۸۱:

معلوم ان من لقی احدا من الاکابر فحنی لہ رأسہ اوظھرہ ولو بالغ فی ذلک فمرادہ التحیۃ والتعظیم دون العبادۃ فلا یکفر بھذا الصنیع

معلوم ہے کہ جو اکابر میں کسی سے ملتے وقت اس کے لئے سر یا پیٹھ جھکائے اگرچہ اس میں مبالغہ کرے اس کا ارادہ تحیت و تعظیم ہی کا ہوتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کا، تو اس فعل سے کافر نہ ہوجائیگا

---

[1] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ ۳/۳۱۵ و مجمع الانہر ۲/۵۴۲

[2] شرح شرعۃ الاسلام فصل فی سنن المشی و آدابہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۱۲

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/۲۸۱

[4] شرح عین العلم لملا علی قاری بحوالہ المحیط والذخیرہ الباب الثامن امرت پریس لاہور ص ۲۱۳

وحال المسلم مشعر بذلك علی کل حال واما العبادة فلا یقصدها الا کافر اصلی فی الغالب ولکن التملق الموصل الی هذا المقدار من التذلل مذموم ولهذا جعله المصنف رحمه الله تعالٰی من التذلل الحرام ولم یجعله کفرا۔[1]

بہر حال خود مسلمان کا حال اس نیت کو بتا رہا ہے۔ عبادت کا ارادہ تو غالباً وہی کرے گا جو اصلی کافر ہو، ہاں اتنی چاپلوسی جو اس حد کے ذلیل بننے تک پہنچا دے بد ہے اسی لئے جھکنے کو مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے حرام کہا کفر نہ ٹھہرایا۔

نص ۱۱۰: امام اجل عز الدین بن عبد السلام (۱۱۱) اُن سے امام ابن حجر مکی فتاوٰی کبرٰی میں جلد ۴ ص ۲۴۷ (۱۱۲) ان سے امام عارف نابلسی حدیقہ ص ۳۸۱ میں:

الانحناء البالغ الی حد الرکوع لا یفعله احد لاحد کالسجود ولا بأس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرم من اهل الاسلام۔[2]

حد رکوع تک کوئی کسی کے لئے نہ جھکے جیسے سجدہ اور اس قدر سے کم میں حرج نہیں کہ کسی اسلامی عزت والے کے لئے جھکے۔

اقول هذا هو الجمع بین النصوص المتواترة المتظافرة علی المنع وبین ما فی الهندیة عن الغرائب تجوز الخدمة لغیر الله تعالٰی بالقیام واخذ الیدین والانحناء[3] اھ وقد اشاروا الیه فی النصوص الاربعة التی صدرنا بها فتلك سبعة وبالله التوفیق۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی جمع کرنا ہے (یعنی دونوں قولوں میں موافقت اور مطابقت پیدا کرنا) درمیان ان نصوص کثیرہ جو باہم ایک دوسرے کی مؤید ہیں، اور اس قول کے درمیان جو فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی غرائب سے منقول ہے کہ کسی مخلوق (یعنی غیر خدا) کی قیام، مصافحہ کرنے اور جھکنے سے خدمت کرنا جائز ہے اھ بیشک انہوں (ائمہ کرام) نے اس کی طرف ان چار نصوص میں اشارہ فرمایا جن کو ہم پہلے لائے ہیں پس سات ہوگئیں اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے۔

نص ۱۱۳: واقعات امام ناطفی (۱۱۴) ملتقط امام ناصر الدین (۱۱۵) ان دونوں سے نصاب الاحتساب اول وآخر باب ۹م (۱۱۶) جواہر اخلاطی کتاب الاستحسان (۱۱۷) اس سے عالمگیری جلد ۵

---

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة والخلق الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۴۷

[2] " " " " " " بحوالہ ابن حجر فی فتاوٰی " ۱/ ۵۴۷

[3] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

ص ۳۶۹ :

الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس[1] — بادشاہ ہو کوئی اس کے لئے جھکنا منع ہے کہ یہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

۱۱۸ : مجمع الانہر جلد ۲ ص ۵۲۱ (۱۱۹) فصول عمادی سے :

یکرہ الانحناء لانہ یشبہ فعل المجوس[2] — جھکنا منع ہے کہ وہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

نص ۱۲۰ : مواہب الرحمٰن (۱۲۱) اُس سے شرنبلالیہ جلد اول ص ۳۱۸ (۱۲۲) محیط (۱۲۳) اس سے جامع الرموز ص ۵۲۵ (۱۲۴) اس سے ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۷۸ :

یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ[3] — بادشاہ ہو خواہ کوئی اس کے لئے جھکنا منع ہے۔

۱۲۵ : فتاوٰی کبرٰی للامام الہیتمی : الانحناء بالظہر یکرہ[4] — پیٹھ جھکانا مکروہ ہے۔

۱۲۶ : عالمگیریہ جلد ۵ ص ۳۶۹ (۱۲۷) فتاوٰی امام ترتاشی سے :

یکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النہی[5] — سلام کرتے جھکنا منع ہے حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

نوع دوم متعلق مزارات۔ یہ بھی تین قسم :

قسم اوّل : مزارات کو سجدہ یا اُن کے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع۔

نص ۱۲۸ : منسک متوسط علامہ رحمۃ اللہ تلمیذ امام ابن الہمام (۱۲۹) مسلک متقسط شرح ملا علی قاری ص ۲۹۳ :

(لایمس عند زیارۃ الجدار) ولا یقبلہ (ولا یلتصق بہ ولا یطوف) ولا ینحنی — زیارت روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (رزقنا اللہ العود الیہا بقبولہ)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

[2] مجمع الانہر بحوالہ الفصول عمادی کتاب الکراہیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۲

[3] ردالمحتار بحوالہ المحیط کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی ۵/۲۴۶

[4] الفتاوٰی الکبرٰی لابن حجر مکی باب السیر دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۴۷

[5] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الترتاشی کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۹

ولایقبل الارض فانہ (ہمیں اللہ تعالٰی دوبارہ روضۂ اطہر کی زیارت
اعنی کل واحد (بدعۃ نصیب فرمائے بشرطیکہ قبولیت ہو) کے وقت
غیر مستحسنۃ۔[1] نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس
سے چمٹے، نہ طواف کرے، نہ جھکے، نہ زمین
چومے کہ یہ سب بدعتِ قبیحہ ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) بوسہ میں اختلاف ہے اور چھونا چمٹنا اس کے مثل اور احوط منع اور علت خلافِ ادب ہونا،

لاما قالہ القاری فی القبلۃ انہ من خواص بعض ارکان القبلۃ کیف وقد نصوا علی استحسان تقبیل المصحف وایدی العلماء وارجلھم والخبز۔

وہ بات نہیں جو ملّا علی قاری سے بوسہ دینے کے بارے میں صادر ہوئی کہ وہ بعض ارکان قبلہ کے خواص میں سے ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے اس لئے کہ ائمہ کرام نے مصحف شریف اور علمائے کرام کے ہاتھ پاؤں چومنے کے مستحسن ہونے کی تصریح فرمائی، نیز روٹی کو بوسہ دینے کی صراحت فرمائی۔(ت)

اور جھکنے سے مراد بدستور تا حدِ رکوع، اور طواف سے یہ کہ نفسِ طواف بغرض تعظیم مقصود ہو کما حققناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل سے اسکی تحقیق کردی کہ جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ت)

نص ۱۳۰: شرح لباب صفحہ مذکورہ:

اما السجدۃ فلا شك انھا حرام فلایغتر الزائر بما یری من فعل الجاھلین بل یتبع العلماء العاملین۔[2]

رہا مزارِ انور کو سجدہ وہ تو حرام قطعی ہے تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھائے بلکہ علمائے باعمل کی پیروی کرے۔

نص ۱۳۱: زواجر عن اقتراف الکبائر جلد اول ص ۱۱۰:

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتتخذوا

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ الخ دار الکتاب بیروت ص ۳۴۲

[2] " " " " " " " " " " " " " "

قبری وثنا یعبد بعدی ای لا تعظموہ تعظیم غیرکم لاوثانھم بالسجود لہ اونحوہ فان ذلک کبیرۃ بل کفر بشرطہ۔[1]

میرے مزار اقدس کو پرستش کا بُت نہ بنانا اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی تعظیم سجدے یا اسکے مثل سے نہ کرنا جیسے تمھارے اغیار اپنے بتوں کے لئے کرتے ہیں کہ سجدہ ضرور کبیرہ ہے بلکہ نیتِ عبادت ہو تو کفر۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

قسم دوم: مزار کو سجدہ درکنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔

نص ۱۳۲: طحطاوی علی الدر جلد اول ص ۱۸۲:

قولہ مقبرۃ لان فیہ التوجہ الی القبر غالبا والصلٰوۃ الیہ مکروھۃ۔[2]

مقبرے میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غالباً کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے۔

نص ۱۳۳: حلیہ امام ابن امیر الحاج قلمی اواخر مایکرہ فی الصلٰوۃ (۱۳۴) ردالمحتار جلد اول ص ۳۹۴:

المقبرۃ اذا کان فیھا موضع اعد للصلٰوۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ وقبلتہ الی قبر فالصلٰوۃ مکروھۃ۔[3]

قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کے لئے تیار کی گئی ہو اور وہاں نہ قبر ہو نہ نجاست مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو جب بھی نماز مکروہ ہے۔

نص ۱۳۵: مجتبٰی شرح قدوری (۱۳۶) بحرالرائق جلد دوم ص ۲۰۹ (۱۳۷) فتح اللہ المعین جلد اول ص ۳۶۲:

یکرہ ان یطاء القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ۔[4]

مکروہ ہے کہ قبر کو پامال کرے یا اس پر بیٹھے یا اس پر چڑھ کر سوئے یا اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھے۔ (ت)

(۱۳۸) حلیہ آخر کتاب (۱۳۹) شامی ص ۹۲۵:

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب الصلٰوۃ باب اتخاذ القبور مساجد الخ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۶

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳

[3] ردالمحتار علی الدرالمختار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۴

[4] فتح المعین باب الجنائز ۹/۳۶۲ و بحرالرائق بحوالہ المجتبٰی کتاب الجنائز ۲/۱۹۴

تکرہ الصلوۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذلک[1]

قبر پر اور قبر کی طرف نماز منع ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی۔

نص ۱۴۰: تبیین الحقائق امام زیلعی جلد اول ص ۲۴۶:

یکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد علیہ او یصلی الیہ نھی علیہ الصلوۃ والسلام عن اتخاذ القبور مساجد[2]

قبر کے اوپر کوئی چنائی قائم کرنا یا قبر پر بیٹھنا یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے قبروں کو محل سجدہ قرار دینے سے منع فرمایا۔

نص ۱۴۱: زواجر جلد اول ص ۱۱۷:

من ثم قال اصحابنا تحرم الصلوۃ الی قبور الانبیاء والاولیاء تبرکا و اعظاما[3]

اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مزارات شریفہ کی طرف نماز حرام ہے اگرچہ صرف تبرک و تعظیم کی نیت ہو۔

نص ۱۴۲: ایضا ص ۱۱۶ (۱۴۳) بعض ائمہ نے گناہان کبیرہ متعلقہ بقبور میں فرمایا والصلوۃ الیھا[4] قبر کے سامنے نماز پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

نص ۱۴۴: ارشاد الساری امام احمد قسطلانی (۱۴۵) **تحقیق امام ابوالفرج سے:**

یحرم ان یصلی متوجھا الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]

حرام ہے کہ مزار انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے۔

اقول (میں کہتا ہوں) رکوع سجود والی نماز میں قبر سامنے ہونے کی کراہت اس کی نماز

---

[1] رد المحتار باب صلوۃ الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۶

[2] تبیین الحقائق باب الجنائز فصل السلطان احق بصلوتہ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۲۴۶

[3] الزواجر عن اقتراف الکبائر کتاب الصلوۃ باب اتخاذ القبور مساجد دار الفکر بیروت ۱/۲۴۶

[4] " " " " " " " " "

[5] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب ھل تنبش قبور الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۳۰

ہونے کے سبب نہیں نماز تو نماز جنازہ بھی ہے اور اس میں میت کا سامنے ہونا شرط ورنہ نماز ہی نہ ہوگی اور بغیر نماز دفن کردیا تو جب تک ظن سلامت ہے قبر پر نماز پڑھنا خود حکم شریعت ہے تو قطعاً یہ کراہت نماز کے سبب نہیں بلکہ رکوع و سجود کے باعث اور یقیناً معلوم کہ نماز کا رکوع و سجود اللہ عزوجل ہی کے لئے ہے اور مصلی یقیناً استقبال قبلہ ہی کی نیت کرتا ہے نہ کہ توجہ الی القبر کی، با اینہمہ صرف قبر کا سامنے ہونا اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ کو ممنوع کرتا ہے تو خود قبر کو سجدہ کرنا یا اُسے سجدہ میں قبلہ توجہ بنانا کس درجہ سخت اشد ممنوع و حرام ہوگا، انصاف شرط ہے اور اس قسم کے نصوص اور نوع دوم کی احادیث کی باقی تقریر و تقریب آئندہ آتی ہے وباللہ التوفیق۔

قسم سوم: نماز تو نماز قبر کی طرف مسجد کا قبلہ ہونا منع ہے اگرچہ نمازی کا سامنا نہ ہو مثلاً امام کے سامنے کوئی ستون یا انگل بھر دل کی آدھ گز اونچی لکڑی ہو کہ جماعت کا سامنا نہ رہا، پھر بھی مسجد کے قبلے میں قبر کی ممانعت ہے جب تک بیچ میں دیوار حائل نہ ہو۔

نص ۱۴۶: محرر مذہب امام محمد کتاب الاصل (۱۴۷) اُن سے محیط (۱۴۸) ان سے ہندیہ جلد ۵:

اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی الحمام و القبر[1]

میں مکروہ رکھتا ہوں اسے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو۔

نص ۱۴۹: غنیہ شرح منیہ ص ۳۶۶:

یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی حمام او قبر لان فیہ ترك تعظیم المسجد۔[2]

مکروہ ہے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو کہ اس میں مسجد کی بے تعظیمی ہے۔

نص ۱۵۰: خلاصہ جلد اول ص ۵۶:

یکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی حمام او قبر اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائل

مکروہ ہے کہ مسجد کا قبلہ حمام یا قبر کی طرف ہو جبکہ محل نماز اور ان مواضع میں دیوار کی مثل کوئی حائل نہ ہو ہاں بیچ میں دیوار ہو تو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ فروع فی الخلاصہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۶

کالحائط وان کان حائط لایکرہ۔[1] مکروہ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں) یہاں دو مسئلے ہیں:

ایک یہ کہ قبر کے سامنے نماز ممنوع ہے، یہ حکم عام ہے مسجد میں ہو خواہ مکان میں خواہ صحرا میں، اور اس کا علاج سُترہ ہے کہ انگلی کا دل [موٹائی] اور آدھ گز طول رکھتا ہو، یا صحرا میں مصلی خاشع کے موضع نظر سے دُور ہونا کما فی جامع المضمرات ثم جامع الرموز ثم رد المحتار ثم الطحطاوی علی مراقی الفلاح (جیسا کہ جامع المضمرات، جامع الرموز، فتاوٰی شامی اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ت) اور امام کا سُترہ ساری جماعت کو کافی ہے تمام کتب میں اس کی تصریح ہے، گنگوہی نے کہ عداوتِ اولیائے کرام سے اپنے فتاوٰی حصہ اول ص ۳ میں یہ حکم لگایا کہ "قبرستان میں سب کے واسطے امام اور مقتدی کے سُترہ کی حاجت ہے سُترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرور حیوان اور انسان میں کافی ہے قبور کا حضور مشابہ بشرک و بُت پرستی ہے اس میں کفایت نہیں ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے"۔[2] یہ شرع مطہر پر افترا اور دل سے شریعت گھڑنا ہے۔

دوسرا یہ کہ مسجد کا قبلہ جانب قبر نہ ہو، یہ حکم مسجد سے خاص ہے یہاں تک کہ گھر میں جو جگہ نماز کے لئے مقرر کرلیں جسے مسجد البیت کہتے ہیں اُس کے قبلہ میں حمام یا بیت الخلا ہو تو کچھ حرج نہیں نہ قبر میں مضائقہ، کما نص علیہ فی المحیط والھندیۃ وغیرھما (جیسا کہ محیط، فتاوٰی عالمگیری اور ان دو کے علاوہ باقی کتب میں ائمہ کرام نے صراحت فرمائی۔ت) جبکہ نمازی کے سامنے سُترہ ہو اس لئے کہ یہ حکم تعظیم مسجد کے لئے ہے کما افادہ المحقق ابراھیم الحلبی (جیسا کہ محقق ابراہیم حلبی نے اس کا افادہ پیش کیا ہے۔ت) اور وہ جگہ حقیقۃً مسجد نہیں یہاں تک کہ اس میں جنب کو جانا بلکہ جماع بھی جائز ہے، ذخیرہ و حلیہ وغیرہما میں ہے:

لیس لمساجد البیوت حکم المساجد الا تری انہ ید خلہ الجنب من غیر کراھۃ ویأتی فیہ اھلہ ویبیع ویشتری	گھروں کی مساجد کا حقیقی مساجد جیسا حکم نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ مساجد بیوت میں بغیر کراہۃ جنبی (ناپاک) داخل ہو سکتا ہے اور وہاں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۶۰

[2] فتاوٰی رشیدیہ باب قضاء الفوائت محمد سعید اینڈ سنز مسافرخانہ کراچی ص ۲۸۸

من غیر کراھۃ۔[1]

وہ اپنی منکوحہ سے ہمبستری بھی کرسکتا ہے پھر اس میں بلاکراہۃ خرید وفروخت بھی ہوسکتی ہے۔ (ت)

مسجد حقیقی میں یہ کراہت نہ بُعد قلیل سے زائل ہو نہ اس سترہ سے بلکہ دیوار درکار،

کما سمعت فظھر الجواب وللّٰہ الحمد عما اورد المحقق الحلبی فی الحلیۃ اذ قال لقائل ان یقول لایلزم من مفارقۃ مساجد البیوت لمساجد الجماعات فی الاحکام المذکورۃ عدم کراھۃ الاستقبال المذکور فی الصلٰوۃ فی البیوت بلاحائل بینہ وبین ذٰلک بل ینبغی ان یکون ھذا مما یساوی فیہ الصلٰوۃ فی البیوت و الصلٰوۃ فی مساجد الجماعات فلیتأمل اھ[2] وتقریر الجواب ظاھر مما قررنا فالتفرقۃ التی ذکر فی المحیط وغیرہ غیر قائمۃ و التسویۃ التی یریدھا المحقق حاصلۃ والحمد للّٰہ وعلٰی حبیبہ واٰلہ الصلوات الکاملۃ اٰمین۔

اللہ تعالٰی ہی کے لئے ستائش وخوبی ہے، لہذا اُس اِشکال کا جواب بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا کہ جس کو محقق حلبی نے "الحلیہ" میں ذکر فرمایا کہ کسی کہنے والے کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ یوں کہے کہ احکامِ مذکورہ میں مساجد بیوت (گھروں کی مسجدیں) اور مساجدِ جماعات (وہ مساجد جو نماز باجماعت کے لئے تعمیر ہوئیں) میں فرق بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر لوگ گھروں کی مساجد میں آڑ اور پردہ کے بغیر نماز پڑھیں تو قبلہ کی طرف منہ کرنے میں کراہت نہ ہو (بلکہ اس صورت میں ضرور کراہۃ ہونی چاہیے) بلکہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ اسی حکم میں مسجدِ بیت اور مسجد جماعات دونوں برابر اور مساوی ہوں، اس کو سوچنا چاہیے اھ، جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس سے تقریر جواب ظاہر ہوگئی، لہذا وہ تفرقہ جو محیط وغیرہ میں ذکر کیا گیا وہ قائم نہیں۔ اور وہ "تسویہ" جو محقق موصوف چاہتے ہیں وہ حاصل ہے، جملہ انواعِ تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے محبوب کریم اور ان کی تمام آل پر کامل رحمتیں نازل ہوں، آمین۔ (ت)

ہم اس مختصر بیان کو چار فصل کرتے ہیں:

فصل اول اصحابہ وائمہ واولیاء وکتب پر بکر کے افترا خود اسی کے مستندات اور اجماع وفقہ و

---

[1]

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

جماہیر اولیاء سے تحریم سجدہ تحیت کا ثبوت۔

فصل دوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بکر کے افترا۔ حدیثوں سے تحریم سجدہ کا ثبوت۔

فصل سوم: اللہ عزوجل پر بکر کے افترا۔ خود اس کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدہ کا ثبوت۔

فصل چہارم: سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔

وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے حصولِ توفیق ہے اور تحقیق کی چوٹی تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔ت) ہر فصل میں اس کے متعلق بکر کے اور کمالاتِ کثیرہ کا بھی اظہار ہوگا کہ مسلمان دھوکے سے بچیں وباللہ الھادی (اور اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ت)

فصل اول صحابہ و ائمہ و اولیاء و کتب بکر کے افترا خود اسی کے مستندات اور اجماع و فقہ و جماہیر اولیاء سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۱) بکر نے ص ۱۳ میں عالمگیریہ کی جلد خامس باب ۲۸ صفحہ ۳۰۸ کی طرف نسبت کیا:

قال الامام ابومنصور اذا قبل احد بین یدی احد الارض او انحنی لہ او طأطأ لہ راسہ فلاباس بہ لانہ یرید تعظیمہ لاعبادتہ۔	امام ابومنصور نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی کے آگے زمین چُومے یا اس کے لئے جُھکے یا اپنا سر جھکائے تو اِس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اِس سے وہ اس کی تعظیم کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کرنے کا۔(ت)

یہ محض افترا ہے، عالمگیری میں اصلاً اس عبارت کا نشان نہیں نری خود ساختہ ہے کیا امرِ دین میں اغواء عوام کے لئے ایسی حرکات کسی مسلمان کہلانے والے کو زیبا ہیں۔

(۲) جلد خامس (۳) باب ۲۸ (۴) ص ۳۰۸ یہ تین شدید جرأتیں ہیں کذبِ صریح اور اتنی جسارت و شوخ چشمی سے کہ پُوری تعیین مقام بھی کر دی جائے۔ (۵) اسی عالمگیری کی اسی جلد خامس کتاب الکراہیۃ باب ۲۸ ص ۳۶۸ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ اوقبل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ ھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی[1]

یعنی جواہر الاخلاطی میں ہے بادشاہ کے لئے سجدۂ تحیت یا اس کے سامنے زمین چومنے سے مذہب مختار میں کافر تو نہ ہوگا ہاں گنہگار ہوگا کہ اس نے کبیرہ کا ارتکاب کیا۔

اسے چھوڑا، ایک خیانت۔

(۶) اُسی میں وہیں ص ۳۶۹ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی آثمان کذا فی التتارخانیۃ۔[2]

یعنی جامع الصغیر پھر تاتارخانیہ میں ہے بڑے کے آگے زمین چُومنا حرام ہے اور چومنے والا اور وہ کہ اس پر راضی ہوا بیشک دونوں مجرم ہیں۔

دو خیانت۔

(۷) اسی میں اس کے متصل ہے:

وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال والفاعل والراضی آثمان کذا فی الغرائب[3]

یعنی غرائب میں علماء و مشائخ کے سامنے زمین بوسی جاہلوں کا کام ہے اور فاعل و راضی دونوں گنہگار۔

تین خیانت (۸) اسی کے متصل ہے:

الانحناء للسلطان اولغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس کذا فی جواھر الاخلاطی[4]

یعنی جواہر اخلاطی میں ہے بادشاہ خواہ کسی کے لئے جھکنا مکروہ ہے کہ فعل مجوس کے مانند ہے۔

چار خیانت **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں جھکنے سے بقدر رکوع جھکنا مقصود ہے جس طرح رسم مجوس

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸
[2] " " " " " " " ۵/ ۳۶۹
[3] " " " " " " " " "
[4] " " " " " " " " "

ہنود ہے۔

(۹) اسی کے متصل ہے:

ویکرہ الانحناء عند التحیۃ وبہ ورد النھی کذا فی التمرتاشی[1]

یعنی فتاوٰی امام تمرتاشی میں ہے سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے حدیث میں اس سے ممانعت آئی ۔

پانچ خیانت۔ (۱۰) اسی کے متصل ہے:

تجوز الخدمۃ لغیر اللہ تعالٰی بالقیام و اخذ الیدین والانحناء ولایجوز السجود الا للہ تعالٰی کذا فی الغرائب[2]

یعنی فتاوٰی غرائب میں ہے قیام اور مصافحے اور جھکنے سے غیر خدا کی خدمت جائز ہے اور سجدہ جائز نہیں مگر اللہ تعالٰی کے لئے۔

چھ خیانت **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں خفیف جھکنا مراد ہے کہ حدِ رکوع تک نہ پہنچے، حدیقہ ندیہ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی میں ہے:

الانحناء البالغ حد الرکوع لایفعل لاحد کالسجود ولا باس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرم من اھل الاسلام[3]

یعنی حدِ رکوع تک جھکنا غیر خدا کے لئے جائز نہیں جیسے سجدہ اور حدِ رکوع سے کم میں حرج نہیں کہ کسی اسلامی عزت والے کے لئے جھکیں۔

عالمگیری میں اگر کچھ نہ ہوتا تو دل سے عبارت گھڑ کر اس کے سر باندھنی تہمت تھی نہ کہ اس میں یہ ظاہر عبارات اپنے خلاف موجود ہوں اور اسی جلد اسی باب میں ہوں پھر وہ شدید جراءت ہزار افترا کا ایک افترا ہے۔

(۱۱) پھر کہا ص۱۳ اس کے بعد اسی کتاب میں لکھا ہے:

وقد تبین بذٰلک ان وضع الجباہ بین یدی المشائخ جائز بلاریب۔

بیشک اس سے ظاہر اور واضح ہوگیا کہ مشائخ کرام کے رُوبرو زمین پر اپنی پیشانیاں رکھ دینا بلاشک شبہ جائز ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] " " " " " "

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۴۷

اور ایک عبارت ۳ سطر کی گھڑلی۔ یہ بھی نرا کذب ہے۔

(۱۲) اُسی طرح سَو افترا کا ایک ہے۔

(۱۳) صفحہ ۱۴ میں جامع صغیر کی طرف نسبت کیا:

لاباس بوضع الخدین بین یدی المشائخ۔ | مشائخ کے سامنے رخساروں کو رکھنے میں حرج نہیں۔ (ت)

یہ بھی خالص دروغ۔

(۱۴) ویسا ہی سَو افترا کے برابر ہے جامع صغیر کی عبارت ابھی گزری کہ زمین چُومنا حرام ہے نہ کہ زمین پر رخسارے رکھنا۔

(۱۵) اسی صفحہ میں فتاوٰی عزیزیہ کی نسبت ادعا کیا کہ "اُس میں بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پرزور دیا ہے" یہ بھی صریح ہٹ دھرمی ہے، فتاوٰی عزیزیہ میں بعد ذکر شبہات یہ جواب قاطع دیا کہ اجماع قطعی ست برتحریم سجدہ یعنی غیر خدا کو سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی قائم ہے۔[1]

(۱۶) تو یہ بھی سَو افترا کے مثل ہے۔

(۱۷) یہیں یہی مضمون فتاوٰی سراجیہ کی نسبت کیا، یہ بھی خالص جھُوٹ ہے سراجیہ میں بہت شرح وبسط درکنار اس کا نشان تک نہیں۔

(۱۸) یہی ادعا شرح مشکوٰۃ شیخ محقق کی نسبت کیا، یہ بھی محض بہتان۔ اُسی میں تو یہ ہے سجدہ برائے زندہ باید کرد کہ ہرگز نمیرد و ملک او زائل نگردد[2] (سجدہ اُس زندے (خدا) کے لئے کرنا چاہئے جو کبھی مرتا نہیں، اور اس کی بادشاہی کبھی زوال پذیر نہیں ہوتی۔ ت)

(۱۹) صفحہ ۱۲ میں عالمگیری سے نقل کیا:

وان امروہ بالسجود للتحیۃ والتعظیم لاللعبادۃ فالافضل لہ ان یسجد۔ | اگر کفار نے کسی کو سجدہ تحیۃ اور تعظیمی کرنے کا نہ کہ سجدہ عبادت کرنے کا، تو افضل یہ ہے کہ وہ سجدہ کرے اھ۔ (ت)

اور اس کی یہ سرخی دی "تعظیمی سجدہ کرنا افضل ہے" یعنی وہی سجدہ جس کی بحث ہے کہ بحالت اختیار زید

---

[1] فتاوٰی عزیزیہ سجدۂ تحیۃ مطبع مجتبائی دہلی اول ص ۱۰۷

[2] اشعۃ اللمعات

عمرو کو سجدۂ تحیت کرے، اسے عالمگیری میں افضل لکھا، یہ بھاری خیانت ہے۔ عالمگیری کی عبارت یہ ہے:

ولو قال اھل الحرب للمسلم اسجد للملك والا قتلناك قالوا ان امروہ بذٰلك للعبادۃ فالافضل لہ ان لایسجد کمن اکرہ علی ان یکفر کان الصبر افضل[1]۔

یعنی اگر حربی کفار مسلمان سے کہیں کہ بادشاہ کو سجدہ کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے، یہ جبر اگر انھوں نے سجدۂ عبادت پر کیا تو افضل یہ ہے کہ نہ کرے اور جان دے دے جیسے کفر پر اکراہ میں صبر افضل ہے[2] (اور اگر یہ جبر سجدۂ تحیت پر کیا تو افضل یہ ہے کہ کرلے اور جان بچالے)

اس کے بعد وہ عبارت ہے وان امروہ بالسجود للتحیۃ[3] (اگر دار حرب والے اسے سجدہ تحیت کرنے کا حکم دیں۔ت) اول سے وہ ساری عبارت اُڑا دی کہ عوام نہ جانیں کہ کلام حالتِ اکراہ میں ہے جہاں یہ جانتا ہو کہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا، ایسی جگہ جان بچا لینے کو افضل کہا ہے۔

(۲۰) غالباً ایسا حوالہ دینے والا سوٴر اور شراب بھی بحالت اختیار حلال کرلے گا کہ آخر بحالت اضطرار اُن کی اباحت تو خود قرآن عظیم میں ہے۔

(۲۱) یہاں تک تو خیانت ہی تھی اب کمال سفاہت و خودکشی ملاحظہ ہو اُس عبارت سے استناد کیا جو اس کے زعم باطل کی پوری قاتل ہے سجدۂ تحیت پر قتل سے اکراہ ہو اس وقت سجدہ کرلینا صرف افضل کہا، معلوم ہوا کہ جائز یہ بھی ہے کہ نہ کرے اور قتل ہوجائے۔ تو ظاہر ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے جس سے بچنے کو جان دے دینا اور قتل ہوجانا روا ہے تو سوٴر کھانے سے بھی سخت تر حرام ہوا کہ مضطر یا مکرہ اگر اسے بقدرِ ضرورت نہ کھائے اور مرجائے یا مارا جائے گنہگار مرے کما نصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ بالاتفاق اُن سب نے اس کی تصریح فرمائی۔ت)، عالمگیری میں ہے:

السلطان اذا اخذ رجلا وقال لاقتلنك او لتأکلن لحم ھذا الخنزیر یفترض علیہ التناول فان لم یتناول حتی قتل کان آثما[4]۔

اگر بادشاہ نے کسی شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ اس سور کا گوشت کھائیے ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا تو اس پر کھانا فرض ہے، اگر اس نے نہ کھایا یہاں تک وہ قتل کردیا گیا تو وہ گناہگار ہوگا۔ت)

---

[1] و [2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاکراہ الباب الثانی " " " ۵/ ۳۸

درمختار میں ہے :

اکرہ علی اکل لحم خنزیر بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح فرض فان صبر فقتل اثم[1]	قتل یا قطع اندام یا ضرب شدید کی دھمکی دے کر سور کے گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا تو اس پر کھانا فرض ہے (پھر اگر اس نے نہ کھایا) اور صبر کیا تو گناہگار ہوگا۔ (ت)

اکلِ خنزیر میں اگر اتنا ہی اکراہ ہو کہ نہ کھایا تو انگلی کاٹی جائے تو کھانا فرض، نہ کھائے گا تو گنہگار، اور غیر خدا کو سجدۂ تحیت میں اگر قتل سے اکراہ ہو جب بھی سجدہ ضرور نہیں اور جان دے دینی جائز اگرچہ بہتر حفظ جان تھا، کتنا فرق عظیم ہوا اور ہونا ہی تھا کہ اکل خنزیر میں عبادت غیر کی مشابہت نہیں بخلاف سجدہ تو اس کا دوسرے کے لئے کرنا واحد قہار جل وعلا کے خاص حق پر دست درازی ہے۔ آدمی انصاف و دین رکھتا ہو تو صرف یہی نمبر اُس کی ہدایت کو بس ہے ولا یزید الظلمین الا خسارا (ظالموں کو سوائے نقصان اور گھاٹے کے کچھ نہیں بڑھاتا۔ ت)

(۲۲) پھر کہا "اس قسم کا مضمون فتاوٰی قاضی خاں میں بھی ہے" اس قسم کا مضمون نہیں بلکہ وہ عبارت ہی فتاوٰی قاضی خاں کی ہے عالمگیری نے اُسی سے نقل کی ہے تو اس کا حوالہ بھی وہی سخت فریب دہی ہے۔

(۲۳) نہیں نہیں نری فریب دہی نہیں بلکہ خودکشی اور اپنے منہ اپنے زعم باطل کی پوری بیخکنی بکر مذکور نے اسی تحریر ص ۱۲ میں کہا ہے "ہدایہ، ردالمحتار، فتاوٰی قاضی خان نہایت معتبر کتابیں ہیں، قرآن و حدیث کے غور و احقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" اُسی فتاوٰی قاضی خان سے ایک ہی صفحے بعد خود وہ عبارت پیش کی جس نے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت اکلِ خنزیر سے بھی بدتر حرام ہے عرب تو علی اھلہا کہتے تھے یہاں علی نفسہا تجنی براقش۔

(۲۴) یہ تو فتاوٰی قاضیخان کا فیصلہ تھا بکر کی دوسری مسلم کتاب ممدوح کتاب منقح کتاب ردالمحتار کی سنئے درمختار میں فرمایا :

ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام	علماء و بزرگان کے سامنے زمین بوسی جو لوگ کرتے ہیں حرام ہے اور کرنے والا اور اس پر

[1] درمختار کتاب الاکراہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۶

والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن[1]

راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ وہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

ایسی عمدہ پُر تحقیق کتاب ردالمحتار نے اسے مقرر رکھا۔

(۲۵) پھر درمختار میں فرمایا:

وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لاوصار آثما مرتکبا للکبیرۃ[2]

یعنی آیا زمین بوسی سے کافر ہوگا یا نہیں، اگر بطور عبادت و تعظیم ہے کافر ہوجائے گا اور اگر بطور تحیت ہے کافر نہ ہوگا۔ ہاں مجرم و مرتکب کبیرہ ہوگا۔

اس پر اُسی نہایت معتمد کتاب ردالمحتار نے فرمایا:

تلفیق لقولین قال الزیلعی وذکر الصدر الشھید انہ لایکفر بھذا السجود لانہ یرید بہ التحیۃ وقال شمس الائمۃ السرخسی ان کان لغیراللہ تعالٰی علٰی وجہ التعظیم کفر اھ قال القھستانی وفی الظھیریۃ یکفر بالسجدۃ مطلقا[3]

خلاصہ یہ کہ یہاں دو قول تھے، ایک یہ کہ سجدہ سے مطلقاً کافر ہوجائے گا" یہی فتاوٰی ظہیریہ میں ہے۔ اور امام شمس الائمہ سرخسی بھی سجدۂ تعظیمی کو مطلقاً کفر فرماتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ مرتکب کبیرہ ہوگا مگر کفر نہیں، امام صدر شہید نے اسی کو اختیار فرمایا اس لئے کہ اس سے تحیت مقصود ہوتی ہے نہ کہ عبادت۔

شارح نے ان دونوں قولوں کو یُوں جمع فرمایا کہ کافر کہنے والوں کی مراد وہ ہے کہ بروجہ عبادت ہو، اور صرف گناہِ کبیرہ کہنے والوں کی مراد وُہ ہے کہ محض بروجہ تحیت ہو۔ کہئے اس اعلٰی معتمد کتاب نے بھی دُوہی قول بتائے کفر یا گناہ کبیرہ۔ جواز کا بھی کہیں پتا دیا۔

(۲۶) پھر اسی پُر تحقیق کتاب نے اور رجسٹری کی، اس کے متصل فرمایا:

وفی الزاھدی الایماء فی السلام الی قریب

یعنی مجتبٰی میں ہے کہ سلام میں رکوع کے قریب

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[2] " " " " " " " "

[3] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

الركوع كالسجود وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره[1]

تک جھکنا بھی سجدے کے مثل ہے، اور محیط میں فرمایا کہ بادشاہ وغیرہ کسی کے لئے جھکنا ہو منع ہے۔

(۲۷) ہنوز بس نہیں چند سطر بعد اقسام بوسہ میں فرمایا:
حرام للارض تحیۃ وکفر لہا تعظیما[2]

زمین بوسی بطور تحیت حرام ہے اور بطورِ تعظیم کفر۔

افسوس کہ خود بکر کی معتمد کتابیں زعم بکر کو کیسا کیسا باطل کر رہی ہیں وللہ الحمد اور آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے فصل چہارم آنے دیجئے۔

(۲۸) ص۲۳ "سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا۔" یہ جھوٹ، لاکھوں جھوٹ کا ایک جھوٹ، اور عامۂ اولیائے کرام پر تہمت ہے جس کا رد خود اسی کی مستند سے عنقریب آتا ہے۔

(۲۹ تا ۴۵) صفحہ ۲۳ "ہر خاندان ہر سلسلہ کے بزرگوں کو تعظیمی سجدہ کرنے کا ثبوت کتابوں میں ہے" حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی پر افترا، حضرت بہاؤ الحق والدین نقشبندی پر افترا، حضرت شیخ عبدالواحد بن زید پر افترا، حضرت خواجہ فضیل بن عیاض پر افترا، حضرت ابراہیم بن ادھم پر افترا، حضرت ہبیرہ بصری پر افترا، حضرت سید الطائفہ جنید پر افترا، حضرت حبیب عجمی پر افترا، حضرت ممشاد دینوری پر افترا، حضرت بایزید بسطامی پر افترا، حضرت معروف کرخی پر افترا، حضرت سری سقطی پر افترا، سلطان ابواسحٰق گازرونی پر افترا، حضرت نجم الدین کبریٰ پر افترا، حضرت علاؤ الدین طوسی پر افترا، حضرت ضیاء الدین عبدالقاہر پر افترا، یہ حضرات سلسلوں اور خانوادوں کے سردار ہیں ثبوت دے ان کو کب سجدہ ہوا اور انھوں نے جائز رکھا۔ یہ افترا بھی ہزاروں افتراؤں کا ایک ہے۔

(۴۶ تا ۴۸) ان سے بھی بدرجہا سخت سے سخت بیباکی یہ کہ "حضرت علی وصحابہ کبار سے لے کر تمام بڑے بڑے علماء مشائخ اولیاء سے سجدہ تعظیمی ثابت ہے" ص۲۳۔ یہ مولیٰ علی پر افترا، صحابہ کبار پر افترا، تمام ائمہ کرام پر افترا۔ یہ تین افترا لاکھوں افتراؤں کا مجموعہ ہیں۔ بکر سچا ہے تو مولیٰ علی یا کسی

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/۲۴۶

صحابی یا کسی امام تابعی یا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابویوسف، امام محمد، امام بخاری، امام مسلم یا ان کے یا ان کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت صحیح دکھائے کہ انھوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کا ذہن پر ہے اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے، کذب فی الدنیا سے کذب فی الدین سخت تر ہے اور بحکم حدیث لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1] (اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ ت) کا استحقاق ہے اور زید و عمرو پر افترا سے صحابہ و ائمہ پر افترا خبیث تر ہے اور قرآن کریم میں انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] (جھوٹ وہی لوگ تراشتے (اور باندھتے ہیں) جو درحقیقت ایمان نہیں رکھتے۔ ت) کا احقاق ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی الاعلٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ، گناہوں سے بچنا اور حصولِ نیکی کی طاقت سوائے اللہ تعالٰی بلند و بالا کی توفیق دیے بغیر کسی میں نہیں۔ ت)

(۴۹) آگے افترا و اختراع کی اور بھی پوری تند چڑھی کہ "ان سب کا اجماع مسئلہ سجدۂ تعظیمی میں ثابت ہے اور کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا تو پس[عہ] اگر سجدۂ تعظیمی گمراہی بھی ہے تو اجماعِ امت سے گمراہی اس کی جاتی رہی" ص ۲۳۔ اناللہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) سچ فرمایا حدیث مجید نے:

حبك الشیئ یعمی ویصم[3] کسی چیز کی محبت تجھے اندھا و بہرا کردیتی ہے۔ (ت)

تعصب آدمی کو اندھا بہرا کردیتا ہے۔ سچ فرمایا رب العزۃ عزجلالہ نے:

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[4] آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

سجدۂ غیر پر امت کرشن کافر کا ضرور اجماع ہے جس پنڈت سے چاہو پوچھ لو جس مندر میں چاہو دیکھ لو لیکن امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم اس ملعون تہمت سے بری ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[5] (عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

[عہ] تو بھی دو پس ہی لیے "فصاحت" کہاں چھوڑی یوں کہا ہوتا فتو پس کہ تینوں زبانیں جمع ہوجاتیں ۱۲ منہ

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدردا المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بلکہ ابھی بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے سُن چکے کہ غیر کے لئے سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔

(۵۰) طرفہ یہ کہ "گمراہی بھی ہے تو اجماع سے جاتی رہی" یعنی امت گمراہی پر اجماع تو کرلیتی ہے لیکن اُس اجماع سے گمراہی کی کایا پلٹ ہوکر ہدایت ہوجاتی ہے انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون، زہے گمراہی وجنون، لایعقلون شیئا ولا یھتدون[1] (نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور نہ راہ پاتے ہیں۔ ت)

(۵۱) صفحہ ۲۰ پر لطائف اشرفی کی عبارت نقل کی اور اس کی ابتداء سے یہ عبارت چھوڑ دی:

اما وضع جبھہ بین یدی الشیوخ بعضے ازمشایخ روا داشتہ اما اکثر مشایخ اعراض کردہ اند واصحاب خود را ازاں امتناع ساختہ کہ سجدۂ تحیت درامت پیشین بود حال منسوخ ست[2]

مشایخ کرام کے سامنے پیشانی زمین پر رکھنا، بعض نے اس روایت کو جائز فرمایا لیکن اکثر مشایخ نے اس کا انکار کیا ہے (اور اس سے اظہارِ نفرت فرمایا) اور اپنے اصحاب کو اس سے منع فرمایا کہ سجدۂ تحیت پہلی اُمتوں میں جائز تھا لیکن اس اُمت میں منسوخ ہے۔ (ت)

یہ کتنی بھاری خیانت ہے اس کلام لطائف میں بہت لطائف تھے:

اوّلاً سجدۂ تحیت کی منسوخی جس کا بکر کو انکار ہے۔

ثانیاً بکر کے ادعائے کاذب اجماع کا رَد کہ اکثر اولیاء انکار سجدہ پر ہیں۔

ثالثاً بلکہ ممانعت سجدہ پر اجماع کا ثبوت کہ بکر نے خود اپنے ادعائے کاذب اجماع کی یونہی مرمت کی ہے کہ "اکثر کا اجماع ہے ولذالک ثم حکم الکل اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے" ص ۲۴۔ اسی کی مستند لطائف سے ثابت ہوا کہ اکثر مشائخ کرام ممانعت سجدہ پر ہیں اور اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے تو تحریم سجدہ پر اجماع اولیائے کرام ثابت ہوا اور اجماع علماء تو ظاہر، اور بکر کی دوسری مستند فتاوٰی عزیزیہ میں مصرح تو غیر خدا کے لئے سجدہ تحیت ہونے پر اولیاء وعلماء کا اجماع ہوا تو بکر خود اپنی مستندوں سے اجماع کا منکر اور علمائے کرام و اولیائے عظام سب کا مخالف ہے وکفٰی بہ خسرانا مبینا (اور یہی کھلا گھاٹا کافی ہے۔ ت)۔

رابعاً بکر کے اس کذب صریح وافترائے قبیح کا رد کہ "سجدۂ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا" ص ۲۳۔ وہ فرماتے ہیں جمہور اولیاء منع فرماتے تھے یہ کہتا ہے سب اولیاء روا رکھتے تھے ؏

ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

(دیکھو تو سہی راستے کا فرق کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۰

[2] لطائف اشرفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

خامسًا الحمدُ للہ فوائد الفواد وغیرہ کی سند کا خود ہی جواب دے لیا جب جمہور اولیا ممانعت پرہیں اور اکثر کے لئے حکم کل تو اجماعِ اولیا تحریم پر ہوا اجماع کے مقابل کوئی قول سند نہیں ہوسکتا خود بکر نے کہا "اجماع ثابت ہے کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا" ص۲۳۔

عبارات لطائف میں تین لطائف اور بھی ہیں آئندہ کا انتظار کیجئے لطائف کے اس کلام میں بکر پر یہ قاہر رد تھے کہ تمام کارروائی دریا بُرد تھی لہذا وہ ٹکڑا صاف کتر لیا؛ دین میں ایسی دغابازی کیا شانِ اسلام ہے۔

(۵۲) ص۲۳ میں دلیل العارفین، فوائد السالکین، تحفۃ العاشقین کا نام لیا اور عبارت نقل نہ کی جہاں بحوالہ صفحہ عبارت نقل کی وہاں تو وہ صریح کذب جری کی راہ لی یہاں کیا اعتبار ہے اور اگر اُن میں وہ مضمون ہو اور بکر نے خیانت بھی نہ کی ہو تو **اولاً** اسی کا ثبوت درکار کہ یہ کتابیں حضرات منسوب الیہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ہیں، بہت کتابیں محض جھوٹ نسبت کرکے چھاپ دی ہیں جس کا ذکر آخر فصل سوم میں آتا ہے۔

(۵۳) **ثانیًا** اگر بیان ثقات سے ثابت بھی ہو کہ اُن حضرات کی کوئی کتاب اس نام سے تھی تو بلاشبہہ یہ مشہور متداول نہیں بلکہ کتب غریبہ ہیں اور غریبہ پر اعتماد جائز نہیں، علامہ سید احمد حموی غمز العیون و البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں محقق بحر صاحب بحرالرائق سے ناقل:

لایجوز النقل من الکتب الغریبۃ التی لم تشتھر[1]	غیر مشہور کتابوں سے نقل جائز نہیں۔

فتح القدیر و بحرالرائق و نہرالفائق و منح الغفار وغیرہا میں ہے:

لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزو ما فیھا الی محمد ولا الی ابی یوسف لانھا لم تشتھر فی عصرنا فی دیارنا ولم تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلاً فی کتاب مشھور معروف کالھدایۃ والمبسوط کان ذٰلک تعویلا علی ذٰلک الکتاب[2]	اگر ہمارے زمانے میں نوادر کا کوئی نسخہ پایا جائے تو اس میں جو کچھ ہے اُسے ابو یوسف یا محمد کی طرف نسبت کرنا حرام ہے اس لئے کہ وہ کتاب ہمارے زمانے میں یہاں مشہور و متداول نہیں ہاں نوادر سے اگر مثلاً ہدایہ یا مبسوط جیسی کسی مشہور معروف کتاب میں نقل ہو تو اُس نقل کا ماننا اس مشہور کتاب کے اعتماد پر ہوگا۔

اپنے زمانے میں غیر مشہور کی قید سے افادہ فرمایا کہ پہلے اگر مشہور بھی تھی تو اب معتبر نہیں، نہ کہ

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۶
[2] فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۶۰

وہ رسالے کہ کبھی مشہور نہ تھے نہ ہیں، کسی الماری سے کوئی نسخہ نقل ہو کر چھپ جانا اُسے کتاب مشہور نہ کر دے گا۔

(۵۴) ثالثاً تمام مدارج طے ہونے کے بعد یہی جواب کافی ووافی کہ جمہور اولیاء وجمیع ائمہ منع پر ہیں تو اجماع ہوا اور اجماع کے خلاف اقوال شاذ مستند نہیں ہو سکتے۔

(۵۵) یہی مباحث معدن المعانی میں ہیں۔

(۵۶) جب بکر کی جرأتیں یہاں تک ہیں تو اس تحریف کی کیا شکایت کہ لطائف میں دربارۂ سجدۂ ملائکہ ملتقط سے نقل ہوا:

کان السجدة لها طرفان طرف التحية و طرف العبادة فالتحية كانت لأدم والعبادة لله تعالىٰ[1]

یعنی اُس سجدے کی دو طرفیں تھیں، طرفِ تحیت وطرفِ عبادت۔ ان میں تحیت تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھی اور عبادت اللہ عزوجل کے لئے۔

اسے یوں بنا لیا[2] کہ "سجدہ کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدۂ تحیت، ایک سجدۂ عبادت۔ پس سجدۂ تحیت آدمی کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت خدا تعالیٰ کے لئے" شاید دہلی کے شاعر نے بکر ہی سے کہا تھا کہ ؎

عیار رہو بیباک ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

(۵۷) ایسا ہی جل عبارت کشاف سے کھیلا اس کی اصل عبارت یہ ہے:

فان قلت كيف جاز لهم ان يسجد والغير الله قلت كانت السجدة عندهم جارية مجرى التحية والتكرمة كالقيام و المصافحة وتقبيل اليد ونحوها مما جرت عليه عادة الناس من افعال شهرت في التعظيم والتوقير[2]

یعنی اگر تو کہے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے بیٹوں کو غیر خدا کے لئے سجدہ کیسے جائز ہوگیا، تو میں کہوں گا اُن کے یہاں سجدۂ تحیت کا رواج تھا جیسے قیام و مصافحہ و دست بوسی وغیرہ افعال تعظیم و توقیر جن کا لوگوں میں رواج ہے۔

اسے یہ بنا لیا کہ ص۱۳ "سجدہ تعظیمی قرنِ اول سے جاری ہے" اول تو رواج حال میں سجدہ کا نام

---

[1] لطائف اشرفی فی طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

[2] الکشاف (تفسیر الزمخشری) تحت آیۃ ۱۲/۱۰۰ انتشارات آفتاب تہران ۲/۳۴۴

کہاں تھا قیام ومصافحہ ودست بوسی کا ذکر تھا جس کا صاف یہ مطلب کہ جیسے اب یہ افعال تحیت ہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں سجدہ تحیت تھا، پھر جرت علیہ عادۃ الناس" سے اتنا ثابت کہ زمخشری کے زمانے میں ان کا رواج ہے قرن اول کا یہاں کون سا حرف تھا، نہ قرن اول میں قیام ودست بوسی عادت ناس تھی، وقوع خاص وعادت ناس میں جو فرق نہ کرے جاہل ہے تو یہ کشاف پر دوہرا افترا ہے۔

(۵۸) بلکہ اس کی عبارت میں بھی قطع وبرید سے نہ چُوکا، وہ جو اس نے سوال قائم کیا تھا کہ اگر تو کیے انھیں غیر خدا کے لئے سجدہ جائز ہوگیا صاف اڑا دیا جس سے کھلتا تھا کہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے جس پر سوال ناشی ہوا، اگر ہماری شریعت میں بھی جائز ہوتا تو سوال کا کیا منشا تھا۔

(۵۹) اسی طرح کشاف میں عبادت وتحیت کا فرق بتا کر کہا:

یجوز ان یختلف الاحوال والاوقات فیہ[1] اس میں احوال واوقات کا اختلاف ہوسکتا ہے۔

یعنی جب جائز تھا اب حرام۔ یہ کسے کہا، سجدۂ تحیت کو یا سجدۂ عبادت کو۔ کیا وہ بھی کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے جائز ہوسکتا ہے، یہ ہے کل جمع کشاف کا کلام جس پر وہ صریح تہمت رکھدی کہ "بہت شرح وبسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" ص۱۴۔

غرض او مفتری نتواں بر آمد که او از خود سخن می آفریند

(جھوٹ کہنے والے سے یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خود بات کو گھڑ لیتا ہے۔ ت)

(۶۰) شاہ عبدالعزیز صاحب کو قولی افترا کے ساتھ فعلی افترا سے بھی نہ چھوڑا کہ "وہ خود والدین و اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدۂ تعظیمی ادا کرتے تھے" ص۱۴۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

(۶۱) یہ وہی شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں جن کے فتاوٰی سے سُن چکے کہ سجدۂ تحیت باجماع قطعی حرام ہے، یہ وہی شاہ صاحب ہیں جو تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ پہلی امتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا جیسا کہ

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل تحت آیۃ ۲/۳۴ انتشارات آفتاب تہران ۱/۲۷۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۱

حضرت یوسف و اخوانِ ایشاں واقع شدہ کہ وخروالہ سجداً در شریعت ما ایں طریق ہم فیمابین مخلوقات حرام ست بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ۔[1]

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انھوں نے یوسف کو سجدہ کیا، لیکن ہماری شریعت میں یہ طریقہ بھی لوگوں کا آپس میں اختیار کرنا حرام ہے اُن متواتر حدیثوں کی وجہ سے جو اس باب میں وارد ہوئیں۔ (ت)

تو یہ افترا بھی سوا افترا ہے۔

(۶۲) جس کی یہ قاہر تصریحیں ہوں اس کے ایک محاورہ کے لفظ مسجودِ خلائق کو معنی حقیقی شرعی پر حمل کرنا اور اس سے اس کے نزدیک جواز نکالنا صریح ہٹ دھرمی ہے یوں تو شاہ صاحب سے بدرجہا اعلم و اعظم حضرت شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مدارج شریف میں ہے رب عزوجل نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت فرمایا:

تسمیہ کردم او را محمد و احمد و محمود دگر و انیدم او را عابد و معبود۔[2]

میں نے ان کا نام محمد، احمد اور محمود رکھا۔ اور میں نے ان کو عابد اور معبود بنایا (یعنی خدا کی عبادت کرنے والا اور لوگوں کا محبوب اور مخدوم) (ت)

اب یہاں بھی کہنا کہ حضرت محدث دہلوی "معبود" کا لفظ کسی بندے کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے[1] سجدۂ تحیت بالائے طاق عبادتِ مخلوق بھی جائز کرلینا۔ اور یہ "کسی خدا" بھی عجیب لفظ ہے معلوم نہیں بکر کے نزدیک کتنے خدا ہیں شاید کرشن مت کے چھپن کروڑ لئے ہوں۔

(۶۳) بکر نے جو مضمون فوائد الفواد سے نقل کیا بعینہٖ یہی مضمون سیر الاولیاء میں حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

وریں حال کہ او پیش ما بود وحید الدین قریشی در آمد و سر بر زمین نہاد شیخ سعدی خوش گوید ؎

ہر جا کہ روئے زندہ دلے بر زمین تست
ہر جا کہ دست عزّ و در دعائے تست

اسی حال میں کہ جب وہ میرے سامنے تھا وحید الدین قریشی آیا اور اس نے سر زمین پر رکھا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں: ؎

"جس جگہ چہرہ تازہ ہو تو وہ تیری زمین پر بچھا ہے

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۷۷

[2] مدارج النبوۃ

بزرگے دیگر گوید ؎

شعاع روز بھی تا بد از جبین کسے
کہ در پرستش تو بر نہد بخاک جبین[1]

اور جس جگہ غمزدہ ہو تو ہاتھ تجھ سے دُعا کیلئے ہیں۔"
ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎
"ابد تک روشن شعاع کسی کی پیشانی سے پھوٹتی ہیں کہ تیری پرستش کے لئے وہ پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے۔" (ت)

یہاں تو نرا مسجود بلکہ پرستش موجود، اب کہہ دینا کہ حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ معاذ اللہ غیر خدا کے لئے سجدۂ عبادت روا جانتے تھے جیسے یہاں پرستش بمعنی عبادت نہیں بلکہ خدمت، یونہی وہاں مسجود بمعنی مخدوم و مطاع۔ یہ خود مشہور معنی ہیں اور عام محاورہ میں مستعمل، مگر عناد کا کیا علاج۔

(۶۴) بکر کو ہر قسم اختراع میں کمال ہے لغت میں بھی اجتہاد ہے، لفظ کے معنٰی بھی دل سے تراش لئے جاتے ہیں، عالمگیری پر افترائی عبارت نمبر اول میں یہ لفظ گھڑے "او طأطأ راسہ فلا باس" جس کا صاف ترجمہ یہ تھا "یا سر خم کیا تو حرج نہیں" اُسے یہ بنالیا[2] "یا اپنے سر کو زمین پر رگڑے تو کچھ مضائقہ نہیں"۔ بکر سے پوچھئے طأطأ کا ترجمہ "زمین پر رگڑنا" کہاں کی زبان ہے۔ مقام حیرت ہے جب اصل عبارت ہی اپنی ساختہ پرداختہ تھی جس کا عالمگیری میں پتہ نہ پڑا تو سرے سے اوسجد لہ کیوں نہ گھڑ لیا اس کی کیا ضرورت آڑے آئی کہ لفظ طأطأ رکھ کر ترجمہ بھی جھوٹا کرے مگر یہ کہ اختراع میں اپنی مہارت دکھانی کہ عبارت بھی دل سے تراشیں پھر اس جھوٹ کا ترجمہ بھی جھوٹ در جھوٹ گھڑیں ظلمٰت بعضھا فوق بعض[2] (اتنے زیادہ اندھیرے ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر چھائے ہوئے ہیں۔ ت)

(۶۵) سیر الاولیاء میں تھا: مرید زمین بوسید[3]، اس کا ترجمہ یہ تراشا گیا: "مرید زمین پر سر بسجود ہو گیا"۔ اگر ترجمہ کتاب پر بحسب عادت بکری افترا ہے تو ظاہر ورنہ فحوائے حدیث صحیح مسلم فھو احد الکاذبین[4] (تو وہ ایک جھوٹا ہے۔ ت) فقد وقت ہے لطائف میں تھا "بعضے اصحاب روایت شرعی ہم آوردہ اند[4]" جس کا ترجمہ بکر نے یہ کیا "بعض اصحاب شرع کی روایت بھی لاتے ہیں" کہ استمرار پر دلالت کرے حالانکہ اس کا حاصل صرف اس قدر کہ کوئی صاحب اس پر روایت شرعی بھی لائے

---

[1] سیر الاولیاء باب ششم نکتہ در بیان اعتقاد مرید الخ مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۰
[2] القرآن الکریم ۲۴/۴۰
[3] سیر الاولیاء باب ششم مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۰
[4] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

جس سے ظاہر کہ مصنفِ لطائف نے نہ وہ روایت آپ دیکھی نہ اس پر ایسا اعتماد کہ جزمًا فرماتے کہ یہاں روایت شرعی بھی ہے بلکہ ایک شخص مجہول کا حوالہ دیا یہ سند نہیں ہوسکتا کہ ارشاد حضرت قدوۃ الکبراء تو درکنار قولِ صاحبِ لطائف بھی نہیں، نہ ناقل معلوم بلکہ مجہول الاسم والمسمّٰی۔

(۶۶ تا ۶۹) اُس ناقل مجہول کی نقل کی حالت یہاں سے کھلتی ہے کہ اُس نے ایک مضمون میں نقل کیا کہ نبی و پیر و بادشاہ و والدین و مولٰی کو سجدۂ تحیت جائز ہے اور بے دھڑک کہہ دیا "یہ سب بیان فتاوٰی قاضیخان اور صغیر خانی اور تیسیر اور سراجی اور خانی اور کافی میں ہے"، فتاوٰی قاضی خان پر افترا، صغیر خانی پر افترا، سراجی پر افترا، ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[1] (لوگو! اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ت)

(۷۰) جہالت کی یہ حالت کہ فتاوٰی قاضی خاں کو جدا گنا اور خانی کو جدا، حالانکہ یہ وہی ہے۔

(۷۱) تیسیر جسے بکر نے صـ۱۴۶ پر فتاوٰی تیسیر کہا ہمارے مذہب کا کوئی فتاوٰی اس نام کا نہیں اُس ناقل اور اب اس کے متبع بکر پر لازم کہ بتائے یہ کیا کتاب کس کی تصنیف اور اس میں یہ مضمون کہاں ہے۔

(۷۲) ملتقط کے معنی میں جو تحریف کی نمبر ۳۲ میں گزری اُسی سلسلہ میں لکھا ۱۴۶ "حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے سجدۂ تحیت مثل سلام کے ہے اور کچھ حرج نہیں اگر مردوں کے سامنے رخسارے رکھے جائیں" یہ اگر مقولہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما شامل کیا تو ابن عباس پر افترا ہے ورنہ ملتقط پر۔

(۷۳) اگر ابن عباس نے گزشتہ امتوں میں سجدۂ تحیت کو بجائے سلام کہا تو ہمیں کیا مضر اور مخالف کو کیا مفید اور اگر یہ مطلب کہ ابن عباس اب سجدۂ تحیت کو مثل سلام کہتے ہیں تو قطعًا ان پر افترا۔

رہا یہ کہ پھر صاحبِ لطائف نے ایسی افترا بھری نقل کو درج کتاب کیوں کیا، جب انھوں نے فرمادیا کہ بعض یہ روایت لائے وہ بری الذمہ ہوگئے جیسے بہت محدثین احادیث باطلہ موضوعہ روایت کرتے اور جانتے کہ جب ہم نے سند لکھ دی ہم پر الزام نہ رہا، علاوہ بریں مولٰنا ملک العلماء بحرالعلوم فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

العدول من غیر الائمۃ لایبالون عمن اخذوا و رووا الاتری الشیخ علاء الدولۃ السمنانی کیف اعتمد علی الرتن الھندی و ای رجل

یعنی اماموں کے سوا اور ثقہ عادل حضرات اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس سے لیتے کس سے روایت کرتے ہیں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ کو نہ دیکھا کیونکر رتن ہندی پر اعتماد فرمالیا حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

یکون مثلہ فی العدالۃ[1] ممدوح کے برابر کون عادل ہوگا۔

(۷۴) صـ۱۴ پر جہاں چند حوالوں میں بے نقل عبارت صرف نام گنائے ہیں جن میں خاص کر معارف و سراجیہ و عزیزیہ و شرح مشکوٰۃ کے حوالے یقیناً جھوٹ ہونا اوپر واضح ہوچکا اور فتاوٰی تیسیر کوئی فتاوٰی ہی نہیں انھیں میں چھٹا نام معین الدین واعظ کی تفسیر سورۂ یوسف کا ہے بکر جب اس قدر شدید الاجترا کثیر الافترا ہے تو اس حوالے پر کیا اعتماد، اور ہو تو تصریحاتِ ائمہ وارشاداتِ حدیث کے مقابل ایک واعظ کی بات سے کیا استناد، یہ حقیقت ہے بکر کی سندوں کی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بلند مرتبہ اور عظیم شان والے اللہ تعالٰی کی توفیق دینے کے سوا کسی میں نہیں۔ ت)

فصل دوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بکر کے افترا اور حدیث سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۷۵) بھلا یہاں تک تو لغت و فقہ وائمہ وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ہی پر افترا تھے مگر بکر کی بڑھتی ہمت کیا صبر کرے حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھی افترا سے باز نہ آئی صـ۹ پر کہا، خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کلامی لاینسخ کلام اللہ[2] میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا" یہ حدیث ابن عدی و دارقطنی نے بطریق محمد بن داود القنطری عن جبرون بن واقد الافریقی روایت کی، ابن عدی نے کامل اور ابن الجوزی نے علل میں کہا یہ حدیث منکر ہے، ذہبی نے میزان میں کہا جبرون متہم ہے اس نے قلتِ حیا سے یہ حدیث روایت کی، ترجمہ قنطری میں کہا یہ حدیث باطل ہے، ترجمہ افریقی میں کہا یہ حدیث موضوع ہے، امام حجر نے لسان المیزان میں دونوں جگہ ان کے یہ کلام مقرر رکھے۔ بعد وضوحِ امر ایک منکر، باطل، موضوع حدیث متہم بالکذب کی روایت کو کہنا کہ حضور نے فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کی جرأت ہے۔

(۷۶) بکر مدعیِ حنفیت حنفیت سے جُدا چلا، مذہب حنفی میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے کما ھو مصرح فی کتب اصولھم قاطبۃ (جیسا کہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے) احکام میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے تو کلامِ خدا کلامِ خدا ہی سے منسوخ ہوا۔

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۷۵

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد الافریقی دار الفکر بیروت ۲/ ۶۰۲

قال اللّٰہ تعالیٰ وماینطق عن الھوٰی ○ ان ھو الا وحی یوحٰی ○[1] (اللہ تعالٰے نے فرمایا) یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگر وحی کہ بھیجی گئی۔

(۷۷) صفحہ ۱۵ پر سُرخی دی: "آنحضرت نے خود سجدے کی اجازت دی" یعنی غیر خدا کو سجدہ تحیت کی جس کی بحث ہے یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر مُنہ بھر کر شدید افترا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3] ایسے جھوٹ افترا۔ وہی کرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

لا الٰہ الا اللہ بلکہ حضور نے اسے حرام فرمایا۔

(۷۸) اس سرخی کے نیچے کہا: "مشکوٰۃ میں ابن خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ انھوں نے خواب میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی پیشانی پر اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھا انھوں نے یہ خواب حضرت سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا تیرا خواب سچا ہے آپ فوراً لیٹ گئے اور ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کرنے کی اجازت دی"۔ مسلمانو! اس ظلم عظیم کو دیکھو کہاں پیشانی پر سجدہ کہاں خود حضور کو سجدہ۔ شاید منکر جا نماز یا زمین پر سجدہ کرتے یہ سمجھتا ہوگا کہ وہ اس کپڑے یا زمین کے ٹکڑے کو سجدہ کر رہا ہے۔

(۷۹) بے علمی کی یہ حالت کہ مشکوٰۃ شریف میں تھا:

عن ابن خزیمۃ بن ثابت عن عمہ ابی خزیمۃ انہ رأی فیما یری النائم[4] یعنی ابن خزیمہ بن ثابت اپنے چچا ابو خزیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے خواب دیکھا۔

وہ خواب راوی خواب کی طرف نسبت کر دیا کہ "ابن خزیمہ بن ثابت نے خواب دیکھا"۔ اور اس جہالت کے صدقے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایک افترا دانستہ کر دیا کہ "ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کی اجازت دی"۔

(۸۰) ایسی ہی بیعلمی اور اس کے سبب نادانستہ افترا یہ ہے کہ حدیث میں تھا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۳ / ۳
[2] " " ۲ / ۱۱۱
[3] " " ۱۶ / ۱۰۵
[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرؤیا الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۶

فاضطجع له وقال صدق رؤیاك ۔[1]

حضور نے پہلوئے مبارک پر آرام کرکے ابوخزیمہ سے فرمایا اپنا خواب سچ کرلو۔

مرقاۃ میں ہے:

(صدق رؤیاك) امر من التصدیق ای اعمل بمقتضاها۔[2]

اپنے خواب کی تصدیق کر دیجئے، یعنی لفظ صَدِّقْ یہ تصدیق کا امر ہے یعنی اس کے مقتضا کے مطابق عمل کیجئے۔ (ت)

عربی سمجھ میں نہ آئے تو شیخ محقق کا فارسی ترجمہ سُنئے:

گفت آنحضرت صدق رؤیاک راست گردان خواب خود را کہ دیدہ و سجدہ کن بر جبہہ من۔[3]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اپنے خواب کی تصدیق کرو جو تم نے دیکھا ہے لہٰذا میری پیشانی پر سجدہ کیجئے۔ (ت)

سے یہ بنا لیا کہ "آپ نے فرمایا، تیرا خواب سچا ہے۔"

(۱۸) ممانعت سجدۂ غیر اللہ کے بارے میں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ مسند امام احمد میں ہے نقل کی جس میں ایک اونٹ کا حاضر ہو کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا اور اس پر صحابہ کی خواہش کہ انھیں بھی اجازتِ سجدہ ملے اور حضور کا اجازت نہ دینا ہے۔[4] اور خود کہا ص۹ "اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ حدیث صاف صاف سجدۂ غیر اللہ کی مخالفت کرتی ہے اور کوئی گنجائش رسولِ خدا کے صریح الفاظ کے خلاف عذر کرنے کی باقی نہیں رہتی پھر جو تحریف کلام الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رگ اُچھلی اُن صاف صاف صریح الفاظ نبوی کی یوں تبدیل و تغییر کی، ص۹ "حدیث کے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر سجدۂ غیر اللہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو شوہر کے سجدہ کا امر کرتا اور امر سے وجوب ہوتا ہے لہٰذا حضور کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی وجوب کے حد میں جائز ہوتا تو میں عورت پر مرد کا سجدہ واجب کرتا یعنی سجدۂ تعظیمی واجب نہیں بلکہ مباح ہے۔" یہ "یعنی" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے حدیث کے کون سے حرف میں ہے کہ "بلکہ مباح ہے" جب حسب اقرار بحر شرطیہ میں صرف ذکر جواز

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرؤیا الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۶

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ " " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۴۰۶

[3] اشعۃ اللمعات " " " مکتبہ نوریہ رضویہ ۳/۶۵۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۷۶

ہے کہ "اگر سجدہ غیر اللہ جائز ہوتا" اور جزا میں وُہ امر ہے کہ یقیناً منتفی یعنی عورت کو سجدہ کا حکم ہونا اور انتفائے جزا انتفائے شرط ہے تو حدیث کا صاف مفاد سجدہ کا عدمِ جواز ہوا یعنی جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا لیکن عورت کو حکم نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ سجدہ جائز نہیں ذکر امرِ جزا میں ہے کہ "عورت پر سجدہ واجب کرتا" جزا کا وجوب شرط میں کیسے داخل ہوگیا جواز پر ایجاب کا ترتب بعید نہیں کہ واجب نہ ہو سکے گا مگر وہ جو جواز رکھتا ہو تو حاصل یہ کہ اگر سجدۂ غیر میں جواز کی گنجائش ہوتی تو میں عورت پر مرد کے لئے واجب کر دیتا لیکن وُہ جائز نہیں ہو سکتا لہذا عورت کو اس کا حکم نہ دیا۔

(۸۲) طرفہ جہالت جبکہ عورت پر وجوب امر سے ہوتا تو قبل امر وجوب نہ ہونا چاہیے تھا، نہ یہ کہ سجدۂ غیر خدا واجب ہوتا تو میں عورت پر حکم سے واجب کر دیتا۔

(۸۳) صحابہ نے اجازت ہی تو طلب کی تھی نہ کہ ایجاب، تو نفی وجوب سے اس کا کیا جواب۔

(۸۴) بکر نے تتمۂ حدیث نقل کیا ص۵ ، ولکن لا ینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللّٰہ۔ اور خود اس کا ترجمہ کیا "لیکن آدمی کو زیبا نہیں کہ سوا خدا ... ی کو سجدہ کرے۔" پھر اس کا یہ مطلب گھڑنا کہ واجب نہیں مباح ہے کیسی کھلی تحریف ہے۔

(۸۵) حدیث قیس بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سنن ابی داؤد شریف میں ہے جنھوں نے شہر حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں واپس آکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حضور کو سجدہ کی اجازت مانگی، ارشاد ہوا:

لا تفعلوا لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللّٰہ لھم علیھن من حق۔[1]

نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو ضرور عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس حق کے سبب جو شوہروں کا ان پر ہے۔

یہاں صریح صیغۂ نفی موجود ہے لا تفعلوا سجدہ نہ کرو۔ اب بکر سے کہو اپنی اصول دانی لے کر چلے۔ ص۹ "شارع علیہ السلام کسی بات کا حکم امر کے صیغہ سے دیں تو وہ کام واجب ہوتا ہے۔ یونہی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بات سے بصیغۂ نہی منع فرمائیں تو وہ کام حرام ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ سجدہ غیر حرام ہے اور حدیث کا وہ مطلب گھڑنا کہ "واجب نہیں بلکہ مباح ہے" محض افترائے ناکام۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹/۱

(۸۶) بکرے ہوشیار حدیث ام المؤمنین صدیقہ نقل کی جس میں صریح صیغہ نہی تھا اور عوام کو دھوکا دینے کو لکھ دیا صـ۹ "اسی حدیث کو سجدۂ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوا اس کے اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ہے"، اول تو سند کا حدیث میں حصہ جھوٹ، ہم نے بکر ہی کی مسلم سندوں سے ثابت کر دیا کہ غیر خدا کو سجدۂ تحیت حرام حرام حرام، سور کھانے سے بھی بدتر حرام۔

(۸۷) پھر حدیث کا اس ایک میں حصہ سفید جھوٹ، وہ حدیث صدیقہ شاید بکر نے مشکوٰۃ سے لی ہو کر بکر کی اس تک رسائی صـ۱۵ سے نمبر ۲۴ میں ہو چکی ہے مشکوٰۃ کے اسی باب اسی فصل میں اس سے دو حدیث اوپر حدیث قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ موجود تھی جس میں صریح ممانعت موجود، اس نے چھپا لیا اور کہہ دیا "اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں"۔

(۸۸) نیز وہیں مشکوٰۃ میں تیسری حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پتا دیا تھا اُسے بھی اُڑا دیا اور کہہ دیا کہ "اور کوئی ثبوت نہیں"۔ دین میں یہ چالاکیاں مسلمان کہلا کر نازیبا ہیں، حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند امام احمد میں بسند رجال صحیح بخاری و صحیح مسلم یوں ہے:

حدثنا وکیع ثنا الاعمش عن ابی ظبیان عن معاذ بن جبل انہ لما رجع من الیمن قال یا رسول اللہ رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضہم لبعض افلا نسجد لك قال لو کنت اٰمرا بشرا یسجد لبشر لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔[1]	(ہم سے وکیع نے بیان کیا کہ اعمش نے ابی ظبیان سے انھوں نے معاذ بن جبل سے روایت کیا) یعنی جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ یمن سے واپس آئے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے یمن میں کچھ لوگوں کو دیکھا آپس میں ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں،

فرمایا: میں اگر آدمی کو آدمی کے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(۸۹) اپنے ہی پاؤں میں تیشہ زنی، یہ کہ حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کے تتمہ میں وہ الفاظ بڑھا دیے:

لاینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللہ۔	کسی انسان کے لئے لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۲۷-۲۲۸

اُس کی مبلغ علم مشکوۃ میں یہ حدیث ام المومنین کا تتمہ نہیں بلکہ چوتھی حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق اَن یسجد لاحد الا للہ تعالیٰ۔ کسی مخلوق کو سزاوار نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے۔

اوردہ الامام النسفی فی المدارک[1] (امام نسفی اس کو مدارک میں لائے ہیں۔ ت)

یہ چار واقعہ جدا جدا ہیں حدیث صدیقہ میں اونٹ کا سجدہ دیکھ کر صحابہ نے اجازت چاہی۔

قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حیرہ متصل کوفہ میں معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یمن میں سجدہ حکام دیکھ کر اجازت مانگی اور ہر بار ایک ہی جواب ارشاد ہوا کسی بار اجازت نہ فرمائی۔

سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خود سجدہ ہی کرنا چاہا منع فرمادیا۔

ان تین حدیثوں میں ایک فائدہ اور ہے جس کے لئے بکر نے ان کو چھپایا کہ عنقریب ظاہر ہوگا ان شاء اللہ تعالےٰ۔

(۹۰) حدیث صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر بکر کا ظلم اشد واخبث حد سے گزر گیا، صفحہ ۹ پر کہا "سب سے بڑی بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور نے صحابہ کی خواہش کو سجدۂ عبادت تصور کرکے جواب دیا تھا جبھی تو فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا احترام واکرام بجالاؤ آپ کے ذہن میں سجدہ تعظیمی ہوتا تو عبادت رب کا حوالہ نہ دیتے اور احترام وتعظیم کو عبادت سے الگ کرکے ظاہر نہ فرماتے اس وقت تو آپ کے ذہن میں سجدۂ عبادت تھا"۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ○ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا○[2] (یقیناً ہم اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں اور بلاشبہہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) کیا بڑا بول ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہا ہے وہ تو نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔

مسلمانو! محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن پر قرآن کریم میں اُترا،

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۲
[2] القرآن الکریم ۱۸/۵

یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو خود فرماتے،

ایاك والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔ گمان سے دور رہ کہ گمان سے بڑھ کر کوئی جھوٹ بات نہیں الحدیث۔

وُہ اپنے صحابہ کرام حاضرانِ بارگاہ پر یہ بدگمانی کہ یہ میری عبادت چاہتے ہیں مجھے دوسرا خدا بنانے کی خواہش رکھتے ہیں، انّا للہ وانا الیہ راجعون ٥ (ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ت) کلّا واللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تو یہ گمان نہ ہُوا نہ اس درخواست سے کسی عاقل کو تعظیم وتکریم کے سوا کوئی گمانِ عبادت گزرتا مگر بجہ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر یہ خبیث بدگمانی کرکے اپنے لئے استحقاقِ جہنم کرلیا اگر توبہ نہ کرے۔

(۹۱) یہی نہیں بلکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور سخت تر الزام ہے حضور نے یہ سمجھا کہ صحابہ میری عبادت کیا چاہتے ہیں اُس پر نہ غضب فرمایا نہ انکار نہ صحابہ کو توبہ کی ہدایت نہ تجدید اسلام ونکاح کا حکم اس کا ذکر تک نہ کیا، یہ ہلکی سی بات فرماکر چپ ہو رہے کہ میں اس کا حکم کرتا تو عورت کو معاذاللہ وہ گمان فرمایا ہوتا تو اسی قدر فرماتے یا یہ کہ ارے تم عبادت غیر جاہ کر مرتد ہوگئے ارے توبہ کرو اسلام لاؤ اپنی عورتوں سے پھر نکاح کرو۔ ایک بادیہ نشین ناواقف کے منہ سے اتنی بات نکلی تھی کہ ہم حضور کو اللہ کے یہاں شفیع لاتے ہیں اور اللہ کو حضور کے پاس۔ اس پر وہ غضب شدید فرمایا کہ در و دیوار تجلی شانِ جلال سے بھر گئے دیر تک سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ فرماتے رہے، پھر اس اعرابی سے فرمایا، اجعلتنی للہ ندا کیا تُو نے مجھے اللہ کا ہمسر ٹھہرایا، ویحك اتدری ما اللہ افسوس تجھ پر ارے تُو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے، پھر اس واحد قہار کی عظمت بیان فرمائی رواہ ابوداود[3] یہاں مخلص صحابہ حاضرانِ بارگاہ علیہم الرضوان

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب قولہ تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۴

سے معاذ اللہ دوسرا خدا بنانے غیر خدا کی پوجا کرنے کی خواہش سمجھتے اور ساکت رہتے ہیں کیا یہ ممکن ہے، کلّا واللہ کیا یہ شانِ رسالت ہے حاشا للہ، جو رسول کو کفر و ارتداد پر سکوت کرنے والا ٹھہرائے وُہ خود کفر و ارتداد کے گھاٹ تک پہنچ گیا کہ نبی کی ایسی شدید توہین کی ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان[1] (وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ت) بکر نے تو یہ سمجھا کہ میں نے حدیثِ صدیقہ کی مدافعت میں اپنا زورِ علم و قلم دکھایا اور یہ نہ جانا کہ اس کے جہل و بیباکانہ قول نے اُسے کہاں تک پہنچایا، سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لایری بھا بأسًا یھوی بھا سبعین خریفا فی النار[2]

بیشک آدمی ایک بات کہتا ہے جس میں کچھ برائی نہیں سمجھتا اس کے سبب ستر برس کی راہ جہنم میں اتر جاتا ہے۔

اور فرمایا:

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما یظن ان تبلغ ما بلغت فیکتب اللہ علیہ بھا سخطہ الٰی یوم القیٰمۃ[3]

بیشک آدمی ایک بات ناراضی خدا کی کہتا ہے اُس کے گمان میں نہیں ہوتا کہ کہاں تک پہنچی، اس کے سبب اللہ اس پر قیامت تک اپنا غضب لکھ دیتا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اللہ عزوجل کی طرف شکر ہے اس پُرفتن زمانے سے کہ جسے اُلٹے سیدھے دو حرف اردو کے لکھنے آگئے وہ مصنف و محقق و مجتہد بن بیٹھا اور دین متین میں اپنی ناقص عقل فاسد رائے سے دخل دینے لگا، قرآن و حدیث و عقاید و ارشاداتِ ائمہ سب کا مخالف ہو کر پہنچا جہاں پہنچا،

ویتوب اللہ علٰی من تاب ومن یتول اور اللہ توبہ فرماتا ہے جو کوئی توبہ کرے، اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۶ و ۲۹۷
سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۴

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث بلال بن حارث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۹
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۲۹ مکتبہ فیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۶۷

فان الله ھو الغفور الحمید۔ جو کوئی پھر جائے تو بیشک اللہ تعالٰی بخشنے والا تعریف والا ہے (ت)

(۹۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اونٹ کا سجدہ کرنا کیا حضور کو معبود و خدا بنا کر تھا، حاشَ للہ۔ معجم کبیر طبرانی میں یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شیئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس[۱]۔ ہر چیز مجھے اللہ کا رسول جانتی ہے سوائے کافر جن اور آدمیوں کے۔

یونہیں حیرہ و یمن میں لوگوں کا زمینداروں کو سجدہ کرنا قطعاً سجدۂ تحیت ہی تھا نہ کہ سجدۂ عبادت۔ انھیں سجدوں کی بنا پر صحابہ نے حضور کو سجدے کی اجازت مانگی تھی جس سے کسی عاقل کا بھی وہم معبود و الٰہ بنانے کی طرف نہیں جاسکتا، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسی باطل سمجھ کا الزام کیسی دریدہ دہنی ہے۔

(۹۳) غنیمت ہے کہ سجدۂ غیر کی سخت شناعت خود بکر کے منہ ثابت ہوئی۔ صحابہ وہ صحابہ جن کے کانوں میں ہر وقت لا الٰہ الا اللہ کے نغمے گونج رہے تھے جنھیں بات بات میں توحید کا سبق دیا جاتا جن کے دلوں میں اللہ کی وحدانیت پر ایمان پہاڑوں سے زیادہ گراں و متمکن تھا قرآن عظیم بار بار جن کے ایمان کی گواہی دے چکا تھا دوسرے کو سجدۂ تحیت ایسی سخت چیز ہے کہ اس کا فعل نہیں صرف اس کی خواہش سنتے ہی اُن کے یہ تمام فضائل جلیلہ اور ان کے ایمان و توحید کی قوت سب حضور کے ذہن اقدس سے اُتر گئے اور یہی خیال گیا کہ یہ مجھے خدا بنانا چاہتے ہیں تو ایسا ناپاک فعل دوسروں کو کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔

(۹۴) بیشک سجدہ افعالِ عبادت سے ہے، سجدۂ عبادت و سجدۂ تحیت میں سوائے نیت کوئی فرق نہیں، سجدہ تو سجدہ زمین بوسی کی نسبت درمختار سے گزرا کہ یشبہ عبادۃ الوثن[۲] بت پرستی کے مشابہ ہے اور بکر کی مسلم کامل التحقیق ردالمحتار نے اُسے مسلّم رکھا اور اخلاص عبادت یہ ہے کہ عبادت غیر کی مشابہت سے بھی بچے، لہذا حضور نے ذکر عبادت فرمایا کہ افعالِ عبادت صرف اپنے رب کے لئے

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲/ ۲۶۲
[۲] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

کرواسے اس ناپاک محمل پر ڈھالنا جس سے وہ تین الزام شدید شانِ رسالت پر عائد کئے سخت خلافِ دین ہے۔

(۹۵) خود بکر نے اسی سجدۂ تحیت کو کہا ہے ص۱۱ "سجدہ ایک ایسی چیز تھی جس میں سجدۂ عبادت شریک تھا اور خدا کی عظمت کے انتہائی طریقہ میں خواہ مخواہ آدم کا شرک ہوتا تھا اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی ہونی چاہئے جو خود میری ہے اس واسطے آدم کی عزت ایسے طریقے سے کرائی جو خدا کے سوا کسی کو زیبا نہ تھا تاکہ سند ہوجائے کہ آدم خلافت کے بعد مجازی حیثیت سے اس آخری تعظیم کا مستحق ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے ایسی چیز سے ممانعت کے لئے "اعبدوا ربکم"[1] (اپنے رب کی عبادت کرو۔ت) فرمانا کیا مستبعد تھا۔

(۹۶) حدیثِ قیس و حدیثِ معاذ و حدیثِ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم میں تو اعبدوا نہیں یہاں تو لاتفعلوا اور لاینبغی ہے یہاں کس ذریعہ سے اُس بدگمانی پر ڈھالے گا اسی لئے ان کو چھپایا اور کہہ دیا تھا کہ اور کوئی ثبوت نہیں۔

(۹۷) بکر نے چاند سورج بلکہ بُت کو سجدہ اور مہادیو کی ڈنڈوت حلال کرلی جیسے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبادت کا ذکر فرمایا اور اس سے بکر نے یہ ٹھہرا لیا کہ صرف سجدہ عبادت کو منع کیا ہے یونہی آیہ کریمہ لاتسجدوا للشمس ولا للقمر[2] (لوگو! سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ت) جس میں سجدۂ شمس و قمر سے ممانعت اور سجدۂ الٰہی کا حکم ہے اس کا تتمہ یہ ہے ان کنتم ایاہ تعبدون[3] اگر تم اسے پوجتے ہو۔ یہاں بھی اللہ عزوجل نے عبادت کا ذکر فرمایا ہے تو یہاں بھی چاند سورج کو صرف سجدۂ عبادت کی ممانعت ہوئی، اب بُت ہو یا بھوت کسی بلا کو سجدۂ تحیت کی ممانعت پر قرآن کریم میں کوئی آیت نہ رہی، کیا بکر کوئی آیت دکھا سکتا ہے، ہرگز نہیں، اب بکر اپنی لفاظیاں یاد کرے اور "انسانی" کی قید سے ہاتھ اٹھا کر یوں کہے جو اس نے ص۲ پر کہا ہے "قرآن میں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت نہیں، ایسی کوئی آیت نہیں جہاں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت کی گئی ہو" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیمی سجدہ کے خلاف قرآن خاموش رہنا چاہتا ہے یعنی وہ مسلمانوں سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱
[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷
[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہتا ہے کہ تم پر سجدہ تعظیمی حرام کیا گیا ہے تم کسی غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا" یہ "کسی" کا لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے، اس کے بعد صٹ کا نتیجہ دیکھئے" پس جب قرآن نے ایسا کوئی صاف حکم نہیں دیا تو سجدہ تعظیمی کا حرام ہونا یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔" دیکھئے کیسی کھلم کھلا بُت کی سجدہ سے تعظیم اور بے نیت عبادت مہادیو کی ڈنڈوت حلال کی ہے، کیوں نہ ہو جن کا کرشن نبی ہو ان کا دین آپ ہی ایسا ہو۔

(۹۸) چاند سورج کو سجدہ کی ممانعت جو قرآن کریم نے فرمائی اس پر بکر کا یہ عذر صٹ۹۰ کہ "اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے سورج چاند اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔"

اولاً عجب یاد رہا ہے اس کے طور پر آیت میں تو چاند سورج کو سجدہ عبادت کی ممانعت ہے کہ فرمایا: ان کنتم ایاہ تعبدون[1] (اگر تم خاص اس کی عبادت کرتے ہو۔ ت) سجدہ عبادت میں خلیفہ وغیر خلیفہ کا کیا فرق۔

ثانیاً سجدہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استناد کی خود بیخکنی کر لی اُس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے (یعنی ملائکہ نے سجدہ کیا) اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے (کہ انسان دوسرے کو سجدہ کرے) فرشتہ اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔ غیر خلیفہ نے خلیفہ کو سجدہ کیا اس سے خود خلیفہ کا سجدہ کرنا کیسے جائز کر لیا علی نفسہا تجنی براقش۔

(۹۹) قرآن کریم میں سجدہ تحیت کی ممانعت نہ سوجھنی قرآن عظیم سے غفلت پر مبنی، کیا قرآن مجید نے نہ فرمایا:

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول[2] — حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

کیا قرآن عزیز نے نہ فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔[3] — جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کیا قرآن حکیم نے نہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۳۷
[2] القرآن الکریم ۴/۵۹
[3] ؍؍ ؍؍ ۴/۸۰

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم[1]

جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی بیشک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

کیا قرآن حمید نے نہ فرمایا:

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب[2]

رسول جو تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کیا قرآن جلیل نے نہ فرمایا:

فلا وربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[3]

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمہیں حاکم نہ بنائیں اپنے آپس کے اختلاف میں پھر جو تم فیصلہ فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور خوب اچھی طرح مان لیں۔

کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس نزاع کا فیصلہ نہ فرمادیا کہ لاتفعلوا سجدۂ تحیت نہ کرو، تو قطعاً قرآن عظیم ہی سجدۂ تحیت سے منع فرمارہا ہے اور جو اس فیصلہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا حکم جو ارشاد ہوا اللہ تعالےٰ مسلمان کو اس سے پناہ دے۔

(۱۰۰) قرآن مجید میں تصریح نہ پانے پر بکر کا وہ حکم صٹ جب قرآن نے کوئی صاف حکم نہ دیا تو ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، وہ شدید بدمذہبی ہے جس کی خبر عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی دی ہے:

الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ الایوشك رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا

سنتے ہو مجھے قرآن عطا ہوا اور اس کے ساتھ اس کا مثل۔ خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/۲۳
[2] القرآن الکریم ۵۹/۷
[3] القرآن الکریم ۴/۶۵

القراٰن فما وجدتم فیه من حلال فاحلّوہ وماجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ماحرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا لایحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع[۱] الحدیث۔

اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور اس میں جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ سُن لو پالتو گدھا تمھارے لئے حلال نہیں، نہ کوئی کیلے والا درندہ۔ الحدیث (ت)

سجدۂ تحیت بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حرام فرمایا تو وہ حرام ہے اگرچہ قرآن کریم میں اسکی حرمت کی تصریح عوام کو نہ سُوجھے۔

(۱۰۱ و ۱۰۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دو مثالیں ارشاد فرمائیں پالتو گدھا اور کیلے والا درندہ ان کی حرمت قرآن میں مصرح نہیں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انھیں حرام فرمایا، بکر کیوں ماننے لگا وہ یہی کہے گا حث کہ "جب قرآن نے کوئی صاف حکم نہ دیا تو حرام یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا" تو بکر نے گدھا اور کتّا حلال کرلیا۔

(۱۰۳ تا ۱۱۰) انھیں پر بس نہیں قرآن مجید میں لحمِ خنزیر کا ذکر ہے گُردے کلیجی کھال اوجھڑی تلی ہڈی کا نام کہاں ہے بلکہ سری پائے بھی عرفاً لحم میں نہیں تو بکر نے سوئر کے اجزا بھی حلال مانے کہ "جب قرآن نے صاف حکم نہ دیا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔"

(۱۱۱ تا ۱۱۳) غرض صاف حکم قرآن میں دلیل کا حصر کرکے بکر نے سنت، اجماع، قیاس تینوں اصول شرع کو رَد کرکے چکڑالوی مذہب لیا۔

فصل سوم اللہ عزوجل پر بکر کے افترا اور خود اسی کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۱۱۴) سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا اگرچہ بعینہٖ اللہ عزوجل پر افترا ہے مگر بکر تو صریح خاص کا طالب ہے قرآن میں تصریح نہ ہو تو حدیث نہیں سنتا لہذا بالخصوص رب العزت پر بھی جراتیں کیں ص۹۵ میں اس کی عبارت دیکھ چکے خود مانا کہ سجدۂ تحیت سے "خدا کی عظمت کے انتہائی طریقے میں آدم کا شرک ہوتا تھا" پھر اسی کو اللہ کی مرضی ٹھہرایا کہ "خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی چاہیے جو خود میری ہے" یہ اللہ پر

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۹

افترا ہے اور کھلا شرک اس کے ذمہ باندھنا، ایسے ہی افتراؤں کو کفر فرمایا،

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[1] ایسے افترا وہی کرتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

(۱۱۵) ص۳ پر کہا "خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا ہے اس میں ایک بڑا فلسفہ پوشیدہ ہے وہ یہ کہ خدا سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم میں امتیاز قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمان جان جائیں کہ سمت کعبہ کا سجدہ عبادت ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں۔ سمتِ کعبہ مقرر ہونے سے پہلے خدا نے فرمایا تھا،

ایںما تولوا فثم وجہ اللّٰہ[2] تم جدھر متوجہ ہو خدا اُسی طرف ہے۔

یعنی جس سمت سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا مگر بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی اس کی وجہ یہی تھی کہ خدا سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم میں فرق کرنا چاہتا تھا جو اس سمت نے کردیا۔" یہ اللہ عزوجل پر دوسرا افترا ہے۔ بکر جلد بتائے کہ سمتِ کعبہ مقرر فرمانے کی یہ وجہ اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہاں بتائی ہے ام تقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون[3] (کیا تم اللہ تعالٰی کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) اللہ ورسول کی طرف بے ثبوت بات نسبت کرنی بھی افترا ہے ہاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[4] (اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو۔ ت) نہ کہ غلط بات جس کی غلطی ابھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۱۶) کریمۂ فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ[5] (تم جدھر منہ کرو اسی طرف اللہ تعالٰی کا جلوہ ہے۔ ت) حسبِ حدیث جامع ترمذی شریف قبلۂ تحری میں ہے اُس کا یہ مطلب ٹھہرانا کہ اس آیت کے نزول تک سمتِ قبلہ مقرر نہ تھی، اللہ عزوجل نے اختیار دیا تھا جدھر چاہو نماز پڑھو، یہ اللہ تعالٰی پر تیسرا افترا ہے، تقرر قبلہ روزِ اول سے ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا[6] سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (زمین پر) تعمیر کیا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں بابرکت شان سے موجود ہے۔ (ت)

(۱۱۷) بفرضِ باطل امتیاز سجدۂ عبادت وسجدۂ تحیت ہی کے لئے وضع قبلہ ہوتی تو یُوں کہ وہ سجدہ جو

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵
[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۰
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱
[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵
[6] القرآن الکریم ۳/ ۹۶

دوسرے کو کفر ہے اُس سجدہ سے ممتاز ہو جائے جو صرف حرام ہے اللہ عزوجل کا جواز سجدہ تحیت کے لئے یہ امتیاز رکھنا اللہ عزوجل پر چوتھا افترا ہے۔

(۱۱۸) سجدۂ تحیت و سجدۂ عبادت کا امتیاز اللہ عزوجل اور خود ساجد کے نزدیک نیت سے ہے ساجد اور اس کا رب جانتا ہے کہ یہ سجدہ کس نیت سے ہے ساجد کو ممتاز قطعی کے امتیاز کی حاجت، اور اگر یہ امتیاز ناظر کے لئے رکھا ہے تو جبکہ سجدۂ تحیت کے لئے کوئی سمت مقرر نہیں سمت کعبہ بھی ہوگا پھر دونوں سجدوں کا خلط ہوگیا اور امتیاز نہ رہا ناظر اس وقت نہیں کہہ سکتا کہ یہ سجدۂ عبادت ہے یا سجدۂ تحیت۔ بالجملہ یہ امتیاز ساجد کے لئے رکھا تو لغو و فضول اور ناظر کے لئے تو ناقص و مدخول۔ اللہ عزوجل ان دونوں سے پاک و منزّہ ہے، اور اگر امتیاز محض ذہنی ہے کہ جس میں تقیید سمت ملحوظ ہو سجدۂ عبادت ہے ورنہ سجدۂ تحیت، تو کام پھر نیت کی طرف عود کر گیا ناظر کو اس سے کیا فائدہ اور ساجد کو اس کی کیا حاجت۔ امتیاز نیت ان میں بالذات تھا یہ بالعرض کس لئے۔ بہر حال اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت اللہ پر سخت جرأت۔

(۱۱۹) نوافل میں بیرونِ شہر سواری پر اور نوافل و فرائض سب میں ہنگام تحرّی اور اُس مریض کو بوجہ مرض اور اُس بار بر کو کہ بخوف دشمن استقبال پر قادر نہ ہو سمتِ کعبہ مقرر نہیں اور یہ سب سجدۂ عبادت ہیں تو امتیاز باطل۔

(۱۲۰) بکر ہی کی مستند عبارات عالمگیری و فتاوٰی قاضیخان سے گزرا کہ اگر کفار بادشاہ کے لئے سجدۂ عبادت پر اکراہ کریں صبر افضل ہے ظاہر ہے کہ کفار تعیین سمت کعبہ نہ چاہیں گے بلکہ جدھر بادشاہ ہو تو یہ بے تقرر سمت کیونکر سجدۂ عبادت ہوگیا ولکن الجھلۃ یفترون (لیکن نادان لوگ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ ت)

(۱۲۱) طرفہ یہ کہ یہ امتیاز خدا نے ایسا خفیہ مقرر کیا کہ اس کے رسول کو بھی خبر نہ ہوئی بالا بالا بکر کو چھپی پائی بسجدئ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدے کی اجازت حضور سے مانگی وہ کب تعیین سمت سے تھی اگر اجازت ملتی تو جدھر حضور جلوہ افروز ہوتے اُسی طرف سجدہ کیا جاتا اور زعمِ بکر میں خدا سجدۂ عبادت کا وہ امتیاز مقرر کرچکا تھا کہ یہ پابندی سمت ہو تو اس درخواست سے کسی طرح سجدۂ عبادت مفہوم نہ ہوسکتا تھا لیکن بکر کہتا ہے ص ۹ "حضور نے صحابہ کی خواہش کو سجدۂ عبادت تصور کیا اُس وقت آپ کے ذہن میں سجدۂ عبادت تھا" اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو بکر کے نزدیک خدا نے ایسا بیہودہ بے معنی امتیاز مقرر کیا جس سے رسول تک کو تمیز

نہ ہوئی تو امتیاز کیا خاک ہوا یا زعمِ بکر میں معاذ اللہ رسول کی عقل آتنی موٹی بکر کی مت سے بھی گئی گزری کہ خدا کے واضح امتیاز کے بعد بھی تمیز نہ ہوئی اور دونوں کفر صریح ہیں ہم نہ کہتے تھے کہ جاہل کو مصنف ہی بننا سخت آفت کا سامنا ہے نہ کہ محقق نہ کہ مجتہد نہ کہ شارع کہ تصنیف تو تیار ہو جاتی ہے اور ایمان رخصت' لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچاؤ اور نیکی کی قوت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ بڑی شان والے کے کرم کے بغیر کسی میں نہیں ۔ت)

(۱۲۲) جب یہ ٹھہری کہ ص۶ "سمتِ کعبہ کا سجدہ عبادت کا سجدہ ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں" تو بلا شبہہ مندروں میں جو سجدے کئے جاتے ہیں غیر مقرر سمت کے ہیں تو بکر نے دوبارہ بتوں اور لنگ جلہری کو سجدے جائز کر دئے کیونکہ یہی کرشن مت ہے۔

(۱۲۳) جبکہ تقرر سمت سے سجدۂ عبادت و سجدۂ تحیت میں امتیاز ہوا نزول فثم وجہ اللّٰہ تک امتیاز نہ تھا تو قطعاً اُس وقت سجدۂ تحیت حرام تھا کہ غیر خدا کے لئے وہ فعل جسے عبادت سے کچھ فرق نہ ہو حلال نہیں ہوسکتا اور جب سجدۂ تحیت اس وقت حرام تھا تو غیر ملت آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام میں اگر اس کی حلت بھی تھی یقیناً منسوخ ہوگئی اور اب اس ناسخ کا ناسخ کوئی ہے نہیں تو یقیناً سجدۂ تحیت حرام ہے اور تا قیامت حرام رہے گا اچھی تقریر سنائی کہ اپنی ساری چنائی آپ ہی ڈھائی۔

(۱۲۴) ص۱ "خدا نے فرمایا ہے فلیعبدوا ربّ ھٰذا البیت[1] عبادت کریں اس گھر کے پالنے والے کی۔ اس رت میں ربّ ھٰذا البیت کا لفظ ہے اور قاعدۂ عرب کے بموجب ربّ کا لفظ ذی رُوح پر آتا ہے اور کعبہ ذی روح نہیں پتھر کا مکان ہے، پس ثابت ہُوا کہ اس بیت سے مراد قلبِ آدم ہے"۔ یہ اللہ سبحٰنہ پر پانچواں افترا بھی ہے اور قرآن کی تفسیر بالرائے بھی اور بتصریح کتب عقائد الحاد بھی کہ معنی ظاہر باطل کرکے باطنیہ کی طرح باطنی گھڑے، متن عقائد امام اجل نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الٰی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد[2]

نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جاتے ہیں، لہذا ظاہر معانی سے ہٹ کر اپنے معانی تراش لینا کہ جن کا اہلِ باطن دعوٰی کرتے ہیں سراسر بے دینی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۳

[2] مجموع المتون فی مختلف الفنون متن العقائد النسفیہ فی التوحید الشؤن الدینیۃ دولۃ قطر ص ۶۱۸

(۱۲۵) عرب پر بھی افترا، رب المال و رب الدار نہ سُنے، حدیث میں ہے:

کلا و رب الکعبۃ[1] (ہرگز نہیں، ربِ کعبہ کی قسم۔ ت)

جانے دے قرآن کریم فرماتا ہے:

رب المشرقین و رب المغربین[2] (دو مشرق اور دو مغرب کے رب کی قسم۔ ت)

اور فرماتا ہے:

فلا اقسم برب المشارق والمغارب[3] (متعدد مشرق اور متعدد مغرب کے مالک کی میں قسم کھاتا ہوں۔ ت)

اور فرماتا ہے:

وانہ ھو رب الشعری[4] (بیشک وہ شعرٰی ستارے کا رب ہے۔ ت)

اور فرماتا ہے:

رب السمٰوٰت والارض[5] (وہ آسمان و زمین کا مالک ہے۔ ت)

اور فرماتا ہے:

سبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون[6] (تمہارا رب عزت والا رب، ہر عیب سے پاک ہے۔ ت)

کیا افق کا وہ حصہ جس سے تحویل سرطان کا آفتاب نکلتا ہے اور وہ جس سے تحویل جدی کا اور وہ حصے جن میں یہ ڈوبتے ہیں اور وہ جن سے ہر روز کا آفتاب نکلتا اور وہ جن میں ڈوبتا ہے اور شعرٰی ستارہ اور وہ آسمان و زمین وعزت یہ سب ذی روح ہیں، اس سے بڑھ کر جھوٹا کون جسے قرآن جھٹلائے۔

(۱۲۶) یہ عیاری دیکھئے کہ ذی رُوح پر جمانے کے لئے ترجمہ کیا "اس گھر کے پالنے والے" اور نہ جانا کہ گھر کے ساتھ پالنے کا لفظ چسپاں ہی نہیں جب تک گھر سے مجازًا اس کے ساکن مراد نہ لیں۔ یہ بھی کلامِ الٰہی میں معنوی تحریف ہے۔

(۱۲۷) مسلمان دیکھیں ہم نے حدیث سے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت حرام ہے خود بکر کی مسلّم و نہایت معتمد کتبِ فقہ سے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تحیت سوٗر کھانے سے بھی بدتر حرام ہے، اس کے مستند

---

[1] شعب الایمان حدیث ۵۱۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۹۴/۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/۵۵

[3] القرآن الکریم ۴۰/۷۰

[4] القرآن الکریم ۴۹/۵۳

[5] 〃 〃 ۵/۳۷

[6] 〃 〃 ۱۸۰/۳۷

کی تصریح نے دکھادیا کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے اسی کے منہ قرآن عظیم نے ثابت کردیا کہ حرام ہے، اس کی مستند لطائف کی تصریح دکھادی کہ جمہور اولیاء اس کی ممانعت پر ہیں، اب بکر کی ناپاک بدزبانیاں دیکھئے ص۱ "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت وپھٹکار ہے"۔ ص۲۳ "سوائے چند جاہل وضدی لوگوں کے کوئی شخص اس سجدہ تعظیمی کے خلاف نہ تھا"۔ ص۲۴ "اس میں مخالفانہ کلام کرنا شقاوت وسنگدلی ہے"۔ ص۲۴ "اس سے انکار کرنیوالے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہونگے" اب کہئے اس کی یہ لعنت وشقاوت وشیطنت کس کس پر ہوئی قرآن پر، حدیث پر، فقہ پر، اجماع پر، ائمہ پر، اولیاء پر، الحمدللہ کہ یہ سب تو اس سے پاک ومنزہ ہیں لیکن وہ تمام خباثتیں اپنے قائل ہی پر پلٹیں۔

وذٰلک جزاء الظّٰلمین[1] ○ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] ○

ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اب ظالم جان لیں گے کہ اب کس کروٹ پہ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

چھٹا فائدہ تھا عبارت لطائف کا کہ بکر پر مکر نہ فقط ائمہ کرام وفقہائے عظام وعلمائے اعلام بلکہ جمہور حضرات اولیائے فخام کو بھی شیطان ملعون، شقی، سنگدل، راندۂ درگاہ، جاہل، ضدی کہتا ہے مگر قرآن عظیم سے نہ سُنا الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[3] (خبردار، ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو۔ ت)

(۱۲۸) ہم نے دکھا دیا کہ بکر نے ائمہ پر افتراء کے، کتابوں پر چھپے جوڑے، رسول اللہ پر تہمتیں باندھیں، واحد قہار پر بہتان اٹھائے جل وعلا وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، قرآن عظیم تو ایسوں ہی پر لعنت کرتا ہے، ہاں کرشن مت جدا ہے۔

(۱۲۹) اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور قرآن وحدیث و فقہ واجماع وائمہ واولیاء پر ایک اور ملعون تہمت گھڑتا ہے ص۱۹ "جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور اُن کے پیران عظام کو جاہل و فاسق بنانا چاہتے ہیں"۔

لا الٰہ الا اللّٰہ، کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[4] ○

اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، بڑی بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے، وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲۹ و ۵۹/۱۷
[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷
[3] " " ۱۱/۱۸
[4] " " ۱۸/۵

ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوعِ بشر میں عصمت خاصۂ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلافِ دلیل یا خلافِ جمہور نہ صادر ہوا ہو کل ماخوذ من قوله ومردود علیه الا صاحب هذا القبر صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم[1] (ہر آدمی کی اس کے کہنے سے گرفت ہوگی، اور اس پر وہ قول لوٹا دیا جائے گا سوائے اس قبر والے کے کہ ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس)۔ ت) اتباع جمہور کا ہوگا علیکم بالسواد الاعظم[2] (لوگو! بڑی جماعت کو اختیار کرو۔ ت) اور قول شاذ ماننے والے پر شرعی الزام شدید عائد ہوگا نہ کہ معاذ اللہ صاحبِ قول پر تصحیح قدوری و درمختار اور بحر کی مسلم نہایت معتمد محقق منقح کتاب ردالمحتار میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع[3]

قولِ مرجوح پر حکم اور فتوٰی جہل ہے اور اجماع کا توڑنا۔

اور قطعاً معلوم کہ اجماعِ امت کا توڑنے والا کم از کم فاسق ائمہ میں کون ایسا ہے حتی کہ صحابہ جس کا کوئی نہ کوئی قول مرجوح نہیں وہ معاذ اللہ معاذ اللہ جاہل نہ فاسق لیکن جو قول جمہور کے خلاف ان میں کسی کے قولِ مرجوح پر حکم یا فتوٰی دے وہ ضرور جاہل و فاسق ہے، تو حضرت سیدنا محبوبِ الٰہی اور ان کے پیرانِ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم محبوبانِ خدا ہیں اور جوازِ سجدۂ تحیت کہ جمہور اولیاء و اجماعِ علماء و فقہ و حدیث و قرآن کے خلاف ہے مرجوح و مہجور اور ایسے قول کی سند سے یہ جو اس پر فتوٰی دے رہا ہے جاہل و فاسق ضرور۔ جاہل و فاسق کی کیا گنتی جبکہ وہ جملہ ائمہ و جمہور اولیاء کو شقی، ملعون، شیطان، راندۂ درگاہ کہہ کر خود ایسا ہو چکا سیعلمون غدا من الکذاب الاشر[4] (عنقریب وہ کل جان جائیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور لاف زن ہے۔ ت)

تنبیہ: فقیر کا رسالہ[ع] "مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء" ملاحظہ ہو، اکابر اولیائے عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ارشاداتِ کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۷۶
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲
[3] ردالمحتار کتاب الطلاق باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۲ و ۶۱۴
[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۲۶

ع رسالہ ہذا فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد ۲۱ ص ۵۲۱ پر مرقوم ہے۔

شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں، حضرات اولیاء جن کی ولایت ثابت ومحقق ہے اُن سے جو قول یا فعل یا حال ایسا منقول ہو کہ بظاہر خلاف شرع مطہر ہو،

اوّلاً اگر وہ سند صحیح وواجب الاعتماد سے ثابت نہیں ناقل پر مردود ہے اور دامن اولیاء اس سے پاک بلکہ اولیاء تو اولیاء، حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ نے احیاء شریف میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک ثبوت کامل نہ ہو،

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذٰلک ثبت متواترا فلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق۔[1]

بغیر تحقیق کے کسی مسلمان کی کبیرہ گناہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں، لیکن ہاں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ ابن ملجم نے جناب علی (کرم اللہ وجہہ) کو شہید کیا اس لئے کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو فسق اور کفر کی تحقیق کے بغیر تہمت لگانا جائز نہیں۔ (ت)

اور یہ تواتر نہیں کہ کوئی نسخہ کسی کی طرف منسوب کسی الماری میں ملا چھاپنے نے اسے چھاپ کر شائع کر دیا اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مجہول ناشناختہ بازار میں کوئی بات منہ سے نکالے اور اسے ہزار آدمی سنیں اور نقل کریں، ناقل ہزار نہیں لاکھ سہی منتہائے سند تو ایک فرد مجہول ہے تو تواتر درکنار صحت ہی نہیں۔ آج کل حضرات اولیائے کرام کے نام سے بہت کتابیں نظم ونثر ایسی شائع ہو رہی ہیں ؎

پس بہر دستے نباید داد دست

(لہٰذا ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا نہ چاہئے۔ ت)

یہ چال بعض علماء کے ساتھ بھی چلی گئی ہے، ایک کتاب عقائد امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے چھپی جس سے وہ ایسے ہی بری ہیں جیسا اس کا مفتری حیاء ودیانت سے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتابوں میں وہابی کشش دیکھ کر کسی وہابی نے اُن کے نام سے ایک کتاب گھڑی اور چھاپی گئی ہے۔

ثانیاً اگر بہ ثبوت معتمد ثابت ہو اور گنجائش تاویل رکھتا ہے تاویل واجب اور مخالفت

---

[1] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرۃ ۲/ ۱۲۵

مندفع۔ اولیا کی شان تو ارفع ہر مسلمان سُنّی کے کلام میں تا حدِ امکان تاویل لازم، امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الامام النووی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ادب العلم و المتعلم من مقدمۃ شرح المہذب یجب علی الطالب ان یحمل اخوانہ علی المحامل الحسنۃ فی کلام یفہم منہ نقص الی سبعین محملا ثم قال ولا یعجز عن ذلک الا کل قلیل التوفیق[1]

امام نووی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شرح مہذب کے مقدمہ "آداب العلم والمتعلم" میں ارشاد فرمایا "طالب پر واجب ہے کہ اپنے بھائیوں کے کلام کو اچھے محمل پر حمل کرے، کسی ایسے کلام میں کہ جس میں نقص سمجھا جائے لہذا اس کے لئے ستر تک محمل تلاش کرے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس سے عاجز نہیں ہوتا مگر ہر ایسا شخص کہ جس کو کم توفیق عنایت کی گئی۔ (ت)

ثالثاً اگر تاویل ناممکن مگر محتمل ہو کہ وہ کلام اُن کے مناصبِ رفیعہ ولایت وامامت تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے اور نہ اس سے استناد جائز نہ ان پر اعتراض۔ امام علامہ عارف باللہ سیّدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

یحتمل ان من خطأ غیرہ من الائمۃ انما وقع ذلک منہ قبل بلوغہ مقام الکشف کما یقع فیہ کثیر ممن ینقل کلام الائمۃ من غیر ذوق فلا یفرق بین ما قالہ العالم ایام بدایتہ وتوسطہ ولا بین ما قالہ ایام نہایتہ[2]

جن لوگوں نے ائمہ کرام کو (ان کے بعض نظریات کی وجہ سے) انھیں خطاکار ٹھہرایا ہے احتمال ہے کہ یہ اُن سے (درجہ عالیہ) مقامِ کشف تک انکی رسائی سے پہلے صادر ہوئے ہوں جیسا کہ بہت سے بے ذوق حضرات جب ائمہ کرام کا کلام نقل کرتے ہیں تو وہ اس خطا میں پڑجاتے ہیں لہذا عالم نے ابتدائی اور درمیانی دور اور آخری ایام میں جو کچھ فرمایا ہے یہ لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کرسکتے۔ (ت)

رابعاً یہ بھی نہ ممکن ہو تو جن کی ولایت وامامت ثابت ومتحقق ہے اُن کے ایسے فعل کو افعالِ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ نہ اُن پر

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الفصل الثانی النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۷۹

[2] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل فی بیان تقریر قول من قال الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۲

طعن کریں نہ اُس سے بحث اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے،

قال اللہ تعالٰی واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اللہ تعالٰی کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔ (ت)

متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں یونہی اُن اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں کما افادہ امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ طریقت کے امام، حقیقت کی زبان، میرے آقا، دین وملت کو زندگی بخشنے والے شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے افادہ فرمایا۔ ت) یہ ہے بحمد اللہ طریق سلامت اور اللہ عزوجل کے ہاتھ ہدایت، واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم والحمد للہ رب العالمین (اور اللہ تعالٰی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

فصل چہارم سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت

مجوزین کے ہاتھ میں لے دے کر جو کچھ سند ہے یہی ہے اور اسے یوں رنگتے ہیں کہ قرآن عظیم سے ثابت ہوا کہ یہ شریعتِ آدم و یوسف کا حکم تھا اور شرائع سابقہ قطعاً حجت ہیں جب تک اللہ و رسول انکار نہ فرمائیں اور یہاں انکار نہیں تو قرآن عظیم سے قطعاً جواز ہے اور یہ حکم تاقیامت باقی ہے کہ اول تو یہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوسکتی اور ہو تو قطعی کا ناسخ قطعی چاہئے وہ یہاں مفقود اور حدیث احاد نامسموع و مردود۔ یہ ہے وہ جسے بکر نے طویل تقریرات پریشان میں بیان کیا نصف ص۱۱ سے اخیر ص۱۲ تک اور ص۹ میں ۵ سطریں ص۲۴ میں ۹ سطریں نیز ص۵۵ میں ۱۲ سطریں اسی کی تکمیل ہیں غرض ڈیڑھ ورق سے زائد میں یہی ہے بلکہ اس انضباط سے ہے بھی نہیں جو ہم نے ان دو سطروں میں کر دیا مگر یہ حقیقۃً نسج العنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس میں ایک فقرہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ بعونہ تعالٰی ابھی مشاہدہ ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

(۱۳۰) اگر دین وعقل وادب ائمہ نصیب ہو اگر آدمی آئینہ میں اپنا منہ دیکھے اگر چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کو شناعت جانے، اگر ہلدی کی گرہ پر پنساری نہ بنے تو اتنا ہی دیکھنا بس تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں ائمہ دین وجماہیر اولیائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مخفی نہ تھیں حجت شرائع سابقہ و نسخ و فرق قطعی و ظنی کے مسائل یقیناً اُن کے پیش نظر تھے آخر انھوں نے سجدۂ تحیت کی تحریم و ممانعت کچھ دیکھ بھال ہی کر رکھی ہوگی یا ایسے پیش پا افتادہ اعتراضوں کی اُن میں کسی کو سُوجھ نہ ہوئی کیا وہ سب کے سب تم سے بھی علم وفہم وعقل و دین میں گئے گزرے تھے۔

(۱۳۱) جانے دو ردالمحتار و فتاوٰی قاضی خان پر تمہارا ایمان ہے کہ ص۱۲ "نہایت مشہور معتبر کتابیں ہیں قرآن وحدیث کے غور و احقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" ہم نے انھیں کتابوں سے دکھا دیا کہ سجدۂ تحیت کم از کم حرام و گناہ کبیرہ ہے اور سؤر کھانے سے بھی بدتر۔ قرآن مجید میں سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی آیتیں انھیں نہ سُوجھیں تو خاک غور و احقاق کیا، یہ بھی جانے دو اسی غور و احقاق والی ردالمحتار سے اُس تمام بے سروپا تقریر کا خاص رَد لو۔ ردالمحتار کی جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ میں قبیل فصل فی البیع ہے:

اختلفوا فی سجود الملٰئکۃ قیل کان للہ تعالٰی والتوجہ الی اٰدم للتشریف کاستقبال الکعبۃ وقیل بل لاٰدم علٰی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا تاتارخانیۃ قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ واکراما ولذا امتنع عنہ ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابو منصور الماتریدی وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ[1]

یعنی سجدۂ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحیت و تکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہوگیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے، یہ تاتارخانیہ میں ہے، اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت و تکریم، ولہذا ابلیس اس سے باز رہا اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے، امام اجل علم الہدٰی امام اہلسنت

[1] ردالمحتار باب الاستبراء وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

سیدنا ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس پر دلیل ہے کہ حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہوجاتا ہے انتہی۔

للہ انصاف، اس غور و احقاق قرآن والی مشہور معتبر کتاب نے آپ کا کوئی فقرہ کسی فقرے کا کوئی تسمہ لگا رکھا و للہ الحمد۔

(۱۳۲) اگر بکر ربقۂ تقلید گردن سے نکال کر خود محقق بن کر یہ استدلال کرے تو استغفر اللہ، کیا امکان ہے کہ ایک حرف چل سکے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ت)

اوّلاً سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے رب عزوجل نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا:

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین[1]

جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دوں اس وقت تم اس کے لئے سجدہ میں گرنا۔

تو اس وقت نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اتری۔ ملائکہ و بشر کے احکام جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت میں من قبلنا (جو انبیاء ہم سے پہلے گزرے ان کی شریعت۔ت) نہیں، قصۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اتنا ثابت کہ شریعت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعل ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو اُن کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحت شرعیہ ہوگی کہ حکم شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے یہ اباحت اصلیہ ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدم حکم ہے، اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت میں من قبلنا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالٰی شبہہ کا اصل معنٰی ہی ساقط۔

(۱۳۳) ثانیاً قرآن عظیم سے سجدہ مبحوث عنہا (جو زیر بحث ہے۔ت) کا جواز قطعاً

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۲۹ و ۳۸/۷۲

ثابت ہونا بوجوہ باطل ؛

وجہ اول : علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سرخم کرنا۔ ابوالشیخ کتاب العظمۃ میں امام محمد بن عباد بن جعفر مخزومی سے راوی ؛

قال کان سجود الملٰئکۃ لاٰدم ایماء[1] آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔

ابن جریر و ابن المنذر و ابوالشیخ امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر قولہ تعالٰی وخروا لہ سجدا (اللہ تعالٰی کے ارشاد خروا لہ سجدا یعنی حضرت یوسف کے والدین اور ان کے برادر حضرت یوسف کے لئے سجدے میں گر گئے۔ ت) میں راوی ؛

قال بلغنا ان ابویہ واخوتہ سجدوا لیوسف ایماء برؤسھم کھیأۃ الاعاجم وکانت تلك تحیتھم کما یصنع ذلك ناس الیوم[2] ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ماں باپ بھائیوں کا سجدہ سر سے اشارہ کرنا تھا جیسے اہل عجم کے یہاں یہ ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی وغیرہ نے محاورات عرب سے اس معنی سجدہ کا اثبات کیا، امام بغوی نے معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور قولِ اول کو ضعیف کہا سجدۂ ملائکہ میں فرماتے ہیں ؛

لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذلك بالسلام[3] یعنی وہ زمین پر منہ رکھنا نہ تھا صرف جھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کرکے باطل فرمادیا۔

سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں ؛

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض و یعنی سجدے سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ فی العظمۃ عن محمد بن عباد تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مکتبۃ آیۃ العظمی قم ایران ۱/ ۴۸

[2] " " بحوالہ ابن جریر وابن المنذر وابی الشیخ عن ابن جریج " ۱۲/ ۱۰۰ " " ۴/ ۳۶

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸

انما هو الانحناء والتواضع وقیل وضعوا الجباہ علی الارض علی طریق التحیۃ والتعظیم وکان جائزا فی الامم السابقۃ فنسخ فی ھذہ الشریعۃ[1]

وہ تو صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا اور بعض نے کہا بطور تحیت و تعظیم پیشانی ہی زمین پر رکھی اور یہ اگلی امتوں میں جائز تھا اس شریعت میں منسوخ ہوگیا۔

بعینہٖ یونہی خازن میں ہے، دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا جلال سیوطی سجدۂ آدم میں فرماتے ہیں:

واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم سجود تحیۃ بالانحناء[2]

یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے (بطور حکم) فرمادیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی سجدہ سے بطور تحیت صرف جھکنا مراد ہے۔ (ت)

سورۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

خروا لہ سجدا سجود انحناء لا وضع جبھۃ وکان تحیتھم فی ذٰلک الزمان[3]

وہ سب حضرت یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے سجدہ میں گر گئے یعنی ان کے سامنے جھک گئے نہ کہ پیشانی زمین پر رکھی، اور یہ کاروائی اس زمانے میں ان کی تحیت یعنی تعظیم تھی۔ (ت)

جلال محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں:

واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم سجود انحناء لا وضع جبھۃ[4]

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی ان کے سامنے جھک جاؤ نہ کہ زمین پر پیشانی رکھو (ت)

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں، خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القراٰن الکریم الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی

یہ قرآن کریم کی تفسیر کا تکملہ ہے کہ جس کو جلال الدین محلی نے تالیف کیا اسی کی طرز پر سب سے

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۱۷

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/ ۳۴ اصح المطابع دہلی نصف اول ص ۸

[3] " " ۱۲/ ۱۰۰ " " " " " ۱۹۸

[4] " " ۱۸/ ۵۰ " " " نصف ثانی " ۲۴۷

نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال[1]　　زیادہ راجح قول پر اعتماد کرتے ہوئے (ت)

توان چاروں اکابر کے نزدیک راجح قول دوم ہے کہ محض جُھکنا تھا نہ کہ سجدۂ معروفہ، بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے وبہ اقول لقعوا وخروا (اور میں یہی کہتا ہوں (ترجیح قول اول) اس لئے کہ قرآن مجید میں الفاظ "قعوا" اور "خروا" ہیں یعنی اس کے لئے سجدہ میں پڑجاؤ، اور اس کے لئے وہ سجدہ میں گرگئے۔ ت) بہرحال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(۱۳۴) بکر کا صـ۵ـ پر اس سے بچاؤ کے لئے زعم کہ "سجدے کی صورت سوائے موجودہ شکل کے اور کوئی نہیں ہے، اور بعض غیر مسلم اقوام میں جو سجدہ کی تعریف ہے وہ اسلامی سجدہ نہیں بلکہ رکوع کے مشابہ ہے" سخت جہالت ہے کیا امام اجل محمد بن عباد تابعی تلمیذ ام المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وابوہریرہ وجابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وامام جلیل احد تبع التابعین ابن جریج تلمیذ امام ہمام جعفر صادق واستاذ الاستاذ امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی اور امام محی السنۃ بغوی وامام فخرالدین رازی وامام خازن وامام جلال الدین المحلی وامام جلال الدین سیوطی وغیرہم اکابر معاذ اللہ غیر مسلم اقوام سے ہیں یا اصطلاحات کفار سے قرآن عظیم کی تفسیر کرتے ہیں۔

(۱۳۵) سجدۂ تلاوت کہ نماز میں واجب ہو فوراً بشکل رکوع بھی ادا ہوجاتا ہے یونہی رکوع نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو، اور ایک روایت میں بیرونِ نماز بھی اس سجدہ میں رکوع کافی ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(تؤدی برکوع وسجود) غیر رکوع الصلٰوۃ وسجودھا (فی الصلٰوۃ لھا) ای للتلاوۃ و تؤدی (برکوع صلٰوۃ علی الفور)[2]　　جو سجدۂ تلاوت کہ نماز میں تلاوت کی وجہ سے واجب ہو وہ نماز کے رکوع، سجدہ کے علاوہ الگ رکوع اور سجدہ سے ادا کیا جاسکتا ہے لیکن اگر نماز میں ایک، دو یا تین آیتیں پڑھنے سے فوراً رکوع کیا تو سجدۂ تلاوت اس سے بھی ادا ہوجائے گا بشرطیکہ رکوع میں اسے ادا کرنے کی نیت کرے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وروی فی غیر الظاھر ان الرکوع ینوب عنھا　　غیر ظاہر روایت میں مروی ہے کہ رکوع بیرونِ نماز

---

[1] تفسیر جلالین　خطبۃ الکتاب　اصح المطابع دہلی　ص ۴

[2] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۱۰۵

خارج الصلوٰۃ ایضا[1]۔ سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہوجاتا ہے (ت)

جہالت سے شرعی احکام کو غیر اسلامی کردیا۔

(۱۳۶) وجہ دوم: اگر یہ سجدہ مشہورہ تھا تو ائمہ کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف کو تھا یا سجدہ اللہ عزوجل کو اور آدم و یوسف قبلہ۔ ابن عساکر ابوابراہیم مزنی سے راوی:

انہ سئل عن سجود الملٰئکۃ لاٰدم فقال ان اللہ جعل اٰدم کالکعبۃ[2]۔ یعنی اُن سے سجدۂ ملائکہ کے بارے میں استفسار ہوا، فرمایا اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کعبہ کی طرح کردیا تھا۔

معالم وخازن وغیرہما میں ہے:

وقیل معنی قولہ اسجدوا لاٰدم ای الٰی اٰدم فکان اٰدم قبلۃ والسجود للہ تعالٰی کما جعلت الکعبۃ قبلۃ للصلوٰۃ والصلوٰۃ للہ تعالٰی[3]۔ یعنی بعض نے کہا معنی آیت یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالٰی کو، جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے۔

نیز سورۂ یوسف میں ہے:

وروی عن ابن عباس معناہ خروا لہ عزوجل سجدا بین یدی یوسف والاول اصح[4]۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے، اور اول زیادہ صحیح ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قول دوم کی تحسین کی۔

حیث قال الوجہ الثانی انہم جعلوا یوسف کالقبلۃ وسجدوا للہ شکر النعمۃ وجدانہ وھذا جیسا کہ امام رازی نے فرمایا کہ دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت یوسف کو قبلہ کی طرح ٹھہرایا تھا (یعنی ان کی طرف سجدہ کیا) لیکن

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۸

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن عساکر تحت آیۃ واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم الخ قم ایران ۱/ ۱۵۰

[3] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۳۴ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸

[4] " " " " " " " " " " ۱۲/ ۱۰۰ " " " ۳/ ۳۱۷

التاویل حسن فانه یقال صلیت للکعبة کما یقال صلیت الی الکعبة قال حسان ع
الیس اول من صلی لقبلتکم[1]

سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا تھا حضرت یوسف کو پالینے کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے، اور یہ توجیہ اچھی ہے کیونکہ صَلَّیْتُ للکعبة کہا جاتا ہے جیسا کہ صلیت الی الکعبة کہا جاتا ہے یعنی دونوں میں کوئی فرق نہیں [یعنی میں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی] اور حضرت حسان نے فرمایا ع کیا وہ پہلا شخص نہیں جس نے تمہارے قبلہ کے لئے یعنی اس کی طرف نماز پڑھی (ت)

اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر یہ محل نزاع سے خارج ہے، نزاع اس میں ہے کہ غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کیا جائے ص۳ پر تحریر بحر کا سرنامہ ہے: "پیروں اور مزاروں کو تعظیمی سجدہ"۔ ص۵ "عبادت کے سجدے اور تعظیم کے سجدے میں بہت فرق ہیں، عبادت کا سجدہ غیر خدا کو کرنے کی ممانعت فرمائی"۔ ص۶ "عبادت کا سجدہ غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے جائز ہیں۔" ص۷ "تعظیمی سجدے کے خلاف قرآن خاموش ہے نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہ غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا" ص۸ و۹ "وہ آیت کہ سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو اس میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے"۔ ص۹ "صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، فرمایا آدمی کو زیبا نہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کرے"۔ ص۱۱ "خدا کی مرضی تھی کہ خلافت کی تعظیم وہی ہو جو میری، اس واسطے آدم کو سجدہ کرایا" ص۱۵ "مسجود خلائق کسی بندہ کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے"۔ ص۱۶ "ہر حاضر ہونے والا آپ کو سجدہ تعظیمی کرتا تھا"

ص۱۷ سیر الاولیا سے،

در امم ماضیہ رعیت بادشاہ را و امت مر پیغمبر را سجدہ می کردند[2]

پہلی امتوں میں رعیت بادشاہ کو امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔

لطائف سے،

القوم للنبی والمرید للشیخ والرعیة للملک والولد للوالدین والعبد للمولیٰ[3]

قوم، پیغمبر کو۔ مرید، پیر کو۔ رعیت، بادشاہ کو۔ بیٹا، والدین کو۔ اور غلام آقا کو (سجدہ کیا کرتے تھے)۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۱۲/۱۰۰ المطبعة البہیة المصریة مصر ۱۸/۲۱۲
[2] سیر الاولیاء باب ششم مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۱
[3] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

صفحہ ۲۱ :

سجد الرجل للسلطان ولغیرہ یرید به التحیة لایکفر[1] — کسی شخص نے بادشاہ یا کسی اور کو سجدہ کیا کہ جس سے اس کی تعظیم مراد تھی تو وہ (اس کام سے) کافر نہ ہوگا۔ (ت)

صفحہ ۲۲ "سجدہ تحیت آدمی کے لئے ہے سجدہ عبادت خدا کے لئے"۔ ایضاً "سجدہ تحیت نبی کے لئے، پیر کے لئے، بادشاہ کے لئے، والدین کے لئے، آقا کے لئے۔ ایضاً "بادشاہ کو سجدہ کیا یا اور کسی کو اور تعظیم کی نیت ہوئی تو کافر نہیں"۔ صـ۲۳ "سجدہ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا"۔ ایضاً "بزرگوں کو تعظیمی سجدہ"۔ صـ۲۴ "مزاروں کو سجدہ"۔ غرض اول تا آخر تحریر بکر شاہد اور خود ہر شخص آگاہ کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے میں کلام ہے نہ کہ غیر کی طرف، کعبہ کی طرف ہر مسلمان سجدہ کرتا ہے اور کعبہ کو سجدہ کرے تو کافر۔

(۱۳۷) بکر نے بعلت عادت خود کشی کہ اوھو فی الخصام غیر مبین ○ (وہ کھل کر واضح طور پر جھگڑالو نہیں۔ ت) صـ۱ پر "سجدہ کی مجازی وحقیقی سمت" کی سرخی دے کر اپنی اگلی پچھلی ساری کارروائی خاک میں ملاتی نافع ومضر میں بے تمیزی اس پر لائی کہ وہی قول مان لیا جس پر سجدہ آدم کو سجدہ نزاعی سے کچھ تعلق نہ رہا اور اسی کو اپنے مزعوم سجدہ کا مطلب قرار دیا تصریح کردی کہ "درحقیقت آدم کا سجدہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کی جانب سجدہ تھا آدم محض ایک سمت تھے جیسا کعبہ ہمارے سجدوں کی سمت ہے تو کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ تو سمت سجدہ ہوسکتا ہے اور آدم کا وجود جو خلیفۃ اللہ اور انوار الٰہی کا زندہ خزانہ ہے سجدہ کی سمت نہیں ہوسکتا بالکل عیاں ہے کہ کعبہ کی طرح آدمی بھی سجدہ تعظیمی کی سمت مجازی ہے۔" چلئے فراغت شد سارا دفتر گاؤ خورد (سارا دفتر گائے نے کھالیا۔ ت) جس شخص کو یہ تمیز نہ ہو کہ اس کے سر میں کیا ہے اور منہ سے کیا نکلتا ہے یہ ادراک نہ ہو کہ وہ اپنا گھر بناتا یا یکسر ڈھارہا ہے اس کا مدارک علیہ میں دخل دینا عجب تماشا ہے۔

(۱۳۸) وہ جو صـ۲۱ پر بحوالہ لطائف مرصاد سے نقل اور صـ۲۲ پر اس کا ترجمہ کیا کہ "مشائخ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ سجدہ نہیں بلکہ تعظیم ہے اپنے معبود کے نور کی جو مشائخ میں جلوہ فگن ہوتا ہے" یہ بھی وہی سارے گھر کا ستیاناس لگالینا ہے۔ یہ عبارت لطائف کا ساتواں خاندہ ہے مشائخ

---

[1] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم صـ۲۹

کوسجدہ کہ مشائخ کے سامنے سجدہ رہ گیا اب کسے روئیں گے، وہ چھتیس[۳۶] جگہ لام اور را اور کو جو نمبر ۱۳۴ میں گزرے۔

(۱۳۹) مگر یہ بھی وقتی بول ہے کہ منہ سے نکل گیا، ہرگز بکر کے دل کی نہیں کہ مشائخ کو سجدہ تحیت نہ ہو صرف اس کے سامنے ہو، نہ ہرگز یہ اس کے فاعلوں کی نیت ہوتی ہے بلکہ یقیناً مشائخ ومزارات ہی کو سجدہ کرتے اور اسی کا قصد رکھتے اور اسی پر لڑتے جھگڑتے ہیں تو بکر پر یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم[۱] (وہ اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ ت) صادق، ع

منہ سے کہتے ہیں جو دل میں نہیں

(۱۴۰) جب یہ ٹھہری کہ سجدہ مشائخ کو نہیں وہ صرف سمت ہیں اور سجدہ اللہ عزوجل کو، تو اب سجدۂ عبادت وتحیت کا تعدد باطل، کیا اللہ کو کبھی سجدہ معبود سمجھ کر ہوگا وہ سجدہ عبادت ہے اور کبھی بغیر معبود سمجھے وہ سجدۂ تحیت ہے، حاشا اُسے ہر سجدہ معبود ہی جان کر ہوگا تو صرف سجدۂ عبادت رہ گیا سجدۂ تحیت خود ہی باطل ہوا اور صفحہ ۵، ۶، ۷ وغیرہا کی ساری لفاظیاں باطل ولغو ہوگئیں۔

(۱۴۱) لغو ہی نہیں بلکہ مراد بکر پر پانی پھر گئیں، جب ہر سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور اُسے اقرار ہے کہ سجدۂ عبادت کے لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو سمت ٹھہرایا ہے تو مشائخ یا مزارات کو اس کی سمت بنانا اللہ عزوجل سے صریح مخالفت وحرام ہے۔

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی وظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماچکا:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[۲] تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو منہ کرو۔

تو جس طرح اس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوگیا اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے مستحق جہنم ہے یونہی آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کے یہاں جو معظمین دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہوگیا اور مشائخ ومزارات کو سمت بنانے والا حکم الٰہی کا مخالف ومستحق نار ہوا جیسے کوئی بہن سے نکاح کرے اس سند سے کہ شریعتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جائز تھا واقعی علی نفسہا تجنی براقش۔

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷
[۲] " " ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

(۱۴۳) اب وہ بیہودہ قیاس کہ "کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ الخ" خود ہی مردود ہوگیا نص قطعی کے مقابل قیاس کار ابلیس ہے کہ:

انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین[1]

میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے (آدم کو) کیچڑ سے پیدا کیا۔ (ت)

(۱۴۴) اور وہ قیاس بھی کتنا اوندھا، پتھروں کا بنا ہُوا بے جان کعبہ تو اعلٰی سجدے سجدہ عبادت کی سمت حقیقی ہو اور خلیفۃ اللہ زندہ خزانہ انوارِ الٰہی ادنٰی سجدے سجدہ تحیت کی بھی سمتِ حقیقی نہ بن سکے صرف مجازی ہو یہ قیاس صحیح ہوتا تو عکس ہوتا۔

(۱۴۵) جب سجدہ مشائخ کی طرف ہے تو سمت حقیقۃً متحقق موجود مشاہد کو مجازی ماننا کن آنکھوں کا کام ہے۔

(۱۴۶) جو آنکھیں مشاہدات کو مجازی مانیں اُن سے اس کی کیا شکایت کہ کعبہ ان پتھروں سے بنے ہوئے مکان کا نام نہیں ورنہ پہاڑوں اور کنویں میں نماز باطل ہو ہاں کرشن مت میں کعبہ کی حقیقت اتنی ہی ہوگی کہ پتھر کا گھر جیسے مندر کی مُورتیں۔

(۱۴۷) اس بیہودہ قرارداد و بیمعنی قیاس نے کلام حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا رَد کردیا، عبارت سیر الاولیاء کہ بکر نے صہ ۱۹ پر جس کا حوالہ دیا قصہ سیاح کے بعد اُس کی ابتداء یُوں ہے:

بعد فرمود معہذا درپیش من رُوئے بر زمیں می آورند من کارہ ام۔

اس کے بعد فرمایا اسکے باوجود لوگ میرے سامنے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ (ت)

جب یہ سجدہ اللہ ہی کو ہے خدا کے سجدے کو بُرا سمجھنا کیا معنی، اپنے سمت بننے کو بُرا جاننا کس لئے کیا "پتھروں کا کعبہ سمتِ سجدہ ہوسکتا ہے اور خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ نہیں ہوسکتا" اگر وُہ اپنے آپ کو خزانہ انوار الٰہی نجانتے تھے تو منع کیوں نہیں فرماتے تھے۔ یہ کیا حجت ہوئی کہ صہ ۱۹ "اپنے شیخ کے ہاں ایسا دیکھا ہے" شیخ تو خزانہ انوار الٰہی تھے یہاں منع کرنے کو معاذ اللہ وہاں کی تجہیل و

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۲ و ۳۸/ ۷۶

تفسیق سے کیا علاقہ۔

(۱۴۸) صدر کلام سے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سجدۂ تحیت سے کارہ ہونا اُڑا دیا۔ یہ خیانت کی فہرست میں اضافہ ہے۔

(۱۴۹) یہی رُد عبارت لطائف کا کرلیا خصوصاً حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عالم کے سوال اور حضرت کے ارشاد کا ترجمہ کیا "ایک مولوی صاحب نے مخدوم سے سوال کیا یہ سجدہ نامشروع ہے، مخدوم نے فرمایا میں نے بارہا منع کیا اور اس حرکت سے روکا ہے یہ باز نہیں آتے" اللہ کو سجدے سے روکنا اور بار بار منع کرنا اور بکر صاحب کا ترجمہ میں اسے حرکت کہنا کیا معنٰی!

(۱۵۰) عالم نے کہا یہ سجدہ نامشروع ہے حضرت مخدوم نے اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تائید فرمائی کہ میں نے تو بارہا منع کیا ہے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم بھی اس سجدہ کو نامشروع جانتے تھے ورنہ حق سے سکوت درکنار باطل کی تائید نہ فرماتے۔ یہ عبارت لطائف کا آٹھواں فائدہ ہوا، وجہ دوم میں یہ۲۴ نمبر اس وجہ پر زائد تھا مگر اصل مبحث کے کمال مؤید کہ بکر کے ہاتھوں "یخربون بیوتھم بایدیھم" آشکار ہوا اپنے ہاتھوں اپنا گھر ویران کرتے ہیں۔ رہا وبایدی المؤمنین اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ اوپر کے گزشتہ و آئندہ کے کثیر نمبروں سے آشکار فاعتبروا یا اولی الابصار[1] (پھر نصیحت اور پندپذیر ہوا ے نگاہیں رکھنے والو! ت)

(۱۵۱) **وجہ سوم:** آیت سورۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک وجہ نفیس اور ہے جس سے سمت بنانا بھی برقرار نہیں رہتا، ابن عطا بن ابی رباح استاذ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا معنی آیت یہ ہے کہ یوسف کے پانے پر اللہ کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں میرے نزدیک آیت کے یہی معنٰی متعین ہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا ازبس بعید ہے اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُسے روا رکھنا اُن کے دین و عقل سے مستبعد کہ باپ اور بوڑھے اور نبی اللہ اور علم و دین و درجاتِ نبوت میں اُن سے زیادہ اور وہ الٹا انھیں سجدہ کریں، تفسیر کبیر کی عبارت یہ ہے:

وھو قول ابن عباس فی روایۃ — پہلی بات، اور وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

عطاء ان المراد بھذہ الآیۃ انھم خروا لہ ای لاجل وجدانہ سجدا للّٰہ تعالٰی۔ و حاصل الکلام ان ذٰلک السجود کان سجود اللشکر فالمسجود لہ ھو اللّٰہ تعالٰی الا ان ذٰلک السجود انما کان لاجلہ، وعندی أن ھذا التاویل متعین لانہ لایستبعد من عقل یوسف ودینہ ان یرضی بان یسجد لہ ابوہ مع سابقتہ فی حقوق الابوۃ و الشیخوخۃ والعلم والدین وکمال النبوۃ۔[1]

کا ارشاد ہے بروایت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اس آیۃ خروا لہ سجدا سے مراد یہ ہے کہ وہ سب حضرت یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کے پالینے کی نعمت پر اللہ تعالٰی کیلئے سجدہ ریز ہوئے، لہذا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ سجدہ تو اللہ تعالٰی کے شکر ادا کرنے کا سجدہ تھا لہذا اس میں "مسجود لہ" (وہ جس کے لئے سجدہ کیا جائے) اللہ تعالٰی ہے، البتہ وہ سجدہ حضرت یوسف کی وجہ سے تھا یعنی ان کو پالینے کی خوشی میں اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے لئے سجدہ بجالایا گیا، اور میرے (یعنی امام فخر الدین رازی کے) نزدیک یہی تاویل و توجیہ متعین ہے، کیوں؟ اس لئے کہ حضرت یوسف کی ذہانت اور کمالِ عقل اور صاحبِ دین ہونے کی وجہ سے یہ بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہوجائیں کہ ان کے بوڑھے باپ جو حقوق ابوت (پدری حقوق)، مقام نبوت، بڑھاپے، علم اور دین (ان تمام اوصاف میں) ان سے درجہ اولویت اور سبقت رکھتے ہوں، ان کے آگے سجدہ کریں (ت)

پھر فرمایا:

الوجہ الخامس لعل التحیۃ فی ذٰلک الوقت ھو السجود وھذا فی غایۃ البعد لان المبالغۃ فی التعظیم کانت الیق بیوسف منھا بیعقوب علیھما الصلٰوۃ والسلام فلوکان الامر کما قلتم لکان من الواجب ان یسجد یوسف لیعقوب علیھما الصلٰوۃ والسلام۔[2]

پانچویں وجہ: اس دور میں، شاید تعظیم کیلئے سجدہ ہوا کرتا تھا (اور جو کچھ مروی ہوا) یہ عقل سے انتہائی بعید ہے کیونکہ تعظیم میں مبالغہ اختیار کرنا حضرت یوسف کے زیادہ لائق اور مناسب تھا کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے کرتے، لہذا اگر معاملہ ایسا ہے جیسا کہ تم نے کہا تو پھر حضرت یوسف کے لئے واجب تھا کہ وہ اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہما الصلٰوۃ والسلام کو سجدہ کرتے۔ (ت)

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۲/۱۰۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۸/ ۲۱۲

[2] " " " " " " ۱۸/ ۲۱۳

(۱۵۲) وجہ چہارم: سب جانے دو وہ انھیں کو سجدہ معروفہ سہی اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں ائمہ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے بعض کے نزدیک وہ اصلاً حجت نہیں، نہ اُن پر عمل جائز جب تک ہماری شرع سے کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور یہی مذہب اکثر متکلمین اور ایک گروہ حنفیہ وشافعیہ کا ہے، اور اسی پر امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام فخرالدین رازی وسیف آمدی ہیں، بعض کے نزدیک حجت ہیں جب تک نسخ پر دلیل قائم نہ ہو، اکثر حنفیہ اسی پر ہیں۔ اصول امام فخرالاسلام میں ہے:

قال بعض العلماء یلزمنا شرائع من قبلنا حتی یقوم الدلیل علی النسخ و قال بعضھم لایلزمنا حتی یقوم الدلیل۔[1]

بعض علمائے کرام نے فرمایا شرائع (اور ادیان) جو ہم سے پہلے ہوئے اُن کے مطابق عمل کرنا ہمارے لئے لازم (اور ضروری) ہے جب تک کوئی دلیل ان کے نسخ پر قائم نہ ہو۔ بعض نے فرمایا وہ ہم پر لازم نہ ہو یہاں تک کوئی دلیل (جواز عمل) قائم ہو۔(ت)

شرح امام عبدالعزیز بخاری میں ہے:

ذھب اکثر المتکلمین وطائفۃ من اصحابنا واصحاب الشافعی الی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن متعبدًا بشرائع من قبلنا وان شریعۃ کل نبی تنتھی بوفاتہ علی ما ذکر صاحب المیزان او یبعث نبی اٰخر علی ما ذکر شمس الائمۃ ویتجدد للثانی شریعۃ اخری فعلی ھذا لایجوز العمل بھا الا بما قام الدلیل علی بقائہ وقال بعضھم یلزمنا فیما لم یثبت انتساخہ۔[2]

اکثر اہل کلام اور ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ اور اصحاب امام شافعی اس نظریہ کی طرف گئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرائع سابقہ پر عامل نہ تھے کیونکہ ہر نبی کی شریعت اس کی وفات پر منتہی ہوجاتی ہے جیسا کہ صاحب المیزان نے ذکر فرمایا، (یہاں تک کہ) کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا ہے پھر اس دوسرے نبی کے لئے تجدید شریعت ہوتی ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان فرمایا، لہذا شرائع سابقہ پر عمل کرنا جائز نہیں مگر جبکہ اس کے بقاء پر کوئی دلیل قائم ہو، اور بعض نے فرمایا

---

[1] اصول البزدوی باب شرائع من قبلہا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی " دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۱۲

ہمیں ایسے احکام پر عمل کرنا لازم ہے کہ جن کا نسخ ثابت نہ ہو۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے،

وعن الاکثرین المنع وعلیہ القاضی و الرازی والآمدی[1]	اکثر اہلِ علم سے اس پر عمل کرنے کی ممانعت منقول ہے، چنانچہ قاضی، رازی اور علامہ آمدی کی یہی رائے ہے۔ (ت)

(۱۵۳) **وجہ پنجم:** وُہ کوئی حکم عام نہیں وہ واقعۂ حال ہیں اور باتفاق عقل ونقل واقعۂ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اب جو اُس سے ایک عام استنباط کرنا چاہیں تو وہ نہ ہوگا مگر یوں کہ علت جامعہ نکال کر مسکوت عنہ کو منصوص پر قیاس کریں تو نص نہ رہا کہ قطعی ہو بلکہ قیاس کہ ظنی ہے۔

(۱۵۴) **ثالثاً** حجت ماننے والے بھی اس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اُس پر انکار نہ فرمایا ہو اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا: لاتفعلوا[2] نہ کرو، لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للّٰہ تعالٰی[3] کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں۔ بالفرض اگر یہاں ظنیت ہو تو وہاں ظنیت در ظنیت کتنی ظنیتیں ہیں ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے اور انکار خاص اُس بیان کے ساتھ ہونا کچھ ضرور نہیں ورنہ بکثرت استحالے لازم آئیں گے وخلق منھا زوجھا[4] (اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ ت) سے اصل وفرع مثلاً باپ بیٹی کا نکاح جائز ہوجائے گا وبث منھما رجالاً کثیرا ونساء[5] (اور اُن دونوں (آدم وحوا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ ت) سے بہن بھائی کا، فساھم فکان من المدحضین[6] (پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پھر وہ (دریا میں) دھکیلے ہوئے لوگوں میں سے ہوگئے۔ ت) سے محض بربنائے قرعہ کسی مسلمان کو سمندر میں

---

[1] مسلم الثبوت فصل فی افعالہ الجبلیۃ الاباحۃ مسئلہ نحن والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متعبدون الخ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۵

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

سنن ابی داؤد کتاب النکاح " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱

[6] " " ۳۷/ ۱۴۱

پھینکنا فبرأہ اللہ مما قالوا[1] (پھر اللہ تعالٰی نے لوگوں کے غلط کہنے سے اُسے بَری کر دیا۔ ت) سے برملا برہنہ نکلنا وکشفت عن ساقیھا[2] (پھر اس عورت (ملکہ سبا) نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ ت) سے حرہ اجنبیہ کی ساقین دیکھنا مجمع کو دکھانا یعملون لہ مایشاء من محاریب وتماثیل[3] (وہ (سلیمان علیہ السلام) جو کچھ چاہتے جنّات ان کے لئے بنا دیتے یعنی پختہ عمارتیں اور مجسّمے۔ ت) سے زید وعمرو کے بُت بنانا فطفق مسحا بالسوق والاعناق[4] (پھر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے۔ ت) سے اپنے نسیان کے بدلے گھوڑوں کا قتل الٰی غیر ذٰلک (اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں۔ ت)۔

(۱۵۵) بکر نے حسبِ عادت یہاں بھی تین کتابوں پر افترا کئے ہدایہ میں امام محمد کا ایک فرق اصطلاح بیان کیا کہ:

الروی عن محمد نصا ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام[5]۔

یعنی امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے مگر جہاں وہ نص قطعی نہیں پاتے وہاں لفظ حرام نہیں کہتے۔

اس کا ترجمہ یہ بیان کیا ص۱۱ "جس میں کوئی نص قطعی نہ پائی جائے اس پر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا" وہ صاف صاف تو فرما رہے ہیں کہ ہر مکروہ حرام ہے اور پھر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا' یہ ھدایہ پر افترا ہے۔

(۱۵۶) ابتدائے عبارت سے وہ الفاظ کہ امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے صاف کترلئے کہ چال نہ کھلے' یہ خیانت ہے۔

(۱۵۷) ص۱۱ ردالمحتار کی عبارت نقل کی:

شرع من قبلنا حجۃ لنا اذا قصہ اللہ تعالٰی اور سولہ من غیر انکار ولم یظھر

جو حضرات ہم سے پہلے ہوئے ان کی شریعت (اور دین) ہمارے لئے دلیل ہے جبکہ اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۹
[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۴
[3] " " ۳۴/ ۱۳
[4] " " ۳۸/ ۳۳
[5] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۰

نسخه ففائدة نزول الأية تقرير الحکم الثابت[1]

اور اس کا رسول گرامی بغیر انکار کئے اُسے بیان فرمائیں اور اس کا نسخ ظاہر اور ثابت نہ ہو۔ پھر نزول آیت کا فائدہ حکمِ ثابت کو برقرار رکھتا ہے۔ (ت)

اور صـ۱۲ پر اُس کا ترجمہ کیا نفیس ہوتا ہے: "تو نزول آیت کا فائدہ حکمِ ثبوت کو پہنچے گا" زہے بعلمی۔

(۱۵۸) صـ۱۲ پر قاضی خاں کی عبارت الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2] (اشیاء میں اصل ان کا مباح ہونا ہے۔ ت) کا یہ ترجمہ کیا تمام اشیاء میں اصلیت مباح ہوتا ہے، زہے مغشی گری۔

(۱۵۹ تا ۱۶۱) خیر، یہ تو معمولی کمالات بکری ہیں، کہنا یہ ہے کہ ہدایہ و ردالمحتار و قاضی خان کی عبارتیں تو یہ نقل کیں اور صـ۱۲ پر نتیجہ یہ دیا "یہ کتابیں صاف صاف کہتی ہیں کہ سابقہ شریعت کی بات کے خلاف کوئی نص قطعی موجود نہ ہو تو اس کے مباح ہونے میں کسی دلیل کی حاجت نہیں" ہدایہ و قاضی خان کی عبارتوں میں تو شریعت سابقہ کا نام تک نہ تھا، ردالمحتار میں ذکر تھا نص قطعی کا ذکر تک نہ تھا، یہ تینوں کتابوں پر تین افتراء ہوئے۔

(۱۶۲) رابعاً اگر قطعیت درکار ہو تو نمبر ۱۱ میں تفسیر عزیزی سے گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے میں متواتر حدیثیں ہیں۔

(۱۶۳) اگر روایۃً متواتر نہ بھی ہو قبولاً متواتر ہے کہ تمام ائمہ اسے مانتے ہوئے ہیں تو اُس سے قطعی کا نسخ روا ہے جیسے حدیث لا وصیۃ لوارث[3] (کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ ت) جس سے وصیت والدین و اقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ کہی گئی، امام اجل بخاری کشف الاسرار میں فرماتے ہیں:

هذا الحدیث فی قوة المتواتر اذ المتواتر نوعان متواتر من حیث الروایة ومتواتر من حیث ظهور العمل به من غیر نکیر

یہ حدیث، متواتر کے زمرہ میں ہے، اس لئے کہ متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) متواتر بلحاظ روایت (۲) اس حیثیت سے متواتر کہ بغیر انکار اس پر ظہورِ عمل ہے (خلاصہ) (۱) متواتر

---

[1] ردالمحتار

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

[3] سُنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰

فان ظهورہ یغنی الناس عن روایته وھو بھذہ المثابة فان العمل ظھر به مع القبول من ائمة الفتوٰی بلا تنازع فیجوز النسخ به[1]

روایتی (ii) متواتر عملی، کیونکہ اس کا ظہور لوگوں کو اس کی روایت کرنے سے بے نیاز کردیتا ہے۔ اور وہ اس درجہ میں ہے، کیونکہ اس پر عمل کرنا بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا اور اس کے باوجود ائمہ فتوٰی نے اسے بغیر کسی نزاع کے قبول اور تسلیم کیا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ نسخ جائز ہے۔ (ت)

(۱۶۴) نہ سہی تو خود بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے نمبر ۱۵ میں گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہو دلیل نسخ یقیناً ہے کہ:

لا تجتمع امتی علی الضلالة۔[2]

میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ (ت)

کشف میں ہے:

الاجماع لاینعقد البتة بخلاف الکتاب والسنة فلا یتصوران یکون ناسخا لھما ولو وجد الاجماع بخلافھما لکان ذلک بناء علی نص آخر ثبت عندھم انه ناسخ للکتاب والسنة۔[3]

یقیناً اجماع، کتاب وسنت کے خلاف کبھی منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اجماع کتاب وسنت کے لئے ناسخ ہوگا۔ پھر اگر اجماع اُن دونوں کے خلاف پایا جائے تو یہ کسی ایسی دوسری نص کی بنا پر ہوگا جو ائمہ کرام کے نزدیک کتاب وسنت کی ناسخ ہوگی (ت)

مسلّم و فواتح میں ہے:

الاجماع دلیل علی الناسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسر۔[4]

اجماع ناسخ پر دلیل ہے جیسے کسی صحابی کا اپنی نص مفسر کے خلاف عمل کرنا۔ (ت)

(۱۶۵) خبر منسوخ نہونے کا مسئلہ یہاں پیش کرنا سخت جہالت ہے، خبر یہ تھی کہ ملائکہ و یعقوب

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۷۸
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲
[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۷۶
[4] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۸۱

علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ کیا اُسے کون منسوخ مانتا ہے کیا واقع غیر واقع ہوسکتا ہے اس خبر سے یہ حکم مستنبط کرتے ہو کہ سجدۂ تحیت غیر خدا کو جائز ہے یہ حکم اگر تھا تو منسوخ ہوا، مسلم وفواتح میں ہے:

ھٰھنا امران الاخبار بتعلق الامر بالمخاطبین والامر المتعلق بھم الموجب ولم ینتسخ الخبر لان وقوع الامر واقع لم یرتفع وانما نسخ الامر المخبر عنہ وھو لیس خبرا فما ھو خبر لم ینتسخ وما انتسخ لیس بخبر[1]

یہاں دو امر ہیں، ایک یہ کہ خبر، "امر بالمخاطبین" سے متعلق ہے۔ دوسری یہ کہ جو امر ان سے متعلق ہے وہ موجب ہے۔ لہذا خبر میں نسخ نہیں اس لئے کہ وقوعِ امر واقع ہے کہ جس میں ارتفاع ممکن نہیں۔ البتہ امر مخبر عنہ میں نسخ واقع ہوا ہے۔ اور وہ خبر نہیں۔ لہذا جو خبر ہے وہ منسوخ نہیں اور جو منسوخ ہے وُہ خبر نہیں۔ (ت)

(۱۶۶) بکر نے اپنے افترا ات علی اللہ تعالٰی میں زعم کیا صفحہ ۱۶ کہ خدا نے قرآن میں فرمایا تھا اینما تولوا فثم وجہ اللہ[2] تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے یعنی جس طرف سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا' بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی' یہ آیت بھی جملہ خبریہ تھی کس طرح منسوخ ہوگئی۔

(۱۶۷ تا ۱۷۲) اب باپ بیٹی' بہن بھائی کے نکاح اور دیگر امور مذکورہ نمبر ۱۵۴ کی حرمت کی کوئی راہ نہ رہی کہ وہ تمام آیات اخبار ہی تھیں اور "اخبار منسوخ نہیں ہوتے"۔

(۱۷۳) بلکہ یہ سب زائد از حاجت ہے ہم ثابت کر چکے کہ اس سجدۂ تحیت کا جواز نص کا حکم نہیں، ہوگا تو قیاس سے، قیاس مجتہدین پر ختم ہوگیا۔

(۱۷۴) قیاس بھی سہی تو سجدہ غایت تعظیم ہے، خود بکر نے صفحہ ۸ پر کہا "تعظیم کا اظہار اس سے زیادہ انسان اور کسی صورت سے نہیں کرسکتا"۔ صفحہ ۱۱ "آخری تعظیم ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے" اور غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار۔ کم درجہ معظم کے لئے انتہا درجہ کی تعظیم ظلم صریح ہے اور اعلٰی معظمین کے حق میں دست اندازی۔ ع

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

(اگر تم مراتب کا فرق ملحوظ نہ رکھو گے تو نری بے دینی ہوگی۔ ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ مسئلہ جاز نسخ ایقاع الخبر اتفاقًا منشورات الشریف الرضی ایران ۲/ ۶۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام دونوں نبی تھے تو غیر انبیاء مشائخ و مزارات کو اُن پر قیاس کرکے اُن کے لئے سجدۂ تعظیمی بتانا ظلمِ شدید ہے اور انبیاء کا حق تلف کرنا۔

(۱۷۵) یہ سب اُسے شریعت سابقہ مان کر ہے، ہم بیان کرچکے کہ سرے سے اسی کا ثبوت نہیں اب نہ حکم ثابت نہ نسخ کی حاجت، سجدۂ آدم کا حکم بشر کو نہ تھا ملائکہ کے لئے اب بھی ہو تو ہمیں کیا، سجدۂ یوسف بربنائے اباحت اصلیہ ہونا ممکن، اور اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

رفع مباح الاصل لیس بنسخ[1] اصلی اباحت کا اُٹھ جانا نسخ نہیں۔ (ت)

اسی طرح کشف الاسرار وغیرہ میں ہے تو ارشادِ حدیث لاتفعلوا[2] (ایسا نہ کرو۔ ت) واجب القبول اور سجدۂ تحیت کا حرام ہونا ہی حکمِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

رسالہ

الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ

ختم شد

---

[1] مسلم الثبوت باب فی النسخ مسئلہ اجمع اہل الشرائع علی جوازہ عقلاً مطبع انصاری دہلی ص ۱۶۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۱

سنن ابن ماجہ ابواب النکاح 〃 〃 〃 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

حواشی

الزبدۃ الزکیۃ کے بعض صفحات پر مصنف علیہ الرحمۃ کے عربی حواشی جو کہ خالص فنی اور علمی ہیں اور عام قاری سے غیر متعلق ہیں لہذا ان کا ترجمہ نہ کیا گیا، ان عربی حواشی کو ہر صفحہ اور حدیث ونص کے حوالہ سے مرتب کرکے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔

ص ۴۴۱ ، حدیث ۵، ۶

۱۔ رأيته في دلائل أبي نعيم وعزاه الفاسي في مطالع المسرات للبيهقي ۱۲ منه .

۲۔ عزاه في الخصائص للطبراني وأبي نعيم ورأيته له وزاد في آخره "فتركوه" وعزاه في مطالع المسرات لأحمد والحاكم والبيهقي والبغوي ۱۲ منه .

ص ۴۴۴ ، حدیث ۱۰

۱۔ ذكره مستندا في الجامع الكبير وقصه الزرقاني ۱۲ منه .

ص ۴۴۵ ، حدیث ۱۱

۱۔ عزاه خاتم الحفاظ في الدر المنثور لابن أبي شيبة ، وفي الجامع الكبير لعبد بن حميد . وفي مناهل الصفاء للبقية ۱۲ .

ص ۴۴۶ ، حدیث ۱۲

۱۔ رأيته لأبي نعيم وللفقيه وعزاه في الدر المنثور والجامع الصغير للحاكم ، وشيخنا السيد أحمد دحلان في السيرة النبوية للبزار ۱۲ منه .

ص ۴۴۷ ، حدیث ۱۳

۱۔ رأيته في ابن ماجة ، وزاد في الترغيب ابن حبان ، وعزاه في الجامع الكبير لأحمد ، وفي إتحاف السادة للبيهقي ۱۲ منه .

ص ۴۴۸ ، حدیث ۱۳ میں اقول کے تحت وحدیث ۱۴

۱۔ قال ابن ماجة ، حدثنا حماد بن زيد عن أيوب عن القاسم الشيباني عن عبدالله بن أبي أوفى رضى الله تعالى عنهما ، القاسم : هو من رجال مسلم والنسائي هو وأزهر ، صدوقان ، وحماد وأيوب ثقتان جليلان لا يسأل عن مثلهما ۱۲ منه .

۲۔ خاتم الحفاظ في الدر المنثور ۱۲ منه .

ص ۴۴۹، حدیث ۱۵ و حدیث ۱۵ میں اقول کے تحت و حدیث ۱۶

۱- رأيته في المسند عزاه مرفوعة في الدر المنثور له ولأبي بكر، وفي الجامع الكبير للطبراني في الكبير ۱۲ منه.

۲- إذ قال الإمام أحمد حدثنا وكيع، ثنا الأعمش عن أبي ظبيان عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أنه لما رجع من اليمن.... الحديث ۱۲ منه.

۳- رأيته في أبي داؤد له، عزاه في الترغيب، وللبقية في إتحاف السادة ۱۲ منه.

ص ۴۵۰، حدیث ۱۷ تا ۲۱

۱- جمع الجوامع ۱۲ منه.

۲- بسند حديث أبي هريرة الأول ثم قال وفي الباب عن معاذ بن جبل وسراقة بن مالك بن جعشم وعائشة وابن عباس وعبد الله بن أبي أوفى وطلق بن علي وأم سلمة وأنس و ابن عمر رضي الله تعالى عنهم حديث أبي هريرة حديث حسن غريب من هذا الوجه اهـ ۱۲ منه.

ص ۴۵۵، حدیث ۳۶ و ۳۷ و حدیث ۳۸

۱- رأيته في صحيح مسلم وإنما عزاه في جمع الجوامع لابن سعد في الطبقات وتبعه في الزواجر وزاد حديث الطبراني عن كعب رضي الله تعالى عنه ۱۲ منه.

۲- ذكره كالموصول الآتي بعده الزرقاني على المؤطا ۱۲ منه.

ص ۴۶۶، نصوص ۳۸ تا ۴۷

۱- ههنا تنبيهات لابد منها، فأقول: أولا: وقع في نسختي الوجيز "ضرورة" مكان "صورة" إذ قال، الأفضل أن لا يسجد لأنه كفر، فلا يأتي بما هو كفر ضرورة كما قلنا في الإكراه على أجراء كلمة الكفر اهـ، وهذا تصحيف "صورة" بشهادة أصله الخلاصة وسائر الكتب وإن لم يكن فمتعلق "بلا يأتي"، لا ناظر إلى "كفر" وكيف يكون إذا بالإكراه كفرا ضرورة، بل المعنى، لا يأتي لاضطراره بما هو كفر، فيكون قوله ضرورة، مكان قولهم وإن كان في حالة الإكراه.

وثانيا: الثلاثة الآخيرون تركوا لفظ صورة كالوجيز على تلك النسخة وهو إن ترك صورة معنى، معنى ضرورة لما علمت إن لا كفر حقيقة بالإكراه ومن الدليل عليه قول مجمع الأنهر عن الاختيار، متصلا به، ولو سجد عند السلطان على وجه التحية لا يصير كافرا اهـ، وقول الوجيز في مسألة، متصلا به، كفر عند بعض المشايخ اهـ.

وثالثا: ههنا سقط شديد في نسخة الخلاصة المطبوعة إذ كتب بعد قوله المار في نمرة ١٩ وإن أراد به التحية لا يكفر، قوله والأفضل أن لا يأتي بما هو كفر صورة اهـ، فيتوهم الجاهل أن السجدة ليست إلا خلاف الأصل وكيف يستقيم هذا مع صدر كلامه، هي كبيرة، والعبارة الصحيحة التامة ما نقلنا ثمه، ثم ذكر تلك المسألة المستشهد بها المذكورة في سير الفتاوى والأصل. فقال إذا قيل لمسلم أسجد للملك وإلا قتلناك فالأفضل أن لا يسجد لأنه كفر، والأفضل أن لا يأتي بما هو كفر صورة ...... اهـ، فسقط كل هذا من نسخة الطبع من قوله قال: وهذا موافق إلى قوله والأفضل، فليعلم.

ورابعا: عزا المسألة في الغيائية ونصاب الاحتساب ومنح الروض عن المحيط إلى واقعات الناطفي، وفيه اختصار، بل اقتصار، وذلك لأن الناطفي ذكر كمثل ما يأتي في نمرة ٤٥ إلى ٥٥ صورتين حكم في إحداهما بأن الأفضل أن لا يسجد لأنه كفر صورة وفي الأخرى وهي ما أذكر هو على سجدة التحية بأن الأفضل أن يسجد والنقلة الثلاثة حذفوا الصورة الأخرى، فعم الحكم بإطلاقه الصورتين وإنما عبارة الناطفي كما في غاية البيان عن واقعات الإمام الصدر الشهيد عن المسائل عن واقعات الناطفي، هكذا إذا قيل لمسلم أسجد للملك وإلا قتلناك. فالأفضل أن لا يسجد لأنه كفر والأفضل أن لا يأتي بما كفر صورة، وإن كان في حالة الإكراه، وإن كان السجود سجود التحية فالأفضل أن يسجد لأنه ليس بكفر.

فهذا دليل على أن السجود بنية التحية إذا كان خائفا لا يكون كفرا، فعلى هذا القياس لا يصير من سجد عند السلطان على وجه التحية كافرا اهـ، قال الاتقاني إلى هنا لفظ الواقعات ......اهـ.

أقول: فعلى هذا التفصيل تخصيص كونه كفرا صورة إذا لم يأمره بسجود التحية أي بل أمره بسجود العبادة خاصة.

وأطلقوا كما هو مفاد إطلاق الواقعات، الصورة المقابلة لسجود التحية مستند إلى نزع دقيق وهو أن السجود ظاهرا لعبادة، فإذا أطلقوا كان الظاهر طلب الكفر فكيف إذا رضوا على العبادة؟ فإن فعل كان آتيا بما هو كفر صورة إذ لا حقيقة مع الإكراه ما دام قلبه مطمئنا بالإيمان، فالأفضل أن يصبر وإذا صرحوا بطلب سجود التحية وليس بكفر لم يكن الإكراه على الكفر، فإن فعل لم يأت بالكفر معنى ولا صورة، فالأفضل حفظ المهجة وإما على طريقة هؤلاء الذين تركوا الصورة الأخيرة، ومثلهم نص الأصل وغيره السبعة الباقين.

فأقول: ومنزوعان الأول أن السجدة كفر مطلقا لكن لا كفر حقيقة مع الإكراه فإنه صورة كفر، فالأفضل أن لا يأتي بها مطلقا والثاني أن لا كفر إلا بسجود العبادة ومعلوم أن المكره المطمئن قلبه بالإيمان لا ينويها، فلا يكون كفرا حقيقة غير أن السجدة كيف كانت ولو بنية التحية أو بدون نية إنما تقع على صورة كفر إذ لا فرق في الصورة ههنا وبين سجود العبادة، فالأفضل أن لا يأتي بها مطلقا وإلى هذا المنزع الثاني ذهب الإمام صاحب الخلاصة ثم البزازي إذ جعلا هذه المسألة في أصل الفتاوى مؤيده، لأن سجود التحية ليس بكفر، هكذا ينبغي أن يفهم كلمات العلماء الكرام والحمد لله ولي الإنعام ١٢ منه.

ص ۴۷۲ ، نص ۱۰۰ فصل اول

١-لفظه في القهستاني يكره الانحناء أي قرب الركوع كالسجود اهـ.

أقول: ليس في القهستاني "لفظة يكره" إنما نصه ما أسمعناك، ثم تأويله أنه تشبيه الانحناء بالسجود كما قال، المنقول عنه أنه كالسجود لا في الحكم، فيكون غلطا في الحوالة. ومخالفا لما قدمه نفسه قبل هذا بثلاثة أسطر، إن من سجد على وجه يصير آثما مرتكبا للكبيرة ..... اهـ، فليتنبه ١٢ منه.

ص ۴۷۴ ، نص ۱۱۹ فصل اول

۱ . وقع بعده فی الجمع ما نصه وفی القهستانی یکره عند الطرفین لا عند أبی یوسف......اه.

کتبت علیه ، اقول: رحم الله الشارح' وقع منه سبق نظر ، إنما نص القهستانی . وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره انتهت المسئلة إلی ههنا ، [ثم شرع فی مسئلة المتن و عناقه فی ازار واحد فشرحه بقوله [و] یکره عند الطرفین لا عند أبی یوسف (عناقه)الخ وقد قدر الشارح نفسه ومتنه قبل هذا بأسطر إذ قالا [یکره أن ؟ إزار بلاقمیص عند الطرفین] وعند أبی یوسف لا یکره] اه.فسبحان من لا یزل و لا ینسی ۱۲ منه.]

ص ۵۰۴ ، نص ۹۱ فصل دوم

۱۹۔بکر اگر مصنف سیف الحق جیسا ہے تو رجوع نا ممکن "یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون" اور اگر وہی صاحب ہیں جن کے نام سے یہ تحریر شائع ہوئی تو وہ صوفی بننا چاہتے ہیں اور صوفی فوراً رجوع الی الحق کرتا ہے، کہ وہ نفس کا بندہ نہیں ہوتا۔ عجب نہیں کہ بنگاہ انصاف اس رسالہ کو دیکھ کر اپنے اقوال سے توبہ اور سجدۂ غیر کی تحریم شائع کریں۔ واللہ الھادی ۱۲ منہ۔

مسئلہ ۱۸۷: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں کرتے، انھوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع بھی نہیں کرتا اور حکم بھی نہیں کرتا، ان کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ شخص بہت خطا پر ہے، اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۸: از پوسٹ آفس سراج گنج ضلع پابنہ مرسلہ مولوی محمد عبدالقادر صاحب مدرس اول مدرسہ جونپوری ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فریق اول مولوی محمد سالم جونپوری   فریق دوم مولوی عبدالباری نواکھالوی

بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۷ء تھانہ قاضی پور مضافات سراج گنج پابنہ فریق اول وثانی کا بموجودگی مجسٹریٹ وافسر پولیس سب ڈویژن سراج گنج مباحثہ ہوا جس میں منصف مانا گیا تھا فریق اول کا یہ بیان ہے کہ سجدۂ تحیت انحناء ووضع الجبہہ کے طور پر اور مثل رکوع کے ہر طرح سے کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور رغناء و رقص اور وجد اور تالیاں بجانا اور زور سے چلّانا اور شور کرنا اور تواجد یعنی اپنے کو زبردستی وجد میں لانا جلسہ میں عوام کو مجتمع کرکے چنانچہ صوفیائے زمانہ حال کیا کرتے ہیں جس میں لوگوں کو اور بچے بوڑھے اور مریضوں کو ایذا پہنچے اور اُن کی نیند میں خلل ہو بالکل ناجائز ہے اس دعوٰی کے دلائل اس فریق نے ذیل میں پیش کئے:

(اول) شرائع سابقہ میں سجدۂ تحیت جائز تھا اور ہماری شریعت میں منسوخ ہوگیا بدلیل آیۂ قرآنی:

ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ و النبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1]

اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور انبیاء کرام کو رب بنالو اس کے بعد کہ تم مسلمان ہوگئے ہو۔ (ت)

یہ آیت خاص سجدۂ تحیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے کما اخرج عبدالرزاق فی تفسیرہ (جیساکہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کی تخریج فرمائی۔ت) ایسا ہی تفسیر بیضاوی و تفسیر کبیر و ابوالسعود و تفسیر مدارک میں ہے۔

(دوسری) حدیث لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا[1] (اگر سجدہ کسی کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت (بیوی) کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے لئے سجدہ کرے۔ت) کی ہے کیونکہ سجدہ تحیت کی ممانعت کی حدیث متواتر ہے جیسا کہ تفسیر عزیزی و فتاوی بزازیہ میں ہے۔ اور رد المحتار میں ہے: فیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ[2] (اس میں یہ دلیل ہے کہ کتاب اللہ (یعنی کسی آیت قرآنی) کا نسخ حدیث پاک سے جائز اور درست ہے۔ت)

(سوم) یہ کہ ہم مقلدین ہم پر امام صاحب کی تقلید واجب ہے اور تمام فقہا و ائمہ نے سجدہ تحیت و غنا و رقص کو حرام لکھا ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہوگیا ہے اور دیگر دلائل اس پر فریق اول کے کتب ذیل میں ہیں نظم الدرر مؤلفہ مولانا عبدالحق مہاجر مکی، مکتوبات امام ربانی، فتاوی شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم، فتاوی قاضی خان، عالمگیری، کفایہ و عینی شرح ہدایہ، شامی، اشعۃ اللمعات، ترمذی، عینی شرح بخاری، تفسیر کبیر، جلالین، خازن، بیضاوی، سراج المنیر، کشاف، ابوالسعود، احمدی، تفسیر محی الدین ابن عربی وغیرہا۔ اور فریق ثانی کا یہ دعوٰی ہے کہ تعظیم کے واسطے سجدہ تحیت کرنا اور اس میں گرنا اور جھکنا جائز و مباح ہے بشرطیکہ نماز کی ہیئت پر نہ ہو اور نہ پیشانی زمین پر لگائے اور باطہارت نہ ہو اور سماع و غنا و رقص و وجد و تواجد یعنی مصنوعی وجد اور تصفیق یعنی تالیاں بجانا وغیرہ لوگوں کو جمع کرکے جلسوں میں ہر طرح سے جائز ہے بشرطیکہ اس میں ہجو مسلم و ہجو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کلمات کفر یا وصف شراب و مزنیہ و امرد نہ رہے اور اس میں ترغیب الی العبادۃ اور ایقاظ عن الغفلۃ ہو اور سامع صدق دل اور صدق نیت سے سنے اور قوال بھی برعایت شرائط مذکورہ گائے اور اضطراری حالت میں رقص و وجد و تواجد یعنی بہ تکلف اپنے کو وجد میں لانا سچی نیت سے محمود ہے ورنہ مذموم ہے اور غلبۂ اضطرار میں تالیاں بجانا بھی جائز ہے جواز سجدہ تحیت میں اس فریق کے یہ دلائل ہیں:

(اول) آیت: واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا[3] الخ (اور یاد کرو جب ہم نے (بطور حکم) فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سب نے (سوائے شیطان) انھیں سجدہ کیا الخ۔ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[2] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

[3] القرآن الکریم ۲/۳۴

(دوم) الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[1] (تمام اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں (بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو))

(سوم) شرائع من قبلنا حجۃ لنا مالم یظھرلنا ناسخ فی شرعنا[2] (ہم سے پہلی شریعتیں ہمارے لئے دلیل ہیں جب تک ہماری شریعت میں اُن کا کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو۔ ت)

(چہارم) حدیث رؤیا ابن خزیمہ اور اُن کا رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کرنا اور دیگر دلائل کتب ذیل میں ہے: تفسیر کبیر، ابن مسعود، تفسیر بیضاوی و احمدی و حسینی و کشاف و مدارک و عزیزی و تفسیر کلائی عبدالکریم گجراتی جس کا ذکر فتاوی عزیزی میں ہے اور عالمگیری، قاضی خان، مسلم الثبوت و تنقیح تلویح وغیرہا۔ میں چونکہ اس میں منصف اور ثالث قرار دیا گیا تھا لہذا دونوں کے دلائل میں بلارعایت میں نے غور کیا بیشک ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو بقول راجح سجدہ تحیت ہی کیا تھا اس وقت سجدہ تحیت جائز تھا اب منسوخ ہوگیا اور بجائے سجدہ تحیت کے اللہ تعالٰی نے ہم کو سلام عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ الخ[3] جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو (وہاں) اپنے لوگوں کو سلامتی کی دعا دیا کرو جو اللہ تعالٰی کی طرف بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے الخ (یعنی گھروالوں کو سلام کیا کرو) (ت)

معلوم ہوا کہ اس امت کی تحیت سلام ہے اور اس کی مؤید آیت واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا[4] (جب تمہیں لفظِ دعا سے سلام کیا جائے تو اس سے عمدہ الفاظ سے سلام کرو یا کم از کم وہی الفاظ لوٹا دو۔ ت) بھی ہے اس آیت سے تحیت کا جواب دینا فرض ہوا پس اگر تحیت سے یہاں سجدہ تحیت مراد ہو تو سامع کو بھی سجدہ تحیۃ جواباً کرنا فرض ہوگا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور آیت ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیین اربابا الخ[5] (اور وہ تمہیں ہرگز یہ حکم نہ دے گا کہ فرشتوں اور

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۹۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲

مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلۃ نحن والنبی علیہ السلام متعبدون بشرائع من قبلنا مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۰

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[4] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

[5] " " ۳/ ۸۰

نبیوں کو "رب" بنالو الخ۔ ت) کی ذیل میں مفسرین جیسے تفسیر کبیر، تفسیر ابو السعود، تفسیر کشاف و مدارک وغیرہم لکھتے ہیں کہ یہ آیت سجدۂ تحیت کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے،

کما اخرج عبدالرزاق فی تفسیرہ واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج و عن الحسن قال بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نسلم علیك کما یسلم بعضنا علٰی بعض افلا نسجد لك قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون اللہ فانزل اللہ تعالٰی ماکان لبشر[1] الخ واخرج عبد بن حمید عن الحسن مثلہ۔

جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اس کی تخریج کی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج اور خواجہ حسن بصری سے تخریج کی۔ فرمایا مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ (علیک الصلوٰۃ والسلام)، ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ ارشاد فرمایا: نہیں، ہاں البتہ اپنے نبی کی عزت و توقیر کرو۔ اور حق کو اس کے اہل کے لئے پہچانو کیونکہ کسی کے لئے یہ زیبا اور لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی کو سجدہ کرے تو پھر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی ماکان لبشر الخ۔ اور عبد بن حمید نے حضرت حسن سے اسی طرح تخریج فرمائی۔ (ت)

علاوہ ازیں تمام کتب احادیث اور کتب فقہ میں اس کی ممانعت بھری پڑی ہے کما لایخفی علی اھل العلم (جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ ت) اور غناء وجد و تواجد و رقص و تالیاں بجانا گو ان میں بعض امور جیسے غناء وجد بعض صوفیہ نے رکیک اور کمزور دلائل سے جواز ثابت کیا ہے مگر وہ بالکل لاشیئ ہے کیونکہ صوفیہ کے اقوال و افعال شریعت و مذہب میں حجت نہیں ہو سکتے ولنعم ماقال شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی (حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی نے کیا خوب فرمایا۔ ت):

وجود صوفیہ را غنیمت داں و قول و فعل ایشاں وقعتے ندارد۔

صوفیائے کرام کے وجود کو غنیمت جانئے لیکن ان کا قول اور فعل (کتاب وسنت کے مقابلہ میں) اپنے اندر کوئی قدر و وقعت نہیں رکھتا (لہٰذا حجت اور دلیل وہی ہے جو اللہ تعالٰی اور اس کا رسول فرمائیں)۔ (ت)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت آیۃ ۳/ ۷۹ قم ایران ۲/ ۴۴
مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ۸/ ۱۱۷، الکشاف ۱/ ۴۴۰، مدارک التنزیل ۱/ ۱۶۶

اور تفسیر احمدی وعوارف وغیرہ میں لکھا ہے کہ جنید رحمہ اللہ نے آخر عمر میں غنا سے توبہ کرلی تھی، قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتا ہے:

واستفزز من استطعت منھم بصوتک[1]

اور اُن میں سے جس پر تُو قابو پا سکتا ہے اسے اپنی آواز کے ذریعے (راہِ حق سے) پھسلا دے (ت)

تفسیر احمدی میں ہے:

ذکر فی الفتاوی العمادیۃ والعوارف قال مجاھد انھا تدل علی حرمۃ التغنی و ذٰلک لان قولہ استفزز خطاب لابلیس علیہ اللعنۃ ومعناہ حرک من استطعت من بنی اٰدم بصوتک وھو صوت التغنی والمزامیر[2]

فتاوٰی عمادیہ اور عوارف میں ذکر کیا گیا کہ امام مجاہد نے فرمایا: آیۃ مذکورہ گانے بجانے کی حُرمت پر دلالت کرتی ہے، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "استفزز" ابلیس علیہ اللعنۃ کو خطاب ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے اولادِ آدم میں سے جس پر تُو طاقت پائے (اور اس پر تیرا بس چلے) اُسے اپنی آواز سے حرکت میں لا، اور وُہ گانے اور اس کے ساز کی آواز ہے۔ (ت)

اور تفسیر احمدی میں تحت آیت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث[3] (اور لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل کُود کی باتوں کا خریدار اور متلاشی رہتا ہے۔ ت) میں ہے:

انھا نزلت فی نضر بن الحارث اشتری کتب الاعاجم وکان یحدث بھا قریشا وقیل کان یشتری الفتیات المغنیات الخ وانما قلنا تدل علی حرمۃ الغناء لان اللہ تعالٰی قد ذم من یشتغل بلھو الحدیث واوعدہ بعذاب مھین و

(مُلاّجیون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا) آیۃ مذکورہ بالا نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی کہ جس نے اہلِ عجم کی کتابیں خریدیں اور قریش کو پڑھ کر سناتا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ گانے والی لونڈیاں خریدا کرتا تھا اور یہ جو ہم نے کہا کہ آیۃ مذکورہ گانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

[2] التفسیرات احمدیہ تحت آیۃ ۳۱/ ۶ المطبعۃ الکریمیۃ دہلی ص ۶۰۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

لهو الحديث وان کان ظاهرہ عاما فی کل ما یلھی عما یعنی الا انه قد ذکر فی الفتاوی العمادیة وکذا فی العوارف وغیرہ ان ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کانا یحلفان انا قد سمعنا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان المراد به التغنی و یوافقه الروایة الثانیة من النزول فیکون دلیلا علی حرمته اھ[1] وقال الطبری واجمع علماء الامصار علی کراھة الغناء والمنع منه وانما فارق الجماعة۔

کھیل کی باتوں میں شغل رکھتے ہیں اور انھیں توہین آمیز عذاب سے ڈرایا۔ اور کھیل کی باتیں اگرچہ بظاہر عام ہیں جو ہر اس چیز کو شامل ہیں جو انسان کو فائدہ بخش کام سے غافل کر دے لیکن فتاوٰی عمادیہ اور اسی طرح "عوارف" وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں قسم کھاکر کہتے تھے کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ اور شانِ نزول کی دوسری روایت اس کی موافقت کرتی ہے لہذا یہ حرمتِ غنا پر دلیل ہے اھ۔ اور امام طبری نے فرمایا: تمام شہروں کے علمائے کرام کا گانے کی کراہت (ناپسندیدگی) اور ممانعت پر اجماع اور اتفاق ہے۔ (ت)

ابراہیم بن سعد و عبداللہ عنبری جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس عمرو بن قرہ آیا اور اس نے غنار فاحشہ کی رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی، علاوہ بریں تمام فقہائے حنفیہ اور صوفیائے کرام نے غنا و رقص وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔

مضمرات میں ہے:

من اباح الغناء یکون فاسقا۔[2]

جو گانے بجانے کو مباح قرار دے تو وہ فاسق ہے۔ (ت)

اور شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف میں فرماتے ہیں:

سماع الغناء من الذنوب[3] الخ۔

گانا سُننا گناہ ہے الخ (ت)

اور چونکہ غنا و رقص وغیرہ خصوصًا اس زمانہ فتنہ و فساد میں جیسا کہ صوفی لوگ مجلس قائم کرکے کرتے ہیں عوام وجہال

---

[1] التفسیرات احمدیة تحت آیۃ ۳۱/۶ المطبعۃ الکریمیہ دہلی ص ۵۹۹، ۶۰۰

[2] فتاوٰی جامع الفوائد بحوالہ المضمرات کتاب الکراھیۃ فصل فی الغناء مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۲۸

[3] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

کے لئے سخت مضرت رساں و گمراہی ہے، پھر اگر وجد یا رقص میں ستر عورت کھل جائے تو حاضرین جلسہ بجائے نیکی حاصل کرنے کے گنہ گار ہو جائیں گے۔

یہ کل وجوہات بالا کی طرف نظر کرکے میری یہی رائے ہے کہ سجدۂ تحیت و رقص و غنا و وجد و تواجد بالکل حرام و ناجائز ہے، پھر جیسا کہ آج کل کے صوفی گندم نما جو فروش جلسوں میں یا چند آدمی مل کر کرتے ہیں یہ کل ناجائز ہے اور مرتکب ان امور مذکورہ کا گنہگار، اور جب ان کی حرمت کتاب و سنت و فقہ و اجماعِ امت سے ثابت ہے تو اس کے مستحل پر کفر کا خوف ہے کیونکہ ابونصر دلوسی قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے روایت کرتے ہیں،

من سمع الغناء من المغنی اورای فعلا من الحرام فحسن ذٰلك باعتقاد او بغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال بناء علیٰ انه ابطل حکم الشریعة ومن ابطل حکم الشریعة فلایکون مؤمنا عند کل مجتھد ولا یقبل الله تعالٰی طاعته واحبط الله کل حسناته الخ[1] کما فی حاشیة جامع الفوائد.

جس نے کسی گویّے سے گانا سُنا یا کوئی حرام فعل دیکھا اور اعتقاد یا بے اعتقاد اس کو اچھا سمجھا (اور اس کی تحسین کی) تو وہ فوراً مرتد ہو جائے گا اس بنا پر کہ اس نے شرعی حکم کو باطل کیا، اور جو شریعت کے حکم کو باطل کرے وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالٰی اس کی کوئی طاعت قبول نہیں فرماتا۔ اور اللہ تعالٰے اس کی ساری نیکیاں ضائع کر دیتا ہے الخ، جیسا کہ حاشیہ جامع الفوائد میں مذکور ہے۔ (ت)

بنائً علیہ میرے نزدیک فریق اول کا قول نہایت صحیح اور موافق قرآن و حدیث و فقہ و مذہب اہلسنت و صوفیائے کرام ہے، اور فریق ثانی کا قول قرآن و حدیث و فقہ و جمہور صوفیہ کے بالکل خلاف ہے اور غیر صحیح، یہ لوگ سخت غلطی او ردھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اُن کو ایسے امور کے ارتکاب سے اجتناب و توبہ کرنی چاہئے اور دوسروں کو ایسے فعل ناجائز سے حتی الامکان روکیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

محمد عبدالقادر عفی عنہ مدرس اول مدرسہ منیر سراج گنج ضلع پابنہ بنگال

الجواب

بلاشبہہ ہماری شریعتِ مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام فرمایا، تمام کتب اس کی تحریم سے مالامال ہیں، شرائع من قبلنا اُس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے اور منع کے

---

[1] حاشیۃ فتاوٰی جامع الفوائد کتاب الکراھیۃ فصل فی الغناء مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۲۸

بعد اباحت سابقہ سے استدلال نہیں ہوسکتا، جیسے شراب وغیرہ۔ اصل اشیا میں ضرور اباحت ہے مگر بعد منع شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔

قال اللہ تعالٰی ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ تمھیں رسولِ گرامی عطا فرمائیں اُسے لے لو اور جس سے تمھیں رسول منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ (ت)

ان صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پیشانیِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سجدہ کرنا حضور کو سجدۂ تحیت نہ تھا بلکہ اللہ عزوجل کو سجدۂ عبادت، اور پیشانیِ اقدس اس وقت مسجد تھی یعنی موضعِ سجود۔ انھوں نے اسی طرح خواب دیکھا تھا اس کی تصدیق کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی کہ پیشانیِ انور پر سر رکھ کر اللہ عزوجل کو سجدہ کرلیں، فریق ثانی نے کہ سجدۂ تحیت کو جائز کہا اور اس میں تین شرطیں لگائیں: ہیأتِ نماز پر نہ ہو، پیشانی زمین پر نہ لگے، باطہارت نہ ہو یہ صریح تناقض ہے، جب پیشانی زمین کو نہ لگی سجدہ ہی نہ ہوگا، اور باطہارت نہ ہونے کی قید عجیب ہے، معظمانِ دینی کو وہ کون سی تعظیم ہے جس میں محدث ہونا شرط ہے شاید مقصود یہ ہو کہ سجدۂ نماز کی طرح طہارت اس میں ضروری نہ جانیں، طرفہ یہ کہ قدمبوسی میں بھی یہ شرط لگائی حالانکہ معظمانِ دینی کی قدمبوسی بلاشبہہ بحالِ طہارت بھی جائز ہے بلکہ یہی مستحب ہے کہ اس میں تعظیم زائد ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا:

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا[2]۔ جس چیز کا ادب اور تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ اچھی ہے۔ (ت)

قدمبوسی سنّت سے ثابت اور اس میں احادیث کثیرہ وارد، کما بیّنّاہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) انحنا یعنی جھکنا دو قسم ہے: مقصود و وسیلہ، اگر خود نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہیں بلکہ دوسرے فعل سے جس کا یہ ذریعہ ہے تو اس صورت میں اس کا حکم اُس فعل کا حکم ہوگا قدمبوسی جائز بلکہ مسنون ہے تو اس کے لئے جھکنا بھی مباح بلکہ سنت ہے، اور غیر خدا کو سجدۂ تحیت حرام ہے تو اس کے لئے جھکنا بھی حرام۔ دوسری قسم کہ نفس انحنا سے تعظیم مقصود ہو یہ اگر رکوع تک ہے ناجائز و گناہ ہے اور اس سے کم ہے تو حرج نہیں۔ امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[2] فتح القدیر باب الھدی مسائل منثورۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الانحناء البالغ حد الرکوع لایفعل لاحد کالسجود ولاباس بما نقص من حد الرکوع لمن یکرم من اھل الاسلام[1]

رکوع کی حد تک جھکنا کسی کے لئے نہ کیا جائے جیسے سجدہ (یعنی یہ دونوں مخلوق کے لئے روا نہیں) اور اگر رکوع کی حد سے کم جھکاؤ ہو تو پھر معزز اہل اسلام کیلئے ایسا کرنے کچھ حرج نہیں (ت)

وجد کو حرام کہنا عجیب ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ تحریم نہ کہ بالاجماع نہ کہ تحلیل پر خوفِ کفر۔ یہ احکام اصلاً وجہِ صحت نہیں رکھتے۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل (اللہ تعالٰی حق بیان فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) یونہی تصفیق اگر اضطرار جیسا کہ فریق ثانی نے ایک بار مطلق کہہ کے دوبارہ اس کو مقید کیا تو بلاشبہہ اسے بھی زیرِ حکم لانا اور ناجائز و حرام ٹھہرانا اُسی طرح باطل ہے کہ مورد احکام افعال اختیاریہ ہیں نہ کہ اضطراریہ، ہاں اگر بالاختیار ہو تو ضرور مکروہ ہے کہ نساء وفساق سے مشابہت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التسبیح للرجال والتصفیق للنساء[2]

مرد "سبحان اللہ" کہیں اور عورتیں تالی بجائیں (امام کو نماز میں آگاہ کرنے کے لئے)۔ (ت)

حضرت سیدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس مبارک سماع کے حاضرین کو فرماتے کہ:

کفِ دست برپشتِ دست زنند، کفِ دست برکفِ دست نہ زنند کہ مشابہہ لہو نگردد[3]

ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں لہذا ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ ماریں تاکہ کھیل کے مشابہ نہ ہو۔ (ت)

رقص میں بھی دو صورتیں ہیں، اگر بیخودانہ ہے تو سلطان نگیرد خراج از خراب (اس لئے کہ بادشاہ کسی غیر آباد اور ویران زمین سے ٹیکس نہیں لیتا۔ ت) وہ کسی طرح زیرِ حکم نہیں آسکتا۔ اور اگر بالاختیار ہے تو

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ المبحث الاول المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ ۱/ ۵۴۷
[2] صحیح البخاری کتاب التہجد باب التصفیق للنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۰
صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تسبیح الرجل وتصفیق المرأۃ " " ۱/ ۱۸۰
[3] فوائد الفواد

پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنی وتکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہہ ناجائز ہے، تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبّہ حرام، اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عام ومحضر عوام میں اُس سے احتراز ہی چاہئے کہ اُن کی نگاہوں میں ہلکا ہونے کا باعث ہے، اور اگر جلسہ خاص صالحین و سالکین کا ہو تو داخلِ تواجد ہے، تواجد یعنی اہلِ وجد کی صورت بنانا، اگر معاذ اللہ بطور ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے، اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہوسکتی ہیں ایک عام یعنی تشبّہ بصلحائے کرام ؎

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح

(اگر تم ان کی مثل نہیں ہو تو پھر اُن سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبّہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ت)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[1] جو کسی قوم سے تشبّہ کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

ان لم تبکوا فتباکوا[2] رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

دوسری نیت طالبانِ راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہوجائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصولِ حقیقت کی طرف منجر ہوجاتا ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

التواجد المتکلف فمنہ مذموم یقصد بہ الریاء ومنہ محمود وھو التوسل الی استدعاء الاحوال الشریفۃ واکتسابھا واجتلابھا بالحیلۃ فان للکسب مدخلا فی جلب الاحوال الشریفۃ ولذلك

تکلف سے "وجد" طاری کرنا اسکی ایک قسم تو مذموم ہے کہ جس میں دکھاوے (ریا) کا ارادہ کیا جائے، اور اس کی ایک قسم محمود (اچھی) ہے کہ جس کو شریفانہ حالات کے چاہنے، ان کے اکتساب اور حصول کا حیلہ سازی سے ذریعہ بنایا جائے کیونکہ انسانی کسب کو شریفانہ حالات کے حصول میں ایک

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوات باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یحضرہ البکاء فی قراءۃ القرآن ان یتباکی ویتحازن[1]

طرح دخل ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلاوتِ قرآن کے وقت جس شخص کو رونا نہ آئے اسے حکم دیا کہ وہ رونے اور غمگین ہونے کی صورت بنائے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

لاشك ان التواجد وھو تکلف الوجد واظھارہ من غیران یکون لہ وجد حقیقۃ فیہ تشبہ باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ "تواجد" بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس کا اظہار کرنا ہے بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالتِ وجد ہو، پس اس میں جو حقیقۃً اہلِ وجد ہیں ان سے تشبہ ہے۔ اور یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے (کیا تمھیں معلوم نہیں کہ) آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وُہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

فتاوٰی علامہ خیر رملی استاذ صاحبِ درمختار علیہما رحمۃ الغفار میں ہے:

اما الرقص ففیہ للفقہاء کلام منھم من منعہ ومنھم من لم یمنع حیث وجد لذۃ الشھود وغلب علیہ الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر بن ابی طالب لما قال لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشبھت خلقی وخلقی وفی لفظ جعفر اشبہ الناس بی خلقا وخلقا فحجل ای مشی علی رجل واحدۃ

رہا رقص (ناچ)، تو اس میں فقہائے کرام کا کلام (اختلاف) ہے۔ پس بعض ائمہ نے تو اس سے منع فرمایا لیکن بعض نے اس سے منع نہیں فرمایا، جہاں شہود کی لذّت پائے اور اس پر وجد غالب ہو تو (جائز ہے) اور انھوں نے اس واقعہ سے استدلال کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے ارشاد فرمایا: تم صورت وسیرت میں میرے مشابہ ہو۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: جعفر

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی المقام الثانی المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۹۵-۹۶

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع تمہ الاصناف التسعۃ المکتبۃ نوریہ رضویہ ۲/ ۵۲۵

وفی روایۃ رقص من لذۃ ھذا الخطاب ولم ینکر علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم رقصہ وجعل ذٰلك اصلا لجواز رقص الصوفیۃ عند مایجد ونہ من لذۃ المواجید فی مجالس الذکر والسماع وفی التتارخانیۃ مایدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاتہ کحرکات المرتعش وبھذا افتی البلقینی وبرھان الدین الابناسی وبمثلہ اجاب بعض ائمۃ الحنفیۃ والمالکیۃ وکل ذٰلك اذا خلصت النیۃ وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکۃ عند شدۃ الھیام والشیئ قد یتصف تارۃ بالحلال وتارۃ بالحرام باختلاف القصد والمرام وبتقریر جمیع ما قالوہ یطول الکلام[1]

سب لوگوں سے صورت وسیرت میں میرے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے (یہ سُن کر) حضرت جعفر ایک پاؤں پر چلے یعنی رقص کیا۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جعفر اس خطاب کی لذّت اور سرور سے ناچنے لگے۔ اس کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے رقص کرنے پر انکار نہیں فرمایا۔ پس اس کو صوفیائے کرام کے رقص کرنے کے جواز پر دلیل ٹھہرایا گیا ہے، جبکہ مجالس ذکر اور سماع میں صوفیائے کرام وجد کی لذت محسوس کریں۔ فتاوٰی تتارخانیہ میں کچھ ایسا کلام ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے ان مغلوب الحال لوگوں کے لئے کہ جن کی حرکات رعشہ والے مریض کی حرکات جیسی ہوں (رعشہ ایک مرض ہے کہ جس میں غیر اختیاری طور پر ہاتھ کانپتے رہتے ہیں) چنانچہ علامہ بلقینی اور برہان الدین ابناسی نے یہی فتوٰی دیا ہے، اور بعض حنفی اور مالکی ائمہ کرام نے اسی کے مطابق فتوٰی دیا ہے۔ یہ سب کچھ جائز ہے بشرطیکہ ایسا کرنے والوں کی نیت خالص ہو اور حالتِ وجد میں سچے ہوں اور قیام وحرکت میں شدتِ حیرت اور وارفتگی کی وجہ سے مغلوب ہوں (اور نیم دیوانہ ہوں) اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہوسکتی ہے، اور جو کچھ (اس باب میں) اہلِ علم نے ارشاد فرمایا اُس سب کی تقریر باعث طولِ کلام ہے۔ (ت)

نہایہ ابن اثیر ومجمع البحار میں ہے:

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم لزید انت مولٰینا فحجل

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زید سے ارشاد فرمایا: تم ہمارے "مولٰی" ہو۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۸۲

الحجل ان یرفع رجلا و یقفز علی الاخری من الفرح زاد فی النہایۃ وقد یکون بالرجلین الا انہ قفز[1]

تو حضرت زید خوشی اور مسرت سے ناچنے لگے اس طور پر کہ ایک پاؤں اٹھاتے اور دوسرے پر ناچتے۔ اور نہایہ (ابن اثیر) میں اتنا زیادہ ہے کبھی یہ دو پاؤں سے ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ کُودے۔ (ت)

چلانا بھی اگر بے اختیاری سے ہو تو مثلِ وجد کسی طرح زیرِ حکم نہیں آسکتا، اور اگر ریا سے ہے تو نماز بھی حرام ہے، اور اگر کوئی نیتِ فاسدہ نہیں مگر وہاں کسی مریض یا نائم کو تکلیف یا نمازی یا ذاکر یا مشتغلِ علم کی تشویش ہو تو ممنوع ہے، امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی حدیث میں ہے وقت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تلاوت کرنے والوں کو جہرِ قرآن سے منع فرمایا، اور اگر تمام مفاسد سے پاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی منہوات شفاء العلیل میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے علامہ ابن کمال وزیر کا فتوٰی نقل فرماتے ہیں: ؎

ما فی التواجد ان حققت من حرج
ولا التمایل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن
دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

وجد کی صورت اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ محقق اور ثابت ہو جائے، جھومنے اور لڑکھڑانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ خالص ہو، اگر تو ایک پاؤں پر دوڑے اور ناچ کرے تو یہ اس کے لئے حق ہے کہ جس کو اپنا مولٰی بلائے کہ وہ اپنے سر کے بل دوڑ لگائے۔

الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتھم الٰی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم عن قبائح الاحوال فھم لا یستمعون الا من الالٰہ ولا یشتاقون الا الٰہ ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ صاحوا، اذا وجد علیھم الوجد فمنھم من طرقتہ طوارق الھیبۃ

اور جن اوضاع (انواع و اقسام) میں یہ ذکر کیا گیا کہ ذکر اور سماع کے وقت اُن کی اجازت (رخصت) ہے وہ ان خداشناس لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اوقات کو اچھے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور راہِ خداوندی پر چلنے والے ہیں۔ مذموم حالات سے اپنے نفوس کو قابو رکھنے کی دسترس رکھتے ہیں (یعنی بُری حرکات سے انھیں روک سکتے ہیں) پھر وہ

---

[1] النہایۃ لابن الاثیر باب الحاء مع الجیم تحت لفظ "حجل" المکتبۃ الاسلامیۃ ۱/۳۴۶

فخر و ذاب و منهم برقت له بوارق اللطف فتحرك و طاب هذا ما عن لی فی الجواب[1] و اللّٰه تعالٰی اعلم بالصواب۔

اللہ تعالٰی کے سوا کچھ نہیں سُنتے" اور وہ صرف اُس کا اشتیاق رکھتے ہیں اگر اس کا ذکر کریں تو آہ و زاری کرتے ہیں اور اگر اُسے پائیں تو چیخیں چلائیں جبکہ ان پر وجد طاری ہو جائے۔ پھر ان میں کوئی وہ ہے کہ جس کو مصائبِ ہیبت دستک دیں تو وہ گر کر گھل جائے۔ اور کوئی وُہ ہے کہ جس کے لئے لُطف و کرم کی بجلیاں چمکیں تو وہ متحرک ہو کر خوش و خرم ہو جائے۔ اِس جواب میں مجھ پر یہی کچھ ظاہر ہوا۔ اور راہِ صواب کو سب سے زیادہ اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے۔ (ت)

غنا اگر منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو مثلاً مزامیر کہ حرام ہیں یا عورت کا گانا کہ باعثِ ہیجان فتنہ ہے یونہی محلِ فتنہ امرد کا گانا، یا جو کچھ گایا جائے اس کا امور مخالف شرع پر مشتمل ہونا یا ایسے امور پر خیالاتِ کاسدہ و شہواتِ فاسدہ کے باعث ہوں خصوصاً مجمع عوام میں بلاشبہہ ممنوع ہے اور تمام مفاسد سے خالی ہو تو اس کے جواز میں کوئی شُبہہ نہیں کما حققناہ فی اجل التحبیر (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ اجل التحبیر میں اس کی تحقیق کردی۔ ت)

غنا کا غالب اطلاق انھیں مہیجات شہوات باطلہ پر آتا ہے کما نبه علیه فی ارشاد الساری (جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس پر آگاہ کیا گیا ہے۔ ت) احادیث و اقوالِ مذمت اسی پر محمول ہیں ورنہ اذکارِ حسنہ و اصواتِ حسنہ و الحاناتِ حسنہ سننے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس میں احادیث وارد۔ اور اب وُہ لہو نہیں نہ وہ شیطانی آواز ہے تو آیہ کریمہ واستفزز من استطعت منھم بصوتک[2] (ان میں سے جس پر تو قابو پائے (اور تیرا بس چلے) انھیں اپنی آواز سے پھسلا دے۔ ت) اس پر صادق نہیں حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو آخر عمر شریف سماع سننا ترک فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اب کوئی گانے والا اہل نہ ملتا تھا، عوارف شریف میں ہے:

قیل ان الجنید ترك السماع فقیل له كنت تستمع فقال مع من؟ قیل له تسمع لنفسك فقال ممن؟ لانهم كانوا لا یسمعون الا من اهل

کہا گیا کہ حضرت جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) نے سماع چھوڑ دیا تھا ان سے عرض کی گئی آپ تو سماع پر کاربند تھے (پھر کیوں ترک کردیا؟) آپ نے ارشاد فرمایا: کن لوگوں کے ساتھ ہو کر سنتا

---

[1] رسائل ابن عابدین رسالہ شفاء العلیل و بل الغلیل الخ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۷۲

[2] القرآن الکریم ۱۷/۶۴

مع اهل فلما فقد الاخوان ترك[1] تھا (مراد یہ کہ وہ اہل تھے) پھر ان سے کہا گیا اپنی ذات کے لئے سنا کریں۔ فرمایا، کس سے سُنوں۔ کیونکہ وہ سماع صرف اہل سے اور اہل کی معیت میں ہو کر سُنا کرتے تھے۔ پھر جب ایسے احباب نایاب اور ناپید ہو گئے تو سماع چھوڑ دیا۔ (ت)

حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہٗ نے عوارف شریف میں پہلے ایک باب قبول و پسند سماع میں تحریر فرمایا اور اس میں بہت احادیث و ارشادات ذکر فرمائے، اور فرمایا:

وقد ذكر الشيخ ابو طالب المكى رحمه الله تعالٰى مايدل على تجويزه و نقل عن كثير من السلف صحابى و تابعى وغيرهم وقول الشيخ ابى طالب المكى يعتبر لوفور علمه و كمال حاله وعلمه باحوال السلف ومكان ورعه وتقواه و تحريه الاصوب والاولٰى و قال فى السماع حلال وحرام و شبهة فمن سمعه بنفس مشاهدة شهوة و هوى فهو حرام و من سمعه بمعقوله على صفة مباح من جارية او زوجة كان شبهة لدخول اللهو فيه ومن سمعه بقلب يشاهد معانى تدل على الدليل ويشهده طرقات الجليل فهومباح وهذا قول الشيخ ابى طالب المكى وهو الصحيح[2]

بیشک شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کچھ ایسے دلائل و شواہد بیان فرمائے جو سماع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، اور بہت سے اسلاف، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین سے نقل فرمایا، اور شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ کا قول معتبر اور مستند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں۔ حال میں صاحبِ کمال ہیں۔ اور اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور تقوٰی و ورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکر کا مل رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سماع میں حلال، حرام اور شبہ کی اقسام ہیں، لہٰذا جس نے نفس مشاہدہ، شہوت اور خواہش کے پیش نظر سماع سُنا تو یہ حرام ہے۔ اور جس نے معقولیت کے پیش نظر مباح طریقے سے لونڈی یا اہلیہ سے استفادۂ سماع کیا تو اس صورت میں شبہہ پیدا ہو گیا کیونکہ اس میں کھیل داخل ہو گیا۔ اور جس شخص نے اپنے نفیس دل کے ساتھ سماع سُنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کر رہا تھا جو دلیل کی راہنمائی کرتے ہیں

---

[1] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

[2] " " " الباب الثانی والعشرون " " " ۱۰۹

اور اس کے لئے رب جلیل کے راستے گواہ ہوں۔ لہذا یہ سماع مباح ہے۔ شیخ ابوطالب مکی کا یہ ارشاد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

تو وہ کیونکر مطلقاً غنا کو ذنوب سے شمار فرما سکتے ہیں اس کے بعد انھوں نے دوسرا باب انکارِ سماع میں وضع فرمایا اور یہاں اس سماع پر کلام فرمایا جو شہواتِ نفسانیہ پر مشتمل، اس میں یہ قول تحریر فرمایا ہے عبارت ملخصاً یہ ہے:

وقد ذکرنا وجہ صحۃ السماع وما یلیق منہ باھل الصدق وحیث کثرت الفتنۃ وزالت العصمۃ وتصدی للحرص علیہ اقوام فسدت احوالھم واکثروا الاجتماع للسماع وربما یتخذ للاجتماع طعام تطلب النفوس الاجتماع لذلك لا رغبۃ للقلوب فی السماع کما کان من سیر الصادقین فیصیر السماع معلولا ترکن الیہ النفوس للشھوات واستحلاء لمواطن اللھو والغفلات وتکون الرغبۃ فی الاجتماع طلبا لتناول الشھوۃ واسترواحا الی الطرب واللھو والعشرۃ ولا یخفی ان ھذا الاجتماع مردود عند اھل الصدق الی ان قال وسماع الغنا من الذنوب[1]

بلاشبہہ صحتِ سماع کی وجہ ہم نے بیان کردی اور وہ کوائف بھی ذکر کردئے جو اربابِ صدق وصفا کے لائق اور موزوں ہیں۔ جہاں فتنہ بکثرت پھیل جائے عصمت زائل اور ختم ہوجائے اور کچھ لوگ بربنائے حرص اس کے درپئے ہوں جن کے حالات بگڑے ہوئے اور خراب ہوں اور وہ سماع کے لئے زیادہ تر اجتماعات کا پروگرام بنائیں اور کبھی اجتماع کو بارونق اور مؤثر بنانے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جائے کہ لوگ صرف کھانے کے شوق میں ایسے اجتماع کو تلاش کریں اس لئے نہیں کہ دلوں کو سماع کی طرف رغبت اور چاہت ہے کہ جیسے سچے عاشقوں کی سیرت ہوا کرتی ہے۔ لہذا سماع (اصل غرض و غایت کا) بظاہر سبب بن گیا کہ نفوس اس کی طرف طلبِ شہوات کے لئے مائل ہوگئے اور اس لئے کہ انھیں مقاماتِ لہو (کھیل) و تفریح) اور انواعِ غفلت کی مٹھاس دستیاب ہوجائے، لہذا مجالس سماع کی طرف رغبت محض طلبِ شہرت کے لئے ہوگی۔ اور اس لئے کہ عیش وعشرت اور کھیل تماشوں میں دلچسپی رکھنے والوں کو حسبِ منشا آرام وراحت حاصل ہوجائے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسا اجتماع اہلِ صدق کے نزدیک مردود ہے یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ گانا سُننا گناہوں میں شمار ہے۔ (ت)

---

[1] عوارف المعارف الباب الثالث والعشرون مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۱۱۴

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا قول وفعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الیّ[1] جو میری طرف جھکے اُن کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

انما یتمسك بافعال اھل الدین[2] دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیہ کرام سے بڑھ کر اور کون دیندار ہے، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سُہروردی قدس سرہٗ کی عوارف سے سند لائی جائز نہ ہونا چاہئے کہ وہ بھی صوفی تھے کیونکہ حضرت سیّد الطائفہ جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ترک سے جس کا قول وفعل حجت نہیں اس کا ترک کیا حجت ہوسکتا ہے کہ ترک بھی فعل ہی ٹھہر کر قابل تمسک ہوتا ہے نہ کہ بمعنی عدم کہ نہ مقدور نہ اس میں اتباع منقول کما نص علیہ فی غمز العیون والبصائر (جیسا کہ غمز العیون والبصائر میں اس پر نص ہے۔ ت) اور شاہ ولی اللہ صاحب کب اپنے آپ کو صوفیہ سے خارج کرسکتے ہیں تو اُن کا قول وفعل سب سے بڑھ کر بے وقعت ہونا چاہئے محلِ ادب میں ایسا ارسال لسان خصوصاً پیش عوام غنا کے مفاسد سے سخت تر مفسدہ ہے اس کا جواز تو مختلف فیہ ہے اس کا عدم جواز متفق علیہ ہے بالجملہ فریق ثانی کے اکثر احکام صحیح ہیں اس کی بڑی فاحش غلطی سجدۂ تحیت کی تحلیل ہے صحیح یہی ہے کہ سجدۂ تحیت حرام ہے یہی مسئلہ اُن سب میں بڑا ہے عند التحقیق یہ بھی اُس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشۂ کفر ہو۔

کیف وقد قال بہ سلطان الاولیاء سیدنا نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ واستدل بانہ کان واجبا للامر ثم نسخ الوجوب فبقی الندب۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سلطان الاولیاء سیدنا نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا اور اس بات پر استدلال کیا کہ سجدہ صیغۂ امر کی وجہ سے پہلے واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہوگیا تو استحباب باقی رہ گیا۔ (ت)

اسی تحریم میں ہماری سند تصریح فقہائے کرام ہے اور اسی قدر ہمیں بس ہے ہم مقلد ہیں دلیل مجتہد کے پاس ہے آیات سے اس پر استدلال کسی طرح تام نہیں، کریمہ واذا حییتم بتحیۃ[3] (جب تمہیں سلام

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

کیا جائے۔ ت) میں سلام مراد ہے نہ کہ ہر تحیت، تحیتیں کثیر ہیں۔ سلام، مصافحہ، معانقہ، قلیل انحنا، دست بوسی، قدمبوسی، قیام، انحنا تا حدِ رکوع، سجدۂ تحیت سلام سے سجود تک سب تحیت ہی ہیں اور اخیرین کے سوا سب جائز بلکہ انحنا کے سوا سب حدیث وسنّت سے ثابت۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر بیٹا قدم چُومے تو باپ پر بھی فرض ہے کہ اس کے قدم چُومے کیونکہ اس نے تحیت کی اور تحیت کا معاوضہ فرض ہے یہ محض باطل ہے۔ ولہذا کتابوں میں وجوب جواب صرف سلام کے لئے فرمایا ہے۔ کریمہ ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1] (کیا وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ ت) خود شاہد عدل ہے کہ وہ درباره سجدۂ عبادت ہے سجدۂ تحیت کو کون کفر کہہ سکتا ہے، کفر ہوتا تو اگلی شرائع میں کیونکر جائز ہو سکتا کیا کوئی شریعت جوازِ کفر بھی لا سکتی ہے، کفر ہوتا تو رب عزوجل ملائکہ کو اس کا حکم کیونکر فرماتا، کیا رب عزوجل کبھی کفر کا بھی حکم فرماتا ہے، تو سجدۂ تحیت قطعاً کفر نہیں اور یہ آیت فرما رہی کہ اُس چیز کا ذکر ہے جو قطعاً کفر ہے تو اگر درباره سجود نازل ہے تو یقیناً درباره سجدۂ عبادت ہی نازل ہے۔ کبیر و ابو السعود و کشاف و مدارک جن کا حوالہ دیا گیا ان میں کہیں اس کی تصریح نہیں کہ یہ سجدۂ تحیت کے بارے میں اُتری۔ یہاں تفسیر ماثور دو ہیں:

ایک امام ائمۃ المفسرین ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جسے ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن المنذر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ ابو رافع قرظی یہودی اور سمی رئیس نصرانی نجرانی نے خدمت اقدس حضور سید عالم میں عرض کیا حضور یہ چاہتے ہیں کہ ہم حضور کی عبادت کریں جیسے نصارٰی نے عیسٰی کو پوجا، فرمایا معاذ اللہ غیر خدا کی عبادت، نہیں ہو سکتی نہ مجھے اس کا حکم ہوا نہ میں اس لئے بھیجا گیا[2] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

دوسری تفسیر کہ حسن بصری سے مرسلاً ہے[3] وقد قال المحدثون ان مراسیل الحسن عندھم شبه الریح (جبکہ محدثین حضرات نے ارشاد فرمایا حضرت حسن کی مرسل حدیثیں ان کے نزدیک ہوا کے مشابہ ہیں یعنی درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ت) ایک شخص نے عرض کی ہم حضور کو ایسے ہی سلام کرتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ اس پر انکار فرمایا اور یہ آیت اتری۔

تفسیر اوّل کہ ہر طرح اصح واقوی ہے اس پر تو مطلع صاف ہے یہودی و نصرانی نے عبادت ہی کو پُوچھا تھا جس پر یہ جواب ارشاد ہوا اور اسی تفسیر پر رب عزوجل کا روئے سخن اپنے مسلمان بندوں کی طرف

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل تحت آیۃ ۳/ ۸۰ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۲/ ۴۶

[3] " بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن " ۲/ ۴۶ و ۴۷

رکھنا اُن خبیث سائلوں کی تفضیح اور اُن کے حال کی تقبیح ہے کہ یہ حمیر قابل جواب نہیں' اے میرے مسلمان بندو! تم خیال کرو کہ یہ اگر ایسا چاہتے تو تم سے فرماتے کہ تم اپنے غلامان فرمانبردار' پھر کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ تمھیں اسلام کے بعد کفر کا حکم دیتے، معاذ اللہ! اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بوجہ خطاب یہ گمان کہ سائل مسلمان تھے جیسا کہ اُس معتزلی کی کشاف میں گزرا اور بعض بعد والوں نے اتباع کیا باطل ہے اور اُس تفسیر صحیح کے خلاف جو سلطان المفسرین صحابی و ابن عم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، دوم مرسل و مقطوع اگر ثابت ہو جائے تو اُس میں یہ جُملہ ہے یعنی ایک شخص نے عرض کی، حضور یہ کوئی اعرابی بادیہ نشین جدید الاسلام ناواقف ہوگا جس نے سجدۂ عبادت کی درخواست کی جس پر رب العزۃ نے فرمایا کہ تمھیں کفر کا حکم دیں گے اور ایسے بعض اشخاص سے ایسے سوال کا صدور مستبعد نہیں بلکہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ رب عزوجل فرماتا ہے، لترکبن طبقا عن طبق[1] (ضرور تم زینہ بہ زینہ (بتدریج) چڑھتے جاؤ گے۔ت) سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگلوں میں کوئی ایسا ہو گزرا ہو جس نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہو تو ضرور تم میں بھی کوئی ایسا ہو گا[2] لترکبن طبقا عن طبق سیّدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن کے متعدد اصحاب نے سوال کیا یٰموسی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ[3] اے موسٰی! ہمیں بھی ایک خدا بنا دے جیسے اُن کے بہت سے خدا ہیں فرمایا انکم قوم تجھلون[4] بلکہ تم نرے جاہل ہو۔ تو یہاں بھی اگر کسی بادیہ نشین نومسلم جاہل ناواقف نے اپنی نادانی سے ایسی درخواست کی کیا بعید ہے اور اسی قرب عہد کے سبب ہدایت فرمادی گئی تکفیر نہ ہوئی جیسے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجھلون (تم نرے نادان لوگ ہو۔ت) فرمایا نہ کہ تکفرون (تم کفر کر رہے ہو۔ت)، جس طرح ایک جوان حاضر خدمت اقدس ہوا اور آکر بے دھڑک عرض کی یا رسول اللہ! میرے لئے زنا حلال کر دیجئے۔ نبی سے براہ راست یہ درخواست کس حد کس حد تک پہنچتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم نے اسکو قتل کرنا چاہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اُسے قریب بلایا یہاں تک کہ اس کے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے پھر فرمایا: کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بہن سے؟

---

[1] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[2]

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸

[4] " " "

عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بیٹی سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری پھوپی سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری خالہ سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تو جس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں بہن بیٹی پھوپی خالہ ہوگی، جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا اوروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ پھر دستِ اقدس اس کے سینہ پر ملا اور دعا کی: الٰہی! اس کے دل سے زنا کی محبت نکال دے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں اس وقت سے زنا سے زیادہ کوئی چیز مجھے دشمن نہ تھی۔ پھر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت اگر تم اسے قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا میری تمہاری مثل ایسی ہے جیسے کسی کا ناقہ بھاگ گیا لوگ اسے پکڑنے کو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ بھڑکتا اور زیادہ بھاگتا ہے اس کے مالک نے کہا تم رہنے دو تمہیں اس کی ترکیب نہیں آتی پھر گھاس کا ایک مٹھا ہاتھ میں لیا اور اسے دکھایا اور چمکارتا ہوا اس کے پاس گیا یہاں تک کہ بٹھا کر اس پر سوار ہولیا۔ اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۹ ازقادر گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی

۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۶ھ

کسی شیئ متبرک کو تعظیماً چومنے یا تعظیماً اپنے پیرو مرشد اور استاذ و والدین اور پیرزادہ اور سادات کرام

اور علمائے عظام کے ہاتھ اور پاؤں چومنے سے اور ان لوگوں کو دیکھ کر تعظیماً اٹھنے سے کفر و شرک لازم آتا ہے یا یہ امر جائز و مستحسن ہے اور احادیث شریفہ و فقہ سے ثابت ہے یا نہیں یا یہ کہ لوگوں نے ان کو بدعت مثل اور بدرسموں کے ایجاد کیا ہے؟

الجواب

اشیائے معظمہ کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو،

وقد ثبت عن ابی ایوب الانصاری کما فی مسند الامام احمد وعن عبداللہ بن عمر کما فی الشفاء للامام قاضی عیاض رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری سے یہ ثابت ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں مذکور ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے جیسا کہ "الشفاء" قاضی عیاض میں موجود ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

اور معظمانِ دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے یونہی انھیں دیکھ کر قیام مگر ہاتھ باندھے

لے

کھڑے رہنا نہ چاہیے اور اگر کوئی معظم اس کی خواہش کرے اس کی یہ خواہش حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کوئی اس بات سے خوش اور مسرور ہو کر لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۰ از ڈاکخانہ راموچکیا کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمن صاحب

۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

قرآن مجید کو بعد تلاوت ماتھے پر رکھنا بہ نیت تعظیم کیسا ہے؟

الجواب

مصحف شریف کو تعظیماً سر اور آنکھوں اور سینے سے لگانا اور بوسہ دینا جائز و مستحب ہے کہ وہ اعظم شعائر سے ہے اور تعظیم شعائر تقوی القلوب سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ از کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ مرسلہ ابوالیاس محمد امام الدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے ساتھ السلام علیکم کا کیا حکم ہے کہنا چاہیے یا نہ؟ اگر کہنا چاہیے تو بوڑھی جوان کا فرق ہے یا نہیں؟ اور اپنے بیگانے کی تمیز ہوگی یا نہیں؟ اور عورتیں آپس میں کن الفاظ سے سلام کیا کریں اور مرد عورتوں سے کن الفاظ سے کہا کریں؟

الجواب

محارم و ازواج پر سلام مطلقاً ہے اور اجنبیات میں جوانوں کو سلام نہ کیا جائے بوڑھیوں کو کیا جائے بلکہ جوانین اگر سلام کریں تو جواب دل میں دیا جائے انھیں نہ سنائے حالانکہ جواب دینا واجب ہے اور لفظ سلام کا مرد و عورت کا باہم اور ایک دوسرے کے ساتھ مطلقاً السلام علیکم ہے اور سلام بھی کافی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۲ از رامپور مسئولہ محمد سعید

بعد نماز فجر اور عصر مصلین باہم مصافحہ بالخصوص اور ضروری جان کر کرنا عند الحنفیہ سنت ہے یا مستحب یا مکروہ؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

الجواب

فجر وعصر کے بعد مصافحہ جائز ہے، اصل میں سنت ہے، اور تخصیص مباح۔ کما ذکرہ الشاہ ولی اللّٰہ الدہلوی فی شرح المؤطا والامام النووی فی الاذکار وغیرھما (جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح مؤطا میں اور امام نووی نے اذکار میں اور ان دو کے علاوہ باقیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ ت) اور ضروری عرفی جاننے میں حرج نہیں اور ضروری شرعی خود نفس مصافحہ بھی نہیں حالانکہ سنت ہے نہ اُسے کوئی فرض وواجب شرعی کہتا ہے نسیم الریاض میں ہے:

الاصح انھا بدعۃ مباحۃ[1] زیادہ صحیح یہ ہے کہ مصافحہ کرنا ایک جائز بدعت ہے۔ (ت)

تمام تفصیل ہمارے رسالہ وشاح الجید[ف] میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی ۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ ایک مسجد میں سُنتیں پڑھ رہے ہیں، کچھ لوگ تسبیح وتہلیل کررہے ہیں اور کچھ لوگ تلاوتِ کلام اللہ شریف کررہے ہیں اور کچھ لوگ یونہی بیٹھے ہوئے ہیں تو ایسی حالت میں انھیں سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر کچھ لوگ خالی بیٹھے ہوں ان کو سلام کرسکتا ہے اور جو لوگ نماز یا تلاوت یا ذکر میں ہیں ان کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴: از نصیر آباد ضلع اجمیر شریف محلہ دودہان مرسلہ جناب شیخ محمد عمر صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ زید اپنے پیر کو سجدۂ تعظیمی کیا کرتا ہے اور جب اس کو منع کیا جاتا ہے کہ تعظیمی سجدہ سوائے خدا کے کسی کو درست نہیں خواہ پیغمبر ہو یا پیر، تو زید مذکور پیر کو سجدہ تعظیمی کرنے کی نفی میں قرآن مجید واحادیثِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت طلب کرتا ہے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ تعظیمی سجدہ جو اپنے پیر یا استاد کو کیا جاتا ہے از روئے شرع شریف جائز ہے یا حرام؟ اور پیر کو تعظیمی سجدہ کرنے والا مومن ہے یا مشرک، فقط۔ بینوا توجروا۔

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۳

ف: رسالہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید فتاوٰی رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں مرقوم ہے

الجواب

غیر خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے گناہ کبیرہ ہے، متواتر حدیثیں اور متواتر نصوص فقہیہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحریم پر چالیس حدیثیں روایت کیں اور نصوص فقہیہ کی گنتی نہیں۔ فتاوٰی عزیزیہ میں ہے کہ اُس کی حرمت پر اجماعِ امت ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۵ از امو پور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

دس آدمی جاہل بیٹھے ہوئے ہوں اور عالم مولوی اُن کے پاس آئے تو وہ اسے سلام کریں یا یہ اُنھیں، پہلے کون کرے؟

الجواب

آنے والے کو پہلے سلام کرنا چاہیے، اور ان کا جاہل ہونا ابتداء السلام کے مانع نہیں جبکہ فاسق نہ ہوں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶ از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلہ بلّی ماراں مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین والدین واستاد وعلماء کے ہاتھ پاؤں چومنا زید حرام کہتا ہے۔

جواب از مولوی عمادالدین صاحب سنبھلی مدرس اول مدرسہ نعمانیہ

بالاتفاق جائز و درست ہے، منصف کے لئے اس قدر کافی ہے، معاند منکر کا علاج نہیں۔ قاضیخان، عالمگیری، عینی شرح ہدایہ، درمختار، ردالمحتار، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف، ابوداؤد، اشعۃ اللمعات سے اس کا جواز بلکہ امر ممدوح ہونا ثابت ہوگیا۔ لہذا بدتراز بول زید پر کید کا قول باطل ہوا کہ وہ اپنے گھر سے نئی شریعت گھڑتا ہے الخ۔

تصدیقات کثیرہ دہلی و اجمیر شریف و لاہور و الٰہ آباد وغیرہا

تحریر کفایت اللہ مدرسہ امینیہ:

کسی بزرگ مثلاً والد یا پیر یا عالم کے ہاتھ پاؤں چومنا فی حد ذاتہ مباح ہے اور اسکی اباحت احادیث و روایات فقہیہ سے ثابت ہے جیسا کہ جوابات مذکورہ بالا میں علمائے کرام نے مفصل و مدلل بیان فرمادیا ہے البتہ ذرا یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بہت سے عوام بحیلہ پابوسی پیروں کو سجدہ کرنے لگتے ہیں اور سجدے کی تاویل میں پابوسی کے جواز کو حیلہ بنالیتے ہیں تو اگر کسی ایسی خاص صورت میں کوئی عالم کسی خاص شخص کو پابوسی سے منع کرے تو درحقیقت وہ ممانعت پابوسی کی نہیں بلکہ سجدے کی ہوگی اور صحیح ہوگی اور عوام سے

اس بارے میں اس قدر غلو کرلینا مستبعد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب (تحریر دار الافتاء)

مولنا مولوی عماد الدین صاحب سلمہ کا جواب بہت صحیح ہے۔ والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے اور علماء وصلحا ورثہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کی دست بوسی و قدمبوسی سنت مستحبہ ہے،

كما فصلناه فی فتاوٰنا بما لا مزيد عليه واكثرنا من الاحاديث الناصبة به والداعية اليه وفی ما ذكر المجيب كفاية والله ولی الهداية۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان کردیا کہ جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا، اور اس بارے میں ہم بکثرت ایسی حدیثیں لائے جو اس مسئلہ پر قائم اور باعث تھیں۔ اور جوکچھ فاضل مجیب نے (سوال مذکور کے) جواب میں ذکر فرمایا وہ راہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے کا مالک اور ذمہ دار ہے۔ (ت)

اور اس میں انکار کی شق وہی نکالتے ہیں جو تعظیم محبوبان و مقبولانِ خدا سے منکر ہیں، قدمبوسی کو سجدہ سے کیا تعلق، قدم بوسی سربر پا نہادن (پاؤں سر پر رکھنا۔ ت) ہے۔ اور سجدہ پیشانی بر زمین نہادن (پیشانی زمین پر رکھنا۔ ت) ہے، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال الله تعالٰی يايها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]، وقال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث[2]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے (ت)

وقال سيدی زروق رضی الله تعالٰی عنه الظن الخبيث انما ينشؤ من القلب الخبيث[3]

(سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا) گمانِ خبیث خبیث ہی دل میں پیدا ہوتا ہے۔

والعياذ بالله تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

ہاں اگر کوئی سجدہ کرے تو اُسے منع کرنا فرض ہے یہ دوسری بات ہے قدمبوسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا وہی گمانِ خبیث ہے اور براہِ تواضع اگر دست بوسی کو بھی منع کرے تو وہ اس سے منع نہیں بلکہ اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھنا ہے،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اعمال کا مدار انسانی ارادوں پر ہے، اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۷: از بذلہ بارٹہ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع ہوشیار پور محمد عطاء الٰہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ عمر نے اپنے شیخ طریقت کا دست بوسی و پابوسی سے استقبال کیا۔ زید نے جو کہ اپنے آپ کو ایک عالم شخص تصور کرتا ہے فی البدیہہ کہا کہ عمر اس فعل کے ارتکاب سے مشرک ہوگیا اور اس کا نکاح بھی باطل ہوگیا، شریعتِ غرا کا اس مسئلہ میں کیا فیصلہ ہے، اگر زید کا عمر کو مشرک کہنا جائز نہیں تو زید کس عتاب کا مرتکب ہے؟

الجواب

علمائے دین ومشائخ صالحین کی دست بوسی وقدم بوسی سنّت ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) زید نے کہ اس بنا پر بلاوجہ مسلمان کو کافر اور اس کے نکاح کو ساقط بتایا وہ بحکم احادیث فقہ خود اس حکم کا قابل ہے از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اُس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے بشرطیکہ وہابی نہ ہو اور جو وہابی ہے وہ خود مرتد ہے نہ وہ توبہ کرے نہ اس کی توبہ ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لایعودون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین کی طرف نہ لوٹیں گے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب قتال اہل البغی باب صفات الخوارج الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۴۷

مسئلہ ۱۹۸ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سید کے لڑکے سے جب شاگرد ہو یا ملازم ہو دینی یا دُنیوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں، نہ ایسی خدمت پر اُسے ملازم رکھنا جائز۔ اور جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے، بحال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف ہو شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اُسے مارنے سے مطلق احتراز کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۹ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کوئی لڑکا ایسا ہے کہ ماں اس کی شیخ ہے اور باپ سید، اور وہ لڑکا خدمت کرنے کے لئے اپنے کو چھپا کے شیخ کہتا ہے کہ اُستاد یا آقا کی خدمت کریں اور اُش کھائیں ہر چند منع کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں مانتا ہے ایسی حالت میں کیا کیا جائے اس سے خدمت لی جائے اور اُس کو جھوٹا دیا جائے یا نہیں؟

الجواب

جب معلوم ہے کہ وہ سید کا بیٹا ہے اگرچہ ماں شیخ یا کسی قوم ہے تو اس کا جواب مسئلہ ماقبل میں گزرا اس کا انکار کچھ معتبر نہیں، باقی رہا مسلمان کا جھوٹا وہ کھانا کوئی ذلت نہیں، حدیث میں اُسے شفا فرمایا وہ مانگے تو اُسے اُسی نیت سے دیا جائے نہ کہ بہ نیتِ اوش۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰ از شہر باجتی کنواں ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین، جو شخص السلام علیکم کے جواب میں سلامت یا سلاملیکم یا سلاماکم یا و لیکم کہے اور اُس کو السلام علیکم وعلیکم السلام بتایا جائے لیکن وہ غلط کو صحیح جانے یا صحیح کی صحت میں سعی نہ کرے تو اس کو السلام علیک کرنا یا جواب دینا چاہئے یا نہ چاہئے؟

الجواب

سُنّی مسلمان غیر فاسق معلن کو ابتداءً سلام کرے وہ اگر جواب خلافِ سنّت دے سمجھائے، ورنہ اس پر الزام نہیں، نہ اس کے سبب سنّتِ سلام ترک کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو، وظیفہ، تلاوتِ قرآن مجید میں کوئی شخص سلام علیک کرے اس کا جواب دے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وضو میں جواب دے اور وظیفہ وتلاوت میں جواب نہ دینے کا اختیار رکھتا ہے کہ اس حال میں اس پر سلام مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

داڑھی وحلق وقصر وختنہ وحجامت

داڑھی، مونچھ، سر وغیرہ کے بالوں، ختنہ اور ناخن وغیرہ سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانا اور منڈانا اور چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ درصورتِ ثانی مرتکب کا یہ عذر کہ اگر داڑھی مطابق شرع اور باطن خراب اور برا ہو اس سے بہتر ہے کہ داڑھی خلافِ شریعت اور باطن آراستہ ہو، صحیح اور دافع الزام ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے ساتھ داڑھی چھوڑنے اور نیچی رکھنے کی تحقیر کرے اور جو ایسا کرتے ہوں ان سے باستہزا پیش آئے اور انھیں تشبیہات وتمثیلاتِ شنیعہ سے یاد کرے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

داڑھی حدِ مقررِ شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت دائمی اور اہلِ اسلام کے شعار سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ

یعنی دس چیزیں سنّت قدیم انبیاءِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی

الحدیث۔ رواہ مسلم۔

حدِ شرع تک چھوڑ دینا (اس کو مسلم نے روایت کیا۔ ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں:

حلق کردن لحیہ حرام است و روشِ افرنج و ہنود وجوالقیان کہ ایشاں را قلندریہ نیز گویند وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآں کہ آنرا سنّت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنّت ست چنانکہ نماز عید را سنّت گفتہ اند۔[2]

داڑھی منڈانا حرام ہے یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنّت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنّت کہتے ہیں۔ (ت)

اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین واوفوا اللحی واعفوا الشوارب۔ رواہ الشیخان فی صحیحھما۔[3]

مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کردو (اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ت)

اور بعض احادیث میں وارد مونچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوس کی سی شکل نہ بناؤ۔ سنت سنیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ترک اور مشرکین و مجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں۔ علاوہ بریں اس میں تغیر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وُہ بنص قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجب لعنتِ الٰہی ہے:

قال اللہ عزّ اسمہ حاکیا عن ابلیس ولاضلنھم ولامنینھم

اللہ تعالٰی معزز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: میں (یعنی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

[2] اشعۃ اللمعات " " باب السواک الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲

[3] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ " " " ۱/ ۱۲۹

ولأمرنّهم فلیبتکنّ اٰذان الانعام ولاٰمرنّهم فلیغیّرنّ خلق اللّٰه[1] وقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لعن اللّٰه الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللّٰه متفق علیه[2]۔

شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰی کی خلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے۔ بال اکھاڑنے والی عورتوں پر، خوبصورتی کے لئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹِ خداوندی میں ردو بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ناجائز و ممنوع۔ ایسے شخصوں کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، لوگوں کو خبر دے دو کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن سے بیزار ہیں رواہ الترمذی اور پُر ظاہر کر داڑھی کتروانا یا منڈانا چڑھانے سے سخت تر ہے کہ اس میں فقط تغیر صفت سنت ہے اور اُن میں تغییر یا اعدام اصل معہذا اگر تو بہ نصیب ہو تو سریع الزوال اور اُن کا ازالہ نہ ہوگا مگر بعد ایک زمانہ کے جب چڑھانے کی نسبت ایسی وعید شدید وارد، اور حضور اس کے مرتکب سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائیں تو کترنے اور منڈانے سے کس قدر ناراض و بیزار ہوں گے اور العیاذ باللہ اس حبیب مرتجٰی و رسول مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ناراضی پر دُنیا و آخرت میں جو ثمرات بد مرتّب ہیں دلِ مومن اُن سے خوب واقف ہے باقی عذر مذکور فی السوال وہ ہرگز قابلِ اعتبار نہیں بلکہ قائل کی سفاہت و ضلالت پر دال ہے اس میں شک نہیں کہ اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر وارتکاب محرمات و ممنوعات کی کس نے اجازت دی کیا تعمیل حکم شرع و اتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے آراستگی باطن میں کچھ خلل انداز ہے بلکہ وہ اپنے اس دعوے ہی میں جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگرچہ داڑھی خلافِ شرع ہو کہ اگر فی الواقع باطن اس کا زیور صلاح سے مزین اور [illegible] رسول منقاد ہوتا تو اتباعِ سنت چھوڑ کر شعارِ کفر و شرک و بدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکم شرع سن کر [illegible] اپنے فعلِ شنیع پر مصر نہ ہوتا اور ایسے بیہودہ عذروں کو سپر نہ بناتا استغفر اللہ ایسے اعذار بارده موجب تجلیل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹
صحیح مسلم 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۲۰۵

محرمات نہیں ہوسکتے نہ اُن سے وبال میں کچھ کمی ہو بلکہ موجب زیادت نکال ہیں کہ جب ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت واعتراف بجرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترک موجب محو گناہ ہوجاتی ہے اور جب حکم شرع کے سامنے گردن نہ جھکائیں بلکہ باصرار پیش آئیں اور ایسے جھوٹے بہانوں کا دامن پکڑیں تو شامت اس کی ایک سے ہزار ہوجاتی ہے، اور اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور اُن لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزا اور انھیں تشبیہات و تمثیلاتِ قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین و تحقیر اور اس کے اتباع پر استہزا بالاجماع کفر کما ھو مصرح فی الکتب الفقہیۃ والکلامیۃ (جیسا کہ فقہ اور علم کلام کی کتابوں میں صراحۃً یہ مذکور ہے۔ ت) عورت اس کی نکاح سے نکل جائے گی اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے اولادِ حرام ہوں گے اہلِ اسلام کو اُس سے معاملہ کفار برتنا لازم، بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن اُس جنازہ ناپاک کی تذلیل کریں کہ اُس نے ایسے عزت والے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کو ذلیل سمجھا العیاذ باللہ، واللہ نسئل حسن الخواتیم والعلم بالحق عند ربی ان ربی خبیر علیم (اللہ تعالٰی کی پناہ، ہم اللہ تعالٰی سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں اور حق کا علم میرے پروردگار ہی کے پاس ہے، بلاشبہہ میرا پروردگار (ہر چیز سے) پوری طرح خبردار اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۰۳: مسئولہ حافظ محمد حسین شاگرد رشید احمد گنگوہی ۲۵ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدھ کے دن ناخن کتروانا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہ چاہئے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نہ چاہئے، حدیث میں اس سے نہی آئی کہ معاذ اللہ مورثِ برص ہوتا ہے۔ بعض علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے بدھ کو ناخن کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا صحیح نہ ہوئی۔ فوراً برص ہوگئی، شب کو زیارتِ جمالِ بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے، عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی، ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حضور اندھوں کوڑھیوں

اور مُردوں کو صحت و حیات بخشنے والی ہستی پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو۔ ت) نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دوجہاں و دستگیرِ بیکساں ہے اُن کے بدن پر لگایا فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت سے توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر ایسی مخالفت نہ کروں گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرحِ شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه ما اصابه فقال له الم تسمع نهیی عنه فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع ثم مسح بدنه بیده الشریفة فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع[1] اھ۔

ناخن کاٹنے سنت ہیں لیکن بدھ کے دن ایسا کرنے سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے مرضِ برص (جسم پر سفید داغ پیدا ہوتا ہے۔ بعض اہلِ علم کی حکایت ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کٹوائے انھیں اس سے منع کیا گیا لیکن انھوں نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں، انھیں فوراً مرضِ برص لاحق ہوگیا پھر انھیں خواب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے مرضِ برص کی شکایت کی، آپ نے ان سے فرمایا کیا تم نے بدھ کے روز ناخن کٹوانے کی ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے نزدیک وہ حدیث پایۂ صحت کو نہیں پہنچی تھی۔ اس پر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے تھا کہ حدیث سُن لی تھی۔ ازاں بعد آپ نے اپنا دستِ اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو فوراً مرض زائل ہوگیا۔ اس کے بعد عالم موصوف نے اسی وقت سماع کردہ حدیث کی مخالفت سے توبہ کی اھ (ت)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

وردفی بعض الآثار النهی عن قص

بدھ کے روز ناخن کترنے سے بعض آثار میں نہی

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل واما نظافۃ جسمہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۴

الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفارہ یوم الاربعاء فتذکر ذٰلك فترك ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة ولم یصح عندہ النهی فقصها فلحقه ای اصابه البرص فرای النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذٰلك فقال یارسول اللّٰه لم یصح عندی ذٰلك فقال یکفیك ان تسمع ثم مسح صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم علی بدنه فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمه اللّٰه تعالٰی فجددت مع اللّٰه توبة انی لا اخالف ما سمعت عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ابدا۔[1] واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم بالصواب فقط

وارد ہوئی ہے کیونکہ یہ عمل باعثِ مرضِ برص ہے ابن الحاج صاحبِ مدخل سے مروی ہے کہ انھوں نے بدھ کے دن اسی نہی کے پیشِ نظر ناخن کاٹے پھر خیال آیا کہ ناخن کاٹنے کا عمل تو سنت ہے اور نہی والی روایت صحیح نہیں، چنانچہ اسی خیال کے ساتھ ناخن کاٹ ڈالے اور انھیں مرضِ برص لاحق ہوگیا، پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے فرمایا کیا تم نے ممانعت نہیں سنی تھی؛ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے لئے میرے نام کی نسبت سے سننا ہی کافی تھا (یعنی کافی ہونا چاہئے تھا) پھر آپ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو مرضِ برص سے شفا ہوگئی اور مرض مکمل طور پر زائل ہوگیا۔ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ تعالٰی کے حضور نئے سرے سے توبہ کی کہ اب میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور حوالے سے جو کچھ بھی سنوں گا اس کی مخالفت کبھی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالٰی پاک وبلند وبالا ہے اور راہِ صواب کو خوب جانتا ہے فقط۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱؎ سر کے بال جوتالو پر سے کھلوا دئے جاتے ہیں آیا درست ہے ان کا منڈوانا یا نہیں؟

دوسرے ۲؎ یہ کہ سر کے بال کتروانا اور ایک انگشت کے قریب رکھنا یا یہ کہ اگلی جانب کے کچھ بڑے اور پیچھے کی جانب سے چھوٹے کترتے ہوں، جو حکم شرع مطہرہ کا اس بارے میں ہو بیان فرمائیں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۲

اللہ تعالٰی اجر دے گا۔ فقط۔

37

الجواب

تالو کے بال منڈانا جس طرح یہاں کے لوگوں کی عادت ہے بشرطیکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں جسے پان بنوانا کہتے ہیں جائز ہے مگر اولٰی نہیں، ہاں متفرق مواضع سے قطعے قطعے منڈوانا جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، بیچ سر منڈوا دیا آس پاس کے بال چھوڑ دیے اور کنپٹیوں پر بریاں رکھیں آس پاس منڈوا دیے اور گدی پر ایک قطعہ بالوں کا چھوڑا دہنے بائیں حلق کیے اسے عربی میں قزع کہتے ہیں اور وہ ممنوع ہے، بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں:

ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں، یہ خاص سنت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہے، حج و حجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حلقِ شعر ثابت نہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ و عمرۃ القضاء و حجۃ الوداع میں حلق فرمایا علی ما نقلہ علی القاری فی جمع الوسائل[1] عن بعض شراح المصابیح (جیسا کہ ملا علی قاری نے مصابیح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقل کیا ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں، یہ حضرت سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوفِ جنابت کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی بہنے سے باقی نہ رہ جائے حلق فرمایا کرتے ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلافِ سنت، اور یہ نئی نئی تراشیں مثلاً ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے بڑھیں کتروا دینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے، یا وسط سر تالو سے پیشانی تک کھلوا دینا یا گدی کے بال منڈانا یا پیشانی سے گدی تک سڑک نکالنا یا منڈے سر خواہ بالوں کی حالت میں یعنی چوڑی قلمیں بڑھا کر رخساروں پر جھکانا یا داڑھی میں ملا دینا، یہ باتیں مخالف سنت و خلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجادیں ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے، ردالمحتار میں ہے:

فی الروضۃ للزندویسی ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق او	امام زندویسی کی روضہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر کے بال رکھے جائیں اور ان میں مانگ

---

[1] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ما جاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۲

الحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنۃ و نسب ذٰلك الی العلماء الثلثۃ و فی الذخیرۃ ولاباس ان یحلق وسط راسہ ویرسل شعرہ من غیران یفتلہ وان فتلہ فذٰلك مکروہ لانہ یصیر مشبھا ببعض الکفرۃ و المجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیرفتل ولکن لایحلقون وسط الراس بل یجزون الناصیۃ "تاترخانیۃ"۔[1]

نکالی جائے یا بال منڈوا دیے جائیں اور سر بالکل صاف کرادیا جائے۔ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے کہ سر منڈوانا سنت ہے اور یہ بات ائمہ ثلاثہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اور ذخیرہ میں یوں مذکور ہے اس میں کوئی حرج نہیں کہ سر کے درمیانی حصہ کو مونڈا جائے اور بالوں کو بغیر بٹنے کے کھلا چھوڑ دیا جائے اور اگر انھیں کھلا نہ چھوڑے اور بٹنے والا عمل کرے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے بعض کافروں اور آتش پرستوں سے مشابہت ہوجاتی ہے البتہ وہ سر کے درمیانی حصے کو مونڈتے نہیں بلکہ پیشانی والے بالوں کو کاٹ ڈالتے ہیں، تاترخانیہ۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یکرہ القزع وھو ان یحلق البعض فیترك البعض قطعا مقدار ثلثۃ اصابع کذا فی الغرائب۔[2]

"قزع" مکروہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سر کے بعض بال مونڈ ڈالے جائیں اور بعض بال بمقدار تین انگشت چھوڑ دیے جائیں۔ اسی طرح الغرائب میں مذکور ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں ہے:

منہ ح نھی عن القزع ھو ان یحلق راس الصبی ویترك منہ مواضع متفرقۃ تشبیھا بقزع السحاب ط اجمعوا علی کراھتہ اذا کان فی مواضع متفرقۃ الا ان یکون لمداواۃ لانہ من عادۃ الکفرۃ ولقباحتہ صورۃ۔[3]

منہ ح، قزع سے منع کیا گیا ہے اور اس کی صورت یہ ہے بچوں کے سروں کے کچھ بال مونڈ ڈالے جائیں اور کچھ بال بادلوں کی ٹکڑیوں کی مانند چھوڑ دیے جائیں، ائمہ کرام اس کی کراہت پر متفق ہیں جبکہ مختلف جگہوں سے اس طرح کیا جائے البتہ برائے علاج ایسا کرنا مستثنٰی ہے۔ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ کافروں کا معمول ہے اور صورۃً اس کی قباحت کی وجہ سے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[3] مجمع بحار الانوار باب القاف مع الزای مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۴/ ۲۷۱

اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث صحیحین :

عن نافع عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن القزع قیل لنافع ما القزع قال یحلق بعض رأس الصبی ویترك البعض۔

بحوالہ حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سُنا کہ آپ نے قزع سے منع فرمایا، حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ قزع کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچّہ کے سر کے کچھ بال مونڈ دیے جائیں اور کچھ رہنے دیے جائیں۔ (ت)

تحریر فرمایا :

گفتہ اند قزع حلق راس است از مواضع متفرقہ آں واگرچہ ظاہر عبارت کہ در تفسیرے واقع شدہ مطلق است ولیکن شراح ہمہ تصریح کردہ اند بایں قید و در روایات فقہیہ نیز ہمچنیں آمدہ است[1]

کہتے ہیں کہ "قزع" سر کے بالوں کو مختلف مقامات سے مونڈ ڈالنا ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ عبارت جو تفسیر "قزع" میں واقع ہوتی ہے وہ مطلق ہے لیکن تمام شارحین نے اس قید کا صراحتًا ذکر کیا ہے (قید یہ ہے کہ سر کے مختلف حصے مونڈ دیے جائیں) اور فقہی روایات میں بھی یونہی آیا ہے۔ (ت)

شرح شمائل شریف میں ہے :

لم یرو تقصیر الشعر منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامرۃ واحدۃ[2] الخ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے بال کترنے صرف ایک ہی مرتبہ مروی ہیں (ت)

عالمگیری میں ہے :

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی یکرہ ان یحلق قفاہ الاعند الحجامۃ کذا فی

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے کہ گدی کے بال مونڈنا مکروہ ہیں مگر پچھنے لگوانے کی صورت میں جائز ہیں۔ یونہی الینابیع

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۱

[2] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۱

الینابیع[1] میں مذکور ہے۔ (ت)

عین العلم میں ہے:

یکرہ الزیادۃ فی العارضین باسبال الصدغ المتجاوزۃ عن عظمھا[2] اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

رخساروں پر بالوں کو بڑھانا کنپٹیوں کے بال چھوڑتے ہوئے جوان کی ہڈیوں سے متجاوز ہوں مکروہ ہے اھ ملخصاً۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بڑی شان والے کا علم سب سے زیادہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۸

الحمد للہ الذی انبت الشعر علٰی رؤسنا یزید فی الخلق مایشاء والصلوۃ والسلام علی بہجۃ نفوسنا والہ وصحبہ الٰی یوم الخیراء۔

سب تعریف اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے جس نے ہمارے سروں پر بال اگائے اور وہ جو چاہے خلق میں اضافہ کرتا ہے اور درود وسلام ہو اس محبوب ذات پر جو ہماری جانوں کی رونق ہے اور ان کی اولاد اور ساتھیوں پر حسرتوں والے دن یعنی قیامت تک درود وسلام ہو۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ریش ایک مشت سے زیادہ رکھنا سنت ہے یا مکروہ؟

(۲) اور فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ریش مبارک اپنی کو کبھی زیادہ ایک مشت سے ترشوایا ہے یا نہیں؟

(۳) اور دیگر سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ سید الموجودات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک ایک مشت سے زیادہ کبھی نہ ہوئی یعنی پیدائشی آپ کی ایک ہی مشت تھی۔

(۴) اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زیادہ ایک مشت سے تھی یا ایک ہی مشت؟

بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷

[2] عین العلم الباب السابع مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۳۵

الجواب

جوابِ سوالِ اوّل: ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

گذاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست و آنکہ آنرا سنّت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنّت ست، چنانکہ نمازِ عید را سنّت گفتہ اند[1]

داڑھی بمقدار ایک مشت رکھنا واجب ہے۔ اور جو اسے سنت قرار دیتے ہیں، وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا جاری کردہ طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنّتِ نبوی سے ہے جیسا کہ نمازِ عید کو سنّت کہا جاتا ہے حالانکہ وہ واجب ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الاخذ منها وهي دون ذٰلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال[2]

داڑھی تراشنا یا کترنا کہ وہ مشت کی مقدار سے کم ہو جائے ناجائز ہے جیسا کہ بعض مغربیت زدہ لوگ اور ہیجڑے کرتے ہیں (ت)

غرض لحیہ سے کچھ لینا بھی اسی حالت سے مشروط ہے جبکہ طول میں حدِ شرعی تک پہنچ جائے،

فی الهندية من الملتقط لا باس اذا طالت لحيته طولا وعرضا لكنه مقيد بما اذا زاد على القبضة[3]

فتاوی ہندیہ میں بحوالہ "الملتقط" منقول ہے کہ جب داڑھی طول اور عرض میں بڑھ جائے تو ایک مشت مقدار سے زائد کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں، وہ جو بعض بیباک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنت کا اتفاق ہے، اس سے زائد اگر طول فاحش حدِ اعتدال سے خارج بے موقع بدنما ہو تو بلاشبہہ خلافِ سنت و مکروہ کہ

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۲
[2] فتح القدیر باب الصیام باب مایوجب القضاء والکفارۃ " " ۲/۲۷۰
[3] فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۸

صورت بدنما بنانا اپنے منہ پر دروازہ طعن مسخریہ کھولنا مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں ڈالنا ہرگز مرضیِ شرع مطہر نہیں، نہ معاذ اللہ زنہار کہ ریش اقدس حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیاذاً باللہ کبھی حد بدنمائی تک پہنچی، سنت ہونا اس کا معقول نہیں۔

وان ذهب بعض العلماء من غير اصحابنا الى اعفاء اللحى جملة واحدة وكراهته اخذ شئ منها مطلقا وهو الذى اختاره الامام الاجل النووى والعجب من ابن ملك حيث تابعه على ذلك مستدركا به على قول نفسه ان الاخذ من اطراف اللحية طولها وعرضها للتناسب حسن كما نقل عنه المولى على القارى فى كتاب الطهارة من المرقاة[1] والعجب انه ايضا سكت عليه ههنا مع انه خلاف ما عليه ائمتنا الكرام كما ترى۔

اگرچہ ہمارے اصحاب علم کے سوا کچھ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ داڑھی کو یک لخت مجموعی طور پر بڑھنے دیا جائے اور محدود نہ کیا جائے، وہ داڑھی کو تراشنے کے حق میں مطلقاً نہیں اور وہ تراشنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔ جلیل القدر امام نووی نے اسی چیز کو پسند کیا ہے لیکن ابن ملک پر تعجب ہے کہ اس نے اس مسئلہ میں امام نووی کی متابعت کرتے ہوئے اپنے قول پر استدراک کیا کہ داڑھی کی اطراف طول وعرض سے تناسب قائم رکھنے کے لئے کچھ تراش خراش کرنا مستحسن یعنی اچھا ہے جیسا کہ اس سے محدث ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی بحثِ طہارت میں نقل کیا ہے اور ان پر بھی تعجب ہے کہ وہ یہاں خاموش رہے حالانکہ یہ اس کے خلاف ہے جس پر ہمارے ائمہ کرام قائم ہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ (ت)

ولہٰذا حدیث میں آیا حضور والاصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من سعادة المرء خفة لحيته[2]
اخرجه الطبرانى فى الكبير وابن عدى فى الكامل عن ابن عباس رضى الله تعالٰى عنهما۔

آدمی کی سعادت سے ہے داڑھی کا ہلکا ہونا یعنی یہ کہ بےحد دراز نہ ہو۔ (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے تخریج فرمائی۔ ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطہارۃ باب السواک الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۹۱
[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۹۲۰ المکتب الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۱
الکامل لابن عدی ترجمہ یوسف بن فرق بن لمازۃ قاضی الاہواز دار الفکر بیروت ۷/ ۲۶۲۴، ۲۶۲۵

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

المراد من ذلك عدم طولها جدا الماورد فی ذمه[1]۔

یقیناً اس سے مراد غیر طویل ہے کیونکہ اس کی مذمت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام غزالی احیاء العلوم پھر مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

قد اختلفوا فیما طال من اللحیۃ فقیل ان قبض الرجل علی لحیتہ واخذ ما تحت القبضۃ فلا باس بہ، وقد فعلہ ابن عمر وجماعۃ من التابعین واستحسنہ الشعبی و ابن سیرین وکرھہ الحسن وقتادۃ ومن تبعھما وقالوا ترکہا عافیۃ احب لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اعفوا اللحی لکن الظاھر ھو القول الاول فان الطول المفرط یشوہ الخلقۃ ویطلق السنۃ المغتابین بالنسبۃ الیہ فلاباس للاحتراز عنہ علی ھذہ النیۃ قال النخعی عجبت لرجل عاقل طویل اللحیۃ کیف لایاخذ من لحیتہ فیجعلھا بین لحیتین ای طویل و قصیر فان التوسط من کل شیئ احسن ومنہ قیل خیر الامور اوسطھا ومن ثم قیل کلما طالت اللحیۃ نقص العقل[2]۔

بے شک داڑھی کے دراز حصہ میں (یعنی اس کی درازی کے بارے میں) اہل علم نے اختلاف کیا ہے پس یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی مشت بھر داڑھی کو پکڑ کر مشت سے زائد بالوں کو کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرات تابعین کے ایک گروہ نے اس طرح کیا تھا اور امام شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کو اچھا سمجھا البتہ حضرت حسن بصری اور امام قتادہ اور ان کے ہمنوا لوگوں نے اس کو مکروہ کہا اور انھوں نے فرمایا کہ اسے بڑھتے ہوئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب اور پسندیدہ بات ہے۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ داڑھیاں بڑھاؤ۔ لیکن ظاہر وہی پہلی بات ہے کیونکہ فحش درازی صورت کو بدنما بنادے گی، اور اس کی نسبت (لوگوں کی) زبانیں دراز ہوجائیں گی، پھر اس نیت سے اس سے بچنے میں کوئی حرج نہیں، پھر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر کوئی عقلمند آدمی لمبی داڑھی والا ہو یعنی اس کی داڑھی زیادہ لمبی ہونے لگے تو وہ کیونکر داڑھی نہ تراشے گا، پھر وہ لمبی اور چھوٹی دو قسم کی داڑھیوں کے

---

[1] نسیم الریاض الباب الثانی فصل الثالث ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱/ ۳۳۱

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

درمیان کردے گا اس لئے کہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ بہترین کام درمیانہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی کہا گیا کہ جب بھی داڑھی لمبی ہو تو عقل کم ہوگی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشتھر ان طول اللحیۃ دلیل علی خفۃ العقل[1]

مشہور ہے کہ لمبی داڑھی بے وقوف ہونے کی علامت ہے۔ (ت)

اور اگر حد سے زائد نہ ہو تو بعض ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک کما نص علیہ الامام ابن حجر فی الاصابۃ وکذٰلک نقل الفاضل ابن عبد اللہ الشافعی نزیل المدینۃ الطیبۃ فی کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء عن الامام البغوی (جیسا کہ امام ابن حجر نے "الاصابہ" میں تصریح فرمائی ہے اور اسی طرح امام بغوی کے حوالہ سے فاضل بن عبداللہ شافعی، جو مدینہ طیبہ کے باسی ہیں، نے اپنی کتاب "الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء" میں نقل کیا ہے۔ ت)

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں:

کان شیخنا شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الجیلی نحیف البدن ربع القامۃ عریض الصدر عریض اللحیۃ طویلھا الخ۔ اخرجہ الامام الثقۃ الفقیہ امام القراء سیدی ابو الحسن نور الدین علی الشطنوفی قدس سرہ فی بھجۃ الاسرار[2]

ہمارے مرشد حضور شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بدن مبارک دُبلا تھا اور قامت شریف میانہ، سینہ مقدس چوڑا ریش منور پہن و دراز الخ۔ (مستند امام، علم فقہ کے ماہر، قاریوں کے پیشوا سیدنا ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں اس کی تخریج فرمائی ہے۔ ت)

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

عادت سلف دریں باب مختلف بود آوردہ اند کہ لحیۂ امیر المومنین علی پُر می کرد۔ سینہ اُورا

اسلاف کی عادت اس بارے میں مختلف تھی چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

[2] بہجۃ الاسرار نسبہ وصفتہ رضی اللہ عنہ مصطفی البابی مصر ص ۹۰

وہمچنیں عمرو عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و نوشتہ اند کان الشیخ محی الدین رضی اللہ تعالٰی عنہ طویل اللحیۃ وعریضہا۔[1]

کی داڑھی ان کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مبارک داڑھیاں تھیں۔ اور لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ لمبی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔ (ت)

شاید انھیں آثار کی بنا پر شیخ محقق نے شرح مشکوۃ میں فرمایا:

مشہور قدر یک مشت ست چنانکہ کمتر ازیں نباید و اگر زیادہ براں بگزارد نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزرد۔[2]

مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہیے، اور اگر اس سے زیادہ چھوڑ دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال برتا جائے۔ (ت)

اور مدارج میں ایک قول یہ نقل فرمایا کہ علماء و مشائخ کو ایک مشت سے زیادہ رکھنا بھی درست ہے،

حیث قال مشہور در مذہب حنفی چہار انگشت و ظاہر آنست کہ مراد آں باشد کہ کم ازیں نمی باید و لیکن در روایت آمدہ است کہ واجب است قطع زیادہ بر آں و گفتہ اند کہ اگر علماء و مشائخ زیادہ براں بگزارند نیز درست ست۔[3]

جیسا کہ فرمایا مذہب حنفی میں مشہور یہ ہے کہ مقدار داڑھی چار انگشت ہو اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے کم نہیں ہونی چاہیے، لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس سے زائد کو قطع کرنا واجب ہے اور فرماتے ہیں اگر علماء اور مشائخ اس سے زائد رکھیں تو بھی جائز ہے (ت)

مگر سیدنا عبداللہ بن عمرو ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اپنی ریش مبارک مٹھی میں لے کر جس قدر زیادہ ہوتی کم فرما دیتے، بلکہ یہ کم فرمانا خود حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سے ماثور امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابوحنیفۃ عن الھیثم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی

ہم سے امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا ان سے ابوالہیثم نے ان سے حضرت عبداللہ ابن عمر

---

[1] مدارج النبوت باب اول بیان لحیۃ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

[2] اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک فصل اول " " " ۱/۲۱۲

[3] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵

عنهما انه کان یقبض علی لحیتہ ثم یقص ما تحت القبضۃ[1]

رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ حضرت عبداللہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے (ت)

ابو داؤد و نسائی مروان بن سالم سے راوی:

رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یقبض علی لحیتہ فیقطع ما زاد علی الکف[2]

میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈالا کرتے تھے (ت)

مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ہے:

کان ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقبض علی لحیتہ ثم یأخذ ما فضل عن القبضۃ[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے (ت)

فتح القدیر میں ان آثار کو نقل کرکے فرمایا:

انه روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]

باوجود اس کے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی (ت)

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اسی کو اختیار فرمایا اور عامہ کتب مذہب میں تصریح فرمائی کہ داڑھی میں سنّت یہی ہے کہ جب ایک مشت سے زائد ہو کم کر دی جائے، بلکہ بعض اکابر نے اسے واجب فرمایا، اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں وجوب سے مراد ثبوت ہے نہ کہ وجوب مصطلح۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی بعد روایت حدیث مذکور فرماتے ہیں:

به ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ[5]

ہم اسی کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ (ت)

---

[1] کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸
[2] سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۱
[3] المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحظر والاباحۃ باب ما قالوا من الاخذ من اللحیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۷۴
[4] فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۷۰
[5] کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸

نہایہ سے منقول :

بہ اخذ ابوحنیفة وابویوسف و محمد[1] کذا ذکرابوالیسر فی جامعه الصغیر۔

اسی کو حضرت امام ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد نے اختیار کیا ہے، اسی طرح ابوالیسر نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

مرقاۃ باب الترجل میں ہے :

مقدار قبضة علی ماھوالسنة والاعتدال المتعارف[2]

مقدار مشت ہی سنّت ہے اور مشہور مبنی برمیانہ روی ہے اور یہی راہِ اعتدال ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

صرح فی النھایة بوجوب قطع مازاد علی القبضة بالضم ومقتضاہ الاثم بترکه الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت[3]

نہایہ میں تصریح کی گئی ہے کہ داڑھی کے جو بال مقدار مشت سے زیادہ ہوں انھیں کتر ڈالنا واجب ہے (القُبضہ میں "ق" حرکت پیش کے ساتھ ہے) اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس کا ترک یعنی ایسا نہ کرنا گناہ ہے مگر یہ کہ یہاں وجوب سے ثبوت مراد لیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله صرح فی النھایة ومثله فی المعراج وقد نقله عنھا فی الفتح واقرہ قال فی النھر وسمعت من بعض اعزاء الموالی ان قول النھایة یحب بالحاء المھملة ولاباس به اھ قال الشیخ اسمٰعیل

مصنف کا قول "صرح فی النہایۃ" اور یونہی معراج الدرایہ میں بھی ہے، اور محقق ابن الہمام نے اسی نہایہ سے نقل کرکے اس کو برقرار رکھا ہے۔ النہر میں فرمایا میں نے (بعض موالی کی نسبت کرنے سے) سنا ہے کہ النہایہ کا یحب کہنا صرف حا بے نقطہ کے ساتھ ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اھ شیخ اسمٰعیل نے

---

[1] العنایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصوم باب مایوجب القضاء الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۶۹

[2] مرقات المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۱۱

[3] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲

ولکنه خلاف الظاهر واستعمالهم فی مثله یستحب قوله الا ان یحمل یؤیده ان ما استدل صاحب النهایة لایدل علی الوجوب لما صرح به فی البحر وغیرہ ان کان یفعل لا یقتضی التکرار والدوام ولذا حذف الزیلعی لفظ یجب وقال وما زاد یقص، وفی شرح الشیخ اسمٰعیل لاباس بان یقبض علی لحیته فاذا زاد علی قبضته شیئ جزہ کما فی المنیة وھی سنة کما فی المبتغی ۱؎

نے فرمایا لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ لوگ اس قسم پر لفظ یستحب استعمال کرتے ہیں۔ مصنف کے قول "الا ان یحمل" سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صاحبِ نہایہ نے جو استدلال کیا ہے وہ وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ چنانچہ البحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ اگر وہ ایسا کرتے تھے تو یہ تکرار اور دوام نہیں چاہتا اس لئے علامہ زیلعی نے اس کلمہ یجب کو حذف کردیا اور فرمایا جو کوئی مشت سے زیادہ ہو اسے کتر ڈالے۔ اور شیخ اسمٰعیل کی شرح میں ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ آدمی اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑے اور جو بال مٹھی سے زائد ہوں انھیں کتر دے۔ جیسا کہ المنیہ میں ہے اور یہ سنت ہے جیسا کہ المبتغی میں ہے۔ (ت)

مرقاۃ میں قولِ نہایہ نقل کرکے فرمایا:

قوله یجب بمعنی ینبغی اوالمراد به انه سنة مؤکدة قریبة الی الوجوب والا فلا یصح علی اطلاقه ۲؎

صاحبِ نہایہ کا یجب کہنا ینبغی کے معنی میں ہے یعنی مناسب ہے، یا اس سے ایسی سنتِ مؤکدہ مراد ہے جو وجوب کے قریب ہے ورنہ یہ علی الاطلاق صحیح نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو ان یقبض الرجل لحیته فما زاد منها علی قبضة قطعه کذا ذکر محمد فی کتاب الآثار عن

مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے کر زائد حصہ کو کاٹ دے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں امام صاحب کے حوالہ سے یہی ذکر فرمایا ہے

۱؎ ردالمحتار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۳

۲؎ مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

الامام قال وبہ ناخذ محیط[1] اھ ط۔ | اور مزید فرمایا ہم اسی موقف کے قائل ہیں محیط اھ ط (ت)

ہندیہ میں محیط امام سرخسی سے ہے:

القص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الی اخر ما مر[2]۔ | داڑھی کے زائد حصہ کو کتر دینا سنّت ہے اور وہ یہ ہے کہ بقدر ایک مشت داڑھی چھوڑ کر باقی زائد کو کتر ڈالے (ت)

اختیار شرح مختار سے منقول ہے:

التقصیر فیھا سنۃ وھو ان یقبض[3] الخ۔ | ایک مٹھی بھر داڑھی سے زائد بالوں کا کتر دینا سنت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کتر ڈالا جائے الخ (ت)

اسی طرح اور کتبِ مذہب میں ہے تو ہمارے علماء کے نزدیک ایک مشت سے زائد کی سنت ہر گز ثابت نہیں بلکہ وہ زائد کے تراشنے کو سنّت فرماتے ہیں، تو اس کا زیادہ بڑھانا خلافِ سنّت مکروہ تنزیہی ہوگا۔ لاجرم مولانا علی قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی شریف میں فرمایا:

ان کان الطول الزائد بان تکون زیادۃ علی القبضۃ فغیر ممدوح شرعا[4]۔ | اگر داڑھی زیادہ لمبی ہو یعنی ایک مشت سے زائد ہو تو ایسا ہونا شریعت میں قابلِ تعریف اور مستحسن نہیں (ت)

رہا شیخ محقق کا اُسے جائز فرمانا وہ کچھ اس کے منافی نہیں کہ خلافِ اولٰی بھی ناجائز نہیں۔ بالجملہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کا حاصل مسلک یہ ہے کہ ایک مُشت تک بڑھانا واجب اور اس سے زائد رکھنا خلافِ افضل اور اس کا ترشوانا سنّت، ہاں تھوڑی زیادت جو خط سے خط تک ہو جاتی ہے اس خلافِ اولٰی سے بالضرورۃ مستثنٰی ہونا چاہیے ورنہ کس چیز کا تراشنا سنّت ہوگا۔ ھذا ما ظھرلی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (یہ تحقیق مجھ پر ظاہر ہوئی۔ اور اللہ تعالٰی پاک، بلند و بالا اور بڑا عالم ہے۔ ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱
[2] فتاوٰی ہندیۃ " " الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸
[3] الاختیار لتعلیل المختار کتاب الکراہیۃ فصل فی آداب ینبغی للمؤمن دار المعرفت بیروت ۴/ ۱۶۷
[4] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۳۷

جواب سوال دوم : جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی :

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا وطولھا۔[1]

یعنی حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے بال عرض و طول سے لیتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوتا تھا جب ریش اقدس ایک مشت سے تجاوز فرماتی، بلکہ بعض نے یہ قید نفسِ حدیث میں ذکر کی کما نقل عن التنویر والمفاتیح والغرائب (جیسا کہ تنویر، مفاتیح اور غرائب سے نقل کیا گیا۔ ت) مرقاۃ شریف میں ہے :

قید الحدیث فی شرح الشرعۃ بقولہ اذا زاد علی قدر القبضۃ وجعلہ فی التنویر من نفس الحدیث وزاد فی الشرعۃ وکان یفعل ذٰلک فی الخمیس او الجمعۃ ولا یترکہ مدۃ طویلۃ۔[2]

حدیث میں قید "الشرعۃ" کی شرح میں اس قول سے مذکور ہے جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بال قدر مشت سے زائد ہوجاتے تو آپ زائد بالوں کو کتروا دیتے تھے، اور "تنویر" میں قید مذکور کو نفسِ حدیث قرار دیا گیا ہے، اور "الشرعۃ" میں اتنا اضافہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم بروز جمعہ یا جمعرات کو ایسا کرتے تھے اور زیادہ عرصہ نہیں چھوڑتے تھے۔ (ت)

ہمارے علماء کے اقوال گزرے کہ قبضہ سے زیادہ کا ترشوانا سنّت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ ت)

جواب سوال سوم : یہ امر محض بے اصل ہے، حدیث مذکور ترمذی اس کا صریح رَد ہے کہ اگر قبضہ سے کبھی زائد نہ ہوتی تو عرض و طول سے لینا کیونکر متصور تھا، مدارج النبوۃ میں ہے :

در لحیہ شریف در طول قدرے معین در کتب بنظر نمی آید و در وظائف النبی گفتہ کہ لحیہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک کی کسی معین مقدار پر درازی کا ذکر مشہور کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی نظر سے نہیں گزرا البتہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الآداب باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۳

چہار انگشت بود طبعاً یعنی ہمیں مقدار بود از روئے خلقت و دراز و کم نمی شد بریں یافتہ نمی شود[1]

وظائف النبی میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ریش مبارک چار انگشت کے بقدر تھی یعنی قدرتی طور پر ہی مٹھی بھر تھی، اور گھٹتی بڑھتی نہ تھی، پس اس کا حوالہ نہیں پایا گیا (ت)

ہاں ظاہر کلماتِ مذکورہ علما یہ ہے کہ ریش انور مقدار قبضہ پر رہتی تھی جب زیادہ ہوتی کم فرمادیتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور شفاء شریف میں امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کث اللحیۃ تملؤ صدرہ[2] (حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی جو سینہ مبارک پر چھائی ہوتی تھی۔ ت) اس کے منافی نہیں جبکہ صدر سے نحر یعنی اعلائے صدر مراد ہو۔ نسیم الریاض میں زیر قول مذکور متن ہے:

مثلہ قولھم قد ملأت نحرہ و نحر الصدر اعلاہ اوموضع القلادۃ منہ فمراد المصنف رحمہ اللہ تعالٰی اعلی الصدر والا لطالت وقد ثبت قصرھا الخ[3] فاحفظہ فانہ مہم واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کی دلیل ان کا یہ قول ہے ملأت نحرہ یعنی اس سے ان کا نحر بھر جاتا تھا اور سینے کا نحر اس کا بالائی حصہ ہوتا ہے یا سینے کی جگہ ہے لہذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سینے کا اوپر والا حصہ ہے ورنہ آپ کی مقدس داڑھی کو طویل ماننا پڑے گا جو خلافِ واقعہ ہے اور اس کا کم ہونا بھی ثابت ہے الخ، لہذا یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہئے اس لئے کہ یہ ضروری ہے، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم: ریش مبارک امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت مدارج سے گزرا: پُر می کرد سینہ اُو را[4] (اُن کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ ت) مگر اس میں وہی احتمال قائم کہ سینہ سے مراد سینہ کا بالائی حصہ متصل گلو ہو تو ایک مشت سے زیادت پر دلیل نہ ہوگی

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان لحیہ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۵۰
[3] نسیم الریاض الباب الثانی مبحث شمائلہ الشریفہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱/ ۳۳۱
[4] مدارج النبوۃ باب اول بیان لحیہ شریفہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

ہاں تہذیب الاسماء امام نووی سے اتنا منقول کانت کثۃ طویلۃ[1] حضرت مولٰی کی ریش مبارک گھنی دراز تھی۔ اس سے ظاہر قبضہ پر دلالت ہے کہ قبضہ تو اصلی مقدار لحیہ شرعیہ ہے جس سے کمی جائز نہیں تو اتنی مقدار سے جب تک زائد نہ ہو طویل نہ کہیں گے، ولہذا علامہ خفاجی نے ریش اطہر انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تا بسینہ ہونے کے انکار کی یہی وجہ لکھی کہ ایسا ہوتا تو ریش اقدس طویل ہوتی حالانکہ اس کا قصیر ہونا ثابت ہوا ہے اس تقدیر پر ریش مبارک امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں وہ لفظ کہ پُر می کرد سینہ او را (ان کے سینے کو بھر دیتی تھی۔ ت) اپنے معنی ظاہر پر محمول رہنا چاہیے

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا یہ فعل شاید بخیال جہاد ہو کہ بسیاری مو چشم عدو میں مورث زیادت ہیبت ہے ولہذا مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہوئی حالانکہ اوروں کو بالاتفاق مکروہ،

کما علی ذٰلک حمل ما عن بعض الصحابۃ الکرام کامیر المؤمنین عثمٰن الغنی و سیدنا الامام الحسن المجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما من الاختضاب بالسواد مع صحۃ الحدیث بتحریمہ لغیر اھل الجہاد۔

جیسا کہ اسی پر محمول کیا گیا جو بعض صحابہ کرام سے ثابت ہوا ہے جیسے امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سیدنا حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالوں کو سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے حالانکہ غیر مجاہدین کے لئے حدیث صحیح سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ (ت)

بنظر اطلاق ارشاد اقدس اعفوا اللحی[2] (داڑھیاں بڑھاؤ۔ ت) اُن کا اجتہاد اس طرف مودی ہوا کما ذھب الیہ الحسن البصری وغیرہ (جیسا کہ حسن بصری وغیرہ اس طرف گئے ہیں۔ ت) تو یہ آثار ہمیں اس امر سے عدول پر باعث نہیں ہو سکتے جو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک سنت ثابت ہوا اور حقیقتِ امر یہ کہ ہم پر اتباعِ مذہب لازم، دلائل میں نظر ائمہ مجتہدین فرما چکے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ پاک وبرتر ہے اور خوب جانتا ہے اور اس عظمت وشان والے کا علم کامل اور پختہ ہے۔ ت)

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ۴۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

مسئلہ ۲۰۹ از گلگت چھاؤنی جونسال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت، بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ براہِ مہربانی اسکا جواب بہت جلد مرحمت فرمائیے گا کیونکہ اس جگہ پر خط عرصہ سے پہنچتا ہے بوجہ برف کے جواب کے واسطے عرصہ دو ماہ کا ہونا چاہئے، بندہ کو اس وقت سوا آپ کے اور کوئی یاد نہیں آیا امیدوار ہوں کہ اکثر یہاں کے لوگ ناواقف ہیں اس سوال کا جواب دیجئے گا، فقط۔

جو شخص کہ قریب تیس ۳۰ برس کی عمر میں اسلام قبول کرے اس کی سنّت کرانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ فقط، زیادہ تسلیم۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ختنہ کی طاقت رکھتا ہو تو ضرور کیا جائے، حدیث میں ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الق عنك شعر الکفر ثم اختتن[1] زمانۂ کفر کے بال اتار پھر اپنا ختنہ کر (اس کو

رواہ الامام احمد و ابوداؤد عن عثیم بن کلیب الحضرمی الجھنی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ امام احمد اور امام ابوداؤد نے عثیم بن کلیب حضرمی جہنی سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ت)

ہاں اگر خود کر سکتا ہو تو آپ اپنے ہاتھ سے کرلے یا کوئی عورت جو اس کام کو کرسکتی ہو ممکن ہو تو اس سے نکاح کرادیا جائے وہ ختنہ کردے، اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خرید دی جائے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہوسکیں تو حجام ختنہ کردے[عہ] کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ درمختار میں ہے:

ینظر الطبیب الی موضع مرضھا بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت طبیب جائے مرض

عہ فتاوٰی افریقہ میں بھی یہ مسئلہ دیکھیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب الرجل یسلم فیؤمر بالغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵۲
مسند احمد بن حنبل حدیث ابی کلیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۵

بقدر الضرورة اذا الضرورات تتقدر بقدرها وكذا نظر قابلة وختان[1]

(خواہ وہ جائے پردہ ہو) کو دیکھ سکتا ہے، اور قدرِ ضرورت محض اندازے سے ہوگی، اسی طرح دایہ اور ختنہ کرنے والے کا معاملہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله وختان كذا اجزم به فى الهداية والخانية وغيرهما لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا يمكن تركها[2] اھ ملخصاً۔

مصنف کا ارشاد ہے وختان، اسی طرح ہدایہ اور خانیہ اور دیگر کتب میں اس پر یقین ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ مردوں کیلئے ختنہ سنّت ہے اور ان فطری کاموں میں سے ہے کہ جن کا چھوڑنا مناسب نہیں اھ ملخصاً (ت)

درمختار میں ہے:

وقيل فى ختان الكبير اذا امكنه ان يختن نفسه فعل والا لم يفعل الا ان يمكنه النكاح او شراء الجارية والظاهر فى الكبير انه يختن[3]

بڑی عمر کے آدمی کے ختنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر وہ خود اپنا ختنہ کرسکے تو خود کرے ورنہ کیا ہی نہ جائے، ہاں اگر اس کے لئے نکاح کرنا یا لونڈی خریدنا ممکن ہو تو ان سے ختنہ کرائے، اور ظاہر یہ ہے کہ بالغ آدمی کا بھی ختنہ کیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الختان مطلق يشمل ختان الكبير والصغير وهكذا اطلقه فى النهاية كما قدمناه واقره الشراح والظاهر ترجيحه ولذا عبرهنا عن التفصيل بقيل[4]

ختنہ کرنا مطلق بلاقید ذکر کیا ہے لہذا یہ بڑے اور چھوٹے دونوں کو شامل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور شارحین نے اس کو برقرار رکھا ہے لہذا الظاہر یہی راجح ہے اس لئے یہاں لفظ قیل سے تفصیل کی تعبیر فرمائی گئی۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۳

[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۷

[3] درمختار 〃 〃 〃 باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

[4] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۵

ہندیہ میں ہے:

ذکر الکرخی فی الجامع الصغیر و یختنہ الحمامی کذا فی الفتاوی العتابیۃ[1]

امام کرخی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ بالغ آدمی کا ختنہ حمام والا کرے۔ یونہی فتاوٰی عتابیہ میں مذکور ہے (ت)

خلاصہ میں ہے:

الشیخ الضعیف اذا اسلم ولا یطیق الختان ان قال اھل البصر لا یطیق یترك[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بہت بوڑھا شخص اگر اسلام قبول کرے اور بوجہ ضعف و کمزوری ختنہ نہ کر سکے یا نہ کرا سکے تو چند اہلِ بصیرت حضرات سے رائے لی جائے اگر وہ کہیں کہ واقعی یہ شخص ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے بلا ختنہ ہی رہنے دیا جائے اور اس کا ختنہ نہ کیا جائے الخ اور اللہ تعالٰی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۲ تا ۲۱۲ از گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۱۲ھ

مخدوم متاع نیازمنداں، آداب نیاز کے بعد عرض پرداز مسائل ذیل کے جواب عنایت فرمائے جائیں:

(۱) داڑھی کا ارسال تا بہ یکمشت تو معلوم ہے مگر اس کے حدود کہاں تک ہیں یعنی چہرہ پر کُل بال خواہ آنکھوں تک کیوں نہ ہوں داخلِ ریش ہیں یا کہاں تک، اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے؟

(۲) نیچے کے ہونٹ کے نیچے جو وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر اِدھر اُدھر منڈواتے ہیں جیسے اس شکل میں اس کا منڈوانا درست ہے یا کچھ نہ منڈوائے خواہ لبِ زیریں کے نیچے سب بال ہی بال ہوں اور سوا منہ کے کوئی جگہ نہ بچی ہو۔

(۳) بال سر کے چھوڑنا تا بگوش خواہ دوش تک یا سارے سر کے حجامت کرانا تو معلوم ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بال بقدر تین چار حجامتوں کے رکھنا جیسا کہ آج کل شائع ہے اور پھر گردن پر سے ان کی درستی اور گردن کی صفائی یہ کہاں تک جائز ہے؟ زیادہ نیاز۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۴۰

الجواب

جواب سوال اوّل: داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں، جبڑوں، ٹھوڑی پر جمتی ہے اور عرضاً اُس کا بالائی حصّہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے جس طرح بعض لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں، یوں ہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں، یہ بال قدرتی طور پر مُوئے ریش سے جُدا و ممتاز ہوتے ہیں اُس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مخروطی شکل پر جانبِ ذقن جاتا ہے یہ بال اس راہ سے جدا ہوتے ہیں، نہ ان میں مُوئے محاسن کے مثل قوتِ نامیہ، ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعثِ تشویہ خلق و تقبیح صورت ہوتی ہے جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ غرائب میں ہے:

كان ابن عمر رضي الله تعالٰى عنهما يقول للحلاق بلغ العظين فانهما منتهى اللحية يعنى حدها ولذا سميت لحية لان حدها اللحى[1]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حجام سے فرمایا کرتے تھے کہ دو ہڈیوں تک پہنچ جا، کیونکہ وہ دونوں داڑھی کی حدود یعنی آخری حد ہیں اسی لئے داڑھی کو "لحیہ" کہا گیا ہے کیونکہ اس کی حدود جبڑے (اللحٰی) تک ہیں (ت)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب تقلیم الاظفار میں تعریف علّامہ ابن حجر ھی اسم لما نبت على الخدين والذقن (داڑھی دراصل ان بالوں کا نام ہے جو دو رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں۔ ت) کو موہم پاکر اس پر اعتراض فرمایا:

قلت على الخدين ليس بشئ ولو قال على العارضين لكان صوابا اھ[2]

یعنی میں ابن حجر کہتا ہوں کہ علی الخدین (دونوں رخساروں پر) کہنا ٹھیک نہیں البتہ علی العارضین (دونوں گالوں پر) کہتے تو ٹھیک ہوتا اھ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لا بأس باخذ الحاجبين وشعر وجهه

دو ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کاٹنے میں

---

[1] غرائب

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار محمد امین دمج بیروت ۲۲/ ۴۶

مالم يتشبه بالمخنث كذا في الينابيع[1]۔ والله تعالٰی اعلم۔

کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔ اسی طرح ینابیع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال دوم: یہ بال بداہۃً سلسلۂ ریش میں واقع ہیں کہ اُس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انھیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں، وسط میں جو بال ذرا سے چھوڑے جاتے ہیں جنھیں عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بچی کہتے ہیں داخلِ ریش ہیں کما نص علیه الامام العینی وعنه نقل فی السیرۃ الشامیۃ (جیسا کہ امام بدرالدین عینی نے اس کی تصریح فرمائی اور ان سے سیرت شامیہ میں نقل کیا گیا۔ ت) ولہذا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ جو کوئی انھیں منڈاتا اس کی گواہی رد فرماتے کما ذکرہ الشیخ المحدث فی مدارج النبوۃ (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا۔ ت) تو یونہی یہ دونوں طرف کے بال جنھیں عربی میں فنیکین، ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں کیونکر داڑھی سے خارج ہوسکتے ہیں، داڑھی کے باب میں حکمِ احکم حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعفوا اللحی واوفروا اللحی[2] (داڑھیاں بڑھاؤ اور زیادہ کرو۔ ت) ہے تو اُسکے کسی جز کا مونڈنا جائز نہیں، لاجرم علماء نے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اُکھیڑنا بدعت ہے، امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی۔ غرائب میں ہے:

نتف الفنيكين بدعة وهو جنبا العنفقة وهي شعر الشفة السفلى[3] وشهد رجل عند عمر بن عبدالعزيز وكان ينتف فنيكيه فرد شهادته[4] اھ وعنها نقل في الهندية الخ

دونوں کوٹھوں کو اکھاڑنا بدعت ہے اور وہ عنفقہ (بچی) کے دونوں جانب بال ہیں اور عنفقہ لبِ زیریں کے بال ہیں۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عدالت میں (کسی معاملے میں) گواہی دی اور وہ شخص دونوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸
[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸
[4] غرائب

قوله السفلٰی وظاهر ان الاثر فی ذٰلك لخصوص النتف ففی معناه الحلق وانما وقع التعبیر به نظرا الی ما کانوا تعودوه کما فی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاتنتفوا الشیب[1] وقول الفقهاء یکره نتف الشیب مع کراهة قصه ایضا لشمول العلة وبه تبین ان ما وقع فی المدارج الشریفة من ان فی حلق العنفقة وترکها خلافا والافضل ترکها اما حلق طرفیها فلاباس به[2] اھ معربا محل تأمل حیث افاده بظاهره کراهة التنزیه وبمقابلته بافضلیة الترك الاباحة الخالصة مع ان العنفقة وطرفیها جمیعا من اجزاء اللحیة وهی واجبة الاعفاء فلاینبغی الاقدام علٰی ذٰلك مالم یثبت من حدیث صحیح او نص من امام المذهب صریح فلیتأمل۔

کوٹھوں کے بال اکھاڑنے والا تھا، آپ نے اس کی گواہی رَد کردی۔ فتاوٰی غرائب سے فتاوٰی عالمگیری میں اس کا قول "السفلٰی" تک نقل کیا گیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں اکھاڑنے کی خصوصیت کا کوئی اثر نہیں پس اسی کے معنٰی میں "حلق" ہے یعنی بال مونڈنا ہے۔ اور بال اکھاڑنے سے تعبیر ان کی عادت کے مطابق واقع ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: سفید بال نہ اکھاڑا کرو۔ اور فقہائے کرام کا ارشاد سفید بال اکھاڑنے مکروہ ہیں باوجودیکہ ان کے کترنے میں بھی کراہت ہے کیونکہ علت دونوں کو شامل ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ جو کچھ مدارج شریف میں وارد ہے وہ محلِ تامل یعنی غور وفکر کے لائق ہے کہ عنفقہ کے بال مونڈنے اور نہ مونڈنے میں اختلاف ہے اور بہتر یہ ہے کہ نہ مونڈے جائیں، لیکن دونوں کناروں کے بال مونڈ دینے میں کوئی حرج نہیں (معرب عبارت پوری ہوگئی) کیونکہ شیخ کی عبارت کا بظاہر مفاد کراہت تنزیہی ہے اور اس کا تقابل "ترک افضل" خالص اباحت بتا رہا ہے حالانکہ عنفقہ اور داڑھی کی دونوں اطراف اجزائے داڑھی میں شامل ہیں اور ان کا چھوڑنا واجب ہے۔ لہذا اس پر جرأتِ اقدام کسی طرح مناسب نہیں جب تک کسی حدیث صحیح سے یا امام مذہب کی طرف سے کسی صریح نص کے ساتھ ثابت نہ ہو، پس اس میں گہری سوچ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ (ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی نتف الشیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲

[2] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل وانبوہ ہوں کہ کھانا کھانے، پانی پینے، کُلی کرنے میں مزاحمت کریں تو اُن کا قینچی سے بقدرِ حاجت کم کردینا روا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تتارخانیہ سے ہے:

یجوز قص الاشعار التی کانت من الفنیکین اذا زاحمت فی المضمضۃ او الاکل او الشرب[1]	زیریں لب کے دونوں کناروں کے بال کترنے جائز ہیں جبکہ کلی کرنے اور کھانے پینے میں رکاوٹ ہوں۔ (ت)

یہ روایت بھی دلیل واضح ہے کہ بغیر اس مزاحمت کے اُن بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے نہ کہ مونڈنا فان المفاھیم معتبرۃ فی الکتب وکلام العلماء وبالاجماع ھذا اما عندی (کیونکہ مفہوم مخالف، کتابوں، کلام علماء میں ساتھ اجماع کے معتبر ہے میرے نزدیک تو یہی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال سوم: یہ نئی تراشیں سب خلافِ سنّت ہیں،

فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن الروضۃ ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق واما الحلق[2]	فتاوٰی ہندیہ میں تتارخانیہ سے اور تتارخانیہ نے الروضہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ سر کے بالوں کو مونڈ ڈالنا یا بال رکھ کر ان میں مانگ نکالنا دونوں سنّت عمل ہیں (ت)

گردن کی صفائی سے اگر قفا یعنی گُدّی کے بال منڈانا مراد ہے جس طرح آج کل بعض جہال کا معمول، تو یہ صرف پچھنوں کی ضرورت سے جائز ہے، بلاضرورت مکروہ۔

فی الھندیۃ عن الینابیع عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ یکرہ ان یحلق قفاہ الا عند الحجامۃ[3]	فتاوٰی ہندیہ میں ینابیع کے حوالے سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روایت ہے کہ گدی کے بال مونڈنا مکروہ ہیں سوائے پچھنے لگوانے کی ضرورت کے۔ (ت)

اور اگر ان رونگٹوں کا صاف کرنا مقصود جو گدّی کے نیچے صفحۂ گردن پر تھوڑے تھوڑے متفرق

---

[1] خزانۃ الروایات باب فی شعور الانسان قلمی نسخہ ص ۵۶۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/۳۵۷

نکلتے ہیں تو ظاہراً موئے سینہ وپشت کے حکم میں ہونا چاہئے کہ جائز ہے اور ترک بہتر،

فی الھندیۃ عن القنیۃ فی حلق شعر الصدر والظہر ترک الادب[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ قنیہ مذکور ہے سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترکِ ادب ہے یعنی بہتر نہیں اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد اگر اپنے زیرِ ناف کے بال مقراض سے تراشے یا عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

حلق و قصر و نتف و تنور یعنی مونڈنا، کترنا، اکھیڑنا، نورہ لگانا سب صورتیں جائز ہیں کہ مقصود اس موضع کا پاک کرنا ہے اور وہ سب طریقوں میں حاصل۔

فی صحیح مسلم ابن الحجاج رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال الفطرۃ خمس اوخمس من الفطرۃ الختان والاستحداد وتقلیم الاظفار ونتف الابط وقص الشارب[2] قال الشارح النووی واما الاستحداد فھو حلق العانۃ وھو سنۃ والمراد بہ نظافۃ ذٰلک الموضع[3] انتھی ملخصًا وبمثلہ قال الغزالی فی احیائہ وغیرہ فی غیرہ۔

صحیح مسلم ابن الحجاج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا امورِ فطرت پانچ ہیں، یا یوں فرمایا پانچ کام فطرت میں سے ہیں: (۱) ختنہ کرنا (۲) زیرِ ناف کے بال مونڈنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) بغلوں کے بال اکھیڑنا، اور (۵) مونچھیں کترنا۔ شارح صحیح مسلم امام نووی نے فرمایا رہا استحداد، تو وہ مقامِ ستر کے بال مونڈنے ہیں اور وہ عمل سنّت ہے اور اس عمل سے اُس جگہ کی طہارت مقصود ہے (تلخیص پوری ہوگئی) امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء علوم الدین میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں اس طرح صراحت فرمائی ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۸
[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۸
[3] شرح صحیح مسلم للنووی " " " " " "

مگر حلق مرد میں بہ نسبت قصر و نتف و تنور کے افضل ہے کہ احادیث خصال و عامۂ کتب فقہ میں اس خصلت کا ذکر بلفظ حلق و استحداد وغیرہ،

قال النووی والافضل فیہ الحلق و یجوز بالقص والنتف والنورۃ[1] وفی الفتاوی الھندیۃ الافضل ان یقلم اظفارہ ویحلق عانتہ[2] انتھی مختصرا۔

امام نووی نے فرمایا کہ زیر ناف بال ہٹانے کے لئے زیادہ بہتر عمل مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا اور چُونا وغیرہ لگانا بھی جائز ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ناخن کاٹے جائیں اور زیر ناف بال مونڈے جائیں اھ مختصراً (ت)

اور عورت کے لئے بعض علماء نے نتف (اکھاڑنا) حلق (مونڈنا) سے افضل قرار دیا اور بعض نے بالعکس ملّا علی قاری مرقاۃ[3] میں پہلا مذہب اختیار کرتے ہیں، اور حدیث صحیحین میں وارد، حتی تستحد المغیبۃ[4] (یہاں تک کہ زیرناف بال صاف کرے۔ ت) اشعۃ اللمعات میں علامہ تورپشتی سے نقل کیا یہاں استحداد سے بال دور کرنا مراد ہے نہ کہ خاص استعمال حدید ابن عربی محاکمہ کرتے ہیں کہ نوجوان عورت کو اس سے احتراز مناسب اور عمر رسیدہ کو مضرت نہیں اور نتف ایام ضعف میں باعث استرخائے فرج تو میانہ کو اس سے بچنا زیبا اور نوجوان میں بوجہ شباب قوت یہ احتمال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ درگاہ شریف ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

محلقین رؤسکم و مقصرین[5] (تم لوگ اپنے سروں کے بال منڈواتے اور کترواتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ ت) سے سر منڈانا اور کتروانا مفہوم ہوتا ہے بابو لوگ یا نیاچرہ منڈاتے نہیں بہت چھوٹے چھوٹے بال رکھتے ہیں ذرا بڑھے کترا ڈالے، کیا یہ شکل مقصرین سے مفہوم ہے فقہ میں کیا

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۰۸

[4] صحیح البخاری کتاب النکاح باب طلب الولد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/

صحیح مسلم کتاب الرضاع باب استحباب نکاح " " " ۱/۴۷۴

[5] القرآن الکریم ۴۸/۲۷

ثابت ہے؟

الجواب

آیہ کریمہ میں حلق وتقصیر حج کا ذکر ہے، تقصیرِ حج یہ کہ ہر بال سے بقدر ایک پورے کے کم کریں چہارم سر کے بالوں کی تقصیر واجب ہے کل کی مندوب ومسنون اسے عادی امور سے تعلق نہیں یہ طریقہ کہ ان کفرہ یا بعض فسقہ میں معمول ہے کہ چھوٹی چھوٹی کھونٹیاں رکھتے ہیں جہاں ذرا بڑھیں کتروا دیں خلافِ سنّت ومکروہ ہے، سنّت یا سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا یا سارا سر مُنڈانا۔

فی ردالمحتار عن الروضۃ السنۃ فی شعر الراس اما الفرق واما الحلق۔[1]

فتاوٰی شامی میں "روضہ" سے نقل کیا گیا کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالنا سنّت ہے یا تمام بال منڈوا دینا سنّت ہے۔ (ت)

اور کراہت اس لئے کہ وضع کفرہ وفسقہ ہے،

فی الہندیۃ عن الذخیرۃ والشامیۃ عن التتارخانیۃ عن الذخیرۃ والشامیۃ عن التتارخانیۃ عن الذخیرۃ ان یحلق وسط راسہ ویرسل شعرہ من غیران یفتلہ فان فتلہ فذلك مکروہ لانہ یصیر مشابھا ببعض الکفرۃ۔[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ اور فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے بحوالہ ذخیرہ منقول ہے اور وہ یہ کہ سر کے چوٹی کے بال منڈوا دے اور باقی بال گوندھے بغیر چھوڑ دے، پھر اگر انھیں گوندھ ڈالے تو یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنا بعض کفار سے مشابہ ہوجائے گا (اور کفار سے مشابہت جائز نہیں) اور اللہ تعالٰی پاک، بلند وبالا اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۵: از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

جناب عالی! قصص الانبیاء میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں لکھا ہے کہ بی بی سارا نے بی بی ہاجرہ کے کان چھیدے اور ختنہ کرادی یہ سنّت زن ومرد پر قیامت تک قائم رکھیں گے تو عورت کی ختنہ کیسی؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

الجواب

اندامِ زن کے دونوں لبوں کے بیچ میں جو گوشت پارہ تند و بلند سرخ رنگ مثل تاج خروس کے ہے اس میں سے ایک ٹکڑا کھال کا جُدا کرتے ہیں یہ ختنۂ زنان ہے جہاں اس کا رواج ہے مستحب ہے، ان بلاد میں کہ اس کا نشان نہیں، اگر واقع ہو تو جہال ہنسیں اور مسئلہ شرعیہ پر ہنسنا اپنا دین برباد کرنا ہے، تو یہاں اس پر اقدام کی حاجت نہیں، خود ایک مستحب بات کرنی اور مسلمانوں کو ایسی سخت بلا میں ڈالنا پسندیدہ نہیں،

كما نصوا عليه فى ترك عذبة العمامة حيث يستهزأ فى الجملة بها ويشبهونها بالذنب ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل وقد كلمنا على عدة نظائر لهذا فى رسالتنا اطائب التهانى فى حكم النكاح الثانى ـ والله تعالٰى اعلم ـ

جیسا کہ فقہائے پگڑی کا شملہ نہ چھوڑنے کی تصریح فرمائی ہے کہ جہاں کہیں اس سے مذاق اور استہزاء کیا جاتا ہو اور عوام اسے "دُم" سے تشبیہ دیتے ہوں وہاں شملہ نہ چھوڑا جائے، اور جو کوئی اہل زمانہ کے حالات سے بے خبر ہو وہ بڑا جاہل اور نادان ہے اور ہم نے اس کے چند نظائر (امثال) پر اپنے رسالہ اطائب التہانی فی حکم النکاح الثانی (پاکیزہ مبارکبادیں دُوسرا نکاح کرنے کے حکم میں)[عہ] میں کلام کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۶: مرسلہ مولوی کاظم الدین صاحب بنگالہ شہر کمرلہ تاریخ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی ولی وارث خود اس مولود کی ناف بریدہ کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیا دلیل، بالتفصیل تحریر فرمائیے، وگر ولی اور وارث نہ کرے کوئی دائی سے کروایا جائز ہے یا نہیں، اور گر دائی سے اس کام کو کراتا ہے لیکن دائی کم یابی کی سبب سے فی لڑکا اتنا روپیہ مانگتا ہے اصل ولی و وارث اتنا مزدوری دے کر یہ کام نہیں کروا سکتا اس صورت میں خود کرنا جائز ہے یا نہیں، اور گر دائی اس کام کو نہیں کرتی ہے بلکہ اس کی خاوند کو بھیجتی ہے یا ملک کا رواج پڑ گیا ہے مردانہ دائی سے یہ کام کرواتا ہے اب مسلمانوں کو اتفاق یہ ہوا چونکہ بیگانہ مرد عورت کے نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے اگر شریعت میں خود بخود کرنا جائز نکلے اور مفتی بھی فتوٰی دے ہم لوگ خود کرنے کا تو اس حرام کو کیوں اختیار کریں؟ بیّنوا

عہ رسالہ اطائب التہانی، فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد ۱۲ میں موجود ہے۔

توجروا، واللّٰہ اعلم (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

الجواب

لڑکا یا لڑکی اس کی ناف کاٹنا اس کے ولی غیر ولی سب کو جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

لاعورۃ لصغیر جدا[1]۔ بلاشبہہ چھوٹے بچّے کی کوئی جگہ چھپانے کی نہیں (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے:

للاب ان یختن ولدہ الصغیر[2]۔ یعنی باپ کو جائز ہے کہ اپنے چھوٹے بچّے کی ختنے کی کھال کاٹے۔

جب ختنے کی کھال کاٹنا باپ کو جائز ہے تو ناف کا نال کاٹنا بدرجہ اولٰی جائز ہے اور ہرگز ضرور نہیں کہ خواہی نخواہی دایہ ہی سے نال کٹوائے اگرچہ وہ کتنی ہی مزدوری مانگے، یہ محض ظلم ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]۔ اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف میں نہیں ڈالتا مگر اس قدر جتنی اس میں ہمت اور گنجائش ہو۔ (ت)

یہ جو سائل نے لکھا کہ بیگانہ مرد کو عورت کی نفاس کی حالت میں جانا حرام ہے یہ بھی محض بے معنی ہے بیگانہ مرد کا بے پردہ عورت کے پاس جانا ہر حالت میں حرام ہے اور پردہ کی حالت میں نفاس و غیر نفاس یکساں ہے اور نال کاٹنے کے لئے عورت کے پاس جانے کی کوئی حاجت بھی نہیں، بچہ کاٹنے والے کے سامنے لاسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷ تا ۲۱۹ از شیرگڑھ ڈاکخانہ خاص ضلع بریلی مکان سید احمد علی شاہ مرسلہ بندہ علی طالب علم

(۱) زید کا طریقہ صوفیانہ ہے اور اس کے بال دراز ہیں یعنی کندھوں تک چھوٹے ہیں آیا وہ شعر طویل نماز کی صحت کے مانع ہیں یا نہیں؟

(۲) اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا نہیں؟ غرضکہ وہ بال نماز کی صحت میں خلل پیدا کرینگے یا نہیں؟

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب شروط الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷
[3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

(۳) فقرا کے واسطے بال بڑھانے کا حکم ہے یا نہیں؛ اگر حکم ہے تو کہاں تک؟ کیونکہ بد مذہب اس طریقہ کے منکر ہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے اور اس سے زیادہ بڑھانا مرد کو حرام ہے خواہ فقرا ہوں خواہ دنیادار احکامِ شرع سب پر یکساں ہیں، زیادہ میں عورتوں سے تشبّہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اُس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اُس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے اگرچہ وہ وضع بنانا ایک ہی بات میں ہو۔ جو لوگ چوٹی گندھواتے یا جوڑا باندھتے یا کمر یا سینہ کے قریب تک بال بڑھاتے ہیں وہ شرعاً فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی پھیرنا واجب اگرچہ پڑھے ہوئے دس برس گزر گئے ہوں، اور یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہئے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے، حدیث میں فرمایا کہ اس کا دل ٹھیک ہوتا تو ظاہر آپ ٹھیک ہو جاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۰: از شیر گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ عظیم اللہ نائب مدرس ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسلمان کو داڑھی کتروانا اور ٹھوڑی کھلوانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

داڑھی اتنی کتروانا کہ ایک مشت سے کم ہو جائے گناہ و ناجائز ہے، یونہی ٹھوڑی پر سے کھلوانا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۶: مسئولہ اکبر یار خاں از شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنت وجماعت بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

(۱) یہ کہ داڑھی کا طول ایک مشت و دو انگشت ہے یا کم یا کس قدر کہ جس سے کم رکھنے میں گنہگار ہوگا؟

(۲) یہ کہ منڈوانا اُسترے سے اور قینچی سے کتروانا، چھوٹا چھوٹا کرانا ایک ہی بات ہے یا قینچی سے چاہے جس قدر کتروا کر چھوٹا کر دے اس میں حرج نہیں ہے؟

(۳) یہ کہنا کہ عرب شریف اسلام کا گھر ہے وہاں کے لوگ داڑھی کٹوا کر چھوٹا کر لیتے ہیں اگر اور کوئی شخص داڑھی کتروائے تو کیا مضائقہ ہے، ایسے کہنے والے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۴) یہ کہ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے؟

(۵) یہ کہ ایسے لوگوں کی نسبت یعنی داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے، لبوں کے بال بڑھانے والے کس خطا کے مرتکب ہیں اُن کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۶) یہ کہ مثل داڑھی کے مقدار کے لبوں کے بال کی بابت کہ کس قدر ہوں کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال منڈوائے یا بہت باریک کرے تو کیا قباحت ہے؟

الجواب

(۱) داڑھی کا طول ایک مشت یعنی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیے اس سے کم کرانا حرام ہے۔

(۲) قینچی سے کترے خواہ اُسترے سے لے سب یکساں ہے، ہاں تھوڑی کترنے سے سب منڈا دینا سخت وخبیث تر ہے کہ حرام حرام میں فرق ہوتا ہے، بھنگ، چرس، شراب سب حرام ہیں مگر شراب سب میں بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) شریعت پر کسی کا قول وفعل حجت نہیں، اللہ ورسول سب پر حاکم ہیں اللہ ورسول پر کوئی حاکم نہیں، یہ فعل وہاں کے جاہلوں کا ہے اور جاہلوں کا فعل سند نہیں ہوسکتا، کہیں کے ہوں، ایسا کہنے والا اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے اور اگر ذی علم ہوکر ایسا کہتا ہے یا سمجھانے کے بعد بھی نہ مانے اصرار کئے جائے وہ سخت فاسق وگمراہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر اسے وضو نہ تھا اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے تو پانی مستعمل ہوگیا، مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اصل مذہب میں حرام ہے، اُن کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہوگیا خود اس نے بچا ناپاک پیا اور اب جو پئے گا ناپاک پئے گا، اور مذہب مفتیٰ بہ پر مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے، اس نے جو پیا مکروہ پیا اور اب جو بچا ہوا پئے گا مکروہ پئے گا، ہاں اگر اُسے وضو تھا یا منہ دُھلا تھا تو شرعاً حرج نہیں۔ اگرچہ اُسکی مونچھوں کا دھوون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) حدِ شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حدِ شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلافِ شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے، آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈانا نہ چاہیے اس میں علماء کو اختلاف ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

رسالہ

لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی

۱۳۱۵ھ

(چاشت کی روشنی داڑھیاں بڑھانے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۲۷: از حیدرآباد ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولید کہتا ہے داڑھی منڈانا حرام نہیں الحرام ما ثبت ترکہ بدلیل قطعی لا شبھۃ فیہ (حرام وُہ ہے جس کا چھوڑ دینا ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہو کہ جس میں کوئی شک وشبہہ نہ پایا جائے۔ ت) حرام وہ جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو قرآن شریف میں، تو اس کا کہیں حکم نہیں یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی[1] (اے میرے ماں جائے! میری داڑھی نہ پکڑ۔ ت) سے کوئی حکم نہیں نکلتا بلکہ ایک بات ہمارے لئے مفید البتہ پیدا ہوتی ہے کہ داڑھی بڑھانا بعض وقت مضر ہوتا ہے، دشمن نے بڑی داڑھی پکڑ کر مارنا شروع کیا تو پٹنا ہی پڑا۔ سنن ابی داؤد میں یوں مروی ہے: عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء (دس کام فطرت میں سے ہیں، مونچھیں کترنا، داڑھی

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

اللحیۃ الخ حدثنا موسٰی بن اسمٰعیل و داؤد بن شعیب قالا حدثنا حماد عن علی بن زید عن سلمۃ الخ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان من الفطرۃ المضمضۃ والاستنشاق بالماء ولم یذکروا اعفاء اللحیۃ وروی نحوہ عن ابن عباس قال خمس کلھا فی الرأس ذکر فیہ الفرق ولم یذکر اعفاء اللحیۃ قال ابوداؤد روی نحوہ حدیث حماد عن طلق بن حبیب و مجاھد وعن بکر المزنی فی قولھم ولم یذکرا عفاء اللحیۃ۔[1]

بڑھانا الخ، ہم سے موسٰی بن اسمٰعیل اور داؤد بن شعیب نے بیان کیا دونوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا اس نے علی بن زید اس نے سلمہ سے روایت کیا الخ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا امورِ فطرت یہ ہیں: کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا۔ اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں۔ یونہی عبداللہ ابن عباس سے بھی روایت کی گئی (چنانچہ) آپ نے فرمایا: پانچ کام ہیں اور وُہ سب سر کے متعلق ہیں، ان میں سر میں مانگ نکالنے کا ذکر فرمایا مگر داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی جیسی حدیث حماد بواسطہ طلق بن حبیب اور مجاہد سے روایت کی گئی ہے اور بکر مزنی سے بھی۔ ان سب کا قول مروی ہے مگر اس میں اِعْفَاءُ اللِّحْیَۃ یعنی داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں۔ (ت)

حاصل اس کا یہ کہ دس رواۃ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ مانگ کو فرمایا اس سے بھی معلوم ہُوا کہ داڑھی بڑھانا بھی ویسی ہی سنّت ہے جیسے مانگ کا رکھنا، معہذا یہ حدیث مختلف فیہ تو ضرور ہے پس لائقِ اعتبار نہ رہی۔ پھر صحیح بخاری میں یُوں ہے:

خالفوا المشرکین قصوا الشوارب واعفوا اللحٰی۔[2]

مخالفت کرو مشرکین کی، ترشواؤ مونچھ، اور بڑھاؤ داڑھی۔

خالفوا المشرکین یہ جملہ ففیہ نظر اس واسطے کہ بعض مشرکین داڑھی بڑھاتے رہتے ہیں پس ان کی مخالفت یہ ہے کہ داڑھی منڈاؤ، اور بعض منڈاتے ہیں تو ان کی مخالفت یہ ہے کہ بڑھاؤ، بہرحال بڑھانے اور منڈانے والے دونوں خالفوا المشرکین میں داخل ہیں کیونکہ مخالفت کا حکم عام ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

جس مشرک کی چاہیں مخالفت کریں، باقی رہا اس کا جواب "وقصوا الشوارب واعفوا اللحی" (مونچھیں کتراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ ت) مخفی نہ رہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ درستگیِ اخلاق کے واسطے مبعوث ہوئے، اسی لئے ہمارے پیغمبر آخرالزماں بھی مبعوث ہوئے، اُن پر دین کامل اور نبوت ختم ہوگئی "الیوم اکملت لکم دینکم"[1] آج کے دن ہم نے تمھارا دین تم پر کامل کردیا۔ داڑھی بڑھانا اخلاق میں داخل ہے تو باوجود اس کے قرآن کامل کتاب اللہ کی ہے اخلاقی احکام سے خالی ہے تو دین کامل نہ ٹھہرا، لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہ اخلاق میں داخل نہیں اور اس سے ہمارا مطلب حاصل ہوجاتا ہے۔ داڑھی بڑھانا مستحب البتہ ہے یا بہت ہوگا تو سنت، لیکن یہ بھی حدِ اعتدال تک ؎

ریش باید ت دو سہ موئے و زنخداں پوشی　　　نہ کہ در سایۂ او بچہ دہد خرگوشی

(تجھے ایسی داڑھی چاہئے کہ جس کے چند بال ہوں جو ٹھوڑی چھپادیں، نہ کہ ایسی کہ جس کے سائے میں خرگوش بچہ دے۔ ت)

قولِ عرب ہے:

من طال لحیتہ فقد نقص عقلہ۔　　جس کی داڑھی طویل (لمبی) ہو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ (ت)

بفرضِ محال تسلیم بھی کرلیں کہ داڑھی بڑھانا فرض یا منڈوانا حرام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "واذا حللتم فاصطادوا"[2] یعنی احرام سے فارغ ہونے کے بعد شکار کرو۔ شکار کرنا صیغۂ امر میں فرمایا گیا جو علامتِ فرضیت ہے لیکن آج تک اس پر عملدرآمد نہ ہوا، سبب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم طبائع پر موقوف رکھا گیا ہے کہ جی چاہے تو شکار کرو، حاصل یہ کہ شریعت کے بعض احکام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا نہ کرنا موجبِ عتاب شرعی نہیں، فرضیت یا حُرمت قرآن ہی سے ثابت ہوسکتی ہے یا حدیث متواتر یا مشہور ہو، حرام فرض کے مقابلہ میں آتا ہے، تو جب داڑھی منڈوانا حرام ہوا تو رکھنا فرض ہوا مگر فرض کسی نے نہ لکھا ؎

ز قرآں سخن گفتہ ام و ز حدیث　　　سرا ز من نہ پیچد جز ابلہ خبیث
سخن راست گر تو بگوئی ہمے　　　بدست حقائق بپوئی ہمے
پس اعفائے لحیہ چرا گوئی فرض　　　تنت را خباثت مگر گشت مرض

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳　　[2] القرآن الکریم ۵/۲

گرایدوں کہ قرآں ہمی کامل ست　　پس اعفائے لحیہ چرا مضمر ست

(قرآن حدیث کے حوالے سے بات کررہا ہوں لہذا میری بات سے بیوقوف خبیث کے علاوہ کوئی برا نہ منائیگا اگر تو سچی بات کہتا رہے گا تو حقائق کے ہاتھوں میں دوڑتا رہے گا —— پھر تو داڑھی بڑھانے کو کیوں فرض کہتا ہے؛ شاید تیرے جسم میں خباثت کا مرض پیدا ہوگیا ہے۔ اے بے ہمت اگر قرآن مجید کامل ہے تو پھر اس میں داڑھی کا ذکر کیوں پوشیدہ ہے۔ت)

انتہٰی۔ یہ قول ولید کا کیسا اور داڑھی منڈوانے کا حکم کیا؟

الجواب

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم ط الحمد للّٰه الذی هدٰنا للاسلام و وفقنا لاقتفاء اٰثار انبیائه الکرام واجتناب اقذار الکفرة الانجاس الارجاس اللیام ط وافضل الصلوات والسلام علی سید الهادین الی سبل السلام ط الذی اوتی القراٰن ومثله معه فی احکام الاحکام وان رغم انف الملحدین فی الدین الطاعنین الطغام وعلٰی اٰله واصحابه المتادبین باٰدابه الذین اداروا بالقتل والاسر الهدم الرحٰی علی الجمع المقبوح المنبوح المحلوق اللحٰی من علوج الاردام ومجوس الاعجام فصلی اللّٰه تعالٰی علی الحبیب واٰله مظاهر جماله وعلینا معهم الٰی یوم القیٰمة ط

اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء کررہا ہوں جو بڑا رحم کرنے والا، مہربان ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت بخشی اور ہمیں انبیاءِ کرام کے آثار پر چلنے کی توفیق دی اور کمینے کافروں کی ظاہری باطنی گندگیوں (آلودگیوں) سے بچایا، اعلٰی وافضل درود وسلام اس آقا کے لئے جو لوگوں کو سلامتی کی راہوں سے روشناس کرانے والے ہیں وہ جنھیں قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسا اور کلام احکام کی مضبوطی کے لئے عطا کیا گیا ہے اگرچہ امورِ دین میں کمینے (بیوقوف) بے دین سرکشوں کی ناک خاک آلود ہو۔ اور درود وسلام ہو آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر، جو ان کے آداب سے ادب پانے والے ہیں وہ جنھوں نے قتل، قید اور شکست کی ایسی چکی چلائی جو قومی کافروں اور عجم کے رہنے والے مجوسیوں کے ایسے گروہ پر جو بگڑے ہوئے بھونکے ہوئے اور داڑھیاں منڈوائے ہوئے تھے، پس قیامت تک حبیبِ خدا، ان کی آل اور ان کی معیت میں ہم سب پر اللہ تعالٰی کی (بے مثال) رحمت ہو۔ (ت)

رب انی اعوذبك من همزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون ، قال ربنا تبارك وتعالٰی واعرض عن الجٰھلین[1]

اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ ہمارے پروردگار نے ارشاد فرمایا جو پاک اور برتر ہے، جاہلوں سے منہ پھیر لے۔

ولید پلید جس کی علمی لیاقت پر ماشاء اللہ خود اسی تحریر کا ایک ایک فقرہ گواہ:

(۱) خاک بر سر مضامین الفاظ تک ٹھیک نہیں نثر نثرہٗ نشار نظم نظم پر دیں۔

(۲) عبارت ما ثبت ترکہ ترجمہ جس کی حرمت۔

(۳) اصل عبارت خود مفسر مقصود کہ ترک حلق یقیناً قطعاً متواتر بلکہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

(۴) ترجمہ دیکھئے تو دور موجود کہ حرام کی حد میں حرمت ماخوذ۔

(۵) سنن ابی داؤد شریف سے نقل میں عجب مضحکہ خیز جہل وسفاہت از رُوئے چالاکی کچھ براہ جہالت اصل حدیث حسن متصل مسند کہ نہ صرف سنن ابی داؤد بلکہ صحیح مسلم وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ ومسند امام احمد وغیرہا اجلّہ کتب معتمدہ ومشہورہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہ خود حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں، دس چیزیں اصل فطرت و شرائع قدیمہ مستمرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ سے ہیں۔ از انجملہ لبیں کتروانی اور داڑھی بڑھانی یہ حدیث جلیل جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج فرمایا، امام ابوداؤد نے سکوت کیا، امام ترمذی نے ھذا حدیث حسن[2] (یہ حدیث حسن ہے۔ت) کہا، اس کی وقعت چھپانے کو سند تو سند یہ بھی نقل نہ کیا کہ کس کی روایت ہے (ام المومنین) کس کا ارشاد ہے (حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا وسلم) دوسری حدیث کہ خود نفسِ اسناد میں امام ابوداؤد نے اس کی سند میں ارسال یا انقطاع

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹
سنن ابی داؤد باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تقلیم الاظفار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

کا پتا بتا دیا تھا تا بعی تک رکھتے ہیں تو مرسل ہوتی ہے، صحابی تک پہنچاتے ہیں تو منقطع ہوتی جاتی ہے، ناقل عاقل ابتداء سے اس کی سند نقل کر لایا، جب اس پر آیا صاف قطع کر کے الی آخرہ پردہ چھپایا حالانکہ اہل علم کے نزدیک اسی قدر نقل اس کا حال جاننے کو بس تھی ارسال و انقطاع سے قطع نظر کیجئے خود سند میں سلمہ بن محمد مجہول اور علی بن جدعان شیعی ضعیف واقع۔ اصل عبارت سنن ابی داود یوں ہے:

حدثنا موسٰی بن اسمٰعیل و داؤد بن شبیب قالا حدثنا حماد عن علی بن زید[ع۱] عن سلمۃ[ع۲] عن محمد بن عمار بن یاسر قال موسٰی عن ابیہ[ع۳] وقال داؤد عن عمار[ع۴] بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان من الفطرۃ المضمضۃ والاستنشاق فذکر نحوہ ولم یذکر اعفاء اللحیۃ زادوا لختان[۱] الخ۔

موسٰی بن اسمٰعیل اور داؤد بن شبیب نے ہم سے بیان کیا، دونوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، اس نے علی بن زید، اس نے سلمہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کی۔ موسٰی نے کہا (عن ابیہ) یعنی اس نے اپنے باپ سے اُسے روایت کیا۔ داؤد نے کہا عن عمار بن یاسر یعنی اس نے عمار بن یاسر سے روایت کی (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، امورِ فطرت میں سے ہیں، کُلّی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، پھر اسی طرح حدیث بیان کی اور داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا اور ختنہ کرنے کا اضافہ فرمایا الخ۔ (ت)

(۶) پھر اس حدیث کو اس کے مخالف سمجھنا کیسی جہالت ہے، اس میں تو خود مِن تبعیضیہ موجود ہے کہ فرمایا خصالِ فطرت سے بعض چیزیں یہ ہیں، خود معلوم ہوا کہ بعض اور بھی ہیں، تو داڑھی بڑھانے

ع۱ ضعیف من الرابعۃ ۱۲ (تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۵۰ علی بن زید بیروت ۱/۶۹۴)

ع۲ مجہول من الخامسۃ ۱۲ (" " " ۲۵۱۷ سلمہ بن محمد " ۱/۳۷۹)

ع۳ مقبول من الثالثۃ ۱۲ تقریب (" " " ۷۰۴۱ موسٰی بن ابی موسٰی " ۲/۲۲۹)

ع۴ روایتہ عن جدہ مرسلۃ ۱۲ میزان

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸

کا اس میں ذکر نہ آنا حدیث ام المومنین کا کب مخالف ہوسکتا ہے اور یہ تو جاہلوں سے کیا کہا جائے اہل علم جانتے ہیں کہ ایسی جگہ عدد میں بھی حصر مقصود نہیں ہوتا بلکہ اعانت ضبط وحفظ کے لئے صرف مذکورات کا شمار کرنا، ولہذا ہم اس حدیث دوم کی زیادات یعنی ختان و استنجاح کو بھی خصال فطرت سے مانتے ہیں اور حدیث اول کو باآنکہ اس میں عدد مذکور ہے اس کا نافی نہیں جانتے عشر من الفطرۃ (دس کام فطرت میں سے ہیں ت) نہیں الفطرۃ عشر (فطرتی کام دس ہیں۔ ت) ہوتا جب بھی زیادہ کے منافی نہ تھا ولہذا ابوبکر ابن العربی نے شرح ترمذی میں خصال فطرت کا عدد تیس تک پہنچایا۔ اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

مفہوم العدد لیس بحجۃ لانہ اقتصر فی حدیث ابی ھریرۃ علٰی خمس وفی حدیث ابن عمر علٰی ثلث وفی حدیث عائشۃ علٰی عشر مع ورود غیرھا وقد تقدم انہا ثلثۃ عشر واوصلہا ابوبکر بن العربی الی ثلثین[1]

عدد کا مفہوم حجت نہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں صرف پانچ کے ذکر پر اکتفار کیا گیا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں تین پر اور ام المومنین سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیث میں دس کا ذکر ہے حالانکہ ان کے علاوہ بھی امور وارد ہوئے ہیں (لہذا اگر مفہوم عدد حجت ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ مترجم) اور اس سے قبل ذکر ہوا ہے کہ امورِ فطرت تیرہ ہیں۔ علامہ ابوبکر ابن عربی نے انھیں تیس تک پہنچایا ہے۔ (ت)

فتاوٰی فقیر کے مجلد رابع میں مسئلہ بوجوہ افضلیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تفصیل بازغ دیکھنی ہو تو فقیر کا رسالہ البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص ملاحظہ کیجئے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست۔ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

کہیں فرمایا:

اعطیت خمسا لم یعطھن احد من قبلی۔

مجھے پانچ چیزیں وہ عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر الی آخرہ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۲۹

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

الشیخان[۱] عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نہ ملیں۔ (امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین۔ البزار[۲] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں انبیاء پر دو باتوں میں فضیلت دیا گیا۔ (بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری میں ہے:

ان جبرئیل بشرنی بعشر لم یؤتھن نبی قبلی[۳]۔ ابن ابی حاتم وعثمان الدارمی وابونعیم عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جبریل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (ابن ابی حاتم و عثمان الدارمی و ابونعیم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

طرفہ یہ کہ ان سب احادیث میں نہ صرف عدد کہ معدود بھی مختلف ہیں کسی میں کچھ فضائل شمار کئے گئے کسی میں کچھ کیا یہ حدیثیں معاذاللہ باہم متعارض سمجھی جائیں گی یا دو یا دس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلتیں منحصر، حاش للہ ان کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور، بلکہ حقیقۃً ہر کمال ہر فضل ہر خوبی میں عموماً اطلاقاً انھیں تمام انبیاء و مرسلین و خلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام و عام مطلق ہے کہ جو کسی کو ملا وہ سب انھیں سے ملا اور جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا، ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(یا رسول اللہ! جو جو خوبیاں تمام انبیاء کو دی گئیں وہ تمام کی تمام تنہا آپ کو دے دی گئیں۔ ت)

بلکہ انصافاً جو کسی کو ملا آخر کس سے ملا، کس کے ہاتھ سے ملا، کس کے طفیل میں ملا، کس کے پرتو سے ملا، اُسی اصل ہر فضل و منبع ہر جود و سرا ایجاد و تخم وجود سے، صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

---

[۱] صحیح البخاری　کتاب التیمم　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/۴۸
صحیح مسلم　کتاب المساجد　" 　۱/۱۹۹
[۲] مجمع الزوائد بحوالہ البزار　کتاب علامات النبوۃ　باب عصمتہ من القرین　دار الکتاب بیروت　۸/۲۲۵
[۳]

ع فانما اتصلت من نورہ بھم
(اسی کے نور سے ہی یہ سب کچھ ان تک پہنچا ہے۔ت)

ب انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء
(تمہاری صفات لوگوں کے لئے منعکس ہوگئیں جیسے ستارے پانی میں منعکس ہوجاتے ہیں۔ت) [یعنی اصلی صفات تو آپ کو بفضلہ تعالٰی عطا ہوئیں البتہ دیگر اہل فضل و کمال میں آپ کی صفات کا پرتو اور عکس ہے، جیسا کہ پانی میں اس کے صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے ستاروں کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ مترجم]

یہ تقریر فقیر نے اس لئے ذکر کی کہ حدیث خمس من الفطرۃ (پانچ کام فطرت سے ہیں۔ت) یا الفطرۃ خمس (فطرتی کام پانچ ہیں۔ت) یا قول ابن عباس خمس کلھا فی الرأس (پانچ کام سب سر کے متعلق ہیں۔ت) دیکھ کر سفہا کو سودا نہ اچھلے۔

(۷) کمال سفاہت یہ کہ ایک سند کے سب راویوں کو جدا جدا شمار کرکے حکم لگا دیا ان نو دس رواۃ نے یوں روایت کی حالانکہ سلسلہ سند میں اگر یکے از دگرے ہزار تک عدد رواۃ پہنچے تو وہ ایک ہی راوی کی روایت ہے اس میں تعدد نہیں ہوسکتا جب تک مرتبہ واحدہ میں متعدد راوی نہ ہوں ورنہ سند عالی سے نازل اشرف ہو خصوصًا ان کے نزدیک جو کثرت رواۃ سے ترجیح مانتے ہیں حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل وہ تو خیر گزری کہ یہ شخص خود سلمہ تک کوئی سند متصل نہ رکھتا تھا ورنہ آپ سمیت کوئی تیس چالیس گن دیتا کہ اتنے راویوں نے اعفاء ذکر نہ کیا۔

(۸) کچھ پڑھا لکھا ہوتا تو اپنی ہی نقل کردہ عبارت دیکھتا کہ ابوداؤد نے لم یذکر اعفاء اللحیۃ (اس نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا۔ت) بصیغہ واحد فرمایا ہے کہ اس راوی نے اعفاء لحیہ کا ذکر نہ کیا یا لم یذکروا بصیغہ جمع ظاہرًا اپنی نقل میں جو لم یذکروا اعفاء اللحیۃ واقع ہو اور واو عاطفہ کو واو جمع سمجھا اور سابق ولاحق کے تمام صیغ مفردہ ذکر نہ اذ قال لم یذکر سے آنکھیں بند کرکے صاف "لم یذکروا" بنالیا کہ تمام رجال سند کو شامل ہو۔

(۹) لطیفہ تر یہ کہ ان سب رواۃ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا بے علم بے چارہ "قولھم" کے معنی بھی نہیں جانتا اور ناحق وناروا آثار موقوفہ و مقطوعہ کو قول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہرائے دیتا ہے، ابن عباس صحابی ہیں اور مجاہد و بکر و طلق تابعین، یہ آثار خود انھیں حضرات کے اپنے قول ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم کے ارشاد۔

تنبیہ: طلق سے ان کا قول بھی دونوں طرح مروی، نسائی[1] نے بسندِ صحیح ان سے دس کامل روایت کیں جن میں توفیر اللحیہ موجود۔

(۱۰) لطف بر لطف یہ کہ ان سب نے اُس کی جگہ مانگ روایت کی، اللہ اللہ اتنا بے اور اک اور ایسا بیباک، ذرا کسی ذی علم سے عبارتِ ابی داؤد کا ترجمہ کرا کر دیکھے کر وہ مانگ کا ذکر صرف اثر ابن عباس میں بتاتے ہیں یا ان سب کی روایت یہی ٹھہراتے ہیں، بے علم کے نزدیک گویا عدم ذکر اعفار لحیہ کے معنی ہی یہ ٹھہرے ہیں کہ اس کی جگہ مانگ کا ذکر کیا۔

(۱۱) جب جہالت کی یہ حالت تو اس کی کیا شکایت کہ اپنے اس زعم باطل میں فرق و اعفار کا ذکر و شمار میں تبادل سمجھ کر دونوں کا حکم یکساں ٹھہرا دیا، ایسا ہوتا بھی تو اس کا حاصل صرف اتنا نکلتا کہ جس بات کا یہاں تذکرہ ہے یعنی خصالِ فطرت سے ہونا اس میں دونوں شریک ہیں نہ یہ کہ سب احکام میں یکساں ہیں، عمدۃ القاری وفتح الباری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے:

واللفظ للخطیب ھذہ الخصال منھا ماھو واجب کالختان وما ھو مندوب ولامانع من اقتران الواجب بغیرہ کما قال تعالٰی کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہٖ فایتاء الحق واجب والاکل مباح[2]۔

الفاظ خطیب بغدادی کے ہیں ان خصائل میں سے بعض واجب ہیں جیسے ختنہ، اور بعض مستحب ہیں، اور کسی واجب کو دوسرے کے ساتھ جوڑنے اور ملانے میں کوئی مانع نہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کھاؤ ان کا پھل جب وہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن کا حق ادا کرو (یہاں آیت میں) حق ادا کرنا واجب ہے جبکہ کھانا مباح ہے (یہاں واجب، غیر واجب دونوں کا یکجا ذکر ہوا)۔ (ت)

(۱۲) پھر چالاکی یہ کہ اس کے متصل جو امام ابو داؤد نے دوسری حدیث مرفوع حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ایک اثر امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کیا کہ ان میں بھی داڑھی بڑھانے کو شمار فرمایا، ناقل ناقل اسے اڑا گیا۔ عبارتِ سنن یہ ہے:

وفی حدیث محمد بن عبداللہ بن ابی مریم عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن

محمد بن عبداللہ ابن ابی مریم کی حدیث میں بواسطہ ابو سلمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینۃ باب من السنن الفطرۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۴

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۴۶۲

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعفاء اللحیۃ عن ابراھیم النخعی نحوہ وذکر اعفاء اللحیۃ والختان[1]

انھوں نے حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت فرمائی، اور داڑھی بڑھانا۔ ابراہیم نخعی سے اسی طرح کی روایت ہے، انھوں نے داڑھی بڑھانا اور ختنہ کرنا دونوں کا ذکر فرمایا۔ (ت)

(۱۳) کمالِ جہالت دیکھئے کہ اپنے مقام اجتہاد سے تنزل کرکے داڑھی بڑھانے کو فرض، منڈانے کو حرام تسلیم کرنا اور اس تسلیم کی تقدیر پر امر اباحت کے لئے ہونے سے جواب دیتا ہے بے عقل سے کون کہے کہ جب حرمت تسلیم پھر اباحت کہاں۔

(۱۴، ۱۵، ۱۶) اللہ عزوجل کے پاک مبارک رسولوں سے استہزار، انھیں بے اعتدالی کا مرتکب بتانا، شرع مطہر کو بے اعتدالیوں کا پسند کرنے والا ٹھہرانا، موسٰی کلیم اللہ و ہارون نبی اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت وہ ملعون الفاظ کہ دشمن نے بڑھی داڑھی الخ، ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مطہر بڑی ہونا قرآن عظیم سے ثابت جان کر پھر وہ ناپاک ملعون شعر دو تین بال پر اعتدال بند اور شریعت و انبیاء کو بڑھانا پسند، ان باتوں کا جواب کفرستان ہند میں کیا ہوسکتا ہے مگر صبح قیامت قریب ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]۔ قل اباللہ و اٰیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون[3]۔ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب علیم[4]۔

عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹ جایا کرتے تھے یا انھیں کس کروٹ پر پلٹنا ہوگا۔ فرما دیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ تعالٰے کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

جب جہل و جہالت و شیوۂ جاہلیت و بیقیدی و جرأت کی یہ نوبت تو کلام و خطاب کا کیا محل اور حق کے حضور گردن جھکانے کی کیا امل، مگر قرآن عظیم نے جہاں اعراض کا حکم بتایا فاصدع بما تؤمر[5] (کھول کر بیان کردو جیسا کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ ت) لتبیننہ للناس[6] (لوگوں کے لئے واضح

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۸/۱

[2] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷ [3] القرآن الکریم ۹/۶۵

[4] " ۹/۶۱ [5] " ۱۵/۹۴

[6] " ۳/۱۸۷

طور پر) بیان کردو۔ ت) بھی ارشاد فرمایا، لہٰذا ایضاحِ حق وازاحتِ باطل و استیصالِ شبہات و استحصالِ دلائل کے لئے یہ چند تنبیہیں مکتوب اور مسلمانوں کے حق میں حضرتِ حق سے حق پر استقامت مطلوب، وماتوفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب (مجھے توفیق نہیں ہوسکتی سوائے اللہ تعالٰی کے فضل وکرم کے، اور میرا اسی پر بھروسا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ت)

تنبیہ اوّل: مسلمانو! تمہارے رسول اکرم سیّد عالم عالمِ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے علمِ اوّلین وآخرین عطا فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن عظیم اتارا تبیانا لکل شیئ[1] ہر چیز کا روشن بیان، تفصیل کل شیئ[2] ہر شیئ کی کامل شرح، ما فرطنا فی الکتب من شیئ[3] ہم نے کتاب میں کچھ اُٹھانہ رکھا، اس میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور پرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کتاب اللّٰہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم۔ رواہ الترمذی[4]

قرآن اس میں خبر ہے ہر اس چیز کی جو تم سے پہلے ہے اور ہر اس شے کی جو تمہارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمہارے درمیان ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

لوضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللّٰہ۔ ذکرہ ابن ابی الفضل المرسی

اگر میرے اُونٹ کی رسّی گُم ہوجائے تو قرآن عظیم میں اسے پاؤں۔ (ابن ابی الفضل مرسی نے

عہ ذکر الامام السیوطی ھذہ الاٰیۃ فی النوع الخامس والستین من کتابہ الاتقان مفید ان المراد بالکتاب القراٰن ۱۲۔

امام سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر الاتقان فی علوم القرآن کی پینسٹھویں نوع میں اس آیت کریمہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ فائدہ بیان فرمایا کہ (یہاں) آیت میں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے ۱۲۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱ [3] القرآن الکریم ۶/ ۳۸

[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۱۲/ ۱۱۴

نقل عنہ فی الاتقان[1]۔ — اسے ذکر فرمایا الاتقان میں ان سے نقل کیا گیا (ت)

امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لوشئت لاوقرت من تفسیر الفاتحۃ سبعین بعیرا[2]۔ — میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھروا دوں۔

ایک اونٹ کے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کے ہزار اجزاء، حساب سے تقریبًا پچیس لاکھ جز آتے ہیں، یہ فقط سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے پھر باقی کلام عظیم کی کیا گنتی، پھر یہ علم علم علی ہے، اس کے بعد علم عمر، اس کے بعد علم صدیق کی باری ہے، "ذھب عمر بہ تسعۃ اعشار العلم" عمر علم کے نو حصے لے گئے۔ کان ابوبکر اعلمنا ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا۔ پھر علم نبی تو علم نبی ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض قرآن عظیم و فرقان کریم میں سب کچھ ہے جسے جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اسی قدر علم۔

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العٰلمون[3]۔ — ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر انھیں صرف علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں (ت)

کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوتی ہیں پر اُن کی سمجھ انھیں کو ہے جو علم والے ہیں، پھر علم کے مدارج بے حد متفاوت وفوق کل ذی علم علیم[4] (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ ت) عالمِ امکان میں نہایات نہایات حضور سید الکائنات علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوات والتحیات، ولہذا ارشاد ہوا:

انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰک اللہ[5]۔ — ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو کچھ آپ کو اللہ تعالٰی نے دکھا دیا ہے اسکی روشنی میں۔ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن — النوع الخامس والستون — مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۶

[2] ؎ ؎ ؎ ؎ — النوع الثامن والسبعون — ؎ ؎ ؎ ۲/ ۱۸۶

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

[4] ؎ ۱۲/ ۷۶

[5] ؎ ۴/ ۱۰۵

تو حضور کا جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے ان الی ربك المنتھی[1] (یقیناً تمہارے پروردگار کی طرف ہی ہر کام کی انتہا ہے۔ت) سب قرآن عظیم میں ہے: ان ھو الا وحی یوحی[2] (وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی گئی۔ت) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم تام وشامل سے جانا کہ آخر زمانہ میں کچھ بد دین مکّار بدلگام فاجر ایسے آنے والے ہیں کہ ہمارا جو حکم اپنی اندھی آنکھوں سے بظاہر قرآن عظیم میں نہ پائیں گے منکر ہوجائیں گے،

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه ولما یأتهم تاویله کذٰلك کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبة الظٰلمین[3]۔

بلکہ انھوں نے اس کو جھٹلایا جس کو بذریعہ علم وہ احاطہ نہ کرسکے حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی کوئی تاویل نہیں آئی تھی، یونہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھو ظالموں کا کیسا (عبرتناک) انجام ہوا۔(ت)

لہذا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت القراٰن ومثله معه الا یوشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بھذا القراٰن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیه من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللّٰه کما حرم اللّٰه۔ رواہ الائمة احمد والدارمی وابوداؤد والترمذی[4] و ابن ماجة بالفاظ متقاربة عن المقدام بن معدیکرب رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

سُن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو جو حرام پاؤ اسے حرام مانو، حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کی مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔(ائمہ کرام مثلاً امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے تقریباً ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۹
[4] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۱ وسنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی لزوم السنة ۲/ ۲۷۶
مسند احمد بن حنبل عن المقدام ۴/ ۱۳۱ وسنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳
سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ دار المحاسن القاہرہ ۱/ ۱۱۷

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاالفین احدکم متکئا علٰی اریکتہ یاتیہ الامر مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لاادری ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ والبیہقی فی الدلائل عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

خبردار! میں نہ پاؤں تم میں کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے کہ میرے حکم سے کوئی حکم اس کے پاس آئے جس کا میں نے امر فرمایا یا اس سے نہی فرمائی ہو، تو کہنے لگے میں نہیں جانتا ہم تو جو کچھ قرآن میں پائیں گے اسی کی پیروی کریں گے۔ (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کو حضرت ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا۔ت)

اور ایک حدیث میں ہے حضور والاصلوٰۃ اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ایحسب احدکم متکئا علٰی اریکتہ قد یظن ان اللہ لم یحرم شیئا الا مافی ھذا القراٰن الا وانی واللہ قد امرت ووعظت ونھیت عن اشیاء انھا لمثل القراٰن او اکثر۔ رواہ ابوداؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

کیا تم میں سے کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں، سُن لو خدا کی قسم میں نے حکم دئے اور نصیحتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں۔ (امام ابوداؤد نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ت)

اس منکر کا داڑھی بڑھانے کے حکم کو کہنا قرآن میں کہیں نہیں اور اسی بناء پر احادیث صحیحہ سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ کہہ کر رَدکر دینا کہ داڑھی بڑھانا اخلاق میں ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ آتا وہی پیٹ بھرے بے فکرے بے نصیبے بے بہرے کی بات ہے جس کی پیشگوئی حضور

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۱ و سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب التعشیر اہل الذمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۷۶

عالم ماکان ومایکون فرماچکے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ سچ فرمایا رب جل وعلا نے:

فلا وربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔[1]	تمھارے پروردگار کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں تمھیں حاکم تسلیم نہ کرلیں، پھر تمھارے فیصلہ سے اپنے دلوں

میں ذراسی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ اسے دل وجان سے بغیر کسی کھٹک کے مان لیں۔ (ت)

قرآن عظیم قسم کھاکر فرماتا ہے کہ اے نبی! جب تک تیری باتیں دل سے نہ مان لیں ہرگز مسلمان نہ ہونگے طوطے کی طرح زبان سے لاکھ کلمہ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔

تنبیہ دوم: مسلمانو! یہ گمراہ قوم جن کی پیشگوئی احادیث مذکورہ میں گزری صرف حدیثوں ہی کے منکر نہیں بلکہ حقیقۃً قرآن عظیم کو عیب لگانے والے اور دین متین کو ناقص وناتمام بتانے والے ہیں، حدیثیں تو یُوں چھوڑدیں کہ انبیاء صرف درستی اخلاق کے لئے آتے ہیں حدیثوں کی باتیں اخلاق سے ہوتیں تو قرآن میں کیوں نہ آتیں ورنہ قرآن اخلاقی احکام سے خالی اور دین ناقص ٹھہرتا ہے، جب مصطفی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثیں یُوں بیکار گئیں پھر اور کسی کی بات کا کیا ذکر، فبای حدیث بعدہ یؤمنون[2] (پھر وہ اس کے بعد (یعنی قرآن مجید کے بعد) اور کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ ت) اب گنتی کے وہ احکام رہ گئے جن کی صاف تصریح کتاب اللہ میں ہے ان کے سوا سب اخلاق سے خارج تہذیب و اخلاق کے ہزاروں احکام جن میں کوئی ذی عقل نزاع نہ کرسکے معاذ اللہ اسلام کے نزدیک مہمل و معطل اور تمامی دین باطل و مختل، مثلاً مردوں کا داڑھی مونچھ منڈوا کر بال بڑھا کر چوٹی گندھوا کر ہاتھ پاؤں میں مہندی رچاکر زنانہ کپڑے گوٹہ پٹھے مسالے کے پہن کر سر سے پاؤں تک جڑاؤ گہنوں سے بن ٹھن کر ہزاروں کے مجمع میں ناچنا بھاؤ بتانا کس آیت میں حرام لکھا ہے، اعضائے رجولیت کٹا کر زنخہ بننا ناک پر انگلی رکھ کر تالیاں بجانا کس سُورۃ میں منع آیا ہے وعلٰی ھذا القیاس ہزاروں افعال وسواس خنّاس، اب منکر متکبر سے پُوچھا جائے کہ ان افعال اور اُن کے امثال کو معاذ اللہ ملتِ اسلام میں حلال بتاکر دین کو عیاذًا باللہ سخت بیہودہ ونامہذّب بنائے گا یا شرعاً شرعی حرام ٹھہرا کر نصوص قرآنیہ خالی پاکر معاذ اللہ قرآن عظیم کو ناقص ناتمام بتائے گا ایسے حضرات کی تمام جدید تحقیقات شقیقہ کا اندرونی بخار وہی پادریوں کو خفیہ اعانت دینا اور دین متین کا مضحکہ اڑانا ہوتا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵ [2] القرآن الکریم ۷۷/ ۵۰ [3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) بہت اچھا اگر داڑھی منڈانا حرام نہیں کہ قرآن عظیم میں اس کے احکام نہیں تو جہاں اس پر عمل ہے یہ پوری شرافت کے افعال بھی برت کر دکھا دیں کہ ان کی تحریم بھی قرآن میں کہیں نہیں، پوری ہی گائے نہ کھائیے کہ دین نیچر کے کامل مومن کہلائیے، اچھا نہ سہی قرآن میں کہیں ناک کٹانا بھی حرام نہیں لکھا الانف بالانف (ناک کے بدلے ناک۔ت) میں دوسرے کی ناک کاٹنے پر سزا ہے اپنی قطع کرانے کا ذکر کیا ہے ایک کاٹ کر دوسری کہاں سے لائیے گا کہ الانف بالانف کا محل پائیے گا جہاں داڑھی منڈائی ہے، یہ اونچی گوٹ آنکھوں کی اوٹ جس نے ناحق چہرہ ناہموار کر رکھا ہے اسے بھی دھتا بتائیں لوگ چار ابرو کا صفایا بولتے ہیں، یہ پانچوں گانٹھ کمیت ہو جائیں خیر آپ اس پر عمل نہ کریں مگر آپ کی تحریر تو ضرور بانکے پکارے کہے گی کہ دینِ اسلام ایسا ناقص دین ہے جس میں ناک کٹانا حرام نہیں یا قرآن عظیم ایسی کتاب ہے جس میں ایسے جرموں پر کچھ الزام نہیں۔

تنبیہ سوم: منکر متکبر کا اثبات حرمت میں قرآن عظیم کے ساتھ حدیث متواتر ومشہور کا نام لے دینا محض عیاری و دنیا سازی یا عجب کورانہ تناقض بازی ہے ہم پوچھتے ہیں جو کسی حدیث متواتر یا مشہور میں آئے قرآن عظیم میں بھی موجود ہے یا نہیں، اگر ہے تو حدیث کی کیا حاجت، اور اس تردید سے کیا منفعت، اور اگر نہیں تو اب پوچھا جائے گا کہ وہ حکم داخل اخلاق ہے یا نہیں، اگر ہے تو قرآن عظیم احکام اخلاقی سے خالی اور دین معرض نقص و بے کمالی، اور نہیں تو تمہارا مطلب حاصل کہ ایسے حکم کا شرعی ہونا باطل، بہت ہو تو مچھلی کا سا شکار سہی، حرمت فرضیت کس نے کہی۔ مسلمانو! دیکھتے جاؤ کہ ان حضرات کے تمام خیالات کا حاصل بے حاصل وہی ابطال شرع مطہر و اکمال بقیدی اہل نیچر ہے وبس، وسیعلم الذین ای منقلب ینقلبون[1] (وہ لوگ جو ظالم ہیں انھیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھانے والے ہیں۔ت)

تنبیہ چہارم: بعینہٖ اسی دلیل سے اجماع بھی باطل، پھر قیاس کس گنتی شمار میں رہے، اور امر قرآنیہ منکر نے اذا حللتم فاصطادوا[2] (جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔ت) سے اس کا جواب بھی گھڑ دیا، ہر امر میں یہی احتمال قائم، کیا معلوم کہ یہ انھیں احکام میں ہو جن کا نہ کرنا عقاب در کنار موجب عتاب بھی نہیں، پھر ایک یہی چلتا فقرہ تمام نواہیِ قرآنیہ کو بس ہے کہ جس طرح امر کبھی اباحت کے لئے ہوتا ہے یونہی نہی بھی ارشادی ہوتی ہے غرض ایک ہی کرشمے میں شریعت محمدیہ کے تمام اوامر و نواہی بیکار اور معطل ہو کر رہ گئے، سچ ہے انسانی آزادی اس کی منادی، قیدِ ملت کہاں کی علت، مگر افسوس یہ آنکھوں کے اندھے عقل کے اوندھے سمجھے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۵/ ۲

آزاد ہوئے، اور حقیقت دیکھو تو برباد ہوئے، اللہ واحد قہار کی بندگی سے سر نکالا اور ابلیس لعین کا پٹا گلے میں ڈالا، بندگی تو ہر حال رہی اللہ کی نہیں ابلیس کی سہی ع

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

(دیکھو تو سہی کہ تم نے کس سے تعلق توڑا اور کس سے جوڑا یعنی کس سے کٹ کر جُدا ہو گئے اور کس سے وابستہ ہو کر مل گئے۔ ت)

تنبیہ پنجم: مخالفت مشرکین کے وہ معنی لینا اور داڑھی رکھنے منڈانے دونوں میں مخالفت بتانا کلام پاک حضور سید لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھلا استہزاء و تمسخر ہے، اللہ اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد اطہر اور ایک ناپاک بیباک بے ادراک کا کہنا کہ فیہ نظر" (اس میں ایک اعتراض واشکال ہے۔ ت) پھر اسے دیدہ ودانستہ بازیچہ بنانا یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[1] (وہ لوگ کتاب کو سمجھنے کے بعد اسے بدل ڈالتے ہیں جبکہ وہ (اس حقیقت کو) اچھی طرح جانتے ہیں۔ ت) کا شیوہ دکھانا۔

اوّلاً دنیا میں کون اندھے سے اندھا خلاف مشرکین کا یہ مطلب سمجھے گا کہ مشرکین روٹی کھاتے ہیں تم بھوکے رہو، وہ پانی پیتے ہیں تم پیاسے مرو، خلاف مشرکین شعار مشرکین میں ہے نہ یہ کہ کوئی مشرک ہمارے بعض افعال اختیار کرلے یا جس فعل کو ہماری شرع مطہر نے پسند فرمایا وہ کسی فرقہ مشرکہ سے بھی واقع ہو تو ہم چھوڑ دیں۔

ثانیاً یہی معنی مراد ہوتے تو معاذ اللہ حکم کس قدر فضول و مہمل تھا، جو بات ایک کام کرو تو بھی حاصل نہ کرو تو بھی حاصل، اس کے لئے اس کام کا حکم دینا تحصیل حاصل۔

ثالثاً ترجیح بلا مرجح اس کے عکس کا کیوں نہ حکم ہوا کہ خلافِ مشرکین اس میں بھی تھا۔

رابعاً بلکہ ترجیح مرجوح کہ داڑھی منڈے مشرک مہینوں کی راہ دور ایران وغیرہ میں تھے اور داڑھی والے اہل عرب اپنے ہی وطن میں اپنے ہی شہروں میں، تو خلافِ مشرکین انھیں کے خلاف ظاہر ہوتا۔ یوں تو کوئی ایرانی کبھی اتفاق سے آجاتا تو اپنی مخالفت پاتا پھر بھی خلاف مذہبی نہ سمجھتا بلکہ قومی و ملکی کہ اس ملک کے مسلم و کافر سب کو اپنے خلاف دیکھتا۔

خامساً اللہ اکبر اگر حدیث فقط اس قدر ہوتی کہ خالفوا المشرکین مشرکوں کا خلاف کرو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

توشاید کسی کچے جنونی پکے مجنونی کو ایسے جنون جاگتے مجنون لے بھاگتے، مگر حدیث میں تو صراحۃً خود اُس خلاف کی شرح فرمادی تھی: اعفوا الشوارب واعفوا اللحی مشرکین کا یوں خلاف کرو کہ لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اس کے یہ معنی لینا کہ ان کا خلاف کرکے بڑھاؤ خواہ اُن کی مخالفت کرکے منڈواؤ، کیسی کھلی تحریف اور کیسا صریح استہزا ہے، اللہ اکبر مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعتِ علم جس طرح عجائب قرآن عظیم غیر متناہی ہیں یونہی عجائبِ حدیث کی حد نہیں، کریمہ لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا[1] (کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کا بوجھ (بروزِ قیامت) نہیں اٹھائے گا اور ہم جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیتے یعنی اتمامِ حجت کے بغیر مبتلائے عذاب نہیں کرتے۔ ت) کے لطائف سے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شمار فرمایا کہ دونوں جملے دو ہمشکل مسائل مختلف فیہا کا فیصلہ فرماتے ہیں، پہلا مسئلہ اطفالِ مشرکین اور دوسرا اہلِ فترت پر دلیل شافی ہے ان دونوں کا ایک جگہ ارشاد ہونا نظمِ قرآنی کے عجب دقیقہ سے ہے ذکرہ فی رسالۃ فی الابوین الکریمین (امام سیوطی نے حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام کے موضوع پر جو رسالہ تحریر فرمایا اس میں اس کا ذکر فرمایا۔ ت) فقیر کہتا ہے امام احمد وطبرانی وضیاء نے ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تسرولوا واتزروا وخالفوا اھل الکتاب قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب[2]

پاجامہ پہنو اور تہبند باندھو اور یہود و نصارٰی کا خلاف کرو اور لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں وافر کرو یہود و نصارٰی کا خلاف کرو۔

یہود و نصارٰی کے یہاں ستر کچھ ضروری نہیں، ان کی قومیں اب تک ننگے نہانے کی عادی ہیں حدیث میں ان دو جملوں کا ایک جگہ ارشاد ہونا ایسے گمراہوں گمراہ پرستوں کے جنون کا کافی علاج ہے جس طرح داڑھی میں مخالفت اہل کتاب کے وہ معنے تراشے یونہی پاجامہ و تہبند میں یہی مطلب پہنائے کہ اہل کتاب سترِ عورت کرتے بھی ہیں تو چاہیے اس عادت کا خلاف کرکے پاجامہ پہنو چاہے اسکی مخالفت سے ننگے پھرو اور پورے مہذب جنٹلمین بنو، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی امامہ باہلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۵-۲۶۴

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

(عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ۔ ت)

40/40

تنبیہ ششم: فرض و واجب اور اسی طرح حرام و مکروہِ تحریمی میں فرق دربارۂ اعتقاد ہے کہ فرض وحرام کا منکر کافر ٹھہرتا ہے،

اما مطلقا کما علیہ ظواھر کلمات الفقہاء الامجاد او علی تفصیل فیہ کما علیہ الاعتماد۔

یا مطلقاً جیسا کہ بزرگ فقہا کرام کے ظاہری کلمات اس پر دلالت کرتے ہیں یا اس میں تفصیل ہے جیسا کہ اس پر اعتماد ہے (ت)

بخلاف اخیرین۔ مگر عمل میں دونوں کا ایک حکم مخالف میں گناہ واثم اعتثال میں رجائے ثواب خلاف میں استحقاق غضب وعذاب، کما صرح فی کل کتاب (جیسا کہ تمام کتب میں اس کی صراحت کی گئی ہے ۔ ت) اہلِ اسلام اپنے رب کے غضب سے ڈریں اور ان گمراہان گمراہ گر کی چرب زبانیوں پر توجہ نہ کریں بالفرض اصطلاح حنفی میں ف ر ض یا ح ر م کا اطلاق نہ ہوا تو یہ فرق اصطلاحی تمہارے کس کام آئے گا جبکہ غضب جبار و عذابِ نار کا استحقاق بہرحال موجود، والعیاذ باللہ الغفور الودود، یقین جانو اس دن کو داڑھی منڈا واحد قہار کے حضور تمہارا حاجتی نہ بنے گا وہ آپ اپنی بھڑکائی آگ میں جلے بھُنے گا آئندہ اختیار بدست مختار، مسلمانو! اس کی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کوئی گندہ ناپاک بھینس کا گوبر گدھے کی لید کھایا کرے، جب اس سے کہا جائے تو (۔۔) کھاتا ہے کہے اسے (۔۔) (۔۔) نہیں کہتے یہ تو لید گوبر ہے اُس نجس سے یہی کہا جائے گا کہ یونہی سہی مگر ہر طرح تیرے منہ میں تو گندگی رہی، مسلمانو! مکروہِ تحریمی گناہِ صغیرہ سہی مگر ہر صغیرہ بعد اصرار کبیرہ اور ہلکا جانتے ہی فوراً اشد کبیرہ ۔ حدیث میں ہے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصغیرۃ مع الاصرار[1]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اصرار سے کوئی گناہ چھوٹا نہیں ہوجاتا (بلکہ بڑا ہوجاتا ہے) دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے اس کو روایت کیا ہے اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو۔ (ت)

پھر یہ ظالمین براہِ چالاکی حرام حرام کی اصطلاح لئے ہوئے ہیں حقیقۃً مباح محض شیر مادر جانتے ہیں جب تو اذا احللتم فاصطادوا[2] (جب تم حلال ہوجاؤ یعنی احرام کی پابندی ختم ہوجائے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی حدیث ۷۹۴۷ ابن عباس دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲

اور احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔ت) [یعنی حدودِ حرم سے باہر شکار تمھاری پسند اور چاہت پر موقوف ہے۔مترجم] کی مثال اور عقاب درکنار عتاب بھی نہ ہونے کا خیال ہے، شیطان کے بڑھاوے ایسے ہی ہوتے ہیں،

یعدھم و یمنیھم و ما یعدھم الشیطٰن الا غرورا[۱]	شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور انھیں امید دلاتا ہے اور شیطان ان سے سوائے دھوکے اور فریب کے کوئی وعدہ نہیں کرتا (یعنی اس کا ہر وعدہ سبز باغ اور فریب ہوتا ہے)۔(ت)

انتباہ: سُنا گیا کہ اس منکر متکبر کی طرح کوئی اور حضرت بھی اس مسئلہ میں مخالفتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تُلے ہیں اس نے اباحت محضہ کا ڈنڈا پکڑا وہ اپنے زور زور میں اور راہ چلے ہیں کہ داڑھی منڈانا حرام نہیں، اور مکروہ تحریمی میں خود اختلاف ہے کہ وہ حرمت سے قریب ہے یا حلت سے نزدیک۔ مسلمانو! راہِ فریب سے دُور لا یغرنکم باللہ الغرور[۲] (اور ہرگز تمھیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی) یہ ان قائل صاحب کا محض افترائے گندہ وایجادِ بندہ ہے آج تک جہاں میں کسی عالم نے مکروہِ تحریمی کو قریب بحلت نہ بتایا، تمام کتبِ مذہب موجود ہیں حضرات شیخین و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں یہ اختلاف بتایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ تحریمی عین حرام ہے اور ان کے نزدیک اقرب بحرام۔ تنویر الابصار وغیرہ عامہ اسفار میں ہے:

کل مکروہ حرام عند محمد و عندھما الی الحرام اقرب[۳]	امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر مکروہ حرام ہے جبکہ امام صاحب اور امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک حرام سے قریب تر ہے (ت)

اور عند التحقیق یہ بھی صرف اطلاق لفظ کا فرق ہے، معنًی سب کا ایک مذہب، خود امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ناقل کہ انھوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: اذا قلت فی شیئ اکرہ فما رأیک فیہ جب آپ کسی شئی کو مکروہ فرمائیں تو اس میں آپ کی کیا رائے ہوتی ہے؟ قال التحریم فرمایا حرام ٹھہرانا ذکرہ فی ردالمحتار عن شرح التحریر

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰
[۲] القرآن الکریم ۳۵/ ۵
[۳] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۵
[۴] ردالمحتار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۴

للامام ابن امیر الحاج عن مبسوط الامام محمد رحمھم اللہ تعالٰی (فتاوٰی شامی میں اس کو شرح التحریر کے حوالے سے ذکر فرمایا جو امام ابن امیر الحاج کی تصنیف ہے انھوں نے مبسوط امام محمد سے نقل فرمایا (اللہ تعالٰی ان سب پر رحم فرمائے)۔ ت)

تنبیہ ہفتم آیاتِ قرآنیہ میں - حق فرمایا ہمارے رب جل وعلا نے :

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]

ہے یوں کہ آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

ان بے بصیرتوں کو اگر کبھی کھلی آنکھوں سے قرآنِ عظیم کی زیارت نصیب ہوتی تو جانتے کہ داڑھی بڑھانے کی طرف ارشاد اس میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت آیاتِ کریمہ میں موجود ہے اس میں دو طریق ہیں :

اوّل طریق عموم : یہ دو وجہ پر ہے :

وجہ اوّل کہ صحابہ کرام و ائمہ اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم امثال مقام میں استعمال فرماتے رہے۔

آیت ۱ : قال اللہ عزوجل :

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2]

جو کچھ رسول کریم تمھیں دے اختیار کرو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

آیت ۲ : قال تعالٰی :

یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے علماء کی۔

آیت ۳ : قال عزوجل :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[4]

جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

رب تبارک وتعالٰی ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآنِ عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کہ کتاب اللہ اُس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶
[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[4] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند و صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کےلئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سُن کر ایک بی بی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی، میں نے سُنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی —— فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہُوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

اُن بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا —— فرمایا:

اِن کُنتِ قَرَأتِیۡہِ لَقَدۡ وَجَدۡتِیۡہِ۔ اما قرأت ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

اُنھوں نے عرض کی، ہاں —— فرمایا، فانہ قد نھی عنہ[۱] تو بے شک نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔

منکر دیکھے کہ اُس کا خیال وہی اُن بی بی کا خیال، اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی اُمّ یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات صالحات سے

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۳۴
صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الواصلۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۹۲

ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا، صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ بہرحال ان کی فضیلت و صلاح قبولِ حق پر باعث ہوئی سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں،

کما رواہ البخاری[1] من طریق عبد الرحمٰن بن عابس عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جیسا کہ امام بخاری نے عبدالرحمن ابن عابس کے طریقہ سے، اس نے بی بی صاحبہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے (ت)

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہیے کہ ؎

دِلا مردانگی زیں زن بیاموز

(اے دل! اس عورت سے مردانہ جرأت سیکھ۔ ت)

ولٰکن الھدایۃ لن تنالا ✿ بلا فضل من المولٰی تعالٰی

(لیکن تُو ہرگز ہدایت نہیں پا سکے گا اللہ تعالٰی کے فضل کے بغیر۔ ت)

ایک بار عالمِ قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پُوچھو میں قرآن سے جواب دُوں گا۔ کسی نے سوال کیا، احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا وحدثنا سفیٰن بن عیینہ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جو کچھ تمھیں رسول کریم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے تمھیں منع فرمائیں اس سے باز رہو۔" اللہ عزوجل نے تو فرمایا کہ ارشادِ رسول پر عمل کرو" (ہم نے سفیان بن عیینہ نے فرمایا اس نے عبدالملک بن عُمیر سے اس نے ربعی بن حراش سے اس نے حذیفہ بن یمان سے، انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ ت) کہ رسول اللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الواشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹

حدثنا سفیٰن عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ امر بقتل المحرم الزنبور۔ ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان[1]"۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا ان دو کی پیروی کرو جو میرے جانشین ہونگے۔ (ہم سے سفیان بن مسعر بن کدام نے بیان کیا انھوں نے قیس بن مسلم سے انھوں نے طارق بن شہاب سے روایت کی) اور ہمیں امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا (امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسے "الاتقان فی علوم القرآن" میں ذکر فرمایا۔ ت)

وجہ ثانی: اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت)

آیت ۴: قال جل ذکرہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا:)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر وذکر اللہ کثیرا[2]۔

البتہ بیشک تمھارے لئے رسول اللہ کے چال طریقہ میں اچھی ریت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور پچھلے دن سے اور بہت یاد کرے اللہ کی۔

اس آیہ کریمہ میں مولٰی جل وعلا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے طریق وروش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یُوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصارٰی ویہود ومجوس وہنود وتمام جہان جانتا ہے کہ اس سرور جہاں وجہانیاں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّتِ دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی محافظت فرمائی تاکید فرمائی ہدایت فرمائی معاذ اللہ کبھی تجویز خلاف نے گنجائش نہ پائی، ہم یہاں بعض احادیث جلیلہ کریمہ یاد کریں کہ ذکر حبیب نور علیٰ نور وسرور جان وشادابی دل وسیرابی ایمان ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی النوع الخامس والستون مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۶

[2] القرآن الکریم ۳۳/۲۱

حدیث ۱: جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیر شعر اللحیۃ۔ رواہ مسلم[1] وعنہ عند ابن عساکر[2] کثیر شعر الراس واللحیۃ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر وانبوہ تھے (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر کے نزدیک انھی جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال زیادہ تھے۔ ت)

حدیث ۲: ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخما مفخما یتلألؤ وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر ازھر اللون واسع الجبین کث اللحیۃ۔ رواہ الترمذی[3] فی الشمائل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب ورواہ ایضا الرؤیانی والبیہقی فی الدلائل وابن عساکر فی التاریخ۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عظمت والے، نگاہوں میں عظیم، دلوں میں معظم تھے، چہرہ مبارک ماہِ دو ہفتہ کی طرح چمکتا، جگمگاتی رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی (اس کو امام ترمذی نے شمائل نبوی میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، نیز رویانی نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن عساکر نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۳: امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

بابی وامی کان ربعۃ ابیض مشرب بحمرۃ کث اللحیۃ۔ رواہ ابن عساکر[4] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

میرے ماں باپ اُن پر قربان، میانہ قد کے تھے، گورا رنگ جس میں سُرخی جھلکتی، گھنی داڑھی۔ (ابن عساکر نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب اثبات خاتم النبوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۹

[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۲

[3] شمائل الترمذی مع جامع الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ امین کمپنی دہلی ص ۲

[4] کنز العمال برمز کر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۸۵۶۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۱۶۲

حدیث ۴: وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضخم الھامۃ عظیم اللحیۃ ۔ رواہ البیہقی[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سر مبارک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی (اسے امام بیہقی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵: امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابیض اللون مشربا بحمرۃ ادعج العینین کث اللحیۃ[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا رنگ گورا، سُرخی آمیز، آنکھیں بڑی، خوب سیاہ داڑھی گھنی۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احسن الناس قواما واحسن الناس وجھا واطیب الناس ریحا والین الناس کفا وکانت لہ جمۃ الٰی شحمۃ اذنیہ وکانت لحیتہ قد ملأت من ھٰھنا الٰی ھٰھنا وامرید یہ علٰی عارضیہ[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوب تر، مہک سارے زمانے سے خوشبو تر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لو تک (پھر اپنے رخساروں پر اشارہ کرکے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث ۷: وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابیض الوجہ کث اللحیۃ احمر الاماق اھدب الاشفار ۔ رواھا جمیعا ابن عساکر الکل مختصرا[4]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا منہ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے سُرخی، پلکیں دراز۔ (ان سب کو ابن عساکر نے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ راس رسول اللہ وصفۃ لحیتہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۱۶

[2] تہذیب تاریخ ابن عساکر باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۲۱

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۲۲

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں :

کث اللحیۃ تملؤ صدرہ[1] ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے۔

یہاں "سینہ" سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے صرح بہ الشراح وھو الواضح الصراح (شارحین نے اس کی تصریح فرمائی جو بالکل واضح اور صاف ہے۔ت) اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب و پسندیدہ ہو جب شرعاً لازم ضروری نہ ہوتا تو بیانِ جواز کے لئے گاہے ترک بھی فرما دیتے یا قولاً خواہ تقریراً جوازِ ترک بتا دیتے اسی لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع الترک احیاناً اضافہ کیا یعنی جسے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی کبھی ترک بھی فرما دیا ہو، ولہذا محققین فرماتے ہیں کہ ایسی مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الاذان میں فرماتے ہیں :

عدم الترک مرۃ دلیل الوجوب[2] ایک مرتبہ بھی نہ چھوڑنا وجوب کی دلیل ہے (ت)

نیز باب الاعتکاف میں فرمایا :

ھذہ المواظبۃ المقرونۃ بعدم الترک مرۃ لما اقترنت بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کانت دلیل السنۃ والا کانت دلیل الوجوب[3] یہ دوام یعنی ہمیشگی جو کبھی ایک دفعہ بھی نہ چھوڑنے سے مقرون ہو جب ان صحابہ کرام سے جنھوں نے اسے نہ کیا ہو ان سے عدم انکار پر مقرون ہو تو دلیل سنت ہے ورنہ دلیل وجوب ہے۔ (ت)

دوم طریق خصوص : اس میں بھی بحمد اللہ تعالٰی فیض جلیل قرآن جلیل سے آیات کثیرہ عبد ذلیل پر فائض برکات ہوئیں فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق و مدد سے ہی کہتا ہوں۔ت) یہ نفیس طریق وجوہ عدیدہ رکھتا ہے جن سے احیائے لحیہ کا امر یا طلب یا اس کے خلاف پر وعید یا مذمت ثابت ہو۔

وجہ ثالث ـ آیت ۵ : قال تعالٰی وتقدس :

وان یدعون الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ و قال لاتخذن من عبادک کافر نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے

---

[1] الشفاء بحقوق المصطفٰی فصل ان قلت الخ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۱/ ۳۸

[2] فتح القدیر باب الاذان مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان ۱/ ۲۰۹

[3] " باب الاعتکاف " " " ۲/ ۳۰۵

نصیبا مفروضا o ولاضلنھم ولامنینھم ولاٰمرنھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ[1]

بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ اور ہیں ضرور انھیں بہکادوں گا اور ضرور خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بیشک انھیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیزیں بگاڑیں گے۔

یہی وہ آیہ کریمہ ہے جس کی رُو سے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنانِ مذکورہ پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی، بعینہٖ یہی کیفیت داڑھی منڈوانے کی ہے، مُنہ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں، یوں ہی داڑھی منڈوانے والے، تو یہ سب اسی فلیغیرن خلق اللہ (تو وہ اللہ تعالٰی کی بناوٹ میں تبدیلی کریں گے۔ت) میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ و رسول کے ملعون ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التنزیل میں زیرِ آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

یستدل بالاٰیۃ علی تحریم الخصاء والوشم ومایجری مجراہ من الوصل فی الشعر وبرد الاسنان والتنمص وھو نتف الشعر من الوجہ[2]۔

آیت مذکورہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ خصی کرنے، بدن گودنے اور ان جیسے دیگر اعمال مثلاً بال جوڑنے، دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے اور چہرے کے بال نوچنے کی حرمت پر۔(ت)

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او تغیر الشیب بالسواد والتخنث[3] اھ باختصار۔

اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے، یعنی خصی کرتے، بدن گدوانے، سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور زنانہ اوصاف اپنانے میں۔ (مختصراً عبارت مکمل ہوئی)۔(ت)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں زیرِ حدیث مذکور المغیرات خلق اللہ (اللہ تعالٰی کی بناوٹ کو بدلنے والی عورتیں۔ت) فرماتے ہیں:

علت وحرمت مثلہ وحلق لحیہ وامثال آں

مُثلہ یعنی حلیہ بگاڑنا اور داڑھی مونڈنے یا منڈوانے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹۔۱۲۰

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت آیۃ ۴/ ۱۱۹ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۸۲

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

نیز ہمیں ست ہے[1] اور اس قسم کے دوسرے کام کرنے کے حرام ہونے کی یہی علت اور سبب ہے۔ (ت)

وجہ رابع — آیت ۶: قال مجدہ:

ذٰلک ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[2]

بات یہ ہے اور جو بڑائی کرے دین الٰہی کے شعاروں کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

آیت ۷: قال عزشانہ:

یایھا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ[3]

اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرالو دینِ خدا کے شعاروں کو۔

شک نہیں کہ داڑھی شعار دین اسلام سے ہے، امام بدر محمود عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ختنہ کی نسبت نقل فرماتے ہیں:

انہ شعائر الدین کالکلمۃ وبہ یتمیز المسلم من الکافر[4]

ختنہ کرنا کلمہ شریف کی طرح شعارِ اسلام میں سے ہے اس سے مسلمان اور کافر میں باہم امتیاز ہوتا ہے۔ (ت)

جب ختنہ حالانکہ امر خفی ہے مثل کلمۂ طیبہ کے شعارِ دین اور وجہ امتیاز مومنین وکافرین قرار پایا یہاں تک کہ مسلمانانِ ہند نے اس کا نام بھی "مسلمانی" رکھ لیا، تو داڑھی کہ امر ظاہر ہے اور پہلی نظر اُسی پر پڑتی ہے بدرجۂ اولیٰ شعارِ اسلام وما بہ الامتیاز کرام ولیام ہے، اور بعض کفار کا اس میں شریک ہونا منافی شعاریتِ اسلام نہیں جس طرح ختنہ کرنے میں یہود شریکِ مسلمین ہیں خود نفس آیات کریمہ ہی میں دیکھئے مورد نزول جانوران ہدی ہیں کہ حرم محترم کو قربانی کے لئے بھیجے جاتے ہیں انھیں شعارِ دینِ الٰہی فرمایا حالانکہ تمام مشرکینِ عرب اس فعل میں شریک تھے، اور جب داڑھی شعارِ دین ہے اور بے شک یونہی ہے تو بحکمِ قرآن اس کے ازالہ کو حلال ٹھہرالینا حرام اور اس کی تعظیم تقوٰیٔ قلوب کا کام۔

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۷
[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۲
[3] " " ۵/۲
[4] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۲/۴۵

وجہِ خامس — آیت ۸ : قال عزّ مجدہ :

ثم اوحینا الیك ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔[1]

میں نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین کو اپناؤ (یعنی دینِ ابراہیمی کی پیروی کرو) جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے (ت)

آیت ۹ : قال سبحٰنہ وتعالیٰ :

قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا۔[2]

تم فرماؤ بلکہ ہم ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ (ت)

آیت ۱۰ : قال جلت آلاؤہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ ت) :

ومن یرغب عن ملۃ ابراھم الا من سفہ نفسہ۔[3]

اور ملّتِ ابراہیمی سے کون بے رُخی کرسکتا ہے سوا اس کے جسے اس کے نفس نے بیوقوف بناڈالا ہو۔ (ت)

آیت ۱۱ : قال توالت نعماؤہ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بندوں پر جس کے انعامات مسلسل اور لگاتار رہیں) :

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرٰھیم والذین معہ۔[4]

بے شک تمہارے لئے حضرت ابراہیم اور ان اہل ایمان حضرات کی زندگیوں میں جو ان کے ساتھی تھے، بہترین اقتدا ہے۔ (ت)

آیت ۱۲ : قال جل ذکرہ (اللہ تعالیٰ جس کا ذکر بڑا ہے، نے ارشاد فرمایا) :

لقد کان لکم فیھم اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید۔[5]

بے شک تمہارے لئے ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں) بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالےٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے پرواہ اور لائقِ تعریف ہے (ت)

ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملتِ ابراہیمی کا مسئلہ شریعتِ ابراہیمی کا طریقہ ہے اور ان

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۵
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۰
[4] القرآن الکریم ۶۰/ ۴
[5] القرآن الکریم ۶۰/ ۶

آیات میں رب جل وعلا نے ہمیں ملتِ ابراہیم علٰی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذ اللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا اور ان کی رسم و راہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرما دیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پرواہ ہے اور ہر حال میں اُسی کے لئے حمد ہے۔

وجہ سادس ــــ آیت ۱۳: قال تقدست اسماؤہ (اللہ تعالٰی جس کے اسماء پاک ہیں، نے ارشاد فرمایا):

اولٰئك الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ۔[1] یہ انبیاء وہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تُو انھیں کی راہ کی پیروی کر۔

صدر کلام میں احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی وترمذی وابن ماجہ کی حدیث اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے گزری کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ، الحدیث۔[2] دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہیں ازانجملہ لبیں ترشوانی اور داڑھی بڑھانی، الحدیث۔

مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھی بڑھانی راہِ قدیم حضرت رُسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہے، اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ راہِ انبیاء کی پیروی کرو۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ آیہ کریمہ لا تأخذ بلحیتی[3] (میری داڑھی نہ پکڑو۔ ت) میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انبیائے کرام بلکہ بالخصوص اُن اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر اُن کی اقتدار کا حکم ہوا،

قال سبحانہ ومن ذریتہ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھٰرون وکذلك نجزی المحسنین[4] پاک پروردگار نے ارشاد فرمایا اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسٰی اور ہارون علیہم السلام ہوئے ہیں اور ہم یونہی نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

[4] " " ۶/ ۸۴

وجہ سابع ـــ آیت ۱۴: قال جل ثناؤہ (اللہ تعالٰی بہت زیادہ تعریف کا حق رکھنے والی ذات، جس کی تعریف بڑی ہے، نے ارشاد فرمایا):

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[1]

جو خلاف کرے رسول کا حق واضح ہوئے پر اور چلے راہ مسلمانان کے سوا راہ، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں ڈالیں اور کیا بُری پلٹنے کی جگہ۔

مسلم تو مسلم، کفار تک جانتے ہیں کہ روزِ ازل سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے، اہلبیتِ کرام وصحابۂ عظام وائمۂ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے امت وعلمائے ملت بلکہ قرونِ خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہاں تک کہ ازالہ تو ازالہ اگر خلقۃً کسی کی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تاسّف کرتا اور یہ ہر عیب سے بدتر عیب سمجھا جاتا، علمائے کرام علاماتِ قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں مُنڈوائیں کتروائیں گے، اس پیشگوئی کے مطابق یہ داڑھی مُنڈوں مخرشوں مترشوں کی تراشیں خراشیں کافروں مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتہا مدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں وہ بھی رندوا وباش وبدوضع لوگوں میں، پھر ان میں بھی جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو مثل اور معاصی وقبائح کے بُرا جانتے ہیں اور طریقۂ اسلامی سے جُدا سمجھتے بلکہ اُن میں بعض خوش عقیدہ اپنے معظمین دینی کے سامنے جاتے لجاتے انھیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں، الحمدللہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامتِ نفس سے گناہ کریں لیکن اُسے گناہ وقبیح جانیں مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعارِ اسلام کے ساتھ نفس اسلام وایمان بھی مونڈ کر پھینک دیں۔ امام اجل عارف باللہ سیدی محمد بن علی بن عباس مکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب طریق المرید لوصول الی مقام التوحید پھر امام ہمام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ المکی قال فی ذکر سنن الجسد، ذکر ما فی اللحیۃ من المعاصی والبدع المحدثۃ قد ذکر فی بعض الاخبار انّ للہ تعالٰی وملئکۃ یقسمون والذی زین

یعنی یہ ذکر ہے کہ ان معصیتوں اور نوپیدا بدعتوں کا جو لوگوں نے داڑھی میں نکالیں، حدیث میں ہے اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں کہ قسم یوں کھاتے ہیں اُس کی قسم جس نے فرزندانِ آدم کو داڑھی سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

بنی اٰدم باللحی وفی وصف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان کث اللحیۃ وکذٰلک ابوبکر وکان عثمان طویل اللحیۃ دقیقھا وکان علی عریض اللحیۃ قد ملأت مابین منکبیہ ووصف بعض بنی تمیم من رھط الاحنف بن قیس قال (وعبارۃ الاحیاء قال اصحاب الاحنف بن قیس) وددنا انا اشترینا للاحنف اللحیۃ بعشرین الفا فلم یذکر حنفہ فی رجلہ ولاعورہ فی عینہ وذکرکراھیۃ عدم لحیتہ وکان عاقلا حلیما وقد روینا من غریب تاویل قولہ تعالٰی یزید فی الخلق مایشاء قال اللحی وذکر عن شریح القاضی قال (ولفظ الاحیاء قال شریح) وددت لو ان لی لحیۃ بعشرۃ اٰلاف ففی اللحیۃ من خفایا الھوٰی ودقائق اٰفات النفوس ومن البدع المحدثۃ ثنتا عشرۃ خصلۃ من ذٰلک النقصات منھا وذٰلک مثلۃ وذکر عن جماعۃ ان ھذا من اشراط الساعۃ[1] اھ ملخصًا۔

زینت بخشی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حلیہ شریف میں ہے ریش مبارک گھنی تھی، اور ایسے ہی ابوبکر صدیق اور عثمان غنی کی داڑھی دراز و باریک، مولٰی علی کی داڑھی چوڑی سارا سینہ بھرے ہوئے، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ احنف بن قیس (کہ اکابر ثقات تابعین وعلماء وحکمائے کاملین سے تھے زمانۂ رسالت میں پیدا ہوئے ۶۷ھ یا ۷۲ھ میں وفات پائی) عاقل وحلیم تھے (پاؤں میں کج تھا ایک آنکھ جاتی رہی تھی داڑھی خلقۃً نہ نکلی تھی) ان کے اصحاب نہ اس کج پر افسوس کرتے نہ یک چشمی پر، بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہیت ذکر کرتے اور کہتے ہمیں تمنا ہے کاش اگر بیس ہزار کو ملتی تو احنف کیلئے داڑھی خریدتے۔ اور تفسیروں سے یہ آیۂ کریمہ یزید فی الخلق مایشاء کی تفسیر میں ہمیں روایت پہنچی کہ اللہ تبارک وتعالٰی بڑھاتا ہے صورت میں جو چاہے، اس سے داڑھی مراد ہے۔ شریح قاضی (کہ اجلۂ ائمہ واکابر تابعین سے ہیں زمانۂ رسالت میں ولادت پائی بلکہ کہا گیا صحابی ہیں امیر المومنین عمر فاروق پھر امیر المومنین مولٰی علی کی سرکار میں قاضی تھے امیر المومنین علی فتاوٰی میں اُن سے رائے لیتے ۸۰ھ ہجری سے پہلے یا بعد انتقال ہوا داڑھی خلقۃً نہ تھی) وہ فرماتے کہ مجھے آرزو ہے کہ کاش دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی تو داڑھی میں شیطانی خواہشوں کے خفایا اور نفسانی

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس الثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۲ تا ۱۴۴
احیاء العلوم النوع الثانی فیما یحدث فی البدع الخ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

آفتوں کے دقائق اور نوپید بدعتوں سے بارہ باتیں لوگوں نے ایجاد کی ہیں ازانجملہ داڑھی کم کرنی اور یہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنی ہے اور ایک جماعت علماء سے مروی ہُوا کہ یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے، انتہی۔

مدارج شریف میں ہے:

آوردہ اند کہ لحیۂ امیر المومنین علی پرمیکرد سینہ را وہمچنیں لحیۂ امیر المومنین عمر وعثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و در حلیۂ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نوشتہ اند کہ کان طویل اللحیۃ عریضہا۔[1]

منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک ان کے سینۂ اقدس کو ڈھانپ دیتی تھی یا ڈھانپے ہوتی تھی، اور اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کی مبارک داڑھیاں تھیں کہ بڑی اور گنجان ہونے کی وجہ سے ان کے سینوں کو ڈھانپ دیتی تھیں، اور حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حلیۂ مبارکہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم۔ (ت)

وجہ ثامن۔ آیت ۱۵، ۱۶: قال تبارک شانہٗ فی البقرۃ وفی الانعام (اللہ تعالٰی جس کی شان بابرکت ہے، نے سورۂ بقرہ اور سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا):

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوٌّ مبین۔[2]

شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا دشمن ہے۔

آیت ۱۷: قال عزّ وعلا (اللہ تعالٰی غالب اور بزرگ وبرتر ذات نے ارشاد فرمایا):

یایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطٰن ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر۔[3]

اے ایمان والو! شیطان کے رستے نہ چلو اور جو شیطان کی راہ چلے تو وہ یہی بے حیائی اور بُری بات کا حکم کرتا ہے۔

آیت ۱۸: قال عزّ من قائل (کہنے والوں پر جو غالب اور حاوی ہے اس نے ارشاد

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۸

[3] ؎ ؎ ۲۴/ ۲۱

فرمایا :

یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافّۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوٌّ مبین ○ فان زللتم من بعد ماجاء تکم البیّنٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الّا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور[1]	اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمہارا صریح بدخواہ ہے پھر اگر اس کی طرف جھکو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں الٰہی حجتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئے ان پر عذاب خدا کا بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور رہو جائے ہونیوالی اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام ۔

جلالین میں ہے :

نزل فی عبداللہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت وکرھوا الابل بعد الاسلام یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ حال من السلم ای فی جمیع شرائعہ فان زللتم ملتم عن الدخول فی جمیعہ عزیز لایعجزہ شیئ عن انتقامہ منکم ھل ینظرون ینتظر التارکون الدخول فیہ قضی الامر تم امر اھلاکھم[2]	یعنی جب حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اکابر علمائے یہود سے تھے مشرف بہ اسلام ہوئے ، عادتِ سابقہ کے باعث تعظیم روز شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشتِ شتر کھانے سے کراہت ہوئی ۔ ربّ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو ، یہ نہ ہو کہ مسلمان ہوکر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو ،

اور اگر نہ مانا تو خوب جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے تم پر عذاب لاتے اُسے کوئی روک نہیں سکتا پھر فرمایا جو مسلمان ہوکر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں یہی نا کہ آسمان سے اُن پر عذاب اُترے اور ہونے والی ہوچکے یعنی ہلاک وتمام کردئے جائیں ، والعیاذ باللہ تعالٰی ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۲۰۸ تا ۲۱۰

[2] تفسیر جلالین تحت آیت ۲ /۲۰۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

ان آیات میں رب العزت جل وعلا نے خصلتِ کفار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعیدِ شدید فرمائی، اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترانا خصلتِ کفار ہے، عنقریب بعونہٖ تعالٰی بکثرت احادیثِ معتمدہ سے اس کا بیان آتا ہے اور خود بیان کی حاجت کیا ہے کہ امر آپ ہی واضح اور نیز تقریراتِ سابقہ سے لائح۔ اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوس ملاعنہ کی تھی اُن سے اور کفار نے سیکھی، جب عہد معدلت مہد امیر المومنین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسرٰی خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے اُلٹ دیا گیا، مجوس منحوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبول جزیہ رہے کچھ پریشان و سرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکلے، یہاں کے راجہ نے ان سے تعظیم گاؤ و تحریم مادر و دختر و خواہر کا عہد لے کر جگہ دی ہنود بے بہبود نے داڑھی منڈانا، نوروز و مہرگان بنام ہولی و دیوالی منانا، ان میں آگ پھیلانا وغیر ذٰلک من الخصال الشنیعہ ان سے اڑایا مجوس ایران کہ مسلمان ہوئے تھے اُن میں بہت بد باطن اپنی تباہی ملک و افسر و تاراج مال و دختر کے باعث دلوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان کہلا کر اسلام کی عزت و شوکت اسلام کی قوت و دولت اسلام کے تاج و معراج یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی جب ابن صبا یہودی خبیث نے مذہب رفض ایجاد کیا اور رشدہ شدہ یرناشد فی مذہب ایرانیوں تک پہنچا ان آتش پرست مجوسوں کی دبی آگ نے موقع پایا کہ ابا اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا کہ امیر المومنین پر تبرا کیجئے اور خاصے مومنین بنے رہئے، انھوں نے بہزار جان لبیک کہی اور نئے دین کی تاصیل تفریع بڑھ چلی، باپ دادا کی قدیم سنتیں اپنا رنگ لائیں، نوروز منائے، داڑھیاں کترائیں، اتیان ادبار و اباحت و اعارت و اجارتِ فرج کی کیا گنتی نکاح محارم تک منظور رہا مگر پردہ تحریر میں مستور رہا،

ع۔ اہلسنت شیعہ را بعضے مسائل قبیحہ طعن میکردند جمعے از علمائے مذہب ایشاں تدبیر دفع بایں صورت کردہ اند کہ از کتب خود آں مسائل محو نمودند و کتب قدیمہ را مخفی ساختند مثل لواطت با مملوک و با مادر و خواہر لف حریر ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ ملخصًا۔

شیعان کے بعض قبیح مسائل پر اہلسنت طعن کرتے ہیں تو ان کے مذہبی علماء کے ایک گروہ نے ان باتوں کے جواب کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ اپنی کتابوں سے ان مسائل کو حذف کر دیا (یعنی نکال دیا) اور پرانی کتابوں کو چھپالیا، اپنے غلام کے ساتھ بدکاری کرنا، ماں بہن کے ساتھ ریشم لپیٹ کر ہمبستری کرنا وغیرہ جیسے مسائل ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ کی تلخیص۔

ؔ تحفہ اثنا عشریہ باب ثانی کید سی و پنجم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵

ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاخت نے سیاہانِ ہند کے مُنہ سپید کردیئے، ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے، یہاں تک کہ ہندو کے معنٰی ہی غلام ٹھہر گئے، یہاں کے نومسلم مسلم تو ہوگئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے، داڑھیاں منڈائیں، بسنت منائیں، ساونی کریں، چُنریاں رنگائیں، عورتیں بدلحاظی کے کپڑے پہنیں، کُنبے بھر کی سب غیریں سامنے آنے کے واسطے نہیں، شادیوں میں معاذاللہ فحش، سالی بہنوئی میں ہنسی کی ریت، یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود، اور اکثر دیہات میں ہولی دیوالی بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود۔ پھر اس عملداری میں شیوع نیچریت بے قیدی مشربا و آزادیِ نفس کے لئے سونے میں سہاگہ کچھ اتباعِ فرنگ، کچھ زنانی امنگ صفائیِ رخسار کا تعصب جاگا، لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پایئے گا، نسلاً مجوسی یا مذہباً رافضی یا پوربی تہذیب کا دلدادہ نیچری یا جھوٹے متصوفہ یا مبتلائے رفضِ خفی یا باپ دادا ہندو نومسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوارہ جاہل، بہرحال اس کا مبدء و منبع و مرجع وہی خصلتِ کفار جس سے خدا ناراض رسول بیزار، جس پر قرآنِ عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مار، آئندہ ماننے نہ ماننے کا ہر شخص مختار، والتوفیق باللہ العزیز الغفار۔

تنبیہ ہشتم احادیث میں:

حدیث ۱: امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طحاوی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحیۃ۔[1] مشرکوں کا خلاف کرو مونچھیں خوب پست اور داڑھیاں کثیر ووافر رکھو۔

یہ لفظ صحیحین ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے:

انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔[2] مونچھیں مٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی کی ایک روایت میں ہے:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔[3] خوب پست کرو مونچھیں اور چھوڑ رکھو داڑھیاں۔

روایت امام مالک و ابی داؤد۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ " " ۱/ ۱۲۹
[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب اعفاء اللحی " " ۲/ ۸۷۵
[3] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

اور ایک روایت مسلم و ترمذی میں ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی[1]

بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں معاف رکھنے کا۔

حدیث ۲ : احمد مسند، مسلم صحیح، طحاوی آثار، ابن عدی کامل، طبرانی اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس[2]

مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو آتش پرستوں کا خلاف کرو۔

امام احمد کی روایت میں ہے :

قصوا الشوارب واعفوا اللحی[3]

مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

طبرانی کی روایت میں ہے :

وفروا اللحی وخذوا من الشوارب[4]

کثیر کرو داڑھیاں اور مونچھوں میں سے لو۔

دوسری روایت میں زائد کیا :

وانتفوا الابط وقصوا الاظافیر[5]

اور بغلوں کے بال اکھاڑو اور ناخن کاٹو۔

ابن عدی کی روایت ہے :

واحفوا الشوارب واعفوا اللحی[6]

مونچھیں خوب کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۰
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۱
[2] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۶۶
[3] " " " " " " " " ۲/۲۲۹
[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۰۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۹
[5] کنز العمال بحوالہ طس عن ابی ہریرہ حدیث ۱۷۲۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۵۶
[6] الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن واقد بصری دار الفکر بیروت ۲/۷۹۹

حدیث ۳ : امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبھوا بالیھود[1] — مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو معافی دو۔ یہودیوں کی سی صورت نہ بنو۔

حدیث ۴ : امام احمد مسند، طبرانی کبیر، بیہقی شعب الایمان، ضیا صحیح مختارہ، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب[2] — مونچھیں کترواؤ اور داڑھیوں کو کثرت دو۔ یہود و نصارٰی کا خلاف کرو۔

حدیث ۵ : طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اوفوا اللحی وقصوا الشوارب[3] — پوری کرو داڑھیاں اور تراشو مونچھیں۔

حدیث ۶ : ابن حبان صحیح میں اور طبرانی اور بیہقی میمون بن مہران سے راوی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما نے فرمایا :

ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المجوس فقال انھم یوفرون سبالھم ویحلقون لحاھم فخالفوھم[4] — رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجوسیوں کا ذکر فرمایا وہ اپنی لبیں بڑھاتے اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم ان کا خلاف کرو۔

حدیث ۷ : ابن عدی کامل، بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

احفوا الشوارب واعفوا اللحی[5] — مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں خوب بڑھاؤ۔

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہۃ باب حلق الشارب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۶۷

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامہ بیروت ۵/۲۶۵ وشعب الایمان حدیث ۶۴۰۵ بیروت ۵/۲۱۴

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۳۵ و ۱۱۷۲۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۱۵۲ و ۲۷۷

[4] السنن الکبرٰی کتاب الطہارۃ باب کیف الاخذ من الشارب دار صادر بیروت ۱/۱۵۱

[5] شعب الایمان حدیث ۶۴۳۰ ۵/۲۱۹ و الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن واقد البصری ۲/۷۹۹

حدیث ۸ : ابوعبیداللہ محمد بن مخلد دوری اپنے جزء حدیثی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خذوا من عرض لحاکم واعفوا طولہا[1]	داڑھیوں کے عرض سے لو اور ان کے طول کو معاف رکھو۔

حدیث ۹ : خطیب بغدادی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایاخذن احدکم من طول لحیتہ[2]	ہرگز کوئی شخص اپنی داڑھی کے طول سے کم نہ کرے۔

حدیث ۱۰ : ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عبداللہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لکن ربی امرنی ان احفی شاربی واعفی لحیتی[3]	مگر مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ اپنی لبیں پست کروں اور داڑھی بڑھاؤں۔

اس حدیث کا واقعہ وہ ہے جو کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ جب حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہدایت اسلام کے فرامین بنام سلاطین جہاں نافذ فرمائے قیصر ملک روم نے تصدیق نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا مقوقس بادشاہ مصر نے شقہ والا کی کمال تعظیم کی اور ہدایا حاضر بارگاہ رسالت کئے سگ ایران خسرو پرویز قتلہ اللہ نے فرمان اقدس چاک کردیا اور باذان صوبہ یمن کو لکھا دو مضبوط آدمی بھیج کر انھیں یہاں بلائے، باذان نے اپنے دارو غہ بانویہ اور ایک پارسی خرخسرہ نامی کو مدینہ طیبہ روانہ کیا'

انہما حین دخلا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کانا قد حلق لحاھما واعفیا شواربھما فکرہ النظر الیہما	یہ دونوں جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے داڑھیاں منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۷۲۲۵ بحوالہ ابی عبداللہ محمد بن مخلد فی جزئہ موسستہ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۵۳

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۲۶۴۱ احمد بن الولید دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۸۷

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من شاربہ دارصادر بیروت ۱/ ۴۴۹

وقال ويلكما من امركما بهذا قالا ربنا يعنيان كسرى فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لكن ربي امرني باعفاء لحيتي وقص شواربي[1]

نظر فرماتے کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمھارے لئے کس نے تمھیں اس کا حکم دیا، وہ بولے ہمارے رب یعنی خسرو پرویز خبیث نے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مگر مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور لبیں تراشنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ بابویہ وخرخسرہ اس وقت تک نہ اسلام لائے تھے نہ احکام اسلام سے آگاہ تھے ان کی یہ وضع دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہت کی تو جو مسلمان احکامِ حضور جان بُوجھ کر مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خلاف مجوسیوں کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضور اعلےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کراہت وبیزاری کا باعث ہوگا، آدمی جس حال پر مرتا ہے اُسی حال پر اُٹھتا ہے، اگر روزِ قیامت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مجوس کی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہیت فرمائی تو یقین جان کہ تیرا ٹھکانا کہیں نہ رہا، مسلمان کی پناہ، امان، نجات، دستگاری جو کچھ ہے ان کی نظرِ رحمت میں ہے اللہ کی پناہ اس بُری گھڑی سے کہ وہ نظر فرماتے کراہیت لائیں، والعیاذ باللہ ارحم الراحمین۔ اس کے بعد حدیث میں معجزہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ظہور خسرو پرویز مردود کا ہلاک، باذان وبابویہ وخرخسرہ وغیرہم بہت اہلِ یمن کا مشرف باسلام ہونا مذکور ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حدیث ۱۱: سنن نسائی شریف میں ہے،

اخبرنا محمد بن سلمة (ثقة ثبت) ثنا ابن وهب (ثقة حافظ عابد) عن حيوة بن شريح (ثقة ثبت فقيه زاهد) وذكر اخر قبله عن عياش بن عباس (القتباني ثقة) ان شييم

(محمد بن سلمہ نے ہم کو بتایا اور وہ معتبر اور عادل راوی ہے۔ ابن وہب نے ہم سے بیان کیا وہ مستند، حافظ اور عبادت گزار راوی ہے اس نے حیوۃ ابن شریح سے روایت کی جبکہ وہ معتبر، عادل، فقیہ اور زاہد یعنی دُنیا سے بے رغبتی کرنے والا راوی ہے۔ دوسروں نے اسے عیاش بن عباس سے پہلے ذکر کیا ہے یہ

[1] تاریخ الخمیس کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ مؤسسۃ شعبان بیروت ۲/ ۳۵

بن بیتان (القتبانی ثقة) حدثه انه سمع رویفع بن ثابت رضی الله تعالٰی عنه یقول ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال یا رویفع لعل الحیاة ستطول بك بعدی فاخبر الناس انه من عقد لحیته او تقلد وترا او استنجی برجیع دابة او عظم فان محمدا بریء منه.[1]

القتبانی ہے جو معتبر و مستند آدمی ہے۔ شییم بن بیتان القتبانی مستند و معتبر راوی ہے اس نے بتایا کہ اس نے رویفع بن ثابت کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ (یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: اے رویفع! میں امید کرتا ہوں کہ تو میرے بعد عمردراز پائے تو لوگوں کو خبر دینا کہ جو اپنی داڑھی باندھے یا کمان کا چلّہ گلے میں لٹکائے یا کسی جانور کی لید، گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے تو بے شک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

حدیث ۱۲: سنن ابی داؤد شریف میں اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا:

حدثنا یزید بن خالد (ثقة) نا مفضل (هو ابن فضالة المصری ثقة فاضل عابد) عن عیاش (ذاك ابن عباس الثقة) ان شییم بن بیتان اخبره بهذا الحدیث ایضا عن ابی سالم الجیشانی (سفیٰن بن هانی مخضرم وقیل له صحبته) عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما یذکر ذلك وهو معه مرابط بحصن باب الیون.[2]

یزید بن خالد نے ہم سے بیان کیا اور وہ معتبر و مستند راوی ہے۔ مفضل (جو فضالہ مصری کے بیٹے معتبر، فاضل اور عابد ہیں) نے ہم سے بیان کیا اس نے عیاش (وہ ابن عباس اور ثقہ ہے) سے، شییم بن بیتان نے اسے یہ حدیث ابوسالم جیشانی کے حوالہ سے بتائی (یعنی سفیان بن ہانی مخضرم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کیلئے شرف صحبت ثابت ہے) اس نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے جبکہ یہ ان کے ساتھ "باب الیون" کے قلعہ میں قید تھا۔ (ت)

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینة من السنن باب عقد اللحیة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۷-۲۷۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب ماینهی عنه ان یستنجی به آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶

یعنی اسی طرح یہ حدیث حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت فرمائی۔ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

عقد لحیتہ الاکثرون علٰی ان المراد تجعید اللحیۃ بالمعالجۃ وانما کرہ ذٰلک لانہ فعل من لیس من اھل الدین وتشبہ بھم وقیل کانوا یعقدون فی الحروب فی زمن الجاھلیۃ تکبرا وتعجبا فامروا بارسالھا وذٰلک من فعل الاعاجم وقال التورپشتی یفتلونھا کذا فی مجمع البحار والاول ھوالوجہ[1] اھ مختصرًا۔

داڑھی باندھنے سے مراد اکثر اہل علم کے نزدیک کسی دوا وغیرہ سے اسے پیوست کرنا یا جوڑنا ہے اور اسے یا تیح ناپسند فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا فعل ہے اور طریقہ ہے جو دیندار نہیں اور ان کی مشابہت اختیار کرنی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کے ایام گرمامیں ازراہ تکبر وعجب اپنی داڑھیوں کو باندھ دیا کرتے تھے اس لئے انھیں داڑھیاں کھلی اور آزاد چھوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا اور یہ عجمیوں کی روش تھی اور طریقہ تھا اور علامہ تورپشتی نے فرمایا لوگ انکو مثل فتیلہ کے بٹ دیا کرتے تھے، یونہی مجمع البحار میں مذکور رہے۔ اور پہلا قول ہی اصل سبب اور وجہ ہے (عبارت مختصراً مکمل ہوئی)۔ (ت)

علامہ طیبی حاشیہ مشکوٰۃ پھر علامہ طاہر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

عقد ای جعدھا بالمعالجۃ ونھی عنہ لما فیہ من التشبہ بمن فعلہ من الکفرۃ[2]۔

یعنی داڑھی باندھنے سے مراد اس کا مجعد ومرغول بنانا ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے اور اس میں ان سے تشبہ ہے۔

داڑھی چڑھانے والے حضرات کہ ڈھاٹے باندھ باندھ کر داڑھی کو مجعد ومرغول کرتے اور متکبر ٹھاکروں جاٹوں کی صورت بنتے ہیں ان صحیح حدیثوں کو جن کے ہر ہر راوی کی ثقاہت وعدالت ہم نے تقریب التہذیب امام خاتم الحفاظ ابن حجر سے نقل کردی یاد رکھیں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بیزاری و بے علاقگی کو ہلکا نہ جانیں اور داڑھی منڈانے کترنے والے زیادہ سخت عذاب وآفت کے منتظر رہیں جب داڑھی باقی رکھ کر اس کی صفت وہیئت میں کافروں سے تشبہ اس درجہ باعث بیزاری محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہُوا تو سِرے سے داڑھی قطع یا حلق کردینا اور پورے پورے مجوسیوں مچھندروں کی صورت

---

[1] لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء الفصل الثانی مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۲/۵۰

[2] مجمع بحار الانوار باب العین مع القاف (عقد) مکتبہ دارالایمان ریاض ۳/۶۴۰

بنا جس قدر موجب غضب و ناراضی واحد و قہار و رسولِ کردگار جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہو بجا ہے۔

الآثار:

حدیث ۱۳ و ۱۴: امام ابو طالب مکی قوت القلوب اور امام حکیم الامۃ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

ردّ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن ابی لیلٰی قاضی المدینۃ شہادۃ من کان ینتف لحیتہ[1]

یعنی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی قاضی مدینہ طیبہ (کہ اکابر ائمہ تابعین و اجلّۂ تلامذۂ امیر المومنین عثمان غنی و امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہیں ان دونوں ائمہ ہدٰی نے) داڑھی چننے والے کی گواہی رد فرما دی۔

حدیث ۱۵: یہی دونوں امام مکی و غزالی فرماتے ہیں:

شہد رجل عند عمر بن عبد العزیز بشہادۃ وکان ینتف فنیکیہ فرد شہادتہ[2]

ایک شخص نے سادس خلفاء راشدین امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں کسی معاملہ میں گواہی دی اور وُہ اپنی داڑھی کا ایک خفیف حصہ جسے کوٹھے کہتے ہیں چنا کرتا تھا امیر المومنین نے اس کی شہادت رَد فرما دی۔

حدیث ۱۶ و ۱۷: امام محمد بن ابی الحسین علی مکی دقائق الطریقہ میں حضرت کعب احبار و ابی الجلد (جیلان بن فراوہ اسدی) رحمہم اللہ تعالٰی سے ذکر فرماتے ہیں:

یکون فی اٰخر الزمان اقوام یقصون لحاھم اولئک لاخلاق لھم[3]

آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے کہ داڑھیاں کتریں گے وہ نرے بے نصیب ہیں یعنی اُن کے لئے دین میں حصہ نہیں آخرت میں بہرہ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

(ہذا مختصر)

تنبیہ نہم نصوص ائمہ کرام و علمائے اعلام میں۔

نص ۱ تا ۵: امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ زین بن نجیم

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الطہارۃ النوع الثانی فصل فی اللحیۃ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/۱۴۴

[2] " " " " " " " " " " ۱/۱۴۴

[3] " " عن کعب الاحبار " " " " " " ۱/۱۴۵

مصری بحرالرائق پھر علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام پھر علامہ مدقق محمد بن علی دمشقی درمختار پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح سب علماء کتاب الصوم میں فرماتے ہیں:

المعنی للکل واللفظ للحاشیۃ الدرر والغرر الاخذ من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما فعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیھود والھنود وبعض اجناس الافرنج[1]

(مفہوم سب کا ایک ہے البتہ الفاظ حاشیہ الدرر والغرر کے ہیں) یعنی جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس میں کچھ لینا جس طرح بعض مغربی اور زنانے زنخے کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں، اور سب لے لینا ایرانی مجوسیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں اور بعض فرنگیوں کا فعل ہے۔

نص ۶ تا ۱۲: امام برہان الملۃ والدین فرغانی ہدایہ پھر امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر علامہ نجم الدین طوری تکملہ بحرالرائق پھر علامہ شرنبلالی غنیہ پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز پھر علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ تنویر پھر علامہ سیدی محمد امین افندی ردالمحتار علی الدرالمختار سب علماء کتاب الجنایات مسئلہ جنایت بحلق اللحیہ میں فرماتے ہیں:

یؤدب علی ذٰلک لارتکابہ المحرم (ھذا ھو الکل الا الطرفین فلفظھما) یؤدب علی ارتکابہ مالایحل[2]

داڑھی مونڈنے والے کو سزا دی جائے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا (یہ سب کے الفاظ ہیں سوائے طرفین کے، پس ان کے الفاظ یہ ہیں اسے ایسے کام کے کرنے پر سزا دی جائے جو حلال نہیں۔ ت)

نص ۱۳ تا ۱۷: علامہ تورپشتی مصابیح پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مکی مرقاۃ پھر علامہ فتنی مجمع البحار پھر شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں:

قص اللحیۃ کان من صنع الاعاجم وھو

داڑھی تراشنا پارسیوں کا کام تھا اور اب تو بہت

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام کتاب الصوم باب موجب الافساد مہری کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۸ و بحرالرائق ۲/ ۲۸۰
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۲ و درمختار ۱/ ۱۵۲ و فتح القدیر ۲/ ۲۷۰

[2] الھدایۃ کتاب الدیات مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۵۸۴ و تبیین الحقائق ۶/ ۱۳۰ و بحرالرائق ۸/ ۳۳۱
غنیۃ ذوی الاحکام مع الدرر کتاب الدیات ۲/ ۱۰۴ و طحطاوی علی الدرالمختار ۴/ ۲۸۰
فتح المعین ۳/ ۴۸۰ و ردالمحتار ۵/ ۳۷۰

الیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والھنود ومن لاخلاق لھم فی الدین من الفرق الموسومۃ بالقلندریۃ طھر اللہ عنھم حوزۃ الدین[1]

کافروں کا شعار ہے جیسے فرنگی اور ہندو اور وہ فرقہ جس کا دین میں کچھ نہیں جو قلندریہ کہلاتے ہیں اللہ تعالٰی اسلامی حدود کو اُن سے پاک کرے۔

نص ۱۸ و ۱۹: کواکب الدراری شرح صحیح بخاری امام کرمانی و مجمع میں ہے:

فسبحنہ ما سخف عقول قوم طولوا الشارب واحفوا اللحی عکس ما علیہ فطرۃ جمیع الامم قد بدلوا فطرتھم نعوذ باللہ[2]

سبحان اللہ کس قدر پوچ عقل ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں پست کیں برعکس اُس خصلت کے جس پر تمام امم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فطرت ہے انھوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی خدا کی پناہ۔

نص ۲۰ تا ۲۲: امام ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی نے کتاب التجنیس والمزید میں اس کے عدمِ جواز کی تصریح فرمائی، لمعات شرح مشکوٰۃ و نصاب الاحتساب باب السادس میں ہے:

ھل یجوز حلق اللحیۃ کما یفعلہ الجوالیقون الجواب لایجوز ذکرہ فی جنایۃ الھدایۃ وکراھۃ التجنیس[3]

یعنی سوال کیا داڑھی منڈانا جائز ہے جیسے جولاشاہی فقیر کرتے ہیں؟ جواب: ناجائز ہے ھدایہ کتاب الجنایات اور تجنیس کتاب الکراہۃ میں اس کی تصریح ہے۔

نص ۲۳ و ۲۴: تبیین المحارم و ردالمحتار میں ہے:

ازالۃ الشعر من الوجہ حرام الا اذا نبت للمرأۃ لحیۃ او شوارب فلا تحرم ازالۃ بل تستحب[4]

مُنہ کے بال دُور کرنا حرام ہے مگر جب کسی عورت کے داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اسے حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/۶۷ و ۹۸
مرقاۃ المفاتیح " " " " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/۴
شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح " " ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۶

[2] مجمع بحار الانوار باب الفاء مع الطاء تحت لفظ "فطر" مکتبۃ دارالایمان مدینہ منورہ ۴/۱۵۸

[3] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/۶۷

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۹

نص ۲۵ و ۲۶: مفہم شرح صحیح مسلم للعلامۃ القرطبی پھر اتحاف السادۃ المتقین میں ہے:

لایجوز حلقہا ولا نتفہا ولا قص الکثیر منہا[1]۔ داڑھی کا نہ مونڈنا جائز نہ چننا نہ زیادہ کترنا۔

نص ۲۷: امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فرماتے ہیں:

لایحل للرجل ان یقطع اللحیۃ[2]۔ مرد کو حلال نہیں کہ داڑھی کاٹے۔

نص ۲۸ تا ۳۰: بعینہٖ یہی الفاظ امام ابوبکر نے فرمائے اور ان سے نوازل اور نوازل سے نصاب الاحتساب باب ثامن میں منقول ہوئے۔

نص ۳۱ و ۳۲: درمختار میں ہے:

فیہ (ای المجتبٰی) قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت فی البزازیۃ ولو باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال[3]۔

یعنی مجتبٰے شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار وملعونہ ہو جائے۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور علتِ گناہ مردوں کی وضع بنانی ہے یعنی عورت کو موئے سر تراشنے کی حرمت میں یہ علت ہے کہ یہ مردانی وضع ہے جس طرح مرد کو ریش تراشی حرام ہونے کی علت کہ عورتوں سے تشبہ ہے اور وہ دونوں ناجائز۔

نص ۳۳: علامہ علی قاری شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

حلق اللحیۃ منہی عنہ[4]۔ داڑھی مونڈنے کی شرع میں ممانعت ہے۔

نص ۳۴: علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

اما حلقہا فمنہی عنہ لانہ عادۃ المشرکین[5]۔ داڑھی مونڈنا منع ہے کہ یہ کافروں کی عادت ہے۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ واما السنن فعشرۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۱۹
المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ الخ دار ابن کثیر بیروت ۱/ ۵۱۲

[2] درمختار بحوالہ البزازیۃ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[3] " " " " " " " ۲/ ۲۵۰

[4] شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض فصل واما نظافۃ جسمہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۳

[5] نسیم الریاض " " " " " " ۱/ ۴۴-۳۴۳

نص ۳۵: اشعۃ اللمعات سے گزرا:

علّت در حرمت حلق لحیہ ہمین ست[1] | داڑھی مونڈنے کی وجہ حرمت یہی ہے (ت)

نص ۳۶: اسی میں ہے:

حلق کردن لحیہ حرام ست و روش فرنج وہنود جوالقیان ست کہ ایشاں را قلندریہ گویند[2] | داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ فرنگیوں، ہندوؤں اور جھولا شاہیوں جو قلندریہ کہلاتے ہیں، کا طریقہ اور روش ہے۔ (ت)

نص ۳۷: فتح المعین لشرح قرۃ العین میں ہے، یحرم حلق لحیۃ[3] داڑھی مونڈنا حرام ہے۔

فائدہ: جس طرح داڑھی مونڈنا کتروانا بالاتفاق حرام وگناہ ہے یونہی ہمارے ائمہ وجمہور علماء کے نزدیک اس کا طول فاحش کہ بے حد بڑھایا جائے جو حدِ تناسب سے خارج و باعثِ انگشت نمائی ہو مکروہ و ناپسند ہے۔ امام قاضی عیاض پھر امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

تکرہ الشھرۃ فی تعظمھا کما تکرہ فی قصھا وجزھا[4] | داڑھی کو حدِ شہرت تک بڑھانا یعنی بہت زیادہ طویل کرنا مکروہ ہے جیسا کہ اس کا کتروانا اور کاٹنا مکروہ ہے۔ (ت)

اسی میں ہے، وکرہ مالك طولھا جدًّا[5] (امام مالک نے داڑھی کا بے حد لمبا کرنا ناپسند فرمایا ہے۔ ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت عبداللہ بن عمر وحضرت ابوہریرہ وغیرہما صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کے افعال واقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ ومحررِ مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما وعامہ کتبِ فقہ وحدیث کی تصریح سے اس کی حد یکمشت ہے، ابھی نصوصِ علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا، قبضہ سے زائد کا قطع ہمارے نزدیک مسنون ہے بلکہ نہایہ میں بلفظِ وجوب تعبیر کیا، تفصیل اس کی بحر ونہر اور درمختار اور اس کے حواشی وغیرہا کتبِ فقہ اور مرقاۃ ولمعات ومنہاج وغیرہ کتبِ حدیث اور قوت القلوب واحیاء العلوم وغیرہا کتبِ سلوک میں دیکھئے قول عرب کہ اس ناقل ناعاقل نے لکھا اور نہ اس کا قائل جانا نہ منقولہ ہی ٹھیک نقل کیا اس میں

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۰۲
[2] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱۲
[3] فتح المعین شرح قرۃ العین مسائل الاکتحال والخضاب الخ مطبعہ عامر الاسلام پورہرس ص ۲۱۹
[4] و[5] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

اسی طولِ فاحش و مفرط کی ناپسندی ہے ورنہ نفسِ طول تو سبزہ آغاز ہوتے ہی حاصل کہ بال اگرچہ ذرہ بھر ہو آخر جسم ہے اور جسم بے طول ناممکن تو مطلق طول کی مذمت نفسِ لحیہ کی مذمت ہوگی حالانکہ تمام عالم جانتا ہے کہ عرب کی قدیم قومی و ملکی و مذہبی عادت ہمیشہ داڑھی رکھنی رہی ہے وہ اس کے نہ ہونے کی مذمت کرتے اور اسے سخت عیب جانتے جس کا کچھ ذکر اقوالِ امام شریح و اصحابِ امام احنف سے گزرا، قوت القلوب شریف میں امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

من عظمت لحیتہ جلت معرفتہ[1] جس کی داڑھی عظیم یعنی بڑی ہو اس کی معرفت بڑی ہوگی۔ (ت)

اس میں بعض ادیبوں سے نقل فرمایا:

فی اللحیۃ خصال نافعۃ منھا تعظیم الرجل والنظر الیہ بعین العلم والوقار ومنھا رفعہ فی المجالس والاقبال علیہ ومنھا تقدیمہ علی الجماعۃ وتعقیلہ[2] داڑھی کے بہت فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ کہ لوگوں میں داڑھی والے آدمی کی عزت ہوتی ہے (۲) لوگ اس کو عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (۳) مجالس میں اسے اچھی نشست دی جاتی ہے (۴) لوگ اس کی بات توجہ سے سُنتے ہیں (۵) جماعت میں اسے آگے کرتے ہیں (۶) داڑھی کے بغیر آدمیوں کے مقابلے میں داڑھی والے کو فضیلت دی جاتی ہے (ت)

اسی طرح احیاء العلوم میں ہے، یہ زنخداں کے دو تین بال جو اس خلیع العذار کے نزدیک حدِ اعتدال عرب اسے منحوس و مذموم جانتے اور عجم کیا اچھا سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اس پر مثلیں زباں زد ہوئیں اور ہر عاقل جانتا ہے کہ،

خیر الامور اوسطھا[3]، قال تعالٰی: وکان بین ذلک قواما[4]، وقال تعالٰی: سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہوتا ہے، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نیک بندے تنگی اور فراخی یعنی کنجوسی اور فضول خرچی

---

[1] و [2] قوت القلوب لابی طالب المکی الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۳

[3] السنن الکبرٰی کتاب صلٰوۃ الخوف باب ما ورد من التشدید فی لبس الخز ۳/ ۲۷۳

وابتغ بین ذٰلک سبیلا[1] ، و قال تعالٰی : عوان بین ذٰلک[2] کے درمیان راہِ اعتدال پر رہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان راستہ اختیار کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: (وہ گائے) نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر رکھتی ہو۔ (ت)

کوسج کے بارے میں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اقوال و وقائع بیہقی نے مناقب میں روایت اور امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں زیرِ حدیث ، ایاکم والاشقر الازرق[3] (لوگو! گھری نیلی آنکھوں والے سے بچو۔ ت) ذکر کئے جسے دیکھنا ہو وہاں دیکھے۔

تنبیہ دہم: بقیہ دلائل تحریم میں دلیل اول داڑھی منڈانا مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور مثلہ حرام۔ اب کتبِ فقہیہ سے کتاب الحج کا احرام باندھئے۔

نص ۳۸: ہدایہ میں ہے:

حلق الشعر فی حقہا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجال[4]

عورت کا بال مونڈنا مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے جیسا کہ مردوں کا داڑھی مونڈنا۔ (ت)

نص ۳۹: کافی شرح وافی:

لا تحلق ولکن تقصر لان الحلق فی حقہا مثلۃ والمثلۃ حرام و شعر الراس زینۃ لہا کاللحیۃ للرجل کما لا یحلق لحیتہ عند الخروج من الاحرام فکذا لا تحلق شعرہا[5]

(احرام کھولتے وقت) عورت سر کے بال نہ مونڈے بلکہ چوٹی سے کچھ بال کتر ڈالے کیونکہ بال مونڈنا اس کے حق میں بمنزلہ مثلہ ہے اور مُثلہ حرام ہے۔ سر کے بال عورت کی زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے۔ جس طرح احرام کی پابندی سے آزاد ہونے کے لئے مرد کو داڑھی مونڈنے کا حکم نہیں اسی طرح عورت کے لئے سر کے بال مونڈنے کا حکم نہیں۔ (ت)

نص ۴۰ و ۴۱: امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی بدائع پھر علامہ علی قاری مسلک متقسط

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۶۸

[3] المقاصد الحسنہ حرف الہمزۃ تحت حدیث ۲۷۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۳۶

[4] الہدایۃ کتاب الحج فصل وان لم یدخل المحرم الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۳۵

[5] کافی شرح وافی

میں فرماتے ہیں :

حلق اللحیۃ من باب المُثلۃ [1] — داڑھی مونڈنا از قسم مثلہ کے ہے (ت)

نص ۴۲ و ۴۳ : تبیین الحقائق و ابو السعود مصری :

حلق راسھا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی الرجل [2] — کسی عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مُثلہ ہے (حلیہ بگاڑنا ہے) جیسے مرد کا داڑھی مونڈنا۔ (ت)

نص ۴۴ : نیز تبیین میں ہے :

لایاخذ من اللحیۃ شیئا لانہ مُثلۃ [3] — مرد داڑھی کا کوئی ضروری حصہ نہ کترائے کیونکہ ایسا کرنا مُثلہ کے زمرے میں آتا ہے (ت)

نص ۴۵ و ۴۶ : بحرالرائق و طحطاوی علی الدر واللفظ للبحر :

لا تحلق لکونہ مثلۃ کحلق اللحیۃ [4] — کوئی عورت بال نہ مونڈے اس لئے کہ ایسا کرنا مثلہ ہے جیسے مرد کیلئے داڑھی مونڈنا مثلہ ہے (ت)

نص ۴۷ : برجندی شرح نقایہ :

حلق الراس فی حقھا مُثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجل [5] — عورت کے لئے اپنے سر کے بال مونڈنا مُثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا۔ (ت)

نص ۴۸ : شرح اللباب :

اما المرأۃ فلیس لھا الا التقصیر لما سبق من ان حلق راسھا — عورت کے لئے صرف بال کترنے جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ عورت کا اپنے سر کے بال

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۱
المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۲

[2] تبیین الحقائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکۃ الخ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۲/ ۳۹
فتح المعین 〃 فصل مسائل شتی تتعلق بافعال الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹۶

[3] تبیین الحقائق 〃 باب الاحرام المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۲/ ۳۳

[4] بحرالرائق 〃 فصل من لم یدخل مکۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵۵

[5] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الحج نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۴۳

مثلة کحلق الرجل اللحیۃ[1] مونڈنا مرد کے داڑھی مونڈنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا مثلہ ہے (ت)

نص ۴۹: طریق المرید سے گزرا کہ النقصان منہا مثلۃ[2] (داڑھی (حد ضرورت سے) کم کرنا مثلہ ہے۔ ت)

ان سب عبارات کا حاصل یہی ہے کہ مرد کو داڑھی منڈانا کترنا مثلہ ہے جیسے عورت کو سر منڈانا۔ یہ مسئلہ واضحہ جلیلہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام خواص وعوام اس سے آگاہ ہیں ہر ذی عقل مسلم جانتا ہے کہ جیسے عورت کے حق میں گیسو بریدہ گالی ہے یونہی مرد کے لئے داڑھی منڈا۔ ہاں ناپاک طبائع کا ذکر نہیں۔ بہتیرے مرد زنانے بنتے، محافل میں ناچتے، اپنی ماں بہن کے پیچھے طبلہ بجاتے ہیں اور ان حرکات سے اصلاً عار نہیں رکھتے، جس طرح داڑھی رکھنا افعال قدیمہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے یونہی یہ اشارہ بھی اقوال قدیمہ رسل عظام سے ہے:

اذالم تستحی فاصنع ماشئت[3] بیحیا باش وہرچہ خواہی کن۔ جب تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو مرضی آئے کرتے رہو۔ (ت)

اب امام البرکات عبداللہ نسفی کا ارشاد ابھی گزرا کہ المثلۃ حرام (مثلہ کرنا یعنی اپنا حلیہ بگاڑنا حرام ہے۔ ت) اشعۃ سے گزرا علت در حرمت مثلہ ہمیں ست[4] (مثلہ کے حرام ہونے کی یہی علت اور وجہ ہے۔ ت) احادیث لیجئے کہ امید کرتا ہوں مجموعاً اس تحریر کے سوا شاید نہ ملیں:

حدیث ۱۸: امام احمد وبخاری ومسلم ونسائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ من مثل بالحیوان[5] اللہ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔

طبرانی نے بسند حسن ان سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۱

[2] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[4] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۲

[5] صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲/ ۸۲۹ و مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر ۱/ ۳۳۸

من مثل بالحیوان فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین[1]

جو کسی جاندار کے ساتھ مُثلہ کرے اس پر اللہ و ملائکہ و بنی آدم سب کی لعنت۔

حدیث ۱۹: شافعی، احمد، دارمی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن حبان، بیہقی، ابن الجارود حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے سپہ سالار کو وصیت فرماتے:

اغزوا بسم اللہ فی سبیل اللہ قاتلوا من کفر باللہ اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا[2]

جہاد کرو اللہ کے نام پر، اللہ کی راہ میں قتال کرو، اللہ کے منکروں سے جہاد کرو اور خیانت نہ کرو، نہ عہد کو توڑو، نہ مُثلہ کرو، نہ کسی بچے کو قتل کرو۔

حدیث ۲۰: امام احمد مسند اور ابن ماجہ سُنن اور قاضی عبدالجبار بن احمد اپنی امالی میں حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا، فرمایا:

سیروا بسم اللہ وفی سبیل اللہ قاتلوا من کفر باللہ ولا تمثلوا ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا ولیدا[3]

چلو خدا کے نام پر، خدا کی راہ میں جہاد کرو خدا کے منکروں سے، اور نہ مثلہ کرو نہ بدعہدی نہ خیانت نہ بچے کا قتل۔

حدیث ۲۱: حاکم مستدرک میں حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خذ فاغز فی سبیل اللہ فقاتلوا من کفر باللہ لا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا

لے خدا کی راہ میں لڑ منکران خدا سے جہاد کرو، خیانت نہ کرو، نہ مثلہ نہ بچوں کو قتل

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۹۹۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۳۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجہاد ۲/ ۸۲ و سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۱/ ۳۵۲
جامع الترمذی ابواب الدیات ۱/ ۱۶۹، ابواب السیر ۱/ ۱۹۵ و سنن ماجہ کتاب الجہاد ص ۲۱۰
مسند احمد بن حنبل ۴/ ۲۴۰ و ۵/ ۳۵۸

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۱۰ و مسند احمد بن حنبل ۴/ ۲۴۰

فھذا عھد اللہ وسیرۃ نبیہ [1] | کہ یہ اللہ تعالٰی کا عہد اور اس کے نبی کا شیوہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲: بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے حدیث طویل میں راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی لشکر کفار پر بھیجتے، فرماتے:

لا تمثلوا باٰدمی ولا بھیمۃ [2] | مثلہ نہ کرو نہ کسی آدمی کو نہ چوپائے کو۔

حدیث ۲۳ تا ۲۵: احمد و بخاری حضرت عبداللہ بن زید اور احمد و ابوبکر ابن ابی شیبہ حضرت زید بن خالد اور طبرانی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن النھبۃ والمثلۃ [3] | رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوٹ اور مثلہ سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۶ و ۲۷: ابن ماجہ حضرت ابوسعید خدری اور امام ابوجعفر طحاوی و سلیمان بن احمد طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولفظ الطحاوی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان یمثل بالبھائم [4] | (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور طحاوی کے الفاظ ہیں کہ میں نے سنا ہے۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چوپایوں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۸ تا ۳۰: ابوبکر بن ابی شیبہ و امام طحاوی و حاکم حضرت عمران بن حصین اور اولین و طبرانی حضرت مغیرہ بن شعبہ اور صرف اول حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مثلہ سے

---

[1] کنز العمال برمز ک عن ابن عمر حدیث ۱۱۲۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۳۴
المستدرک للحاکم کتاب الفتن دار الفکر بیروت ۴/۵۴۱
[2] السنن الکبرٰی کتاب السیر باب ترک قتل من لاقتال فیہ الخ دار صادر بیروت ۹/۹۱
[3] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب مایکرہ من المثلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن یزید انصاری المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۰۷
[4] سنن ابن ماجہ کتاب الذبائح باب النھی عن صبر البھائم وعن المثلۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۷
شرح معانی الآثار کتاب الجنایات باب کیفیۃ القصاص " " " ۲/۱۱۷

عن المثلة[1] هذا حديث الحاکم عن عمران ومثلہ لفظ الطبرانی عن ابن عمر وحدثنا المغیرة واسماء۔

منع فرمایا۔(حضرت عمران کے حوالے سے یہ حاکم کی روایت ہے اور اس جیسے الفاظ امام طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمر کے حوالے سے روایت کئے ہیں، اور حضرت مغیرہ اور سیدہ اسماء نے ہم سے بیان فرمایا۔ت)

حدیث ۳۱: طبرانی امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی،

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی عن المثلة ولو بالکلب العقور[2]۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنا کہ مثلہ کرنا منع فرماتے تھے اگرچہ سگ گزندہ کو۔

حدیث ۳۲ و ۳۳: ابن قانع وطبرانی وابن مندہ بطریق موسٰی بن ابی حبیب حضرت حکم بن عمیر و حضرت عائذ بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتمثلوا بشیئ من خلق اللہ عز وجل فیہ روح[3]۔

خلق اللہ میں سے کسی ذی روح کو مُثلہ نہ کرو۔

حدیث ۳۴ و ۳۵: ابوداؤد وطحاوی حضرت سمرہ بن جندب اور بخاری ومسلم قتادہ سے مرسلاً راوی:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحثنا علی الصدقة وینھانا عن المثلة ھذا لفظ ابی داؤد[4]، ولفظ الطحاوی قلما خطب خطبة الا امرنا فیھا

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدقہ کرنے کی ترغیب دیا کرتے اور مُثلہ کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔ اور امام طحاوی کے یہ الفاظ ہیں کہ کوئی ایسا خطبہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الجنایات ۲/ ۱۱۷ و المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۴۰۸۴، ۹/ ۴۲۳
المعجم الاوسط حدیث ۵۲۳۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۴۴
المعجم الکبیر " ۱۳۴۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۴۰۳
کنز العمال برمز ک عن عمران حدیث ۱۱۰۶۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۳۹۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۶۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۰۰

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۸۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۲۱۸

[4] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النہی عن المثلة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۶

بالصدقة ونهانا فيها عن المثلة[1] ولفظهما في حديث العرنيين عن قتادة بلغنا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان بعد ذٰلك یحث علی الصدقة وینهی عن المثلة[2] وبمعناه لابن ابی شیبة والطحاوی عن عمران فی الحدیث المار۔

نہیں ہوتا تھا جس میں صدقہ کرنے کا حکم نہ فرماتے ہوں اور مثلہ کرنے سے منع نہ کرتے ہوں ان دونوں کے الفاظ حدیث "عرنیین" میں بحوالہ حضرت قتادہ یہ ہیں: ہمیں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بعد ازیں صدقہ کرنے کی ترغیب دلاتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے، اور اسی کی ہم معنی ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی گزشتہ حدیث بروایت حضرت عمران مذکور رہی ہے۔ (ت)

حدیث ۳۶: طبرانی کبیر میں حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتمثلوا بعباد اللہ[3] اللہ کے بندوں کو مثلہ نہ کرو۔

حدیث ۳۷ و ۳۸: ابن عساکر وابن النجار حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ابن ابی شیبہ مصنف میں عطا سے مرسلًا راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا امثل به کذا فیمثل اللہ بی یوم القیمة[4] حاصل یہ کہ جو یہاں مُثلہ کرے گا، روزِ قیامت اُسے اللہ تعالٰی مُثلہ بنائے گا۔

حدیث ۳۹: بیہقی سُنن میں صالح بن کیسان سے حدیث طویل میں راوی حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہما کو سپہ سالاری پر بھیجتے وقت وصیت میں فرمایا:

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الجنایات باب کیفیة القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النهی عن المثلة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۶
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصة عکل وعرینة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۲
[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۹۷ و ۶۹۸ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۲/ ۲۶۲
[4] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر وابن النجار حدیث ۴۴۱۳۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۵/ ۴۰۸
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب المغازی حدیث ۱۸۵۸۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴/ ۳۸۶

لاتغدروا ولاتمثلوا ولا تجبنوا ولا تغلوا[1] نہ عہد توڑنا، نہ مثلہ کرنا، نہ بزدلی، نہ خیانت۔

حدیث ۴۰: سیف کتاب الفتوح میں متعدد شیوخ سے راوی، امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صوبہ ملک یمامہ مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا جس میں ارشاد ہے:

ایاك والمثلة فی الناس فانها ماثم ومنفرة الا فی قصاص[2] لوگوں کو مثلہ کرنے سے بچو کہ وہ گناہ ہے اور نفرت دلانے والا مگر قصاص وعوض میں۔

اللہ اکبر! جب چوپایوں سے مثلہ حرام، چوپائے درکنار، کٹکھنے کتے سے ناجائز۔ کتے سے بھی گزرئیے حربی کافر سے بھی منع، تو مسلمان کا خود اپنے منہ کے ساتھ مثلہ کرنا کس درجہ اشد حرام وموجب لعنت وانتقام ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث ۴۱: طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مثل بالشعر فلیس له عند الله خلاق[3] جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ عزوجل کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں

والعیاذ باللہ رب العالمین — یہ حدیث خاص مسئلہ مثلہ مو میں ہے، بالوں کا مثلہ یہی جو کلمات ائمہ سے مذکور ہوا کہ عورت سر کے بال منڈالے یا مرد داڑھی یا مرد خواہ عورت بھنویں کما یفعله کفرة الهند فی الحداد (جیسے ہندوستان کے کفار لوگ سوگ مناتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ت) یا سیاہ خضاب کرے کما فی المناوی والعزیزی والحفنی شروح الجامع الصغیر۔ یہ سب صورتیں مثلہ مو میں داخل ہیں اور سب حرام۔

دلیل دوم: داڑھی منڈانا، زنانی صورت بنانا اور عورتوں سے تشبہ پیدا کرنا ہے اور مرد کو عورت عورت کو مرد سے کسی لباس وضع اعمال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت و بدن میں، ظاہر ہے کہ عورت و مرد کا جسم ظاہر میں مابہ الامتیاز یہی چوٹی داڑھی ہے۔ اسی طرح تسبیح ملائکہ میں اشارہ وارد ہوا۔ امام زیلعی تبیین الحقائق، علامہ اتقانی غایۃ البیان، علامہ طوری تکملۃ بحر، سب علماء کتاب الجنایات

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب السیر باب ترک قتل من لاقتال فیہ من الرھبان الخ دار صادر بیروت ۹/ ۹۰

[2] تاریخ الامم والملوک للطبری ذکر خبر حضرموت فی ردتھم دار القلم بیروت ۳/ ۲۷۷

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۴۱

اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للہ ملٰئکۃ تسبیحھم سبحٰن من زین الرجال باللحی والنساء بالقرون والذوائب[1] (لیس عند الاتقانی فی نسختی لفظ القرون)

بے شک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جنکی تسبیح یہ ہے پاکی ہے اُسے جس نے مردوں کو زینت دی داڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے،

بلکہ داڑھی چوٹی سے بھی زیادہ وجہِ امتیاز ہے کہ مرد چوٹی بنا سکتا ہے اور عورت داڑھی نہیں نکال سکتی، (میرے نسخہ میں اتقانی کے نزدیک "قرون" کا لفظ نہیں ہے)(ت)

ولہذا **نص ۵۰ و ۵۱**: امامین جلیلین قوت و احیاء میں فرماتے ہیں:

اللحیۃ من تمام خلق الرجال وبہا تمیز الرجال من النساء فی ظاھر الخلق[2]

داڑھی آفرینش مرد کی تمامی سے ہے اور اسی سے متمیز ہوتے ہیں مرد عورتوں سے ظاھری صورت میں۔

لاجرم بزازیہ و درمختار و ردالمحتار کے نصوص گزرے کہ عورت کو موئے سر مرد کو داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے کہ اس میں ایک کا دوسرے سے تشبّہ ہے۔

نص ۵۲: سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الحکمۃ فی تحریم تشبہ الرجل بالمرأۃ وتشبہ المرأۃ بالرجل انھما مغیران لخلق اللہ[3]

مرد عورت کا باہم تشبّہ حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اس میں خدا کی بنائی چیز بدلتے ہیں۔

یہ اشارہ ہے اُسی آیۂ کریمہ فلیغیرن خلق اللہ[4] کی طرف، یہ تو آیت تھی اب بتوفیق اللہ تعالٰی احادیث لیجئے۔

حدیث ۴۲: امام احمد و دارمی و بخاری و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طبرانی

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الجنایات ۶/۱۳۰ و بحرالرائق کتاب الجنایات ۸/۳۳۱

[2] قوت القلوب الفصل السادس والثلاثون ۲/۱۴۲ و احیاء العلوم النوع الثانی ۱/۱۴۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ ومن الآفات اضاعۃ الرجل اولادہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۵۸

[4] القرآن الکریم ۴/۱۱۹

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابھات من النساء بالرجال[1]

اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی۔

طبرانی کی روایت یوں ہے:

ان امرأۃ مرت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متقلدۃ قوسا فقال لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت شانے پر کمان لٹکائے گزری، فرمایا: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانی وضع بنائیں اور ان مردوں پر جو زنانی۔

حدیث ۴۳: بخاری، ابوداؤد و ترمذی انھیں سے راوی:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر، اور فرمایا انھیں اپنے گھروں سے نکال باہر کردو۔

حدیث ۴۴: بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اخرجوا المخنثین من بیوتکم[4]

زنانوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/۸۷۴ ۔ سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/۲۱۰ ۔ جامع الترمذی ۲/۱۰۲
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۳۹

[2] الترغیب والترغیب بحوالہ الطبرانی الترھیب من تشبہ الرجل بالمرأۃ الخ مصطفٰے البابی مصر ۳/۱۰۳

[3] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/۸۷۴ و سنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/۳۱۸
جامع الترمذی ابواب الادب ۲/۱۰۲

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الحدود باب المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱
کنز العمال بحوالہ احمد خ، د، ہ حدیث ۴۵۰۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۹۶

حدیث ۴۵: ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وابن حبان بسندِ صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورت کا پہناوا پہنے اور اس عورت پر کہ مرد کا۔

حدیث ۴۶: ابوداؤد بسندِ حسن عبداللہ بن ابی ملیکہ سے راوی:

قال قیل لعائشۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا ان امرأۃ تلبس النعل قالت لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[2]

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جُوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

حدیث ۴۷: امام احمد بسندِ صحیح ایک تابعی ہذلی سے راوی، میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک عورت کمان لٹکائے مردانی چال چلتی سامنے سے گزری عبداللہ نے پُوچھا یہ کون ہے، میں نے کہا اُم سعید دخترِ ابوجہل۔ فرمایا میں نے سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال[3]۔ ورواہ الطبرانی عن عبداللّٰہ مختصرًا۔

ہمارے گروہ میں سے نہیں وُہ عورت کہ مردوں سے تشبہ کرے اور نہ وُہ مرد کہ عورتوں سے۔ (اور اسے طبرانی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مختصراً روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۸: امام احمد بسندِ حسن اور عبدالرزاق مصنّف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مخنثی الرجال الذین یتشبھون بالنساء والمترجلات من النساء

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنیں اور مردانی عورتوں پر جو مردوں کی شکل بنیں اور جنگل کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] 〃 〃 〃 ۲/ ۲۱۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۰

المتشبهات بالرجال[ع] وراكب الفلاة وحدہ[1] | اکیلے سوار کو یعنی جو خطرہ کی حالت میں تنہا سفر کو جائے۔

حدیث ۴۹: طبرانی کبیر میں بسند صالح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة ابدا الدیوث والرجلة من النساء ومدمن الخمر[2] | تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے دیوث اور مردانی عورت اور شراب کا عادی۔

حدیث ۵۰: احمد، نسائی، حاکم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لاینظر الله الیهم یوم القیمة العاق لوالدیه والمرأة المترجلة المتشبهة بالرجال والدیوث[3] | تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روزِ قیامت نظرِ رحمت نہ فرمائے گا، ماں باپ کا نافرمان اور مردانی عورت مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔

حدیث ۵۱: نسائی سنن اور بزار مسند اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں ان سے راوی

[ع] وفی طریقة لاحمد وروایة عبدالرزاق بعد هذا والمتبتلین الذین یقولون لانتزوج والمتبتلات اللاتی یقلن ذلك وراکب الفلاة وحده والبائت وحده[4] ۱۲ منه۔ | امام احمد کی دوسری سند کے ساتھ اور مصنف عبدالرزاق کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ مذکور ہیں وہ مرد جو عورتوں سے لاتعلق ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم شادی نہیں کرتے اور الگ تھلگ رہنے والی عورتیں جو یہی کچھ کہتی ہیں اور جنگل و بیابان میں اکیلا سفر کرنے والا سوار اور قوتِ مردمی کے باوجود تنہا رہنے والا مرد۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۹-۲۸۷

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب النکاح باب فیمن رضی لاہلہ بالخبث دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۴

سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۵۷

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۹

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث ورجلة النساء[1]

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ سے عاق اور دیّوث اور مردانی عورت۔

حدیث ۵۲: بیہقی شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اربعة یصبحون فی غضب اللہ و یمسون فی غضب اللہ المتشبھون من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال والذی یاتی البھیمة والذی یاتی بالرجل[2]

چار شخص صبح کریں تو اللہ کے غضب میں شام کریں تو اللہ کے غضب میں، زنانی وضع والے مرد اور مردانی وضع والی عورتیں اور جو چوپائے سے جماع کرے اور اغلامی۔

حدیث ۵۳: طبرانی کبیر میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اربعة لعنھم اللہ فوق عرشه و امنت علیھم ملٰئکته الذی یحصن نفسه عن النساء ولا یتزوج ولا یتسری لان لایولد له ولد والرجل یتشبه بالنساء وقد خلقه اللہ ذکرا والمرأة تتشبه بالرجال وقد خلقھا اللہ انثٰی ومضل المسکین[3] وفی اخری

حاصل یہ کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے بالائے عرش سے دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی اور ان کی ملعونی پر فرشتوں نے آمین کہی وہ مرد جسے خدا نے نر بنایا اور وہ مادہ بنے عورتوں کی وضع بنائے اور عورت جسے خدا نے مادہ بنایا اور وہ نر بنے مردانی وضع اختیار کرے اور اندھے کو بہکانے یا مسکین

عه هذا وعید اٰخر غیرما فی قرینة فالظاھر تعداد الورود ولا تغییر العبارة من الصحابی اوراوٍ بعده واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه

یہ دوسری وعید ہے جو ساتھ والی روایت میں نہیں ہے بظاہر تعدد ورود مراد ہے صحابی سے تبدیل عبارت مراد نہیں یا اس کے بعد کوئی اور راوی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

---

[1] شعب الایمان للبیہقی باب فی الغیرۃ والمذاۃ حدیث ۱۰۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲
سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۵۷ و المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/ ۷۲

[2] شعب الایمان باب فی تحریم الفروج حدیث ۵۳۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۵۶

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۹۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۱۱۷

عنہ اربعۃ لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ وامنت الملٰئکۃ رجل جعلہ اللّٰہ ذکرا فانث نفسہ وتشبہ بالنساء، وامرأۃ جعلہا اللّٰہ انثی فتذکرت وتشبہت بالرجال، والذی یضل الاعمٰی ورجل حصور ولم یجعل اللّٰہ حصورا الا یحیٰی بن زکریا علیہ السلام[1]

کو راستہ بُھلانے والا اور وُہ جو اولاد ہونے کے خوف سے نکاح نہ کرے نہ کنیز حلال رکھے راہبانِ نصارٰی کی طرح بن رہے۔

حدیث ۵۴: ابن عساکر ابن صالح وہ اپنے بعض شیوخ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللّٰہ والملٰئکۃ رجلا تانث وامرأۃ تذکرت[2]

اللہ عزوجل اور فرشتوں نے لعنت کی اُس مرد پر جو عورت بنے اور اس عورت پر جو مرد۔

والعیاذ باللّٰہ رب العالمین۔

دلیل سوم: داڑھی منڈانا کتروانا شعارِ کفار میں اُن سے تشبہ ہے اور وُہ حرام۔

تنبیہ ہشتم کی متعدد احادیث میں گزرا کہ یہ خصلت شیعہ مجوس و یہود و مشرکین کی ہے اور نہم کے نصوص عدیدہ میں کہ مجوسیوں یہودیوں ہندوؤں فرنگیوں کی اور حدیث اوّل و سوم و چہارم میں گزرا مشرکوں کا خلاف کرو یہودیوں کی صورت نہ بنو اہلِ کتاب کی مخالفت کرو۔

نص ۵۳ تا ۵۵: لمعات سے گزرا کہ داڑھی باندھنے والے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیزاری اس وجہ سے ظاہر فرمائی کہ اس میں بے دینوں سے تشبہ ہے[3]۔ علامہ طیبی و علامہ طاہر سے گزرا کہ وجہ نہی مشابہت کفار ہے[4]۔

نص ۵۶ و ۵۷: بدائع امام ملک العلماء و شرح منسک متوسط میں ہے،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۴۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۴۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابن صالح حدیث ۴۳۹۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۷۳

[3] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ باب السواک مکتبۃ المعارف العلمیہ ۲/۶۸ و ۶۹

[4] شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح " " ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۶

حلق اللحیۃ تشبہ بالنصارٰی[1] داڑھی منڈانی نصارٰی کی سی صورت بنانی ہے۔

نص ۵۸: جب درمختار میں فرمایا، داڑھی نہ رکھنا یہود و ہنود کا کام ہے[2]۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا: التشبہ بھم حرام[3] ان سے تشبہ حرام ہے۔

نص ۵۹ و ۶۰: علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی حاشیہ درر و غرر پھر علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل حاشیہ طریقہ محمدیہ نوع ثامن آفات لسان میں فرماتے ہیں:

لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح[4] اھ مختصراً۔ فرنگیوں کی وضع پہننی صحیح مذہب میں کفر ہے اھ مختصراً۔

حدیث ۵۵: صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ابغض الناس الی اللہ ثلثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرئ بغیر حق لیھریق دمہ[5]۔ اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں حرم شریف میں الحاد (زیادتی) کرنے والا اور اسلام میں جاہلیت کی سنت چاہنے والا اور ناحق کسی کی خونریزی کیلئے اس کے قتل کی تلاش میں رہنے والا۔

علامہ طیبی سے مجمع البحار میں ہے:

اذا ترتب ھذا الوعید علی طالبہ فعلی المباشر اولٰی[6]۔ جب سنت جاہلیت کی طلب پر یہ وعید ہے تو برتنے والا بدرجہ اولٰی۔

حدیث ۵۶ و ۵۷: بخاری تعلیقاً اور احمد و ابویعلٰی و طبرانی کاملاً حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور جملہ اخیرہ ابوداؤد سے اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت حذیفہ

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۱
المنسک المتوسط علی لباب المناسک مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۵۲
[2] درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " " " دار المعرفت بیروت ۱/ ۴۶۰
[4] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰
[5] صحیح البخاری کتاب الدیات باب من طلب دم الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۲/ ۱۰۱۶
[6] مجمع بحار الانوار باب السنن مع النون تحت لفظ السنن مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۳/ ۱۳۲

صاحبِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعل الذل والصغار علی من خالف امری ومن تشبہ بقوم فھو منھم[1]

رکھی گئی ذلّت اور خواری اس پر جو میرے حکم کا خلاف کرے اور جو کسی قوم سے تشبّہ کرے وُہ اُنھیں میں سے ہے۔

علامہ طیبی سے مجمع وغیرہ میں ہے:

ای من تشبہ بالکفار فی اللباس وغیرہ فھو منھم[2] اھ باختصار۔

یعنی جو کافروں سے لباس وغیرہ میں مشابہت کرے وُہ انھیں کافروں میں سے ہے اھ باختصار

حدیث ۵۸: ترمذی وطبرانی حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من تشبہ بغیرنا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارۃ بالاکف[3]

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے تشبّہ کرے، نہ یہود سے تشبّہ کرو نہ نصرانیوں سے کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا ہتھیلیوں سے۔

حدیث ۵۹: مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من عمل بسنۃ غیرنا[4]

جو ہمارے غیر کی سنّت پر عمل کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ماقیل فی الرماح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۸
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۰ و ۹۲
سُنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳
المعجم الاوسط حدیث ۸۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۱۵۱

[2] مجمع بحار الانوار باب الشین مع الباء مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ ۳/۱۴۸

[3] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی تبلیغ الاسلام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۹۴

[4] الفردوس بماثور الخطاب عن ابن عباس حدیث ۵۲۶۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۱۵

حدیث ۶۰: ابن حبان اپنی صحیح میں ابوعثمان سے راوی، ہمارے پاس پیشگاہ خلافت فاروقی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمان والا شرف صدور لایا جس میں ارشاد ہے: ایاکم وزی الاعاجم[1] پارسیوں کی وضع سے دُور رہو۔

تذییل حدیث ۶۱: ابن ماجہ حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یعمل بسنتی فلیس منی[2] جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔

حدیث ۶۲: ابن عساکر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رغب عن سُنّتی فلیس منّی[3] جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرے گروہ سے نہیں۔

حدیث ۶۳: خطیب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خالف سنّتی فلیس منّی[4] جو میری سنّت کا خلاف کرے وہ میرے زمرے سے نہیں۔

حدیث ۶۴: ابن عساکر حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اخذ بسنتی فھو منّی ومن رغب عن سنتی فلیس منّی[5] جو میری سنت اختیار کرے وہ میرا اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

حدیث ۶۵: بیہقی شعب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن حبان تحت حدیث ۱۰۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۸۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ایوب حدیث ۱۸۱۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۹۸

[4] تاریخ بغداد الخطیب ترجمہ ۳۶۷۸ دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۰۹

[5] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۹۳۴ ۱/۱۸۴ و حدیث ۲۲۷۵۴ ۸/۲۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت

ان لکل عمل شرۃ ولکل شرۃ فترۃ فمن کانت فترتہ الی سنتی فقد اھتدی ومن کانت الی غیر ذلک فقد ھلک[1]

یعنی ہر کام کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو ایک فتور، تو جو فتور کے وقت بھی میری سنت ہی کی طرف رہے ہدایت پائے اور جو دوسری جانب ہو ہلاک ہو جائے۔

ربنا بقدرتک علینا وعجزنا لدیک وغناک عنا وفاقتنا الیک لاتھلکنا بذنوبنا ولا تؤاخذنا بما عملنا ولا تجعلنا فتنۃ للقوم الظلمین ربنا انک رءوف الرحیم اٰمین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد شفیع المذنبین واٰلہ و صحبہ اجمعین، اٰمین۔

اے ہمارے پروردگار! ہم پر جو تجھے قدرتِ کاملہ حاصل ہے اس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور ہمارا تیری بارگاہ میں عجز ونیاز اور تیری ہم سے بے نیازی اور ہمارا تیری طرف احتیاج۔ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہ کرنا اور جو کچھ ہم نے کیا اس پر ہماری گرفت نہ کرنا اور ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنانا۔ اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو بڑی شفقت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے، ہماری دعا قبول فرما (آمین)، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک و پروردگار ہے، اور ہمارے آقا و مولٰی پر اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں جو (حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) روزِ قیامت گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کی تمام اولاد اور سب ساتھیوں پر۔ مولا! اس دعا کو قبول فرما، آمین! (ت)

خاتمہ

رزقنا اللہ حسنھا (اللہ تعالٰی اسے (یعنی خاتمہ کو) حُسن وجمال سے نوازے۔ ت) اب کہ بحمداللہ تعالٰی کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا اکثر ابنائے زماں کی ہمت اور دین وعلم کی جانب رغبت معلوم کسی دینی تحریر کے چند ورق دیکھنے بھی ان پر بارگراں اور داستانوں دیوانوں کے دفتر اُلٹ جائیں سیری کہاں، لہذا ہم بعض مضامینِ رسالہ کا ایک جدول میں خلاصہ لکھتے ہیں جنھیں اللہ ورسول پر ایمان اور روزِ قیامت پر ایقان ہے ملاحظہ کریں کہ قرآن وحدیث ونصوص ائمہ وعلمائے کرام قدیم وحدیث میں داڑھی منڈانے کتروانے پر کیا کیا ہولناک سزائیں، وعیدیں، مذمتیں، تہدیدیں وارد ہیں ایمانی نگاہ کو یہ جدول ہی کافی، اور جو تفصیل چاہے تو یہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ ھب عن ابن عمرو حدیث ۳۹۴۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۶۶/۱۶

فتویٰ وافی اب جس میں عذابِ الٰہی کی طاقت ہو نیچریان عنود کی بات سُنے، مجوس وہنود کی صورت بنے، ان جانگزا آفتوں کو گوارا کرے اور جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت ہو اپنا مُنہ اسلامی بنالے شعائر اللہ کی حرمت بجالائے شعائرِ کفر سے کنارہ کرے، واللہ الہادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا اور گوناگوں احسانات وانعامات کا مالک ہے۔ ت)

جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کترانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں

شمار	سزا و مذمت	فرمانِ عدالت	میزان فرامین
۱	اللہ و رسول کے نافرمان ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	آیات ۱، ۲، ۷، ۸، ۱۳، ۱۵ تا ۱۸، ۳۲ حدیث ۱ تا ۱۰، ۱۹ تا ۳۸، ۴۰، ۵۸	۴۱
۲	شیطان لعین کے محکوم ہیں	آیت ۵	۱
۳	سخت احمق ہیں	آیت ۱۰ نص ۱۸، ۱۹	۳
۴	اللہ ان سے بیزار ہے	آیت ۱۴	۱
۵	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیزار ہیں	حدیث ۱۱، ۱۲	۲
۶	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے۔	حدیث ۱۰	۱
۷	یہودی صورت ہیں	حدیث ۲، ۴ نص ۱ تا ۵	۷
۸	نصرانی وضع ہیں فرنگیوں سے مشابہ ہیں	حدیث ۴۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷، ۳۶، ۵۶، ۵۷	۱۴
۹	مجوس کے پیرو ہیں۔	حدیث ۲، ۹۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷	۱۲
۱۰	ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں	حدیث ۱۔ نص ۱ تا ۵، ۱۳ تا ۱۷، ۳۳، ۳۶	۱۳
۱۱	مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گروہ سے نہیں	حدیث ۴۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱ تا ۶۴	۷
۱۲	انھیں اپنے ہم صورتوں نصارٰی ویہود ومجوس وہنود کے گروہ سے ہیں۔	حدیث ۵۶، ۵۷	۲
۱۳	واجب التعزیر ہیں شہر بدر کرنے کے قابل ہیں۔	حدیث ۴۳، ۴۴ نص ۶ تا ۱۲	۹

۱۴	مبدلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں	نص ۱۸، ۱۹، ۲۵، ۳۸ تا ۴۹، ۵۲	۱۶
۱۵	زنانے مخنث ہیں	حدیث ۴۳، ۴۸ نص ۱ تا ۵	۷
۱۶	خدا کے عہد شکن ہیں	حدیث ۲۱	۱
۱۷	ذلیل و خوار ہیں	حدیث ۵۶، ۵۷	۲
۱۸	گھنونے قابلِ نفرت ہیں	حدیث ۴۰	۱
۱۹	مردود الشہادت ہیں	حدیث ۱۳، ۱۴، ۱۵	۳
۲۰	پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے	آیت ۱۸	۱
۲۱	ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں	آیت ۱۸ حدیث ۶۵	۲
۲۲	دین میں بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں	حدیث ۱۶، ۱۷، ۴۱	۳
۲۳	عذابِ الٰہی کے منتظر	آیت ۱۸	۱
۲۴	اللہ عزوجل کو سخت دشمن و مبغوض ہیں	حدیث ۵۵	۱
۲۵	صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں، شام ہیں تو اللہ کے غضب میں۔	حدیث ۵۳	۱
۲۶	قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی۔	حدیث ۳۷، ۳۸	۲
۲۷	اللہ و رسول کے ملعون ہیں، دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، اللہ و ملائکہ و بشر سب کی اُن پر لعنت ہے، فرشتوں نے ان کے لعنتی ہونے پر آمین کہی۔	ہشت احادیث ۱۸، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۵۳، ۵۴	۸
۲۸	اللہ تعالٰی ان پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔	حدیث ۵۰	۱
۲۹	وہ بہشت میں نہ جائیں گے۔	حدیث ۴۹، ۵۱	۲
۳۰	اللہ عزوجل انھیں جہنم میں ڈالے گا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔	آیت ۱۴	۱

الحمد للہ یہ مختصر رسالہ جس میں علاوہ زوائد کے اصل مقصد میں اٹھارہ[۱۸] آیتوں بہتر[۷۲] حدیثوں

سائٹھ ارشاداتِ علماء جملہ ڈیڑھ سو نصوص نے باطل کا ازہاق حق کا احقاق کیا، غرہ رجب روز جمعہ مبارک ۱۳۰۵ھ ہجریہ قدسیہ کو قرالتمام و بدرسمار اختتام اور بلحاظ تاریخ لمعة الضحٰی فی اعفاء اللحٰی (چاشت کی روشنی داڑھیاں بڑھانے میں۔ ت) نام ہوا۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه وسراج افقه سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین اٰمین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

اے ہمارے پروردگار! ہم سے (اس خدمت کو) قبول فرما، بے شک تو سب کچھ سننے جاننے والا ہے اللہ تعالٰی کی ان پر (بے حساب) رحمتیں ہوں جو تمام مخلوق سے بہتر اور علم و دانش کا (روشن) چراغ ہیں جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اُن کی سب آل اور تمام صحابہ کرام پر بھی ہو (مولائے کریم) دعا قبول فرما، اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے مربّی ہے، اللہ تعالٰی کی ذات برتر اور سب سے زیادہ جاننے والی ہے، اور اس جلیل القدر کا علم سب سے زیادہ تام (کامل) اور بڑا محکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ
لمعة الضحٰی فی اعفاء اللحٰی
ختم شد

مسئلہ ۲۲۸: مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

سر کے بال مونڈھے سے زیادہ بڑھالینا جس طرح کہ آج کل کے متصوفین نے اختیار کیا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صحاح احادیث میں لعنت فرمائی اُن مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور عورتوں پر جو مردوں کی، لہذا یہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹: ابوبکر علی محمد نو روز چہارشنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

ایک شخص کھتری کا کام کرتا ہے اور کپڑے میں کنڈیں باندھنے کے لئے چند ناخون رکھوانے کی بہت ضرورت پڑتی ہے تو اب وقت ضرورت ناخن رکھوانے کے لئے کیا حکم ہے تحریر فرمائیں فقط۔

الجواب

چالیس روز سے زیادہ ناخن یا موئے بغل یا موئے زیر ناف رکھنے کی اجازت نہیں، بعد چالیس روز کے گنہگار رہیں گے، ایک آدھ بار میں گناہ صغیرہ ہوگا عادت ڈالنے سے کبیرہ ہو جائیگا فسق ہوگا۔ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

وُقِّتَ لنا اللفظه عند احمد و ابی داؤد و الترمذی و النسائی وقت لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی قص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط و حلق العانة ان لا نترك اکثر من اربعین لیلة۔[1]

ہمارے لئے وقت مقرر فرمایا (مسلم شریف کے الفاظ) مسند احمد، ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں وُقِّتَ لنا یعنی ہمارے لئے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے، زیر بغل بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال مونڈنے کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا کہ ہم میں کوئی شخص چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۱
سنن النسائی ذکر التوقیت فی ذلک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱
جامع الترمذی ابواب الآداب باب ما جاء فی تقلیم الاظفار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۰

درمختار میں ہے :

کرہ ترکہ وراء الاربعین[1] چالیس روز سے زیادہ چھوڑ دینا مکروہ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ای تحریما لقول المجتبی ولاعذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید[2] یہاں کراہت سے مکروہ تحریمی مراد ہے۔ المجتبٰی کے اس قول کی وجہ سے کہ چالیس دن سے زیادہ دیر لگانے میں کوئی عذر (مقبول) نہیں۔ لہذا اگر ایسا کیا گیا تو پھر عذاب کی دھمکی کا مستحق ہے اھ (ت)

پیتل وغیرہ کے ناخن بنواکر ایسے کہ انگلیوں پر چڑھ سکیں مثلاً ایک پورے کے قدر انگلی کی شبیہ جسے انگلی میں پہن لیا جائے اور اس پر ناخن بنا ہوا ان سے کام لیا جائے یہ سونے چاندی کے جائز نہیں حتی کہ عورتوں کو بھی احتراز چاہئے کہ یہ صرف پہننا نہیں بلکہ دوسرے کام میں استعمال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۰ : از شہر بریلی مسئولہ خورشید حسین ۲۵ شوال ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ہاتھ میں رعشہ ہے وہ اُسترہ نہیں لے سکتا خوف زخمی ہونے کا ہے تو وہ کیا کرے ؟

الجواب

نورہ استعمال کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱ : مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس مدرسہ جماعت ناروا ڑی محلہ رنچھوڑ لین کراچی بندر ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک ہندو نومسلم ہوا ہے اب اس کا ختنہ کرنا شرع شریف سے کیا حکم ہے، آیا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو کون سی دلیل ہے اور کس ترتیب سے ؟ اور اگر ناجائز ہے تو کس وجہ سے ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب

ہاں ختنہ کا حکم ہے، حدیث میں ارشاد ہوا :

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۰

[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱

الق عنك شعر الکفر واختتن[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اپنے آپ سے کفر کے بال دور کر دے اور ختنہ کرے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۳۲ - ۲۳۳ ازموضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ علاقہ جام نگر کاٹھیاواڑ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صدیقی حنفی قادری ابن حاجی امیر میاں ۲۲ صفرالمظفر ۱۳۳۶ھ

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ اکثر عربستان میں لڑکیوں کو ختنہ کرنے کا رواج ہے اور ہندمیں کیوں رواج نہیں؟

(۲) مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے ترکی لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟

الجواب

(۱) لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ اُن کے گناہِ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظ دین مسلمانان واجب ہے لہذا یہاں اس کا حکم نہیں۔ اشباہ میں ہے:

لایسن ختانها وانما هو مکرمة[2]۔	لڑکیوں کا ختنہ کرنا سنّت نہیں بلکہ وہ ایک عمدہ کام ہے۔(ت)

منیۃ المفتی پھر غمز العیون میں ہے:

وانما کان الختان فی حقها مکرمة لانه یزید فی اللذة[3]۔	لڑکیوں کے حق میں ختنہ ایک عمدہ فعل ہے کیونکہ اس سے لذتِ جماع میں اضافہ ہوتا ہے(ت)

درمختار میں ہے:

ختان المرأة لیس سنة بل مکرمة للرجال وقیل	عورت کا ختنہ سنّت نہیں بلکہ وہ مردوں کے لئے ایک اچھا طریقہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارت باب الرجل یسلم ویؤمر بالغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی کلیب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۵

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۴۰

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ ″ ″ ″ ۲/ ۱۴۰

سنة اھ[1] وجزم به البزازی فی
وجیزہ والحدادی فی سراجه
وقال فی الھندیة عن المحیط اختلف
الروایات فی ختان النساء ذکر فی
بعضھا انه سنة ھکذا حکی عن
بعض المشائخ وذکر شمس الائمة
الحلوانی فی ادب القاضی للخصاف
ان ختان النساء مکرمة اھ[2]
ورأیتنی کتبت علیه ای فیکون
مستحبا وھو عند الشافعیة واجب
فلا یترک ما اقله الاستحباب مع
احتمال الوجوب لکن الھنود لایعرفونه
ولو فعل احد یلومونه و
یسخرون به فکان الوجه
ترکه کیلا یبتلی المسلمون
بالاستھزاء بامر شرعی
وھذا نظیر ما قال العلماء
ینبغی للعالم ان لایرسل
العذبة علی ظھرہ
وان کان سنة اذا
کان الجھال یسخرون
منه ویشبھونه بالذنب

سنت ہے اھ اور بزازی نے وجیز میں اس پر
اظہار یقین کیا اور حدادی نے اپنی سراج میں۔
اور فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے نقل کیا۔ ہے کہ
عورتوں کے ختنہ میں اختلافاتِ روایات ہے،
چنانچہ بعض میں یہ ذکر کیا گیا کہ وہ سنت ہے۔
چنانچہ بعض مشائخ سے اسی طرح حکایت کی گئی
اور شمس الائمہ حلوانی نے خصاف کی ادب القاضی
سے ذکر کیا کہ عورتوں کا ختنہ عمدہ فعل ہے اھ،
مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر تحریر کیا ہے کہ عورتوں
کا ختنہ کرنا مستحب ہے، لیکن شافعیوں کے نزدیک
واجب ہے، لہذا ایسے کام کو نہ چھوڑا جائے جو
کم سے کم مستحب ہے باوجودیکہ اس میں وجوب
کا احتمال ہے لیکن ہمارے ہاں کے ہندی لوگ اسکو
نہیں پہچانتے، لہذا اگر یہاں کوئی ایسا کرے تو
لوگ اس کو ملامت کریں گے اور اس کا مذاق
اڑائیں گے۔ لہذا عمدہ وجہ اسے چھوڑ دینا ہے
تاکہ لوگ ایک حکم شرعی کے ساتھ ہنسی مذاق
میں مبتلا نہ ہوجائیں، اور اس کی نظیر (مثال)
وہ ہے کہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ عالم
کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی پیٹھ پر (دستار
کا) شملہ نہ چھوڑے اگرچہ یہ کام سنت ہے۔ اگر
ناواقف لوگ (اس فعل سے) مذاق اڑائیں اور اسکو

---

[1] درمختار مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۰
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷

فیقعون فی شدید الذنب
هذا واحتج البزازی علی استنانه
بان لوکان مکرمة لم تختن
الخنثی لاحتمال ان یکون
امرأة ولکن لاکالسنة فی حق
الرجال[1] اھ وتعقبه العلامة
ش فقال ختان الخنثی
لاحتمال کونه رجلا وختان
الرجل لایترك فلذا کان
سنة احتیاطا ولایفید ذلك
سنیته للمرأة تأمل[2] اھ و
کتبت فیما علقت علیه
اقول کان یتمشی ھذا
لولم یختتن منھا الا
الذکر اذلا معنی لختان
الفرج قصدا الی الختان
لاحتمال الرجولیة وقد
صرح فی السراج ان
الخنثی تختتن من کلا
الفرجین ولاشك ان
النظر الی العورة لاتباح
لتحصیل مکرمة[3] اھ

دُم سے تشبیہ دیں۔ پھر اس طرح کی حرکت سے
شدید گناہ میں پڑجائیں۔ اور امام بزازی نے
(ختنہ کے) سنت ہونے پر استدلال کیا (اور
دلیل پیش کی) اگر یہ کام صرف عمدہ اور اعزازی
ہوتا تو پھر ہیجڑے کا ختنہ نہ کیا جاتا اس احتمال پر
کہ شاید عورت ہو۔ لیکن یہ اسی طرح نہیں جیسے
مردوں کے حق میں سنت ہے اھ علامہ ش نے
بزازی کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ ہیجڑے کا ختنہ
کرنا اس کے مرد ہونے کے احتمال پر ہے، اور
مرد کا ختنہ کبھی متروک نہیں۔ پھر اس لئے یہ احتیاطی
سنت ہے، اور یہ بات عورت کیلئے سنیت کا
فائدہ نہیں دیتی۔ غور اور سوچ کیجئے اھ میں نے
اپنی تعلیق میں اس کے متعلق تحریر کیا ہے۔ میں
کہتا ہوں کہ یہ بات چل سکتی تھی جبکہ ان میں سے
سوائے مرد کے کسی کا ختنہ نہ کیا جاتا کیونکہ
فرج (شرمگاہ) کے قصداً ختنہ کرنے کا صرف اسکی
مردانگی (رجولیت) کے احتمال پر کوئی مفہوم اور
مطلب نہیں۔ اور سراج میں یہ صراحت کی گئی
کہ ہیجڑے کے دونوں فرجوں (شرمگاہوں) کا
ختنہ کیا جائے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہہ
نہیں کہ محلِ ستر (عورۃ) کو کسی عمدہ کام کے
حصول کے لئے دیکھنا مباح نہیں ہوسکتا اھ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ البزازی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۷۹
[2] " " " " " " " " ۵/۴۷۹
[3] السراج

لکن ھذا ھو نص الحدیث فقد اخرج احمد عن والد ابی الملیح والطبرانی فی الکبیر عن شداد بن اوس وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم بسند حسن حسنہ الامام السیوطی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال الختان سنۃ للرجال ومکرمۃ للنساء[1] اقول و لا یندفع الاشکال بما فعل الامام البزازی فانہ ان فرض سنۃ فلیست کل سنۃ یباح لھا النظر الی العورۃ و مسھا الا تری ان الاستنجاء بالماء سنۃ ولا یحل کشف العورۃ فان لم یجد سترا وجب علیہ ترکہ و انما ابیح لہ ذٰلک فی ختان الرجل لانہ من شعائر الاسلام حتی لو ترکہ اھل بلدۃ قاتلھم الامام کما فی فتح القدیر و

لیکن یہ صراحۃ حدیث ہے کہ امام احمد نے ابو الملیح کے والد کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں شداد بن اوس کی سند سے جیسا کہ ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے نیز امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی (یعنی اسکو حدیث حسن قرار دیا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ختنہ مردوں کے حق میں سنت ہے اور عورتوں کے لئے ایک عمدہ کام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بزازی کی کاروائی سے اشکال دفع نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس کام کو سنت بھی فرض کرلیا جائے (تو بھی نظر الی الفرج کا جواز کیسے ہوگا) اس لئے ہر سنت میں بھی یہ گنجائش نہیں کہ اس کی وجہ سے محلِ ستر (عورۃ) کو دیکھنا اور مس کرنا مباح ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پانی سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر کوئی باپردہ جگہ نہ ہو تو پھر برسرِ عام کھلی جگہ ستر ننگا کرکے استنجا کرنا جائز اور مباح نہیں، بلکہ اس صورت میں ترکِ استنجا واجب ہے۔ اور مردوں کے ختنہ میں اس کی اس لئے اجازت دی گئی کہ یہ کام شعائرِ اسلام میں سے ہے حتی کہ اگر کسی شہر والے اسے چھوڑ دیں تو امام ان سے جنگ

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث اسامۃ الہذلی ۵/ ۷۵ و المعجم الکبیر ۷۱۱۲، و ۷۱۱۳، ۷/ ۲۷۳-۲۷۴

التنویر وغیرھما ولیس ھذا منھا فان الشعار یظھر والخفاض مأمور فیہ بالاخفاء فسقط الاحتجاج ولا مخلص الا فی قصر ختانھا علی الذکر خلافا لما فی السراج الان یحمل علی ما اذا اختنت قبل ان تراھق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

لڑے (تاکہ وہ اسے قائم کرنے پر آمادہ ہوجائیں) جیسا کہ فتح القدیر اور تنویر اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے۔ اور یہ اس میں سے نہیں۔ اور شعار کو ظاہر کیا جاتا ہے اور اس میں اخفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اور استنجا کرنے میں بصورت پستی شرمگاہ چھپانے کا حکم دیا گیا لہذا استدلال ساقط ہوگیا۔ اور اس سے کوئی چارۂ کار نہیں کہ ختنہ کرنا مرد پر بند رکھا جائے بخلاف اس کے جو کچھ سراج میں ہے، مگر یہ کہ اس کا قول اس پر حمل کیا جائے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ لڑکی کا ختنہ اس کے قریب البلوغ ہونے سے پہلے کر لیا جائے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

(۲) مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام وگناہ وسنّتِ مشرکین ومجوس ویہود ونصارٰی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلٰی درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبھوا بالیھود۔ رواہ الامام الطحاوی[9] عن انس بن مالك ولفظ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس[10]۔

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ (امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت انس بن مالک سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور مسلم شریف کے الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہیں: ــــ مونچھیں کترواؤ داڑھیاں چھوڑو اور مجوس کی مخالفت کرو۔ ت)

فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[9] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھیۃ باب حلق الشارب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۷
[10] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

مسئلہ ۲۳۴: از علی گڑھ کٹرہ سعید خاں مرسلہ حافظ سعید احمد صاحب لکھنوی معرفت حافظ محمد عمر صاحب مسجد عطا شہید ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

طحطاوی حاشیہ درمختار جلد رابع میں ہے:

ورد فی بعض الآثار النھی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث البرص[1]

بعض آثار میں بدھ کے دن ناخن کترنے کی ممانعت آئی ہے کہ اس کام سے مرضِ برص (پھلبھری) پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

اس کی سند کیا ہے اور یہ روایت کس درجہ کی ہے، اور یہ روایت بظاہر معارض ہے روایت دیلمی کی:

ومن قلمھا یوم الاربعاء خرج منہ الوسواس والخوف دخل فیہ الامن والشفاء[2]

جس نے بدھ کے روز ناخن کاٹے اس سے شیطانی وسوسے اور خوف نکل جائیںگے اور اس میں امن اور شفاء داخل ہوجائیگی (ت)

تو ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے؟ اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ درصورتِ امتناع حافظ ابن حجر کے قول انہ یستحب کیفما احتاج الیہ (بال کاٹنے مستحب ہیں جس کیفیت (اور نوعیت سے) اس کی ضرورت پڑے۔ ت) کی صحت کی کیا صورت، اور درصورت استحباب حافظ کے قول:

ولم یثبت فی کیفیتہ شیئ ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

ناخن کترنے کی کیفیت (کہ کس طریقے اور ترتیب سے کترے جائیں) اور کس دن کترے جائیں اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ ثابت اور مروی نہیں (ت)

کی صحت کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب

اصل مسئلہ یہی ہے کہ وہ کیف ما اتفق مستحب ومسنون ہے اور دن کی تعیین یا منع میں کوئی حدیث ثابت نہیں، یوم الاربعاء ممانعت کی حدیث، دونوں ضعیف ہیں، اگر روز چہارشنبہ وجوب کا دن آجائے مثلاً انتالیس ۳۹ دن سے نہیں تراشے تھے آج بدھ کو چالیسواں دن ہے اگر آج بھی نہیں تراشتا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۲
[2] الموضوعات لابن الجوزی دارالفکر بیروت ۳/ ۵۳ [3] المقاصد الحسنۃ حدیث ۷۷۲ ص ۳۶۲

توچالیس دن سے زائد ہوجائیں گے اور یہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے کما فی القنیۃ والهندیۃ وغیرهما (جیسا کہ قنیہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) تو اس پر واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے لیکن اگر حالت سعت و اختیار کی ہے تو بدھ کے دن نہ تراشنا مناسب کہ جانب خطر کو ترجیح رہتی ہے، اور حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر حدیث صحیح صحیح بخاری وقد قیل[1] (اور بیشک اس بارے میں کہا گیا ہے۔ ت) اس کی مؤید ہے، امام ابن الحاج مکی علیہ الرحمہ نے بدھ کے دن ناخن تراشنے چاہے پھر خیال آیا کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے پھر کہا یہ سنت حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف، تراش لئے، فوراً مبتلائے برص ہوگئے، شب کو زیارت اقدس سے مشرف ہوئے، سرکار میں فریاد کی، ارشاد ہوا کیا تمھیں حدیث نہ پہنچی تھی؟ عرض کی حضور میں نے خیال کیا کہ یہ سنت حاضرہ ہے اور حدیث ضعیف۔ ارشاد ہوا کیا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے فرمایا ہے، پھر دست اقدس اُن کے بدن پر مس فرمایا کہ فوراً اچھے ہوگئے، اُٹھے تو اچھے تھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: ازقادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی

۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

تمام سر کا منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات سیدنا امام علی مرتضٰی یا حضرت امامین مطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام ان حضرات نے سر منڈایا ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت تمام سر کے بال رکھنا ہے اور امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنت سارا سر منڈانا۔

وقد روی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان تحت کل شعرۃ جنابۃ[2] ثم قال من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی[3]۔

بلاشبہہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے، لہذا اس وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ ۱/ ۳۳ و جامع الترمذی ابواب الطہارۃ ۱/ ۱۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

دونوں صورتیں جائز ہیں آدمی اپنے لئے جس میں مصلحت سمجھے، اور اول اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶ از جونپور محلہ ملاٹولہ مرسلہ شاہ نظام الحق یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

مردوں کو مثل عورتوں کے لمبے بال کندھے سے نیچے رکھنے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اللہ کی لعنت اُن مردوں پر کہ کسی بات میں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر کہ مردوں سے۔ (ائمہ حدیث مثلاً امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ فرمایا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت فرمایا۔ ت)

اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع مردانی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۴
صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
سنن ابی داؤد 〃 باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
جامع الترمذی کتاب الآداب باب ماجاء فی المتشبھات امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
[2] مجمع الزوائد کتاب الادب باب فی المتشبھین الخ دار الکتاب بیروت ۸/۱۰۲-۱۰۳

رواہ ابوداؤد[1] عن ابن ابی ملیکۃ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اختیار کرے۔ (امام ابوداؤد نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمائی۔ ت)

کمان یا جُوتا اجزائے بدن نہیں، جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ اجزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی، ولہذا عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے۔ یوہیں مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں، اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام و موجب لعنت ہے۔ درمختار میں ہے:

قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ[2]

کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گناہگار ہوگی اور اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہوگی اور اس میں معنی مؤثر "تشبہ" ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای العلۃ المؤثرۃ فی اثمہا التشبہ بالرجال فانہ لایجوز کالتشبہ بالنساء حتی قال فی المجتبٰی یکرہ غزل الرجل علی ہیأۃ غزل النساء[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

عورت کے گناہگار ہونے میں اثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں، یہاں تک کہ "المجتبٰی" میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سُوت کاتنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۷: از موضع سران ڈاکخانہ لشندور تحصیل و ضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحیہ دراز کو چار انگل زنخدان سے نیچے رکھ کر کٹانی چاہیے یا قبضہ مع استخوان لحیین رکھ کر کٹائی جائے؟

الجواب

مسترسل چار انگل چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

[3] ردالمحتار " " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱

مسئلہ ۲۳۸

داڑھی کی حد شریعت نے کہاں تک مقرر کی ہے اور اگر کوئی شخص حد مقررہ سے کم رکھے تو کیا وہ منڈانے کے برابر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

داڑھی کم از کم چار انگل چھوڑنا واجب ہے اور اس سے کم رکھنا جائز نہیں، حرام ہونے میں یہ بھی منڈانے کے مثل ہے اگرچہ منڈانا خبیث تر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۹

۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی ایہا العلماء الکرام اندریں مسئلہ کہ مروی و ماثور است کہ موئے مرغول سرآں سرور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بغیر از حلق بسہ کیفیت متکیف بودند یعنی گاہ بگوش وگاہ بدوش وگاہ از گوش فرود آمدہ و نزدیک بدوش رسیدہ آیا رجل امت اجابت آں تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم را نیز لازم است کہ ہمیں جادہ مستقیم را اخذ نمودہ سالک شوند باز و برتقدیر اول آیا کدام صنف است از اصناف سنن ہدی ست کہ تارکش مستحق لوم و عتاب است یا زائدہ کہ تارکش لائق ایں امر نبود چنانچہ در رسالہ منار می نویسند وھی نوعان سنۃ الھدٰی و تارکھا یستوجب اساءۃ کالجماعۃ و الاذان والزوائد و تارکھا لا یستوجب اساءۃ کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ

اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحمت کے پھول برسائے تمہارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروی اور منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سر مبارک کے (کسی قدر) گھنگھریالے مقدس بال، منڈائے بغیر، تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے متصف تھے (۱) یعنی کبھی کانوں تک (۲) کبھی کندھوں تک (۳) اور کبھی کانوں سے نیچے لٹکے ہوئے اور کندھوں کے قریب پہنچے ہوئے تھے (اب سوال یہ ہے کہ) کیا تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمتِ اجابت (یعنی اُمتِ مسلمہ) کے کسی مسلمان فرد کے لئے بھی یہی لازم اور ضروری ہے کہ وہ اسی ٹھیک طریقہ کو اختیار کرکے اس پر چلے، نیز پہلی صورت میں یہ سُننِ ہدٰی میں سے کونسی قسم ہے کہ جس کا چھوڑ دینے والا، ملامت اور سرزنش کے لائق ہے یا سنّتِ زائدہ ہے کہ جس کا ترک کرنے والا سزا مذکور کے لائق نہیں چنانچہ رسالہ "منار" میں لکھتے ہیں سنّت کی دو قسمیں

وقیامہ[1] الخ ۱۲ رسالہ شرح نور الانوار قمر الاقمار۔ ہیں (۱) ایک سنتِ ہُدیٰ، جس کا تارک مستحقِ اساءت ہے۔ جیسے نماز باجماعت اور اس کے لئے اذان۔ (۲) دوسری قسم سنتِ زوائد، کہ جس کا تارک اساءت کا سزاوار نہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک عادات: پہننے، بیٹھنے اور قیام میں الخ ۱۲ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار (از مولانا عبد الحلیم لکھنوی)۔ (ت)

الجواب

عادت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر تمام سر موئے داشتن است از گوش تا دوش در غیر حج وحجامت ہیچ گاہ حلق ثابت نیست۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم دائما حلق فرمودہ وازاں رو کہ زیر ہر مُو جنابت ست مباد کہ آب بجائے نرسد و مے فرمود ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی[2] وسنت خلفائے راشدین نیز سنت ست ہر چہ مناسب حال خود بیند بر آں عمل کند موئے را اکرام باید فی الحدیث من کان لہ شعر فلیکرمہ[3] اگر اکرام تواند وبحد اسراف نرساند موئے داشتن بہتر ست ورنہ در حلق فارغ البالی وبر ہر چہ ازیں عمل کند مستحق لوم وعتابے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ عالیہ اپنے پورے سر مبارک پر بال رکھنے کی تھی اور یہ کیفیت کان سے کندھوں تک ہوتی۔ لہذا بغیر حج کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں، البتہ مومنوں کے امیر حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ہمیشہ بال منڈواتے اس وجہ سے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں تک پانی نہ پہنچے۔ اور فرمایا کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بال رکھنے کا مخالف ہوں۔ اور خلفائے راشدین کی سنت بھی درجہ سنت رکھتی ہے، لہذا جو بھی اپنے حال کے مناسب سمجھے وہی روش اختیار کرے، بہر حال بالوں کا احترام کرنا چاہئے۔ چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے جس آدمی کے بال ہوں اُسے ان کا احترام واکرام کرنا چاہئے لہذا اگر عزت وتوقیر کرسکے اور اسے اسراف کی

---

[1] نور الانوار شرح المنار بحث سنن الہدیٰ والزوائد مطبع علیمی دہلی ص ۱۶۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳

[3] سنن ابی داؤد کتاب الرجل باب فی اصلاح الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۳۰

حدتک نہ پہنچائے تو پھر بال رکھنے بہتر ہیں ورنہ منڈوا کر فارغ البال ہوجائے، لہذا ان میں سے جو طریقہ اپنائے (اور اس پر عمل کرے) تو ملامت اور عتاب کا سزاوار نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۰ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈایا کترنے والا یا داڑھی چڑھانے والا میلاد شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور داڑھی چڑھا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ان لوگوں سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا۔[1]

اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اُس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعی طور پر اُس کی توہین ضروری ہے (ت)

نماز پڑھنا بہرحال فرض ہے اس میں داڑھی چڑھی رکھنا مکروہ ہے، کس قدر بیباکی ہے کہ عین حاضری دربار میں صورت مخالف حکم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۱ از فیروز آباد ضلع آگرہ جامع مسجد مسئولہ جناب محمد ناظم علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

علمائے دین وفضلائے واثقین ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ داڑھی کتنی نیچی رکھنا چاہئے اور ریش مبارک حضور سرور عالم صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالٰی عنہ نیز باقی اصحابہ کبار رضوان اللہ تعالٰی عنہم کی کس قدر نیچی تھی؟ جواب سے معہ حوالہ کتب بہت جلد معزز فرمائیے۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ایک مشت نیچی رکھنا واجب ہے اور اُس کا تارک فاسق۔ فتح القدیر و درمختار میں ہے:

اما الاخذ منھا وھی دون ذلک (ای القبضۃ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ۔[2]

داڑھی جب مشت بھر سے کم ہو تو اُسے تراشنا اور کترنا جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑہ صفت مرد کرتے ہیں کسی نے اس کو مباح نہیں کہا (ت)

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ مکتبۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۳۴

[2] درمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی ریش مبارک اوائل سینہ تک تھی، امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ریش مبارک زیادہ تھی۔ ریش تراشی کی مذمت میں ہمارا رسالہ لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی شائع ہوچکا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پاک کے ساتھ صلعم یا ﺻ یا عم یا صللم وغیرہا رموز لکھنا ممنوع اور سخت بیدولتی ہے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں پہلا شخص جس نے ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا، درود پورا لکھنا لازم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

نوٹ

جلد ۲۲ داڑھی وحلق وقصر وختنہ وحجامت کے بیان پر ختم ہوگئی
جلد ۲۳ ان شاء اللہ نماز وطہارت کے عنوان سے شروع ہوگی۔